أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ

مقالاتِ راشدیہ

از قلم شیخ العرب والعجم فضیلۃ الشیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

تقدیم محقق اہلحدیث فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

اعداد الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

جلد دوم

1- کیا خبر واحد عقائد میں حجت نہیں؟
2- الاجوبۃ الفاصلۃ للأسئلۃ العشرۃ الکاملۃ.
3- کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل حجت نہیں؟
4- منکرین عذاب قبر کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔
5- ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ پر دیے گئے دلائل کا جائزہ۔
6- عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت۔
7- عورت کے چہرے کا پردہ۔ 8- رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا۔
9- البرق الساوی علی السارق الدیاوی.
10- میت اور اس کے احکام۔
11- رکوع کی رکعت۔ 12- نماز نبوی۔

NOMANI

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.Kitabosunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

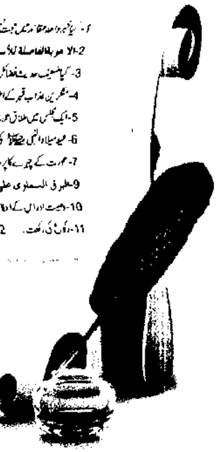

1- کیا خبر واحد عقائد میں حجت نہیں؟
2- الاجوبة الفاصلة للأسئلة العشرة الكاملة.
3- کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل حجت نہیں؟
4- منکرین عذاب قبر کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔
5- ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ پر دیے گئے دلائل کا جائزہ۔
6- عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت۔
7- عورت کے چہرے کا پردہ۔ 8- رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا۔
9- طرق المنوی علی السارق الدہلوی
10- وصیت اور اس کے احکام۔
11- وتر کی رکعت۔ 12- نماز نبوی۔

مقالاتِ راشدیہ

جلد دوم

شیخ العرب والعجم فضیلۃ الشیخ
ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب

مقالاتِ راشدیہ

جلد دوم

تالیف

شیخ العرب والعجم فضیلۃ الشیخ
ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

تقریظ

محقق اہلحدیث حافظ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

اعداد

الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ

باہتمام
حافظ ثناء اللہ خاں (بیرانی)

تاریخ اشاعت
اگست 2011ء

ناشر
نعمانی کتب خانہ
لاہور

e-mail: nomania2000@hotmail.com

NOMANI

COPY RIGHT

All rights reserved

Exclusive rights by nomani kutab khana Lahore Pakistan. No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means or stored in a data base retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ

مقالاتِ راشدیہ

از قلم شیخ العرب والعجم فضیلۃ الشیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی

تقدیم محقق اہل حدیث حافظ ارشاد الحق اثری ﷾

اعداد الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری ﷾

جلد دوم

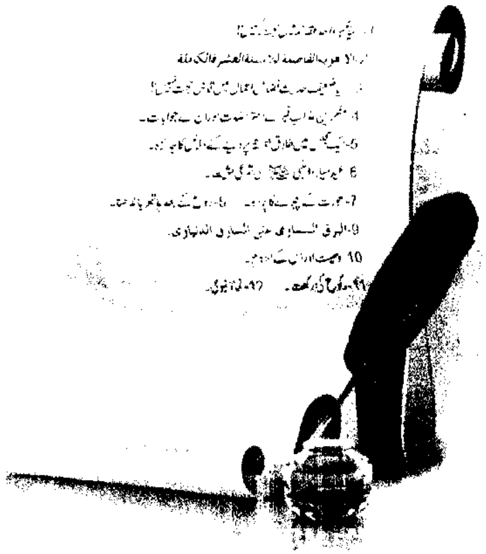

[illegible]

[illegible]

[illegible]

4- [illegible]

[illegible]

6- [illegible]

7- [illegible]

9- [illegible]

10- [illegible]

[illegible]

NOMANI

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے

جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وبعد!

بحمد اللہ تعالیٰ مجلّہ بحر العلوم کے منتظم الاخ المکرّم شیخ افتخار احمد الازہری حفظہ اللہ مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے بہت قلیل عرصے میں مجلّہ بحر العلوم کے توسط سے راشدی خاندان کے علماء کی خدمات کو منظر عام پر لاکر تہلکہ مچا دیا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

المکتبۃ الراشدیۃ کی طرف سے راقم دادا محترم شیخ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی کتابیں طبع کرانے کے لیے کوشاں ہے۔ مجلّہ بحر العلوم کی طرف سے ہمارے بڑے دادا محترم شیخ محب اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی خدمات کو مقالات راشدیہ کے نام سے ترتیب دے کر سالانہ سیرت النبی کانفرنس نیو سعید آباد کے موقع پر رونق بخشی۔ بڑے دادا محترم شیخ محب اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کے حالات وخدمات کو کتابی شکل میں محدث دیار سندھ کے نام شائع کیا جو قابل تحسین ہے۔ فللہ الحمد

ہمارے دادا شیخ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کی دینی خدمات وغیرہ جمعیت اہل الحدیث سندھ تک محدود نہیں بلکہ بفضل اللہ تعالیٰ پورے ملک پاکستان اور دنیا کے کونے کونے تک جمعیت اہل الحدیث کو متعارف کرایا اور دنیا کی گندی سیاست سے پاک کیا۔ سندھ کو اہمیت دینا یہ سندھ کے لوگوں کے کیلئے اعزاز ہے۔ شاہ بدیع الدین رحمہ اللہ کا حقیقی سرمایہ المکتبۃ الراشدیہ ہے، سندھ کے کونے کونے میں دینی مدارس، مساجد اور جماعتی احباب شاہ بدیع الدین رحمہ اللہ کیلئے صدقہ جاریہ ہیں اور یہ ان کا سلسلہ تاقیامت رواں دواں رہے گا ان شاء اللہ۔

محترم دادا بدیع الدین رحمہ اللہ کی علمی خدمات میں دروس، اجتماعات، مناظرے اور تصانیف وغیرہ ہیں، جن میں عربی تصانیف قابل دید ہیں۔ المکتبۃ الراشدیہ کے تعاون سے عربی کتب طبع ہوکر منظر عام پر آئیں گی۔ ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاء اللہ تعالیٰ، المدرسة المحمدية اور جامعة الراشدية کا قیام بھی دادا بدیع الدین رحمہ اللہ کے صدقہ جاریہ میں سے ہوگا۔ ان شاء اللہ

مجلّہ بحر العلوم کی انتظامیہ محترم وکیل حاجی محمد اسماعیل میمن اور الاخ المکرّم افتخار احمد الازہری کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، جنہوں نے بڑے دادا محبّ اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ اور دادا بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی علمی کاوشوں کو یکجا کر کے مقالات راشدیہ کی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، جس میں دادا بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی پچیس سے تیس کتابوں کا مجموعہ ہے، جن میں مطبوع اور غیر مطبوع کتابیں بھی تراجم کی صورت میں موجود ہیں مثلاً :البرق السماوی علی السارق الدنیاوی ، الاسئلة العشرة، القول اللطیف فی الاحتجاج بالاحادیث الضعیف وغیرہ۔

المکتبة الراشدية کی خصوصی اجازت سے مجلّہ بحر العلوم نے نعمانی کتب خانہ لاہور کے مدیر اعلیٰ محترم ضیاء الحق نعمانی کی پرخلوص معاونت حاصل کی ہے۔ جن کا ذوق وشوق مقالات جلد اول اور جلد دوم کی دلکش اور جاذب نظر طباعتی شکل میں عیاں ہے۔ انشاء اللہ عنقریب یہ کتب سی ڈیز پر دستیاب ہوں گی اور انٹرنیٹ سے بھی ان تک رسائی کو ممکن بنایا جائے گا۔ الحمد للہ یہ سیٹ اپ دادا بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ کی خدمات کو علمی جامہ پہنا رہا ہے۔ اللّٰھم زد فزد

محترم دادا بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی اردو اور سندھی کتابوں کو بھی دوبارہ منظر عام پر لانا مقصود ہے، خصوصاً بدیع التفاسیر کو دوبارہ سندھی اور اردو ترجمہ کے ساتھ بھی لانا ہے اور کچھ کتابوں کو انگلش میں ٹرانسلیٹ کروا کے منظر عام پر لائیں گے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مایہ ناز تصنیف توحید خالص اور توحید ربانی کا عربی میں ترجمہ مکمل ہو گیا ہے ، اور شاہ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کے حیات وخدمات پر ایک مکمل مقالہ عربی میں منظر عام پر آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

جبکہ دو تین کتابیں برطانیہ سے ترجمہ ہو کر مطبوع کی شکل میں موجود ہیں، شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمات کو جتنا عام کریں اتنا کم ہے مگر شاہ صاحب رحمہ اللہ کے نام اور کام پر سیاست کرنا اور دکانداری چلانا انصاف نہیں ہے، احباب جماعت نوٹ فرمالیں کہ شاہ صاحب کی تقاریر اور کیسٹس کا بھی تحریری مراحل میں کام جاری ہے جو کہ کتابی شکل میں لا کر عوام کے ہاتھوں میں ہوگا۔ ان شاء اللہ

عربی کتابوں کو تراجم کی صورت میں لایا جا رہا ہے اور عربی مطبوع کتب کو بھی دوبارہ طباعت کے زیور سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آراستہ کیا جائے گا۔علمی حلقوں کے لئے شاہ صاحب رحمہ اللہ کی کتب پر مقالے، ایم فل، اور پی۔ایچ۔ڈی کی تیاری بھی کرائی جارہی ہے۔مثلاً :رفع الارتیاب عن حکم الاصحاب، ایم فل پنجاب یونیورسٹی لاہور مکمل۔ السمط الابریز حاشیہ عمر بن عبدالعزیز ایم فل زکریا یونیورسٹی ملتان، المرأۃ لطرق حدیث (من کان له امام فقرأۃ الامام له قرأۃ) ۔وغیرہ

محققین اور ریسرچ اسکالرز سے التماس ہے کہ جو بھی تحقیق کرنا چاہتے ہوں وہ کھلے دل سے تشریف لائے المکتبۃ الراشدیہ نیوسعید آباد اور المرکز الاسلامی للبحوث العلمیہ کراچی کے دروازے کھلے ہیں۔شاہ صاحب رحمہ اللہ کی علمی خدمات پر، اور خاندانی پس منظر پر، پی۔ایچ۔ڈی سندھ یونیورسٹی سے تکملہ کے مراحل طے کر رہی ہے۔فللہ الحمد

شیخ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کی کتب کو بغیر اجازت طبع کرنے والوں کی عنداللہ مسئولیت ہوگی۔دادا رحمہ اللہ کی تصنیفات وتالیفات کے حقوق الطبع ''المکتبۃ الراشدیہ'' کے پاس محفوظ ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ہمیں اپنے دین کی صحیح معنی میں خدمت کرنے کی توفیق بخشے اور قبولیت کا درجہ عطا فرمائے۔آمین

نسأل الله تعالى أن يجعلنا من الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه

الشریف نصرت اللہ شاہ
عفی اللہ عنہ ولوالدیہ

03013245556 03332580838

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ سید بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ ایک ثقہ عالم،علم وفقہ کے بحر،تقوی وورع کے پیکر،ایک عظیم محدث،بے باک حق گو،اتباع سنت اور عقیدۃ السلف کے لیے غیور،ایک عظیم استاد،مصلح اور داعی تھے۔

یہ کوئی ۱۹۹۰ء کے ابتدائی سالوں کی بات ہے مجھے اپنے والد گرامیؒ کے ہمرہ اُردو بازار میں واقع جامع مسجد محمدی میں نماز عصر کی ادائیگی کے بعد درس قرآن کے موقع پر پہلی مرتبہ علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کو دیکھنے اور سننے کا موقع ملا۔اس وقت ہی میں نے محسوس کیا کہ آپ رحمہ اللہ ایک زوردار اور پرجوش مقرر تھے اور کتاب وسنت کی پشت پناہ پر دلائل کا انبار ان کے ہمرکاب تھا۔

والد گرامی رحمہ اللہ اور نعمانی کتب خانہ سے اُن کی شناسائی کوئی ڈھکی چھپی نہ تھی۔نئی تصانیف اور تازہ مطبوعات کی تلاش انھیں ہمیشہ رہتی یہی وجہ تھی کہ جب کبھی لاہور تشریف لاتے تو اُردو بازار کے کتب خانوں میں خصوصی طور پر ہمارے کتب خانے میں تشریف لاتے۔کتابوں سے اُن کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ علم کا حصول،اُن کی زندگی،اور مطالعہ اُن کی خوراک،معلوم ہوتا۔آپ نے دنیا کے مختلف ممالک میں ہزاروں وعظ کیے۔جن میں یورپ،امریکہ،انگلستان اور ڈنمارک بھی شامل ہیں۔

آپ رحمہ اللہ اردو،عربی اور سندھی زبان میں چھوٹی بڑی بیسیوں کتابوں کے مصنف ومولف تھے۔جن میں اکثر و بیشتر مارکیٹ میں موجود نہ تھیں۔اور پاکستان سمیت دنیا بھر میں آپ کے دروس سے فیض یاب ہونے والے کثیر تعداد میں قارئین ان علمی جواہر پاروں سے محروم تھے۔ایسے حالات میں مجلّہ بحر العلوم کے منتظم الاخ المکرم شیخ افتخار احمد الازہری حفظہ اللہ نے مقالات راشدیہ حصہ اول کی اشاعت کا اہتمام کیا جسے احباب نے نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور خوش آئند قرار دیا۔

آپ رحمہ اللہ کے خرمن علم سے خوشہ چینی کرنے والے تلامذہ اور عوام الناس کے لیے آج یہ انتہائی پر مسرت موقع ہے کہ راشدی خاندان کی تمام نادر ونایاب کتب کو اُن کے پوتے جناب محترم نصرت اللہ شاہ حفظہ اللہ نے مکتبۃ الراشدیہ اور مجلّہ بحر العلوم کے منتظمین کے زیر اہتمام شایان شان انداز میں پیش کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے جس میں نعمانی کتب خانہ کو بھر پور معاونت کا اعزاز حاصل ہوگا۔محترم شاہ صاحب حفظہ اللہ نے ہمارے ساتھ راشدی خاندان کی عظیم علمی خدمات کو الیکٹرانک میڈیا کے معقول ذرائع سے بھی قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کا پروگرام بنایا ہے شاہ صاحب رحمہ اللہ کے عقیدت مند اور اہل علم حضرات انکے ورثائے عالی مقام سے ایسی ہی توقعات رکھتے ہیں۔اللہ تعالی ان کی اس مساعی کو قبول فرمائے۔اور وادیء سندھ کے علمی اور عملی افق کو ان کی آرزوؤں کے مطابق تابدار اور تابناک بنائے۔آمین یارب العلمین۔

محمد ضیاء الحق نعمانی
0334,4229127

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

❀ تقریظ 01

❀ حرف آغاز 04

❀ مقدمہ 16

❀ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی 21

باب اول 1 عقائد

القضاء والجزاء بامر الله متي يشاء

❀ منکرین عذاب قبر کے اعتراضات اور ان کے جوابات -------- 28

باب دوم 2 نماز کے مسائل

❀ صلواۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

❀ نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ------------ 69

❀ نماز کا طریقہ/نماز کی ترتیب ------------ 72

❀ دعائے استفتاح ------------ 72

❀ بسم اللہ جہراً پڑھنا چاہیے ------------ 73

❀ بلند آواز سے آمین کہنا ------------ 74

❀ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ------------ 74

❀ نماز میں قرأت ------------ 75

❀ رکوع اور اس کی تسبیح ------------ 76

❀ قیام بعد الرکوع ------------ 77

❀ رفع الیدین کا مسئلہ ------------ 77

❀ قیام بعد الرکوع کی دعائیں ------------ 79

❀ سجدہ اور اس کا مسنون طریقہ ------------ 80

❀ سجدے کی دعائیں ------------ 81

❀ دونوں سجدوں کے درمیان کی دعائیں ------------ 81

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ جلسہ استراحت ---------- 82

❀ قعدہ اور تشہد ---------- 83

❀ آخری تشہد اور اس کی دعائیں ---------- 84

❀ درود شریف ---------- 84

❀ سلام ---------- 86

❀ سلام کے بعد کی دعائیں ---------- 86

❀ متفرق مسائل ---------- 87

❀ وتر کا طریقہ ---------- 88

❀ رکعات کی تعداد اور ترتیب ---------- 89

❀ دعائے قنوت کا مسئلہ ---------- 91

وضع الیدین الصدر

❀ سینے پر ہاتھ باندھنا ---------- 93

❀ تمہید ---------- 94

❀ حدیث : 01 ، بروایت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ---------- 96

❀ حدیث : 02 بروایت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ---------- 96

❀ حدیث : 03 بروایت سیدنا ھلب رضی اللہ عنہ ---------- 97

❀ حدیث : 04 بروایت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ---------- 98

❀ حدیث : 05 بروایت طاؤس یمانی (تابعی) رحمہ اللہ ---------- 98

❀ حدیث : 06 بروایت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ---------- 99

❀ قرآن کریم سے ثبوت ---------- 99

❀ حدیث : 07 بروایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ---------- 99

❀ حدیث : 08 بروایت انس رضی اللہ عنہ ---------- 100

❀ حدیث : 09 بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ---------- 100

❀ حدیث : 10 ، بروایت عبداللہ بن جابر البیاضی رضی اللہ عنہ ---------- 101

❀ سیرت نگاروں کی تحقیق ---------- 101

❀ علماء احناف سے ثبوت ---------- 103

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ کھلا چیلنج ---------- 106
❀ خاص برگزیدہ بندوں سے ثبوت ---------- 107

قراءة الفاتحه

❀ فاتحہ خلف الامام ---------- 111
❀ مقدمہ ---------- 112
❀ احادیث نبوی ﷺ ---------- 113
❀ صحت حدیث ---------- 117
❀ اعتراض ---------- 118
❀ آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ---------- 125
❀ آثار تابعین رحمہم اللہ ---------- 130
❀ مخالفین کے دلائل اور ان کی حقیقت ---------- 134
❀ محقق علمائے حنفیہ کی رائے ---------- 136

كتاب الاربعين فى اثبات الجهر بامين

❀ آمین بالجہر کا حکم ---------- 139
❀ تمہید ---------- 140
❀ الخاتمہ ---------- 155
❀ آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ ---------- 155
❀ حنفی مذہب کے علماء کے دلائل ---------- 157
❀ بزرگ اولیاء سے ثبوت ---------- 158
❀ رکوع کی رکعت ----------

نشاط العبد بجهر ربنا ولك الحمد

❀ رکوع کے بعد "ربنا ولك الحمد" بلند آواز سے کہنا ---------- 187
❀ احادیث مرفوع کے بیان میں ---------- 189
❀ باب ما يقول الماموم ---------- 198

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ آثار موقوفہ ومقطوعہ کے بیان میں ---------- 208
❀ الخاتمہ ---------- 211

وضع الیدین فی القیام بعد الرکوع

❀ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا ---------- 214
❀ ائمہ دین سے ثبوت ---------- 225
❀ فقہ حنبلی سے ثبوت ---------- 225
❀ دیگر ائمہ سے ثبوت ---------- 225
❀ فقہ حنفی سے ثبوت ---------- 226
❀ محدثین سے ثبوت ---------- 227
❀ رکوع کے بعد ارسال کرنے والوں کے عذر ---------- 228

بین کل آذانین الصلوۃ

❀ تحفہ نماز مغرب ---------- 242
❀ آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ ---------- 251
❀ آثار نمبر ۹ تا ۲۸، از صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین کرام رحمہم اللہ ---------- 254
❀ اثر نمبر ۲۹، از ابن عمر رضی اللہ عنہ ---------- 258
❀ مذاہب اربعہ ---------- 258
❀ حنفی مذہب سے ثبوت ---------- 258
❀ مالکی مذہب سے ثبوت ---------- 259
❀ شافعی مذہب سے ثبوت ---------- 260
❀ حنبلی مذہب سے ثبوت ---------- 261
❀ راشدی خاندان کا اس بارے مسلک ---------- 261

صلوٰۃ الوتر

❀ صلوٰۃ الوتر اور اس کے مسائل ---------- 264
❀ وتر واجب یا فرض نہیں ---------- 265
❀ نماز وتر کا وقت ---------- 265

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ وتر کس وقت میں پڑھنا افضل ہے؟ ---------- 266

❀ ایک رات میں دو وتر پڑھنا منع ہے ---------- 266

❀ وتر کی تعداد رکعات ---------- 267

❀ وتر کی دعا ---------- 271

❀ وتر کے بعد کونسی دعا بلند آواز سے پڑھنی چاہیے ---------- 272

❀ وتر کے بعد دو رکعت پڑھنا سنت ہے ---------- 273

❀ جو شخص وتر پڑھنا بھول جائے تو کیا کرے؟ ---------- 274

❀ وتر پڑھنے کا طریقہ ---------- 274

الاجوبة الفاصله للاسئلة العشرة الكاملة

❀ دس اہم سوالات کے جوابات ---------- 275

باب سوم 3

متفرق مسائل

❀ قرآن خوانی کی شرعی حیثیت ---------- 303

❀ ایصال ثواب کے لیے کون سا عمل کیا جائے؟ ---------- 305

❀ بدعت کی تعریف اہل اصطلاح کے نزدیک یہ ہے ---------- 310

❀ خلاصہ ---------- 329

حکم مئولد النبی ﷺ

❀ عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت ---------- 331

❀ القول اللطيف فی الاحتجاج بالحديث الضعيف

❀ کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل حجت ہے یا نہیں؟ ---------- 354

❀ قلت (جواب) ---------- 355

سبح اسم ربك الاعلىٰ

❀ نماز کے دوران آیات کے جواب میں کیا کہا جائے؟ ---------- 356

حکم للحية فی الاسلام

❀ اسلام میں داڑھی کا مقام ---------- 364

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ داڑھی مرد کی زینت ہے ---------- 365
❀ داڑھی کاٹنا عورتوں سے مشابہت ہے ---------- 366
❀ داڑھی کی اہمیت احادیث کی روشنی میں ---------- 369
❀ داڑھی کاٹنے کے جواز کے دلائل کی حقیقت ---------- 380
❀ داڑھی رکھنا فطری عمل ہے ---------- 382
❀ داڑھی بڑھانے کے فوائد ---------- 384
❀ خاتمہ ---------- 385

حکم التلقب اهل حديث

❀ صحیح نام کیا اہل حدیث یا جماعت المسلمین؟ ---------- 392

حجاب المراءة

❀ عورت کے فرائض، ذمہ داریاں اور چہرے کا پردہ ---------- 399
❀ صلاحیت کی اقسام ---------- 401
❀ شرم وحیاء کا تقاضا ---------- 401
❀ پردہ مسلمان عورت کا امتیازی نشان ہے ---------- 402
❀ پردے میں ہی عورت کی عزت ہے ---------- 403
❀ عورت کا لفظی معنی ---------- 403
❀ چہرے اور ہاتھ کا پردہ ---------- 404
❀ الا ما ظهر منها کا مطلب ---------- 406
❀ نابینا آدمی سے پردے کا حکم ---------- 407

الطلاق مرتان

❀ طلاق دینے کا شرعی طریقہ ---------- 409
❀ طلاق ایک ناپسندیدہ فعل ہے ---------- 410
❀ بیک وقت تین طلاقوں کو ایک ساتھ دینا بدعت ہے ---------- 410
❀ طلاق دینے کا شرعی طریقہ ---------- 411

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہے، احاد
❀ حلالہ ایک ملعون فعل ہے ----------

❀ البرقُ السَّماوِ

❀ چوری کی سزا احادیث کی روشنی سے ---
❀ چوری کی مذمت کے متعلق ابواب ----------
❀ چوری کی لعنت کا بیان ---------- 429
❀ چور کے دل سے ایمان کے نکل جانے کا بیان ---------- 430
❀ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چوری سے منع فرمانا ---------- 430
❀ چوری کے کبیرہ گناہ ہونے کا بیان ---------- 431
❀ آیات بینات کی چوری سے منع کا بیان ---------- 432
❀ چوری (سات) ہلاک کرنے والے گناہوں میں سے ہے ---------- 433
❀ جب چور چوری کرتا ہے تو وہ گویا اپنے گلے سے اسلام کا پٹہ (ہار) اتار دیتا ہے 433
❀ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے چوری نہ کرنے پر بیعت لینا ---------- 434
❀ عورتوں سے بیعت لینے کا بیان ---------- 435
❀ جو امام سے بیعت کرے پھر اسے پورا کرے یا اس میں خطا کرنے والے کا بیان 436
❀ جب غلام چوری کرے اس کے بیچنے کا بیان ---------- 436
❀ ڈاکہ ڈالنے والے سے ایمان کے نکل جانے کا بیان ---------- 437
❀ جو سر عام ڈاکہ ڈالے وہ ہم میں سے نہیں ---------- 437
❀ خیانت کی برائی کا بیان ---------- 438
❀ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''مومن خیانت نہیں کرتا'' کے متعلق ---------- 439
❀ باب اس بارے میں کہ جو اس حالت میں فوت ہو وہ خیانت سے بری ہو ---------- 439
❀ امام کا منادی کو حکم دینا کہ وہ لوگوں میں اس بات کا اعلان کرے کہ وہ
مال غنیمت جمع کر کے لے آئیں ---------- 440
❀ باب اس بارے میں کہ خیانت کم ہو یا زیادہ حرام ہے ---------- 440
❀ باب خیانت قیامت کے دن خائن کے لیے عار جہنم میں جانے کا سبب
اور بے عزتی کا سبب ہوگی ---------- 441

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ باب عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے کہ نبی ﷺ کا خائن کو مدد سے انکار کرنا جو آپ کو قیامت کے دن مدد کے لیے پکارے گا ---------------- 442
❀ باب نبی ﷺ کے فرمان "سوئی اور دھاگہ واپس کر دو" کے متعلق --------- 443
❀ باب اس بارے میں کہ اس مال فئی سے میرا حصہ صرف (خمس) ہے اور وہ بھی میں تمہیں لٹا دیتا ہوں--- 444
❀ باب خائن جہنم میں داخل ہوگا --------------------------------------- 444
❀ باب خیانت کا آگ بن کر خائن پر بھڑکنا -------------------------- 445
❀ باب اس بارے میں کہ خائن قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کی گردن پر وہ چیز ہوگی جو اس نے خیانت کی تھی ---------------------- 445
❀ باب نبی ﷺ کا خائن کی نماز جنازہ نہ پڑھانا------------------------- 446
❀ باب (قیامت کے دن) خائن کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا ------------- 447
❀ باب اس بارے میں کہ جو مال غنیمت کی تقسیم کے بعد خیانت کی ہوئی چیز امام کو واپس کرے اس سے خیانت کا گناہ ساقط نہیں ہوگا ---------------- 447
❀ باب اس بارے میں کہ خیانت کیے ہوئے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا ----- 448
❀ باب خائن کی سزا اور اس کے سامان کے جلانے کے متعلق --------------- 448
❀ ان احادیث کا بیان کہ نبی ﷺ نے خائن کے سامان کو نہیں جلایا---------- 449
❀ چوری میں ہاتھ کاٹنے کے متعلق ابواب -------------------------- 451
❀ چوری میں ہاتھ کاٹنے کے وجوب کا بیان -------------------------- 451
❀ باب چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے اگرچہ چور اعلیٰ خاندان سے ہو یا عالم کیوں نہ ہو 452
❀ چور کو سزا دے کر اور اسے قید کر کے آزمائش میں ڈالنا------------------ 452
❀ باب چور کو تلقین کرنا-- 453
❀ باب کتنے سامان پر ہاتھ کاٹنا واجب ہوتا ہے؟---------------------------- 453
❀ باب ڈھال کی قیمت کے بارے میں------------------------------------ 454
❀ باب کتنی عمر کے مرد اور عورت کا ہاتھ کاٹا جائے (جب وہ چوری کریں)------ 456
❀ پاگل کے چوری کرنے کا بیان ------------------------------------ 457
❀ باب ہے اس شخص کے بارے میں جو بچوں کو چوری کرے ------------------ 457
❀ باب چوری کر کے بھاگے ہوئے غلام کے متعلق ---------------------- 458

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ باب اس شخص کے بارے میں جو بیت المال، غسل خانہ یا مسجد سے کوئی چیز چوری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کیے کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے ---------- 459
❀ عاریۃً لیے ہوئے سامان کا انکار کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا ---------- 460
❀ باب محفوظ مقام کے متعلق کہ اس کی تعریف کیا ہے اور عرف عام میں جسے محفوظ سمجھا جائے اسے ہی محفوظ سمجھا جائے گا ---------- 461
❀ کیا کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟ ---------- 462
❀ باب اس شخص کے متعلق جو کسی غلام یا کسی آزاد چھوٹے یا بڑے کو چوری کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹ دو ---------- 463
❀ شکار کے چور کے متعلق ---------- 463
❀ باب مصحف پاک یا دینی کتابیں چوری کرنے والے کے متعلق ---------- 464
❀ کیا مسروقہ چیز کا حاضر کرانا ضروری ہے؟ ---------- 465
❀ باب انڈا اور رسی اور ان جیسی اور چیزیں جب وہ ربع دینار کو پہنچ جائیں ان کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا ---------- 465
❀ باب جیب کترے کا ہاتھ کاٹا جائے گا ---------- 466
❀ باب پرندہ چرانے والے کے متعلق ---------- 466
❀ باب خیانت کرنے والا اگر قتل ہو جائے تو شہداء کے رتبہ کو نہیں پہنچ پاتا ---------- 466
❀ باب خائن جنت میں داخل نہیں ہوگا ---------- 467
❀ باب خائن مومن نہیں ہوسکتا ---------- 468
❀ باب اس آدمی کے قصہ کے متعلق جس نے انبیاء میں سے کسی نبی کیساتھ جنگ کرتے وقت خیانت کی تھی ---------- 468
❀ باب اس آدمی کے بارے میں جو خائن کو چھپاتا ہے ---------- 470
❀ باب نبی ﷺ کا خیانت میں مبتلا لوگوں کے لیے دعا نہ کرنا اور جب انہوں نے خیانت کی ہوئی چیز واپس کر دی تو پھر آپ نے ان کے حق میں دعا کی ---------- 470
❀ باب اللہ تعالیٰ کے فرمان (جو خیانت کرے گا قیامت کے دن وہ اس خیانت کو لے کر آئے گا) کے متعلق ---------- 471

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الٰہی عتاب بر سیاہ خضاب

❀ کالے بال کرنے کا حکم ---------- 472

❀ بالوں کو سیاہ کرنے کی حرمت ---------- 473

❀ بالوں کو سیاہ کرنے والے جنت کی خوشبو تک نہ پائیں گے ---------- 474

❀ سیاہ خضاب سے بچنے کا حکم ---------- 475

❀ سیاہ خضاب کرنے والے اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے ---------- 476

❀ اللہ روزِ قیامت ان چہروں کو سیاہ کر دے گا جنھوں نے بالوں کو سیاہ کیا ---------- 476

❀ یہودیوں کی مخالفت ---------- 477

❀ امام ابن قیم رحمہ اللہ کا دوٹوک فیصلہ ---------- 477

❀ ایک ضعیف حدیث کا سہارا ---------- 479

باب چہارم 4

مسلک اہل حدیث

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ﷺ

❀ شان اہل حدیث ---------- 482

❀ جماعت اہل حدیث کی امتیازی شان ---------- 482

❀ اسلام کی اساس ---------- 483

❀ پہلی پیشین گوئی ---------- 483

❀ تحریف الغالین ---------- 483

❀ حد سے گزرنے والوں کی تحریف وتبدیلی ---------- 483

❀ انتحال المبطلین ---------- 485

❀ باطل پسندوں کی حیلہ جوئی ---------- 485

❀ تأویل الجاهلین ---------- 487

❀ جاہلوں کی تاویل اور ہیر پھیر ---------- 487

❀ دوسری پیشین گوئی ---------- 488

❀ عقائد وعلامات اہل حدیث ---------- 491

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ اہلِ بدعت کی علامات ---------- 494

❀ مسلک اہل حدیث کی قدامت اور اس کے اسماء ---------- 494

❀ قراءۃ خلف الامام ---------- 495

❀ رفع الیدین ---------- 496

❀ آمین ---------- 496

❀ تقلید ---------- 497

حکم الوصیت فی الاسلام

❀ وصیت اور اس کے اہم مسائل ---------- 500

❀ وصیت کے بارے میں اہم مسائل ---------- 501

❀ جماعت اہل حدیث کا تعارف ---------- 508

❀ تاریخ اہل حدیث ---------- 519

❀ صداقتِ اہل حدیث ---------- 534

❀ اہل حدیث کا عقیدہ ---------- 535

❀ اہل حدیث کے متعلق علمائے احناف کی آراء ---------- 537

حقانیت مسلک اہل حدیث

❀ مسلک اہل حدیث کی حقانیت ---------- 548

❀ امام ابوحنیفہ اور امام جعفر صادق کے درمیان مکالمہ ---------- 549

❀ اہل حدیث اور اولیاء اللہ ---------- 550

❀ اہلحدیث دراصل اہل سنت ہی ہیں ---------- 550

❀ جماعت اہل حدیث اور جہاد ---------- 551

❀ جہاد غیرت دین کا آئینہ دار ہے ---------- 554

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى اله وصحبه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين ، امابعد!

بعض محدثین کرام اور ائمہ عظام کے تراجم میں ان کی دینی خدمات، اخلاص وللّٰہیت کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ انہیں "آية من آيات الله" یا "كأنه خلق للحديث" یا "خلق لهذا" جیسے اوصاف سے متصف کیا گیا ہے۔ ماضی قریب میں جو حضرات ان اوصاف سے متصف معلوم ہوئے ان میں ایک سیدی و مرشدی شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین الراشدی نور اللہ مرقدہ وجعل الجنة مثواہ ہیں۔

آپ اپنے وقت کے عظیم مفسر، محدث، فقیہ، داعی ومبلغ، مصنف، علم وعمل کے پیکر، راشدی خاندان کی مسند ارشاد کے وارث وامین، اخلاص وللّٰہیت کے نمونہ، احیائے سنت کے پاسبان وحدی خوان تھے۔ ''ہدایۃ المستفید'' کا مقدمہ حضرت شیخ صاحب نے لکھا تو ناشر نے ان کے تعارف میں سرورق جو لکھا، بالکل بجا لکھا کہ آپ "ناصر السنة النبوية ، ناصر العقيدة السلفية ، قاطع البدعة ، المجاهد لاعلاء كلمة الله ، الصلب فى السنة ، الملازم للعبادة ، العالم الفاضل ، المحدث الفقيه ، رئيس المحققين ، العلامه الشيخ ، کے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی خاص عنایات سے نوازا تھا۔ ایک روز کے لیے بھی وہ رسمی سکول میں تعلیم کے لیے نہیں گئے۔ مگر اردو کے قادر الکلام خطیب اور عظیم مصنف تھے۔ دو درجن سے زائد آپ کی اردو تصانیف اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دعوت وتبلیغ کے میدان میں جب آپ گفتگو فرماتے تو فصاحت و بلاغت اور برجستہ اشعار سے مزین ایسا خطاب فرماتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔ سندھی تو آپ کی مادری زبان تھی، عربی میں بھی یوں گفتگو کرتے کہ اس میں عجمیت کا کوئی شائبہ نہ ہوتا۔ عربی ادب میں کامل عبور تھا، "وصول الالهام لاصول الاصول" کے نام سے آپ کی غیر منقوط تصنیف اس کا بین ثبوت ہے۔ عربی زبان میں آپ کی تصانیف کی تعداد ساٹھ ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ایک داعی اور عظیم مبلغ ومصلح تھے۔ جن کی دعوت وتبلیغ سے ہزاروں انسان توحید خالص سے شناسا ہوئے اور کتاب وسنت کے متبع بنے۔ دور دراز کا سفر کر کے قریہ قریہ، بستی بستی اور نگر نگر انہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دعوت توحید کا علم بلند کیا، بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ بستی کے ایک فرد نے دعوت وتبلیغ کے لیے بلایا، وہاں پہنچے تو اہل مسجد نے مسجد میں تقریر سے روک دیا۔ بالآخر میزبان کے گھر کی چھت ہی پر تقریر کا پروگرام بنایا۔ ایک مبلغ اور ایک ہی سامع مگر رات کے سناٹے میں جب ان کی آواز گونجی اور قرآن پاک کو ایک خاص دل سوز انداز سے پڑھنے کی آواز بستی والوں کے کانوں میں پڑی تو لوگ گھروں سے نکل کر سامنے بازار میں جمع ہونے لگے، جلسہ بن گیا اور بہت سے لوگوں کو توحید کی نور سے روشنی کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی دعوت وتبلیغ کا نتیجہ ہے کہ آج سرزمین سندھ میں نہ مسلک اہلحدیث اجنبی ہے، نہ اہلحدیث، دعوت وتبلیغ کے علاوہ تعلیمی وتدریسی وسماجی اور رفاہی مشاغل اس پر مستزاد تھے، ملکی سیاست میں عملاً اگرچہ حصہ نہیں لیتے تھے مگر یوں بھی نہیں کہ وہ اس سے لاتعلق اور اس وادی سے بے خبر تھے بلکہ دینی اعتبار سے جہاں سیاست اور امور سلطنت میں گھپلا محسوس کرتے تو خاموش نہ رہتے۔ پریس کانفرنسوں کے ذریعے سے راہنمائی فرماتے اور ملک وملت کے خلاف ہونے والی سازشوں سے خبروار کرتے۔ وکلاء اور ججوں سے خطاب کرتے اور انہیں کتاب وسنت کی تعلیمات کے نفاذ کی تلقین وتاکید کرتے۔

یوں گوناگوں مصروفیات اور ہمہ جہتی مشاغل کے باوجود انہوں نے ایک سو سے زائد کتابیں یادگار چھوڑیں۔ یقیناً وہ اگر متنوع مصروفیات سے فارغ ہوتے اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں قدم نہ رکھتے تو ان کی تصنیفی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہوتا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو تمام علوم پر کامل دسترس حاصل تھی، مگر علوم القرآن اور علوم الحدیث پر تو مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ احکام ومسائل سے متعلقہ جس مسئلہ کو انہوں نے موضوع سخن بنایا اس پر دلائل کا انبار لگا دیا۔ بدیع التفاسیر، جلاء العینین، توحید خالص، تنقید سدید بر رسالہ اجتہاد و تقلید، المرأة الطرق حدیث من کان لہ امام فقراہ، الامام لہ قراءة، التعلیق المنصور علی فتح الغفور، نقض قواعد علوم الحدیث کے مطالعہ ومراجعہ سے ہر صاحب ذوق اس کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرسکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بہت سے رسائل اور متعدد کتابچے زیر طبع سے آراستہ ہوئے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ ایک بار شائع ہوئے مگر نامساعد حالات کی بنا پر دوبارہ اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ ان کی عدم دستیابی ہمیشہ شائقین کے لیے پریشانی کا موجب بنی۔ اس کمی کا احساس بڑی شدت سے رہا۔ مگر اب بحمد اللہ اس کے ازالے کی سبیل جامعہ بحر العلوم السلفیہ میرپور خاص کے کارپرداز حضرات اور اس کے شیخ الحدیث مولانا افتخار احمد الازہری حفظہ اللہ نے پیدا کر دی ہے۔ مولانا افتخار احمد صاحب کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل ہے، ان کی تصانیف کے قدر دان اور خوشہ چین ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کی یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصانیف محفوظ ہو جائیں اور قدر دانوں کے ہاتھوں ہاتھ پہنچ جائیں، وہ اس سے پہلے جامعہ بحر العلوم السلفیہ کے سہ ماہی ترجمان مجلّہ بحر العلوم کا ایک ضخیم نمبر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمات جلیلہ کے حوالے سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ جو سات سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، اسی طرح حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے برادر اکبر سیدی ومرشدی فضیلۃ الشیخ محب اللہ الراشدی نور اللہ مرقدہ کے علمی مقالات کا ایک مجموعہ "مقالات راشدیہ" کے نام سے بھی شائع کر چکے ہیں، جو ان کے ۲۷ مقالات پر مشتمل ہے۔

اور اب انہوں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مختلف ۲۷ رسائل کو بھی "مقالات راشدیہ" کے نام سے زیر طبع سے آراستہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ جن میں تین چار رسائل اعتقادی واصول کے مسائل پر مشتمل ہیں، چھ "مسلک اہل حدیث" پر ہیں۔ جن میں حقانیت اہل حدیث، شان اہل حدیث، صداقت اہل حدیث، تاریخ اہل حدیث وغیرہ جیسے عناوین پر سیر حاصل بحث ہے۔ نو رسائل مختلف فقہی مسائل پر ہیں اور باقی نماز کے مختلف احکام پر مشتمل ہیں۔

ان رسائل پر بعض عربی سندھی زبان میں ہیں۔ جن کا ترجمہ اردو میں کر کے شامل اشاعت کیا جا رہا ہے تاکہ ان سے استفادہ سہل اور عام ہو سکے، ایک صاحب نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے دس سوالات کا جواب طلب کیا جس کا جواب انہوں نے "الاجوبۃ الفاصلۃ الاسئلۃ العشرۃ" کے نام سے دیا۔ سوالات کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ بتلائیں آپ کا لقب کون سا ہے، غیر مقلد، موحد، اہل حدیث، وہابی لا مذہب یا دوسرا کوئی اور؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس لقب سے پکارے جاتے تھے یا نہیں؟

۲۔ قرآن کریم اور حدیث کا مطلب کس طرح سمجھنا چاہیے؟ اگر کہیں کہ لغت سے سمجھیں تو یوں لغت کی تقلید لازم ہوگئی، یہ کس دلیل شرعی سے جائز ہے؟

۳۔ بخاری شریف کی احادیث صحیح میں تو ان کے رواۃ کا ثقہ تسلیم کرنا اصحاب جرح وتعدیل کی تقلید نہیں؟

۴۔ اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید شرعی سے منع کیا ہے یا نہیں؟

۵۔ کیا قرآن مجید اور احادیث سے قیاس واجماع کا حرام ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

۶۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات قراءتوں کی اجازت دی ہے تو آپ ایک ہی قراءت کو خاص کیوں کرتے ہیں؟

۷۔ غیر اللہ کو نافع یا ضار کہنا مطلقاً شرک ہے یا مستقل بالذات ماننا مطلقاً شرک ہے، جو شخص زہر کو ضار اور شہد کو نافع کہتا ہے، وہ مشرک ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ اللہ تعالیٰ کو علیم، بصیر، سمیع تسلیم کیا جاتا ہے اور انسان کو بھی ان صفات سے متصف مانا جاتا ہے کیا یہ شرک نہیں؟

۹۔ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا مطلقاً شرک ہے تو دینی کاموں میں ایک دوسرے سے مدد طلب کرنا یا بیماری میں حکیم سے مدد چاہنا، کنویں میں گرے ہوئے کا غیر اللہ کی مدد لے کر باہر آنا شرک ہے یا نہیں؟

یہ اور اسی نوعیت کا ایک اور سوال ہے، یوں یہ استفسار دس سوالات پر مشتمل ہے، جن کا جواب باصواب حضرت شاہ صاحب نے دیا اور بحث کا حق ادا کر دیا۔ ان سوالات سے ہی جواب کی اہمیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔

نماز کے احکام و مسائل میں ایک مسئلہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے یا نہ باندھنے کا ہے، برصغیر پاک و ہند میں پہلی بار اس مسئلہ پر مولانا ابو اسماعیل یوسف حسین خانپوری ہزاروی رحمہ اللہ نے "اتمام الخشوع فی وضع الیمنی علی الشمال بعد الرکوع" کے نام سے رسالہ لکھا تھا، جس میں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا موقف اختیار کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی اسی کو راجح قرار دیتے تھے، مگر ان کے برادر اکبر حضرت مولانا محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ ارسال یدین یعنی ہاتھ چھوڑنے کے قائل تھے، انہوں نے بھی اس موضوع پر سندھی اور اردو دونوں زبانوں میں رسائل لکھے۔ ان کے "مقالات راشدیہ" کی جلد اول میں بھی ایک مقالہ اس مضمون کے نام سے شامل ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس موضوع پر سات آٹھ رسائل لکھے ہیں ان میں دو رسالے اس مجموعہ میں شامل اشاعت ہیں۔

قارئین ان مقالات میں فریقین کے موقف کو سمجھ کر کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں، ائمہ متقدمین میں امام احمد رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ منقول ہوا کہ ان کا ایک موقف یہی رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا ہے، اسی بنا پر عصر حاضر کے بعض حنبلی مشائخ بھی ہاتھ باندھنے کے قائل و فاعل ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ سے جو نقل کیا جاتا ہے "کشف القناع" میں اس بارے میں منقول ہے۔

"ان شاء ارسل یدیه وان شاء وضع یمینه علی شماله"

"اگر چاہے تو ہاتھ چھوڑ دے اور اگر چاہے تو اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھ لے۔"

لہٰذا اس بحث میں امام احمد رحمہ اللہ کے اس موقف کو بہر تصریح پیش نظر رکھنا چاہیے اور باہمی طعن و تشنیع سے کسی کو جگ ہنسائی کا موقع نہیں دینا چاہیے۔

مولانا افتخار احمد تاج الدین الازہری، ان کے تمام رفقائے کار اور جامعہ بحر العلوم السلفیہ میرپور خاص کے منتظمین اور نعمانی کتب خانہ کے سرپرست جناب ضیاء الحق نعمانی صاحب کے ہم تہ دل سے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ان رسائل و مقالات کو زیر طبع سے آراستہ کر کے شائقین کی تسکین کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتظام واہتمام کیا ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رکھیں گے اور حضرت شاہ صاحب، نیز حضرت سید محبّ اللہ شاہ صاحب کے دیگر رسائل و مقالات کی طباعت کا بھی اہتمام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق بخشے اور اپنی مرضیات سے نوازے۔ حضرت شیخین وسیدین کے اس علمی ذخیرہ کی حفاظت و صیانت پر تمام متلاشیان حق بالعموم اور ان کے حلقہ ارادت سے وابستہ حضرات بالخصوص محترم ازہری صاحب اور ان کے رفقائے کار کے ممنون ہیں کہ انہوں نے شیخین کے علوم ومعارف سے استفادہ کیا، تقریب باہم پہنچائی۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور جوئندگان راہ حق کے لیے مینارہ نور بنائے۔ آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

خادم العلم والعلماء

ارشاد الحق اثری

۱۳ رجب المرجب ۱۴۳۲ ہجری

۱۶ جون ۲۰۱۱ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف کے حالات زندگی

اور

مقالات راشدیہ

نام ونسب:

سید بدیع الدین شاہ بن احسان اللہ شاہ بن سید رشد اللہ شاہ بن سید رشید الدین شاہ بن سید محمد یاسین شاہ بن سید راشد شاہ الحسینی، آپ کا نسب نامہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تاریخ ولادت:

سید بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۴۳ ہجری بمطابق ۱۵ جولائی ۱۹۲۵ء کو بمقام گوٹھ سید فضل اللہ شاہ پیر جھنڈا نزد نیوسعید آباد شہر میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

سید بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے خاندانی اور موروثی مدرسہ ''دارالرشاد'' میں جید علماء کرام سے تعلیم حاصل کی۔ ان کے والد محترم سید احسان اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دی، جس سے ان کے دل میں توحید کی محبت اور حدیث میں شغف پیدا ہوگیا اور ان کا یہ طرہ امتیاز آخری لمحات تک یوں ہی رہا۔

مطالعہ کتب:

شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مطالعہ بہت وسیع تھا، ان کا جمیع علوم الاسلامیہ پر گہرا مطالعہ تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کو سریع الفہم سے بھی نوازا تھا اور ان کو تقریباً ہر فن میں دسترس حاصل تھی، خصوصاً علوم القرآن، وعلوم الحدیث رجال پر تو بہت گہری دسترس تھی۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ امام ابن حزم الاندلسی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم الجوزیہ اور علامہ محمد علی شوکانی رحمہ اللہ سے بہت متاثر تھے۔ بعض احباب کہتے تھے کہ شاہ صاحب کو ''المحلی'' لابن حزم یاد تھی۔ اس طرح شاہ صاحب امام الدعوۃ محمد بن عبدالوہاب کی کتب کا بھی بڑے اہتمام کے ساتھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ کیا کرتے تھے۔

اساتذہ کرام:

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اساتذہ کرام کی تعداد کافی وسیع ہے، ہم ان میں سے چیدہ چیدہ بیان کرتے ہیں مولانا محمد اسماعیل بن عبدالخالق، مولانا ولی محمد بن محمد، مولانا محمد عمر، مولانا عبدالرحمٰن رام پوری، حضرت مولانا ابو محمد عبدالحق بہاولپوری، مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت مولانا حافظ عبداللہ روپڑی صاحب برادر کبیر سید محب اللہ شاہ راشدی اور والد محترم جناب سید احسان اللہ شاہ راشدی رحمہم اللہ۔

تلامذہ عظام:

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد کی تعداد سیکڑوں میں ہے جن میں معروف معروف تلامذہ کا ذکر کرتے ہیں علامہ مقبل بن ہادی الوادعی عظیم محدثم، شیخ عبدالقادر حبیب اللہ السندھی، شیخ حمدی عبدالمجید العراقی، شیخ محمد احمد اسماعیل المصری، دکتور عبدالحسن، شیخ عبداللہ ناصر رحمانی صاحب وخلق کثیر۔

تالیفات:

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے لکھا اور خوب لکھا اور ہر فن میں لکھا اور پھر اس فن کا حق بھی ادا کیا، تفسیر لکھی تو لا جواب لکھی، ہر آیت کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی، حدیث کی شرح کی تو دقیق سے دقیق نکات کو اجاگر کیا، کسی کتاب کا رد کیا تو ایسا کیا کہ مخالف کی طرف سے دوبارہ جواب نہ دیا گیا، عربی ادب پر اتنی مہارت تامہ کہ عربی میں ہر مقدمہ سجع وقافیہ پر مشتمل ہوتا، یہاں تک کہ اصول اسلام پر ایک کتاب عربی میں بغیر نقاط میں لکھی جو ان کی عربی زبان پر مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے، آپ کی کتب کی تعداد عربی، اردو اور سندھی زبان میں تقریباً ۱۵۰ سے زائد ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ کو علماء اہلحدیث کا خراج تحسین:

شاہ صاحب رحمہ اللہ دنیائے اسلام کے ایک عظیم مبلغ داعی اور مصنف تھے۔ ان کا شمار صف اول کے ممتاز علماء میں ہوتا تھا، جس کا اعتراف عرب وعجم کے ممتاز علماء کرام نے اپنی نگارشات میں کیا ہے۔

مولانا عطاء اللہ ثاقب شہید رحمہ اللہ نے ہدایۃ المستفید میں ان القابوں سے نوازا ہے:

ناصر السنة النبويه والعقيدة السلفية ، قامع البدعة ، المجاهد لاعلاء كلمة الله الصلب فى السنة ، الملازم للعبادة ، العالم ، الفاضل ، المحدث الفقيه رئيس المحققين .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشیخ زبیر علی زئی مدیر المجلۃ الحدیث حضرو:

”لو سئل عني بين الركن اليماني ومقام ابراهيم لهذا الشيخ لقلت والله ما رايت احدا اعلم ولا افقه من شيخ بديع الدين .“

وفات:

شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات جماعت اہل حدیث کے لیے المیہ سے کم نہ تھی، لیکن موت ایک ایسی حقیقت جس سے کسی کو بھی چھٹکارہ نہیں ہے۔ یہ علم وعمل کا آفتاب اپنی زندگی کے ۷۲ سال کی عمر میں ۸ جنوری ۱۹۹۶ء بروز پیر نو بجے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه

مقالات راشدیہ:

مقالات کی موجودہ جلد شیخ العرب والعجم ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی ان نایاب ونادر مخطوطات کی ہے جن کو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بڑی محنت وکاوش سے تحریر کیا، موجودہ جلد ۲۷ مقالات پر مشتمل ہے، ان میں سے ۱۵ مقالات ایسے ہیں جو پہلی بار طبع ہو رہے ہیں اور وہ انتہائی دقیق نکات پر مشتمل ہے مثلاً ان میں ایک مقالہ ہے:

”الاجوبة الفاصلة للاسئلة العشرة الكاملة“

۱۹۵۲ء میں شہداد پور کے ایک پیر صاحب نے شاہ صاحب سے دس سوالات کیے اور وہ سوال عجیب وغریب تھے، شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کا جواب بڑے ہی علمی انداز میں دیے اور آخر میں شاہ صاحب نے بڑا جارحانہ رویہ اپنایا اوران سے بھی چند سوالات کیے، لیکن وہ ان کا جواب نہ دے سکے۔

اسی طرح ایک مقالہ ہے:

”القول اللطيف في الاحتجاج بالحديث الضعيف“

”یعنی کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال میں حجت ہے یا نہیں؟“

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس مقالہ میں ثابت کیا ہے کہ اگر چند شرائط کا خیال کیا جائے تو فضائل اعمال میں ضعیف حدیث سے استدلال لینا صحیح ہے، اس بات کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے محدثین کرام کی سترہ گواہیاں بطور استشہاد پیش کی ہیں۔

اسی طرح ایک مقالہ ہے:

”ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ پر دیے گئے دلائل کا جائزہ۔“

اس مقالہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے احناف کے تمام دلائل کو پیش کر کے ان کا رد کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ایک مقالہ:

''کیا خبر واحد عقائد میں حجت نہیں؟'' کے نام سے ہے۔

اس مقالہ کو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی میں پیش کیا تھا ویسے یہ مقالہ طویل تھا، ہم نے اس کا اختصار پیش کیا ہے جس میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ خبر واحد عقائد میں حجت ہے اگر حجت نہیں مانو گے تو کئی احادیث کا انکار کرنا پڑے گا۔

البرق السماوی علی السارق الدنیاوی:

اس مقالہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے چور کی سزا احادیث کی روشنی میں بیان کی ہے اور ہر حدیث کو محدثین کے طرز پر ابواب فقیہ پر ترتیب دیا ہے اور آخر میں علماء احناف کا چور کی سزا کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کو بیان کر کے اس کا رد بھی پیش کیا ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سے ایسے مقالات ہیں جنہیں آپ پہلی دفعہ پڑھیں گے۔

آخر میں میں ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ان مقالات کی اشاعت تک ہم سے تعاون کیا، خصوصاً پروفیسر عبدالعزیز نہڑیو صاحب کا اور نصرت اللہ شاہ صاحب کہ جنہوں نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کا علمی مواد مہیا کیا اسی طرح فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہوں کہ جنہوں نے گوناگو مصروفیات کے باوجود ایک جامع مقدمہ تحریر کر کے مقالات کو چار چاند لگا دیے اللہ ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائیں۔ آمین

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں یہاں مولانا ثناء اللہ صاحب کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے بڑی عرق ریزی سے کتاب ہذا کی تصحیح کا کام کیا، اسی طرح پروفیسر مولا بخش محمدی، محمد خان محمدی، حافظ نعیم صاحب کا جنہوں نے کتاب کی بہتری کے لیے بہترین مشوروں سے نوازا اسی طرح میں نعمانی کتب خانہ کے مدیر محترم ضیاء الحق صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ جن کی محنت وکاوش سے مقالات کی دوسری جلد موجودہ شکل میں آئی، اللہ ان کو اور ہم سب کو دین حنیف کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

افتخار احمد الازہری

میرپور خاص

۲۲ رجب المرجب ۲۰۱۱/۶/۲۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مقالات راشدیہ'' اور ''صاحب مقالات''

شیخ بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے، الحمد للہ آپ کے علم وفضل کے عرب وعجم کے تمام عوام معترف تھے، آپ کا تقویٰ، ورع زہد مثالی تھا۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ کے مقالات پڑھنے اور ان کی تصحیح کرنے کا شرف حاصل ہوا، اور جب بھی میں نے آپ رحمہ اللہ کے مضامین پڑھے ہمیشہ دل سے آہ نکلی کہ میں کتنا بدنصیب ہوں کہ میں اللہ کے ولی کی زیارت سے محروم رہا۔

آپ کے وفات پا جانے سے عرب وعجم کے مساجد ومدارس کے اجتماعات بے رونق ہوگئے، آپ کی وفات اہل علم پر پہاڑ کی مانند گری، آپ جیسی شخصیتیں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ ماہ وسال کی ہزاروں گردشوں کے بعد ہی پردۂ عدم سے نکل کر سامنے آتی ہیں، آپ یقیناً اس شعر کا مصداق تھے ؏

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے، آپ کی زبان ہم عصر لوگوں کی غیبت اور دل حسد سے پاک تھی، اور مزاج میں انکساری اور سادگی کا پہلو نمایاں نظر آتا تھا، اور انہی باتوں کی وجہ سے اللہ نے آپ پر خاص کرم کیا۔

ایک کتاب میں میں نے پڑھا، لکھا تھا کہ ایک مرتبہ شاہ صاحب کہیں سفر کے لیے جانے لگے، تو سواری (اونٹ) بیٹھے اور چل دیئے، منزل اتنی دور بھی نہ تھی، تقریباً ۳۰ تا ۴۰ منٹ کا فاصلہ طے کرنا تھا، آپ نے اس سفر کے دوران اونٹ پر بیٹھے ہوئے سورۂ انفال مکمل یاد کر لی۔ اللہ اکبر! اتنا کمال حافظہ، سورۂ انفال ۱۰ رکوعات پر مشتمل مختصر سفر میں طویل سورت آپ نے دوران سفر یاد کر لی۔ یقیناً یہ اللہ کے فضل کے سوا کچھ نہیں۔

اسی طرح مفتی مبشر احمد ربانی صاحب حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مرید کے جامعہ معہد میں اجتماع پر آنا ہوا، آپ نے اپنے خطاب میں علم کے پہاڑ ڈھا دیے، اور دوران خطاب فتح الباری کی مختلف عبارتیں بطور استدلال پیش کیں، جن کے آپ نے صفحات نمبر اور جلد نمبر بھی بتائے، مفتی صاحب کہتے ہیں کہ میں وہ حوالے نوٹ کرتا رہا، جب دو دن بعد واپس لاہور اپنے گھر آیا تو میں نے یہ حوالے جو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فتح الباری سے بیان کیے تھے، اپنی کتاب میں دیکھے تو اللہ کی قسم! تمام حوالے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست تھے، کسی بھی حوالے میں فرق نہ پایا۔ سبحان اللہ! یہ حافظہ، یہ مرتبہ، یقیناً اللہ کی طرف سے آپ پر فضل عظیم تھا۔

اور محقق العصر جناب الشیخ زبیر علی زئی صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مجھ سے رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا کر کے اس شخص کے بارہ میں رائے لے تو، میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! میں نے اس شخص (شاہ صاحب) سے بڑھ کر زیادہ علم والا کوئی نہیں دیکھا۔ بڑے بڑے علماء آپ کے علم وفضل کے معترف تھے، آپ نے قریہ قریہ جا کر دعوت دین وتبلیغ کا کام کیا اور لوگوں کو اللہ کے احکامات سے روشناس کروایا اور پھر مجھے وہ واقعہ بھی نہیں بھولتا کہ جب میں جامعہ بحر العلوم السلفیہ میں زیر تعلیم تھا، وہاں استاد محترم نے طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے آپ رحمہ اللہ کے علم کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا، صحیح طور پر تو یاد نہیں البتہ دھندلا دھندلا سا ذہن میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ الشیخ العلامہ ابن باز رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا، ذرا بتایئے گا کہ دنیا میں کونسا متقی اور علم میں سب سے زیادہ پختہ شخص ہے کہ میں اس سے جا کر علم حاصل کروں؟ ابن باز رحمہ اللہ فرمانے لگے، آپ پاکستان کے فلاں علاقے میں جاؤ اور وہاں اس نام (بدیع الدین شاہ) کے شخص رہتے ہیں، آپ ان سے علم حاصل کریں، بالآخر مشورے کے بعد سائل نے رخت سفر باندھا اور پاکستان آ گئے، جب شاہ صاحب ہمارے ممدوح سے ملاقات ہوئی اور پورا واقعہ سنایا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، آپ فرمانے لگے، بھائی! کیسی عجیب بات کرتے ہو۔ تم تو سمندر کو چھوڑ کر ایک چھوٹی سی نہر، ندی کے پاس آ گئے ہو، واپس جاؤ اور جا کر ابن باز سے علم حاصل کرو اور ان کے قدموں میں زندگی گزارو۔

قارئین کرام! دیکھا آپ نے شاہ صاحب کا تقویٰ، زہد اور ورع کہ پہلے تو آپ نے سورۂ انفال یاد کی، پھر مفتی مبشر حفظہ اللہ اور زبیر زئی صاحب حفظہ اللہ نے جو کلمات اور پھر سب سے بڑھ کر علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے جو آپ کی بابت کہا، رب کعبہ کی قسم! آپ روح زمین پر ایک چلتے پھرتے اللہ کے ولی تھے، آپ مستجاب الدعوات تھے۔

اور پھر ایک وہ دن بھی آیا کہ ۸ جنوری ۱۹۹۶ء کو یہ عظیم اور ہمہ جہت شخصیت لاکھوں معتقدین کو داغ مفارقت دے کر داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

چاک کے تقدیر کو ممکن نہیں کرنا رفو
سوزن تدبیر ساری عمر گو سیتی رہے

''مقالات راشدیہ'' جلد دوم آپ کے سامنے ہے، میں نے اس کتاب کو حرف بہ حرف پڑھا اور الحمد للہ اللہ کی توفیق سے بہت کچھ سیکھا۔ بس دعا ہے کہ رب تعالیٰ جو پڑھا اس کا داعی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ اس کتاب میں آپ رحمہ اللہ کے ۲۷ مخطوطات کو جمع کیا ہے جن میں تقریباً ۱۴ مقالات ایسے ہیں جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آج تک شائع ہی نہیں ہوئے، اور عوام اس زر کثیر سے فائدہ اٹھانے سے مایوس رہی، لیکن الحمدللہ آج وہ کمی بھی پوری ہوئی۔ اس خیر کثیر کام کا بیڑہ میرے استاد محترم جناب الشیخ افتخار ازہری صاحب حفظہ اللہ نے اٹھایا ہے۔ اللہ ان کی حفاظت اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

اللہ کے فضل سے آپ اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر راشدی خاندان کی خدمت، اور اللہ کے دین کی تبلیغ کر رہے ہیں، جس کا ''مجلّہ شیخ العرب والعجم، محدث العصر، مقالات راشدیہ جلد اول اور پھر یہ مقالات راشدیہ جلد دوم منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں مزید ہمت بخشے کہ اس نیک عمل کو جاری وساری رکھیں۔ آمین یارب العالمین!

دعاؤں کا طالب
حافظ ثناء اللہ تبسم (بیرانی)
فاضل جامعہ بحر العلوم السّلفیہ
۲۰۱۱/۷/۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اول

1 عقائد

منکرین عذاب قبر کے اعتراضات اور ان کے جوابات

ہندوستان کے ایک عالم نے کتاب بنام 'الجزاء بعد القضاء" تحریر کی، جس میں قبر کے عذاب کا صریحاً انکار کیا گیا اور عقل وخرد کی کچھ بنیاد پر چند اعتراضات کیے، جس کا جواب شاہ صاحب رحمہ اللہ نے "القضاء والجزاء بامر الله متی یشاء" نامی مقالہ میں دیا جو کہ اس کے اعتراضات کا سد باب ہے اور علمی نکات سے مملوء ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((اَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا: اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رضي الله عنها: رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً اِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر)

''ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی اور عذاب قبر کا ذکر کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگی: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! عذاب قبر حق ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے نبی اکرم ﷺ کو کوئی ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا جس میں آپ ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔''

منکرین عذاب قبر کے اعتراضات اور ان کے جوابات

پہلا اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''قرآن میں متعدد بار ذکر آیا ہے کہ صرف قیامت میں حساب کتاب ہوگا اور اس کے بعد عذاب ہوگا، اس سے قبل عذاب معقول نہیں۔''

جواب:

قرآن کریم نے دنیا میں بھی عذاب کا ذکر کیا ہے، مثلاً فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۝﴾ (الروم: ٤١)

''خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لیے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے۔ (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔''

یہ عذاب آخرت سے پہلے ہے، نیز فرمایا:

﴿لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ﴾ (الرعد: ٣٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی زیادہ سخت ہے۔''

اور فرمایا: ﴿وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ﴾ (الشوری: ۳۰)

''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے۔''

اور فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ﴾ (الانعام: ٦٥)

''آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھا دے۔''

اب بتائیں! یہ عذاب کس حساب کے تحت ہے اور قیامت سے پہلے کیوں عذاب ہوگا؟ اگر یہی وجہ قبر کے عذاب کے منافی ہے تو وہی وجہ دنیا میں عذاب کے بھی منافی ہے اگر کہو گے کہ یہ بھی قرآن میں ہے تو پھر قرآن میں اختلاف وتعارض کیوں؟

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (النساء: ۸۲)

''اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔''

اگر ان دونوں طرف کی آیات میں تطبیق ممکن ہے تو احادیث وآیات میں بھی ہوسکتی ہے۔ (ایضاً) پچھلی قوموں کے عذاب کا ذکر ہے، مثلاً نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کی قوموں پر عذاب آیا اور تباہ وبرباد ہوگئیں، ان سے کون سا حساب ہوا تھا اور قیامت سے پہلے کیوں عذاب ہوا، اس سے صاحب رسالہ کا کلیہ ختم ہوگیا، نیز فرمایا:

﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ (العنکبوت: ٤٠)

''پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا اور ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں بعض کو ہم نے ڈبو دیا، اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرے، بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

کیا وہ بقول شما قیامت میں اللہ کے سامنے کہہ سکتے ہیں کہ جب آپ نے حساب کا دن رکھا تو پھر اس سے قبل ہم کو کیوں عذاب کیا، اسی طرح فرعونیوں کو غرق کیا، وہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حساب سے قبل ہم کو کیوں ڈبو دیا۔ الغرض [illegible] نہیں، پس اس بنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر یہ اعتراض کرنا اور عذاب قبر کا انکار کرنا، دیانتداری کے خلاف ہے۔

دوسرا اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ”مردہ جسم بے حس ہوتا ہے، اس کو تکلیف کا کوئی احساس نہیں ہوسکتا، پس اس کو عذاب کرنے سے کیا فائدہ؟“

جواب:

یہ ان کا اللہ کی قدرت پر اعتراض ہے۔ دیکھو! زبان کو اللہ نے کلام کرنے کی طاقت دی ہے مگر کسی اور عضو کا بولنا معقول نہیں، لیکن قیامت کے دن انسان کے دوسرے اعضاء بھی بولنے لگیں گے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (یٰس : ٦٥)

”ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔“

نیز فرمایا:

﴿حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (حم السجدة : ٢٠-٢١)

”یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے، یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے، اسی نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔“

اب غور کریں کہ ہاتھ پاؤں، کانوں، آنکھوں اور چمڑیوں میں بولنے کی طاقت نہیں جب زبان بند ہوتی ہے، تو سارے اعضاء بولنے سے عاجز ہوتے ہیں اور مشاہدہ میں آیا ہے کہ جو گونگا ہوتا ہے تو اس کا کوئی دوسرا عضو بات نہیں کرسکتا مگر اللہ نے چاہا تو ان سے یہ کام لے لیا۔

اب غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی تکلیف دے سکتا ہے اگرچہ وہ ہماری نظر میں بے حس اور بے کار ہو، بے جان چیزوں اور جمادات اور نباتات سے بھی خطاب کرسکتا ہے۔ اور جواب لے سکتا ہے جیسا:

﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ﴾ (حم السجدة : ١١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور دھواں (سا) تھا، پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے، دونوں نے عرض کیا ہم بخوشی حاضر ہیں۔''

اب مصنف رسالہ بتائے کہ زمین اور آسمان میں کوئی حس یا جان ہے کہ ان دونوں نے بات سنی اور جواب دیا اگر کہو گے کہ یہ اللہ کی قدرت ہے، وہ سب پر قادر ہے تو ہم اللہ کی قدرت کے قائل ہیں، اس میں کوئی شک نہیں، اسی طرح آپ مردوں کے حس کو سمجھیں، اللہ تعالیٰ ان کو حس دلا سکتا ہے، یہی مطلب ہے ﴿یومنون بالغیب﴾ کا۔

نیز فرمایا:

﴿وَ قِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝﴾ (هود: ٤٤)

''فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان بس کر، تھم جا، اسی وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی جودی نامی پہاڑی پر جا لگی اور فرما دیا گیا کہ ظالم لوگوں پر لعنت نازل ہو۔''

اب غور کریں کہ زمین و آسمان کو خطاب کیا اور بے حس کو سنایا اور انہوں نے عمل کیا، کیا اب بھی اللہ کی قدرت میں کوئی شک ہے؟ پس احادیث صحیحہ کو رد کرنے کے لیے صرف یہی سبب کافی نہیں، (ایضاً) آگ بے جان ہے، لیکن اس کو بھی خطاب ہوا کہ:

﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ۝﴾ (الانبياء: ٦٩)

''ہم نے فرما دیا اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے سلامتی (اور آرام کی چیز) بن جا۔''

اب اس بے جان نے کیسے آواز سنی اور حکم کی تعمیل کی اور ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا، تو صرف اسی وجہ سے حدیثوں کو رد کرنا ایمانداری پر مبنی نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض:

کہتے ہیں کہ ''ہم جانوروں کو ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے گوشت کو کھاتے ہیں اور کبھی یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہم ان کو کاٹ کر ایذاء یا تکلیف پہنچا رہے ہیں، ثابت ہوا کہ مردہ کو کوئی احساس نہیں ہوتا۔''

جواب:

یہ سوال بھی کم فہمی پر مبنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان کو اپنے حال پر قیاس کیا گیا ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل: ٧٤)

''پس اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں مت بناؤ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

ہمیں اس لیے ان کا احساس نہیں ہوتا کہ ہمیں یہ نہیں بتایا گیا ہے، لیکن جس کے بابت قرآن وحدیث میں بتایا گیا ہے اس کو ماننا پڑے گا، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے احساس دلائے اور جس کو چاہے نہ دلائے، چنانچہ نوح علیہ السلام کی قوم کے لیے فرمایا:

﴿مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾

(نوح: ٢٥)

''یہ لوگ بہ سبب اپنے گناہوں کے ڈبو دیے گئے اور جہنم میں پہنچا دیے گئے اور اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار انہوں نے نہ پایا۔''

اب سوال یہ ہے کہ یہاں ماضی کے صیغے ہیں، جن میں گزری ہوئی باتوں کا ذکر ہے، جب ڈوب کر مر گئے اور بے حس ہوگئے پھر کیونکر ان کو آگ میں ڈالا گیا، کیا ان کو احساس ہوا ہوگا؟ مصنف رسالہ کو قرآن پر یقین کا بڑا دعویٰ ہے؟ اب قرآن کی خبر کو سچا کہیں گے یا نہیں؟ اگر سچ ہے تو اعتراض ختم ہوگیا، اگر یہ سچ نہیں تو پھر جب آپ کے پاس قرآن کی خبر معتبر نہیں تو حدیث کی خبر کو کہاں تسلیم کریں گے۔

ایضاً ایک جگہ پر قرآن کریم میں جہنمیوں کے بارے میں ہے کہ:

﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ (النساء: ٥٦)

''جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں۔''

مشاہدہ ہے کہ آگ میں ڈالتے ہی انسان مر جاتا ہے، خاص طور پر جہنم کی آگ جو اس آگ سے کئی گنا زیادہ گرم ہے اور چمڑیاں جل جانے کے بعد ان کو عذاب کا کیا احساس رہے گا؟ مگر اللہ تعالیٰ ان کو دوسری چمڑیاں دیتا رہے گا تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں، اسی طرح قبر میں عذاب کے وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں کہ ان کے لیے بھی احساس کی کوئی صورت بنا دے۔

الغرض! مصنف رسالہ نے جو احادیث پر اعتراض کیے ہیں وہ قرآن کریم پر بھی وارد ہو سکتے ہیں، لہٰذا یہ اعتراض حقانیت پر مبنی نہیں ہیں اگر برحق ہوتے تو کبھی قرآن کریم پر وارد نہیں ہو سکتے۔

چوتھا اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''متعدد آیات میں صرف دو بار موت کا ذکر ہے اور اس طرح عذاب قبر کو تسلیم کرنا یا کہنا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال کے لیے ان میں اس وقت روح لوٹائی جاتی ہے تو یہ تیسری موت ہوگی اور قرآن کے خلاف ہے اور یہ آیتیں لکھی ہیں:

﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (البقرة: ٢٨)

''تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردہ تھے، اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر تمہیں مار ڈالے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ (المومن: ١١)

''وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو بار مارا اور دو بار ہی زندہ کیا، اب ہم اپنے گناہوں کے اقراری ہیں تو کیا اب کوئی راہ نکلنے کی بھی ہے؟''

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾

(المومنون: ١٥-١٦)

''اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلا شبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔''

﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الجاثية: ٢٦)

''آپ کہہ دیجئے! اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے، پھر تمہیں مار ڈالتا ہے، پھر تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں۔''

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ دو زندگیاں اور دو موت ہیں، لیکن قبر میں سوال وعذاب کو تسلیم کرنا پڑے گا، تو یہ تیسری موت اور تیسری حیات ہے۔

جواب:

اولاً: یہ کوئی اختلاف نہیں، اختلاف جب ہوتا کہ دو میں سے کسی ایک کا انکار کیا جاتا، بلکہ یہ زائد چیز ہے جو ان کو بھی متضمن ہے، جس کو قانوناً اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔

ثانیاً: یہ تھوڑی دیر کے لیے عارضی حیات ان دو حیاتیوں کے خلاف نہیں ہے۔ اس کی مثالیں قرآن کریم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں موجود ہیں۔

مثال اول:

﴿وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ: ۷۲۔۷۳)

''جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا، پھر اس میں اختلاف کرنے لگے اور تمہاری پوشیدگی کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا، ہم نے کہا کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر لگا دو (وہ جی اٹھے گا) اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کر کے تمہیں تمہاری عقل مندی کے لیے اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔''

اب مصنف رسالہ بتائیں کہ یہ تیسری حیات کہاں سے آئی؟

کیا دونوں آیتیں متعارض نہیں ہوئیں؟ اگر یہ تعارض نہیں تو حدیث کا فیصلہ بھی اس کے خلاف نہیں ہے اگر کہو کہ یہ وقتی اور عارضی کسی ضرورت، یعنی قاتل کو ظاہر کرنے کے لیے ہے تو یہ حیات بھی اسی طرح عارضی اور وقتی ضرورت، یعنی سوال کے لیے ہے۔ پھر ایک کو تسلیم کرنا اور دوسری کا انکار کرنا انصاف کے خلاف ہے اگر یہی وجہ حدیثوں کو رد کرنے کی ہے تو یہی اعتراض قرآن پر بھی وارد ہو سکتا ہے۔

مثال دوم:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ: ۲۴۳)

''کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر کے مارے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا مر جاؤ، پھر انہیں زندہ کر دیا، بے شک اللہ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔''

اب یہ تیسری حیات اور تیسری موت ہے یا یہ کہو کہ ان پر عام موت جو لوگوں پر آتی ہے وہ نہیں آئی اور یہ قیامت تک زندہ رہیں گے، دو زندگیاں اور دو موت تو ہو چکے، ایسا ناممکن ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ اصل دو موت اور دو زندگیاں ہیں، مگر ان کے درمیان عارضی اور وقتی طور پر کسی ضرورت کی بنا پر موت یا زندگی کا آنا اس کے خلاف ہے، لہٰذا حدیثوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو ناممکن ہو، بلکہ اس کا خود قرآن کریم میں وجود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے۔اب مصنف رسالہ یا قرآن کریم وحدیث شریف دونوں کا انکار کرے یا پھر دونوں کو تسلیم کرے۔

من نہ گویم ایں مکن آں کن
مصلحت بیں وکار آساں کن

مثال سوم:

﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ﴾ (البقرة: ٢٥٩)

"یا اس شخص کے مانند جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی، وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مار دیا سو سال کے لیے، پھر اسے اٹھایا۔"

اب اس شخص پر ایک موت اور ایک حیات تو آ چکی اور ﴿کنتم امواتا فاحیا کم﴾ کے دور سے گزر چکا، اب اس پر دوسری بار موت آئی اور طویل عرصہ مرا رہا، یعنی سو سال گزر گئے، پھر اس کو زندگی دی، اب قانون الٰہی کے مطابق اس پر موت نہیں آئی ہوگی، جو اجل کے پورے ہونے پر سب پہ آتی ہے اور یہ تو آپ نہیں کہہ سکتے کہ یہی اس کا اجل تھا، نیز طویل موت کے بعد اس کو زندگی بھی ملی، اب اس کے قیامت میں اٹھنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے یا پھر یہ کہو کہ یہ ان صورتوں اور دو زندگیوں سے زائد زندگی اور زائد موت ہے۔ بس یہی ہمارا کہنا تھا، جس کی طرف آپ لوٹ کر آئے۔

پس یہ طریقہ حدیث کو رد کرنے کا نہیں اور منکرین کا شیوہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ احادیث پر وہ اعتراض کرتے ہیں جو قرآن کریم پر بھی وارد ہو سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلك

مثال چہارم:

﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ٥ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ٥﴾ (البقرة: ٥٥۔٥٦)

"اور تم نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ جب تک ہم اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں ہرگز ایمان نہ لائیں گے تم پر تمہارے دیکھتے ہوئے بجلی گری لیکن پھر اس لیے کہ تم شکر گزاری کرو، اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا۔"

اب بتائیں کہ اس قرآنی خبر کو سچا مانتے ہو؟ اگر مانتے ہو اور یقیناً ہے بھی سچی، اس میں کوئی شک نہیں، تو پھر اس قانون کے خلاف نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موت صرف دو اور حیاتیں بھی دو ہیں، اگر اس کو تسلیم کرتے ہو تو پھر حدیث کے فیصلہ کو تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ دونوں میں کوئی استحالہ نہیں، ہاں اگر صرف حدیث سے دشمنی ہی ہے اور اس کو قطعاً ماننا ہی نہیں تو یہ مسلمانوں کا مذہب نہیں کیونکہ سلف سے خلف تک سب صحیح احادیث کو مانتے چلے آئے ہیں لیکن اس بہانہ کا پردہ چاک ہو گیا کہ اس لیے ہم نہیں مانتے کہ حدیث شریف قرآن کے خلاف ہے اور رسول اللہ ﷺ واقعی قرآن کریم کے خلاف کوئی بات نہیں کہہ سکتے اور یہاں بھی کوئی خلاف نہیں کہی بلکہ وہی بات فرمائی ہے جس کی گنجائش قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔

پانچواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے کہ:

﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝﴾

(الواقعة: ۴۹۔۵۰)

''آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے ضرور جمع کیے جائیں گے ایک مقرر دن کے وقت۔''

جواب:

یہ کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ قیامت سے پہلے اٹھائے جائیں گے یا جمع کیے جائیں گے، نہ حدیثوں میں ایسی کوئی بات ہے۔ لہٰذا یہ آیت موضوع سے خارج ہے، حدیث میں اس اکیلے مردہ کی بات ہے کہ اس سے سوال ہوگا، یا اس کو عذاب ہوگا، مجموع کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ دونوں مسئلے اپنی جگہ پر صحیح ہیں کہ سب کا جمع ہونا اور اکٹھے عذاب کے تحت آنا قیامت کے دن ہوگا اور قیامت سے قبل انفرادی طور پر ان پر عذاب ہوگا اور سوال ہوگا۔

چھٹا اعتراض:

کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے کہ:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝﴾ (یٰسٓ: ۵۱۔۵۲)

''تو صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف چلنے لگیں گے کہیں گے ہائے ہائے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا، یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔''

جواب:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں صرف ایک بار نفخ (پھونکنے) کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں دوبارہ پھونکنے کا ذکر ہے اور ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر ہوتی ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ (الزمر: ٦٨)

''اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔''

دیکھیے! اس میں زمین و آسمان کی سب چیزیں آ جاتی ہیں، قبر والے بھی اس میں آ گئے، ان کو مستثنیٰ کرنے کے لیے بھی دلیل پیش کرنے کی مصنف رسالہ یا کسی آدمی کو کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب وہ بالکل بے حس ہیں تو بے ہوش کیسے ہوئے؟ یہ اور بات ہے کہ دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور نہ کسی چیخ و پکار کو سن سکتے ہیں، نہ کسی کی حالت کو دیکھ سکتے ہیں اور بھلے کسی کے مارنے یا کاٹنے کا ان کو احساس نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا اور معاملہ ہے جس کو اپنے معاملے پر قیاس نہیں کرنا چاہیے اور بحکم اس آیت کے ماننا پڑے گا کہ ان کو کوئی ایسا احساس دیا گیا ہے کہ وہ عذاب کو محسوس کر سکیں جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم کی بابت گزرا کہ وہ ڈوبتے ہی آگ میں داخل ہو گئے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾ (التحریم: ١٠)

''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی، یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں، پھر ان کی انہوں نے خیانت کی پس وہ دونوں ان سے اللہ کے کسی عذاب کو نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا کہ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ۔''

یہاں بھی صیغہ ماضی کا ہے جیسے گزری ہوئی بات کی خبر ہے، اب سوال یہ ہے کہ ان دو عورتوں نے باوجود مردہ اور بے حس ہونے کے یہ خطاب کیسے سنا اور کیسے آگ میں داخل ہوئیں اگرچہ دنیا سے ان کا تعلق نہیں اور ہماری بات نہیں سن سکتے، لیکن:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (الفاطر: ٢٢)

''اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔''

پس اس طرح عذاب قبر کو سمجھیں اور یہاں یہ کہنا کہ نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کو یہ حکم قیامت میں ہوگا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ محض تحریف ہے اور ماضی کو استقبال میں بدلنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہے، پس سورۂ زمر کی آیت سے ثابت ہوا کہ پہلے نفخ کے بعد وہ بے ہوش ہو جائیں گے اگر مردہ ہیں، مگر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو احساس حاصل تھا وہ بھی ختم ہو جائے گا اور کچھ عرصہ بے ہوشی اور بے احساسی کے عالم میں رہیں گے، پھر جب دوسرے نفخ کی وجہ سے اٹھائے جائیں گے تو ان کو بے حسی اور آرام سے رہنے کی وجہ سے پہلا عذاب یاد نہیں رہے گا، بلکہ بحکم خداوندی ہے:

﴿وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ﴾ (الزمر: ٢٦) ''اور ابھی آخرت کا تو بڑا بھاری عذاب ہے۔''

﴿وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ﴾ (الرعد: ٣٤) ''اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی زیادہ سخت ہے۔''

﴿وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى﴾ (حم السجدة: ١٦) ''اور آخرت کا عذاب اس سے بہت زیادہ رسوائی والا ہے۔''

پس اس عذاب کے سامنے کہیں گے کہ ہم تو آرام میں تھے، اور پہلا عذاب جو اس سے ہلکا تھا اس کو یاد نہیں کریں گے۔

ساتواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''کسی نبی نے اپنی امت کو قبر کے عذاب سے نہیں ڈرایا۔''

الجواب اولاً: اوپر نوح علیہ السلام کی قوم کی بابت آیت گزری کہ وہ ڈبو دیئے گئے اور آگ میں ڈالے گئے، کیا اس عذاب سے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نہیں ڈرایا تھا؟ ضرور ڈرایا تھا۔

ثانیاً: نوح اور لوط علیہ السلام کی بیویوں کو آگ میں جانے کا حکم دے دیا گیا، حالانکہ ابھی تک قیامت نہیں آئی، یقیناً ان کو بھی ان انبیاء علیہم السلام نے اس عذاب سے ڈرایا ہوگا، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ (بنی اسرائیل: ١٥)

''اور ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں۔''

اس کا مطلب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام اپنے مالک کے حکم سے اس ہونے والے عذاب سے پہلے اپنی قوم کو اس سے ڈراتے تھے۔

ثالثاً: موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ:

﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المومن: ٤٦)

''آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی آیت میں قیامت سے پہلے عذاب کا ذکر ہے جو نفخہ تک رہے گا، فن لغت کے مشہور امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((اما قوله: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ فانه لم يرد ان ذلك يكون في الآخرة وانما اراد انهم يعرضون عليها بعد مماتهم في القبور، وهذا شاهد من كتاب الله لعذاب القبر يدل على ذلك قوله: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ فهم في البرزخ يعرضون على النار غدوا وعشيا وفي القيامة يدخلون اشد العذاب)) (تأویل مشکل القرآن: ۸۳)

''یعنی اس آیت میں آخرت کا عذاب مراد نہیں، بلکہ یہ ہے کہ قبروں میں صبح وشام آگ پر پیش ہوتے ہیں اور یہ کتاب اللہ میں عذاب قبر کے لیے ہے کیونکہ آیت کا دوسرا حصہ ''آل فرعون کو قیامت کے دن سخت عذاب میں ڈال دو۔'' اس پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی وہ برزخ میں، یعنی دنیا اور آخرت کے درمیانی وقت میں صبح وشام آگ پر پیش ہوتے ہیں اور قیامت کے دن سخت عذاب میں داخل ہوں گے۔''

اور یہ آیت بتلاتی ہے کہ عذاب قبر کا ذکر اگلے نبیوں کی امتوں میں بھی تھا، اس استدلال پر مصنف رسالہ دو اعتراض کرتے ہیں:

۱۔ اس میں صرف پیش کرنا ہے۔'' جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے سامنے آگ کا منظر ہوگا۔

اولاً: سچ ہے کہ ع

دروغ گورا حافظ نہ باشد

کیونکہ صاحب رسالہ سارا زور اس پر لگا رہے ہیں کہ قبروں والے بے حس ہیں، ان کو عذاب کرنا عبث ہے۔ ایسے بے حسوں کے سامنے منظر کیسے آئے گا اور وہ کیسے خائف ہوں گے، خود جس اونچی عمارت کو کھڑا کیا اپنے ہاتھوں سے اس کو گرا دیا۔ والحمد للہ

ثانیاً: آگ پر پیش ہونا خود عذاب ہے، کیونکہ جہنم کے صرف پانی کا یہ حال ہے۔

﴿وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ﴾ (الكهف: ۲۹)

''اگر وہ فریاد رسی چاہیں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے کی جائے جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا جو چہرے بھون دے گا۔''

پس جب جہنم کے پانی کی گرمی اور تیزی اتنی ہے کہ اس کے قریب سے منہ جل جائے گا، تو پھر آگ کا کیا کہنا، پیش ہونا خود عذاب ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثالثاً: بلکہ یہ ظاہر ظہور الفاظ میں تحریف ہے جب کہ الفاظ ہیں کہ وہ خود آگ پر پیش کیے جائیں گے جو کہ صریحاً ان کے مطلب کے خلاف تھا، تو اس کے معنی بدل ڈالے، یہ دیانتداری نہیں، تحقیق نہیں بلکہ ضل واضل کی مثال ہے۔

۲۔ ''اس سے مراد صرف آل فرعون ہے، جو اشد الکفار تھے، عام کافروں کے لیے حکم نہیں۔''

اولاً: یہ تخصیص خود صحیح نہیں، سب کافروں کا ایک حکم ہے یعنی جہنم۔

﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا۝﴾ (الکهف: ۱۰۲)

''ہم نے تو ان کفار کی مہمانی کے لیے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔''

ثانیاً: جب آل فرعون کے لیے یا اشد الکفار کے لیے مانتے ہو تو پھر آپ کا اصل دعویٰ ھباء منثوراً ہوگیا۔ قیامت سے پہلے قبر میں کوئی عذاب نہیں جب اس کا وجود مان گئے تو آپ کا کلیہ ختم ہوگیا اور اعتراض بالکل باقی نہ رہا۔

ثالثاً: اگر اشد العذاب اشد الکفار کے لیے ہے، تو مطلق عذاب کافروں کے لیے ثابت ہوگیا، اس کا انکار محض مکابرہ ہوگا۔

آٹھواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ ''یہ حدیثیں قرآن کریم کے خلاف ہیں اور رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کے خلاف کبھی نہیں فرمائیں گے۔''

جواب: ہمارا یہ ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی فرمان قرآن کریم کے خلاف نہیں ہوسکتا اور یہ بات بھی محقق ہے کہ کوئی صحیح حدیث قرآن کریم کے خلاف نہیں، کیونکہ قرآن کریم میں کہیں اس کا انکار نہیں کہ قبر میں عذاب نہیں ہوگا، بلکہ ہم نے قرآن کریم سے بھی ثابت کر دیا لیکن اگر تمہارے قول کے مطابق قرآن کریم میں اس کا ذکر نہیں لیکن پھر بھی اس کی نفی قطعاً نہیں اگر کہو گے کہ یہ قرآن کریم پر زیادہ حکم ہے اور دین کامل ہو چکا ہے تو یہ اعتراض خود آپ کے لیے مضر ہوگا۔

مثال اول: قرآن کریم میں ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ (الانعام: ۱۴۵)

''آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے پینے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے۔''

اب یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیتی ہے کہ آپ اعلان کر دیجیے کہ میرے پاس جو قرآن کریم وحی آئی ہے، اس میں صرف چار چیزیں کھانے والے کے لیے حرام کرتا ہوں، مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ اب اور کئی چیزیں ہیں جن کو صاحب رسالہ حلال جانتا ہوگا، مثلاً: کتا، بلا، بھیڑیا، چیتا، ببر، پاخانہ، پیشاب، سانپ، بچھو اور ایسی کئی چیزیں ہیں جبکہ ان کی حرمت صرف حدیث سے معلوم ہوتی ہے اور صاحب رسالہ کے خیال کے مطابق یہ صریحاً قرآن کریم کے خلاف ہے اگر کہیں گے کہ قرآن کریم میں ان کو حلال نہیں کہا گیا، لہٰذا یہ حدیثیں اس کے خلاف نہیں، تو ہم بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں قبر کے عذاب کا انکار نہیں، لہٰذا یہ حدیثیں اس کے خلاف نہیں جیسے وہ زیادتی مانتے ہو، ویسے اسی زیادتی کو سمجھو حالانکہ اس مثال میں واضح ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ﴾ (الانعام: ١٤٥)

''آپ کہہ دیجیے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے۔''

پھر بھی اگر زیادتی کو مانا جائے اور بظاہر ان چار چیزوں کے علاوہ کی حرمت کی نفی ہے تو پھر قبر کے عذاب والی زیادتی یقیناً قابل قبول ہے کیونکہ اس کی نفی کے لیے کوئی اشارہ بھی نہیں۔

مثال دوم: ارشاد ہے:

﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (النساء: ١١)

''اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔''

اس آیت میں ایک لڑکی یا دو سے زیادہ لڑکیوں کا حصہ مذکور ہے اور پورے قرآن کریم میں کہیں دو لڑکیوں کا حصہ مذکور نہیں، یہاں قید ہے: ﴿كن نساء فوق اثنتين﴾ یہ سب قید بتاتے ہیں کہ اس آیت میں دو لڑکیوں کے ورثہ کا کوئی حکم نہیں، اب جو آدمی دو لڑکیاں چھوڑ کر مر جائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اس مشکل کو حدیث حل کر سکتی ہے، جس میں یہ حکم ہے کہ اگر دو لڑکیاں ہوں تو ان کو ثلثان (دو تہائیاں) ملے گا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب یہ حدیث کا حکم ہے قرآن کریم کے خلاف نہیں کیونکہ قرآن کریم میں اس کے خلاف دوسرا حکم نہیں، اس طرح عذاب قبر کے بابت روایتیں قرآن کریم کے خلاف نہیں۔

مثال سوم: قرآن کریم میں محرمات کا ذکر ہے، یعنی جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کے ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہے:

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

''ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئیں ہیں۔''

اب سوال یہ ہے کہ پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کا ایک نکاح میں اکٹھا رہنا جائز کہو گے؟ حالانکہ قرآن میں جو محرمات بیان ہیں ان میں ان دونوں کا کوئی ذکر نہیں ہے، مگر چونکہ زائد حکم ہے اور اصل کے خلاف نہیں اس لیے امت اس کو مانتی ہے، اسی طرح اس مسئلہ کو سمجھیں ایسی اور مثالیں بھی ہیں، مخالفت اس وقت ہو سکتی ہے کہ قرآن میں عذاب قبر کا انکار ہو، اور حدیث اس کو ثابت کرتی ہو۔

نواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ ''جو مسئلہ قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے لاکھوں روایات بھی ان کو رد نہیں کر سکتیں۔''

جواب: یہ کسی مسلمان کا مذہب نہیں کہ قرآن کریم روایات سے رد ہو سکتا ہے اور کوئی صحیح حدیث قرآن کریم کے خلاف نہیں ہے اس مسئلہ میں بھی احادیث قرآن کریم کے خلاف نہیں، خلاف اس وقت ہوتیں جب کہ قرآن کریم میں عذاب کا انکار ہو، بلکہ قرآن کریم سے اس کا زبردست ثبوت ملتا ہے جس کا کچھ بیان ہوا اور مزید بیان ہوگا، تاہم اگر بفرض محال قرآن کریم میں عذاب قبر کا کوئی ذکر نہیں تو اس کا انکار بھی نہیں، لہٰذا جن احادیث میں عذاب قبر کا ذکر ہے وہ ان کے خلاف نہیں۔

دسواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''مگر ہر روایت کو حضور کے فرمودہ سمجھنے کا خیال ہرگز صحیح نہیں، ورنہ کتب اسماء الرجال کیوں وجود میں آئیں۔''

جواب: یہ بھی کوئی نہیں کہتا کہ ہر روایت قابل قبول ہے، بلکہ اسماء الرجال کی رو سے صحیح اور غیر صحیح کا فرق کرنا ہے اور بحمد للہ قبر کے عذاب کے بارے میں پچاس سے اوپر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں ہیں۔ بعض میں عذاب قبر کے برحق ہونے بعض میں اس کی کیفیت بعض میں اس سے پناہ مانگنے اور بعض میں ایسے کاموں کا ذکر ہے، جو عذاب قبر کے موجب ہیں، جن میں اکثر سب صحیح ہیں اور کچھ حسن کے درجہ کی ہیں، بعض میں کچھ کلام ہے وہ شہادت اور تائید کے لیے کافی ہیں اتنی ساری احادیث کو جھٹلانا یا رد کرنا عقل کے خلاف ہے اور پھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ احادیث قرآن کے خلاف بھی نہیں جیسا کہ بیان ہوا۔

گیارھواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''جو احادیث کا ذخیرہ ہمارے سامنے ہے تمام کے تمام صحابہ کے طرف منسوب کرتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ تحریری ثبوت کچھ نہیں ورنہ اس طرح صحابہ نے قرآن کریم جمع کر کے نقل کر کے اسلامی ممالک میں پھیلایا تھا، اسی طرح احادیث کو بھی جمع کر کے تمام ملک میں پھیلایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ حضور ﷺ پر کچھ نازل نہیں کیا گیا۔''

جواب اولاً: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں حدیثیں لکھتے تھے۔ چنانچہ جناب علی رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن کریم کے علاوہ ایک صحیفہ بھی تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں لکھتے تھے اور جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ ۵۸ ہجری میں فوت ہوئے، انہوں نے اپنے تلمیذ ہمام بن منبہ المتوفی ۱۰۱ یا ۱۰۲ ہجری کو حدیثوں کا مجموعہ لکھوایا جو کہ ۱۳۷۵ ہجری مطابق ۱۹۵۶ء حیدر آباد دکن میں چوتھی بار شائع ہوا۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھی حدیث کی کتاب تھی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سو احادیث لکھی ہوئی تھیں، نافع تابعی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس احادیث لکھتا تھا، وہب بن منبہ تابعی نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیثوں کا مجموعہ لکھا تھا، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے غزوات کے بارے میں حدیثیں جمع کی تھیں، امام زہری سب حدیثیں لکھتے تھے، خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے سب جگہوں پر حدیثیں لکھ کر جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح تبع تابعین میں امام سفیان بن عیینہ المتوفی ۱۹۸ ہجری کا جزء مسند مشہور ہے، جو ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے، ایسی اور مثالیں بہت ہیں۔ اس سے مصنف کا یہ قول بھی غلط ثابت ہوا کہ دو سو سال کا زمانہ گزر گیا، تو لوگوں کو خیال ہوا کہ حضور ﷺ کے خیالات بھی جمع کر دیئے جائیں، بلکہ حدیثیں لکھنے کا سلسلہ پہلے سے جاری تھا۔

ثانیاً: یہ کہنا کہ قرآن کریم کے سوا رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ نازل نہیں ہوا، خود قرآن کریم اس کی تکذیب کرتا ہے۔

مثال اول:

﴿سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (البقرة: ١٤٢)

''عنقریب نادان لوگ کہیں گے کہ جس قبلہ پر یہ تھے اس سے انہیں کس چیز نے ہٹایا؟ آپ کہہ دیجئے کہ مشرق ومغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جسے چاہے سیدھی راہ کی ہدایت کر دے۔''

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قبلہ سے پہلے کوئی دوسرا قبلہ تھا۔ اب وہ پہلا قبلہ کس کے حکم سے تھا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کوئی خاص حکم نہیں دے سکتے تھے۔ ﴿ان اتبع الا ما یوحی الی﴾ ''اور یقیناً اللہ کی طرف سے تھا۔''

اب بتائیے کہ پہلے قبلہ کا یہ حکم اس آیت قرآنیہ میں مذکور ہے؟ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم کے علاوہ اور احکام بھی آئے ہیں ورنہ قرآن کریم کو جھٹلانا لازم آئے گا، جو کفریہ عقیدہ ہے۔

مثال دوم:

﴿وَ اِذْ یَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ﴾ (الانفال : ۷)

''اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو! جب اللہ تمہیں سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آئے گی۔''

اس آیت میں یہ خبر ہے کہ اللہ نے مسلمانوں کو ایک وعدہ دیا تھا، مگر وہ کسی آیت میں مذکور نہیں ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ اور احکام بھی وحی کے ذریعہ آئے تھے۔

مثال سوم:

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ﴾ (التحریم : ۳)

''اور یاد کرو جب نبی (ﷺ) نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی، پس جب اس نے اس بات کی خبر کر دی اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا تو نبی نے تھوڑی سی بات تو بتا دی اور تھوڑی سی ٹال گئے، پھر جب نبی نے اپنی اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے دی، کہا سب جاننے والے، پوری خبر رکھنے والے، اللہ نے مجھے یہ بتلایا ہے۔''

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی کس سورت یا آیت میں اپنے نبی ﷺ کو ان کے راز ظاہر ہونے کی خبر دی، اب صاحب رسالہ کے لیے صرف دو راہیں ہیں، یا تو قرآن کریم کے علاوہ بھی دوسری وحی کا اقرار کرے یا پھر قرآن کریم کا ہی انکار کرے، ایسی اور بھی مثالیں بہت ہیں۔

بارھواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''خود امام بخاری کے حالات میں لکھا ہے کہ تین لاکھ یا چار لاکھ حدیثیں جمع کیں، مگر جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانچ پڑتال کرنی شروع کی تو صرف سات ہزار یا کچھ زیادہ حدیثیں قابل اعتماد ٹھہریں، انہوں نے جو کچھ اصول مقرر کیے اس اعتبار سے جو حدیث ٹھیک اتری اسی کو صحیح سمجھا۔"

جواب: یہ کہنا صحیح نہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف وہ حدیثیں صحیح سمجھیں جو اپنی جامع صحیح میں جمع کی ہیں، خود ان کا فرمان ہے کہ:

((مَا اَدْخَلْتُ فِی کِتَابِی الْجَامِعِ اِلَّا مَا صَحَّ وَتَرَکْتُ مِنَ الصِّحَاحِ لِحَالِ الطُّولِ)) (تاريخ بغداد: ٢/٩)

"میں نے اپنی جامع صحیح میں صرف وہ حدیثیں جمع کی ہیں جو صحیح ہیں اور ان کے علاوہ طوالت کے سبب سے کئی حدیثیں میں نے چھوڑ دی ہیں۔"

ثابت ہوا کہ امام موصوف اس کتاب کے علاوہ دوسری کئی حدیثوں کو بھی صحیح مانتے ہیں۔ مقدمہ فتح الباری، ص: ۷ میں امام موصوف سے مروی ہے کہ:

((لَمْ أَخْرَجَهُ فِی هٰذَا الْکِتَابِ اِلَّا صَحِیْحًا وَمَا تَرَکْتُ مِنَ الصَّحِیْحِ أَکْثَرَ))

(مقدمة فتح الباری: ۷)

"میں نے اس کتاب میں صرف صحیح حدیثیں جمع کی ہیں اور جو احادیث صحیحہ چھوڑی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔"

نیز فرماتے ہیں کہ: ((اَحْفَظُ مِائَةَ أَلْفَ حَدِیْثٍ صَحِیْحٍ)) (مقدمة فتح الباری: ٤٨٧)

"یعنی ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد رکھتا ہوں۔"

تیرھواں اعتراض:

کہتے ہیں: "حالانکہ ان کو چاہیے تھا کہ قرآن مجید کو کسوٹی مقرر فرماتے تو اس کے مضمون کو باطل کر دینے والی روایتیں ہرگز کتاب میں نہ آئیں۔"

جواب: آج تک اہل علم اس پر متفق رہے ہیں کہ صحیح بخاری کی کوئی حدیث قرآن کریم کے خلاف نہیں ہے، مصنف رسالہ نے یہ نیا قاعدہ نکالا ہے بلکہ امام موصوف نے اپنی صحیح کے ابواب میں جابجا آیت قرآنیہ کو ذکر فرمایا ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ کوئی صحیح حدیث قرآن کریم کے مضمون کو معاذ اللہ باطل کر دیتی ہے، بظاہر جہاں کہیں کچھ اختلاف ہے تو اس کے رفع کرنے اور مابین اس کے تطبیق وتوفیق دی جا سکتی ہے، لہٰذا وہ کوئی تعارض نہیں، اس قسم کا اختلاف خود قرآن کریم کی بعض آیات میں بھی پایا جاتا ہے مگر غور کرنے سے کوئی اختلاف نہیں رہتا اور درمیان میں تطبیق وتوفیق ہو جاتی ہے، لہٰذا اس قسم کے اختلاف کو تعارض نہیں کہا جاتا۔ تعارض وہ ہے کہ ایک کے قبول کرنے سے دوسرے کا رد کرنا لازم آئے، قرآن کریم کے متعلق کچھ مثالیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزریں۔ مزید سنیے!

﴿وَ إِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ إِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۝ مَآ أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ﴾ (النساء: ۷۸۔۷۹)

''اور اگر انہیں کوئی بھلائی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ تیری طرف سے ہے، انہیں کہہ دو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، انہیں کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں، تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔''

اب بظاہر یہاں اختلاف موجود ہے پہلی آیت میں ہے کہ ہر بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور ہر برائی تمہارے نفس کی طرف سے ہے، مگر حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ہر برائی، خواہ بھلائی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور ہر برائی انسان کے اپنے نفس کی شامت اور اس کی بری کمائی کا نتیجہ ہے، اسی طرح صحیح احادیث میں اور قرآن کریم میں کوئی ایسا تعارض نہیں جو ایک کے قبول کرنے سے دوسرے کا رد لازم آئے بلکہ غور کرنے سے کوئی اختلاف نہیں رہتا۔ صرف ظاہری اختلاف دیکھ کر اس کو رد کرنا عموم بلوئ کو مستلزم ہے اور خود آیات کو بھی معاذ اللہ رد کرنا پڑے گا۔

چودھواں اعتراض:

کہتے ہیں: ''مثلاً مردہ سننے کی روایت قرآن کریم کے سراسر خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۝﴾ (النمل: ۸۰)

''بے شک آپ نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیرے روگرداں جا رہے ہیں۔''

آیت بالکل صریح ہے کسی تاویل وتوجیہ کی محتاج نہیں مگر محدثین ایسی روایات لاتے ہیں جس میں کفار بدر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرنے کے بعد خطاب کرنے کا ذکر ہے اگرچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس بات سے انکار کیا اور دلیل میں یہ آیت بھی پیش کی:

﴿وَ مَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ (الفاطر: ۲۲)

''اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔''

جواب ، اولاً: اس حدیث میں کوئی محدث یہ استدلال نہیں کرتا کہ مردے سنتے ہیں، ان پر یہ بہتان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک معجزہ ہے خرق عادت ہے۔

ثانیاً: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انکار نہیں کیا، بلکہ ثابت کیا اور وضاحت کر کے ایک وہم کو دور کیا، چنانچہ صحیح بخاری میں دو روایتیں ہیں۔

ایک روایت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح ہے:

((قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَهْلِ الْقَلِيْبِ فَقَالَ: ﴿وَجَدتُّم مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا﴾ فَقِيْلَ لَهُ: اَتَدْعُوْ اَمْوَاتًا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ))

(صحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، ح: ١٣٧٠)

”نبی ﷺ نے قلیب بدر والوں کی طرف جھانکا اور فرمایا کہ تم نے اس کو جس کا تمہارے رب نے وعدہ کیا حق پایا ہے؟ کہا گیا کہ آپ مردوں کو پکارتے ہیں، فرمایا: تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔ لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے۔“

اور دوسری روایت ام المومنین سے اس طرح ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْآنَ اَنَّ مَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾)) (صحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، ح: ١٣٧١)

”ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ جان رہے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا وہ سچ تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔“

اب دونوں روایتوں پر غور کریں، امام بخاری نے دوسری روایت سے تصریح کر دی کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مردے سنتے رہتے ہیں بلکہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ اس وقت جان رہے ہیں، یعنی کہ یہ خاص معجزہ کی صورت ہے کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ پہلی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ ”وہ جواب نہیں دے سکتے؟ اگر مردے سنتے ہیں تو جواب کیوں نہیں دیتے جس کا مطلب ظاہر ہے کہ یہ حدیث قرآن کریم کے خلاف نہیں، نہ مردوں کا سننا ثابت کرتی ہے، بلکہ ایک خاص واقعہ اور معجزہ کا ذکر ہے اور ایسی بات سے مردوں کے سننے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ کسی محدث نے استدلال کیا ہے اور مصنف کا یہ کہنا بھی غلط ہوا کہ یہ روایت ان روایتوں میں سے ہے جو کہ قرآن کریم کے مضمون کو باطل کر دینے والی ہیں۔ معاذ اللہ!!

محدثین یہاں قرآن کریم میں کوئی تاویل نہیں کرتے، بلکہ وہی کہتے ہیں جو ہم نے لکھا ہے، ہاں بعض علماء آیت میں تاویل کرتے ہیں جیسا کہ مصنف رسالہ نے ذکر کیا ہے، مگر محدثین اس قسم کی تاویل قطعاً نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے، بلکہ ہم ایسی تاویلوں کو صحیح نہیں مانتے۔

پندرھواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ ارشاد ہے:

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ....﴾ (الانعام: ۲۲)

''اور قیامت کے دن ہم سب کو اٹھائیں گے......'' الخ

جواب اولاً: اس آیت میں سب کے اکٹھے اٹھانے کا ذکر ہے، اس کے خلاف نہ کسی آیت میں ہے، نہ حدیث میں بلکہ وقتی طور پر کسی ایک کو سوال کے لیے اٹھانا اور بات ہے، جیسے کہ پہلے تفصیل سے بیان ہوا۔

ثانیاً: اس مضمونِ قرآنی میں یہ وضاحت ہے کہ قیامت کے روز جن کو مشرکین پکارتے ہیں وہ انکار کر دیں گے کہ ہمیں کوئی پتہ نہیں کہ تم کس کو پکارتے تھے، سو واقعی اس پر ہمارا ایمان ہے کہ مردے کسی کی پکار نہیں سنتے اور کسی صحیح حدیث میں مردے کے سننے کا ثبوت نہیں، جو ذکر کرتے ہیں وہ سب قواعد کے لحاظ سے غیر ثابت ہیں اور بخاری والی روایت ان کے خلاف نہیں نہ اس میں مردوں کے سننے کی تصریح ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

سولھواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''افسوس کہ ہمارے محدثین نے قرآن پاک کو بالکل نظر انداز کر دیا، صرف اپنے اعتماد پر قرآن مجید کے خلاف ایک محاذ قائم کر دیا، جب ان کی روایت کردہ احادیث خصوصاً پیشین گوئیوں کے متعلق عوام میں مشہور ہوگئیں، تو عام لوگوں نے ان کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے قبول کر لیا اور قرآن کریم میں غور وخوض کرنے کا جذبہ مفقود ہوگیا۔''

جواب: یہ محض بہتان اور اتہام ہے۔ محدثین قرآن وحدیث دونوں کو اپنے لیے مشعل راہ اور دستور اور اصل وقانون تسلیم کرتے ہیں اور حدیث کو قرآن کریم کی تفسیر سمجھتے ہیں، حدیث کی روشنی میں قرآن کریم کو سمجھنا ضروری جانتے ہیں لیکن پہلے جرح وتعدیل کی منزلوں میں ان کو پرکھتے ہیں، جب صحیح ثابت ہوتی ہے، پھر اس کو مانتے ہیں اور وہ بحمد للہ کبھی قرآن کریم کے خلاف نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کو قبول کرنے سے قرآن کریم کا رد لازم آئے، تو ایسی صورت میں اس روایت کو محدثین موضوع قرار دیتے ہیں، جیسے شرح نخبہ ص ۵۷ پر مذکور ہے۔ لیکن جو حدیث بخاری والی ہے یا عذاب جہنم کی حدیثیں ایسی نہیں ہیں، کہ قبول کرنے سے قرآن کریم کا رد لازم آئے، جیسے کہ بیان ہوا اور ایسی روایتیں تو صریح قرآن کریم کو اپنی خواہشات کے لیے استعمال کرتے ہیں، اس لیے امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَصْحَابُ السُّنَنِ أَعْلَمُ بِكِتَابِ اللّٰهِ)) (سنن الدارمی: ۱/ ۴۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی حدیثوں والے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو دوسروں سے زیادہ جاننے والے ہیں۔''

سترھواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''لوگ سمجھتے ہیں کہ حدیث فرمان رسول ہے اور رسول سے زیادہ کوئی ماہر قرآن نہیں ہوسکتا، یہ بات تو بالکل صحیح ہے کہ رسول سے زیادہ قرآن کے نکات سے کوئی واقف نہیں ہوسکتا مگر ہر روایت فرمان رسول ہی ہے یہ ہرگز صحیح نہیں کیونکہ جو روایت قرآن کریم کے صریح خلاف ہے وہ فرمان رسول نہیں ہوسکتا، رسول کا کام خدا کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔''

جواب اولاً: الحمدللہ! مان لیا کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی قرآن کریم کو نہیں جانتا، جب یہ بات ہے تو اس قسم کی تفسیر ہونا ضروری ہے تاکہ امت گمراہی سے بچے اور کسی کو قرآن کریم میں اپنی رائے کو استعمال کرنے کا موقعہ نہ ملے، حدیث کی محبت اور اس کو تسلیم کرنے کے لیے یہی سب سے بڑی دلیل ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صحیح حدیث قرآن کریم کے خلاف نہیں ہوسکتی۔

ثانیاً: واقعی ہر روایت نبی ﷺ کا قول نہیں ہوسکتا، اس کے لیے قواعد محدثین نے بنائے ہیں لیکن جو بات صحیح سند سے ثابت ہے، اس کے لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ آپ ﷺ کا قول یا فعل ہے۔

ثالثاً: قرآن کے خلاف ہونے کا جو مطلب ہم نے بیان کیا ہے اس لحاظ سے کوئی صحیح حدیث قرآن کریم کے خلاف نہیں۔

لہٰذا! ہر ظاہری اختلاف کو دیکھ کر حدیث کو رد کرنے کی جرأت کرنا صحیح نہیں، ورنہ ایسا اختلاف تو قرآن میں بھی پایا جاتا ہے۔

رابعاً: رسول اللہ ﷺ کا صرف یہ کام نہیں کہ اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے، لیکن ان کا یہ بھی منصب ہے کہ اس کا مطلب اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی لوگوں کو سمجھائے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ﴾ (النحل : ٤٤)

''اور یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں۔''

پس اس تفسیر اور بیان کا اس وقت تک بلکہ قیامت تک باقی اور محفوظ رہنا ضروری ہے، تاکہ لوگ قرآن کریم پر صحیح طور پر عمل کریں۔ اس آیت سے واضح ہوگیا کہ حدیث سے ہٹ کر قرآن کریم کی تفسیر کرنا گمراہی کا باعث ہے۔

اٹھارھواں اعتراض:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں کہ: ''اس میں کسی قسم کی زیادتی کرنا اس کے منصب کے خلاف ہے، مثلاً: قرآن کریم میں جگہ جگہ اس زندگی کے بعد موت کا طاری رہنا بیان فرمایا گیا ہے، قیامت سے پہلے زندہ کرنے کا حکم اس معبود نے ہرگز نہیں دیا۔''

جواب: زیادتی الفاظ کی ہو یا مضمون میں ایسی زیادتی ہو جو اصل کے خلاف ہو تو وہ باطل ہے اور قرآن کریم باطل زیادتی سے محفوظ ہے:

﴿وَإِنَّهُ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ۝ لَا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ﴾

(حم السجدة: ٤١-٤٢)

''یہ بڑی باوقعت کتاب ہے جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔''

مگر نبی ﷺ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا شارح اور بیان کرنے کا منصب عطا کیا اس نے اگر کوئی ایسی بات کہی یا فیصلہ دیا تو اس کا قرآن کریم سے ٹکر نہیں، وہ برحق ہے اور ان کا فرمان قرآن سے کبھی نہیں ٹکراتا اور قرع نعال ''پاؤں کی آواز'' اس وقت سننا قرآن کریم کے خلاف نہیں کیونکہ اس حدیث میں یہ بھی الفاظ ہے:

((أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ ﷺ))

(صحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، ح: ١٣٧٤)

''دو فرشتے آکر اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ اس شخص، یعنی محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتا تھا۔''

اس سے ظاہر ہوا کہ اس وقت اس میں روح لوٹائی جاتی ہے یہ ایک لمحہ کے لیے ہے جو عام موت کے خلاف نہیں، جس کی مثالیں ہم نے قرآن کریم سے بھی ذکر کیں، اگر وہ آیتیں اس آیت:

﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ تُبْعَثُونَ﴾

(المومنون: ١٥-١٦)

''اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔''

کے خلاف نہیں تو یہ حدیث بھی اس کے خلاف نہیں، یہ عارضی تھوڑی دیر کے لیے حیاتی ہے اور اس وقت پاؤں کی آہٹ سننا یہ نزاع سے خارج ہے چونکہ وہ لمحہ جس میں وقتی طور پر جان آئی اس دوران آواز سننا بعید نہیں اور کھانے پینے کی حاجت ہو کہ ان کو کچھ وقت کے لیے حیاتی دی جائے لیکن یہ نہیں ہے، لہٰذا یہ سوال بھی صحیح نہیں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انیسواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''سزا میں بار بار مرنا اور بار بار زندہ ہونا اور قیامت تک اس کے جسم کا بننا، بگڑنا بندوں کی طاقت سے ثابت کر دکھایا، مردہ جسم میں روح کا داخل ہونا جنت اور دوزخ کا نظارہ کرنا سب کچھ تسلیم کرلیا، جو سراسر قرآن کریم کے خلاف ہے۔''

جواب: یہی اعتراض اگر برحق ہے تو قرآن پر بھی وارد ہوسکتا ہے، کیونکہ ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ (النساء: ٥٦)

''جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا انہیں ہم یقیناً آگ میں ڈال دیں گے جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں۔''

اب یہاں بھی بیان ہے کہ ایک چمڑی جل جائے گی، پھر دوسری دی جائے گی حالانکہ چمڑی کے جل جانے تک انسان مرہی جاتا ہے، پھر دوسری چمڑی دینے کے معنی اس کو دوسری حیات ملی، پھر وہ بار بار مرتا جیتا رہے گا، یعنی نہ ہمیشہ زندہ ہے اور نہ ہی ہمیشہ مردہ اس کی طرف اشارہ ہے:

﴿ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ (الاعلیٰ: ١٣)

''جہاں پھر نہ وہ مرے گا نہ جیے گا۔''

اب یہاں بھی اعتراض کرو گے کہ یہ بھی قرآنی قاعدے کے خلاف ہے۔

ثانیاً: مرجانے کے بعد اس میت کا دنیا سے کوئی تعلق نہیں رہتا، نہ کسی کی پکار سنتا ہے نہ حالت دیکھ سکتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا واسطہ رہتا ہے، جیسے شہیدوں کے لیے آیا ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ١٦٩-١٧١)

''جولوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو اب تک ان سے نہیں ملے، ان کے پیچھے ہیں اس پر کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین! غور فرمائیں کہ شہید وہ ہے جو جان سے مارا جائے اس کی جان نکل گئی، اس کی آنکھ دیکھنے سے، کان سننے سے، زبان بولنے سے، دل سمجھنے سے بلکہ ہر ایک عضو اپنے کام سے بیکار ہو جاتا ہے، اس کو کفن دے کر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اور قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور پھر میت کے سارے احکام اس پر جاری رہتے ہیں، مثلاً: اس کی بیوی عدت میں بیٹھتی ہے عدت کے بعد اس کو دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کی اجازت ہوتی ہے، اس کی اولاد یتیم کہلاتی ہے، اس کا مال ورثہ میں تقسیم ہوتا ہے، اس کے لیے دعا مغفرت کی جاتی ہے اور عزیز واقارب ایک دوسرے کے پاس تعزیت کے لیے آتے ہیں، اب ایسی میت کو کیا خوشی اور غم کا احساس ہوسکتا ہے؟ یا وہ کھا پی سکتی ہے یا وہ کسی زندہ کی خبر سن سکتی ہے؟

لیکن قرآن کریم تصریح سے کہتا ہے کہ ان کو رزق ملتا ہے یعنی ان کو کھانا پینا نصیب ہے اور وہ دنیا والے لوگ جو ان سے ملے بھی نہیں ان کی حالت سن کر خوش ہوتے ہیں کہ ان کے لیے نہ خوف ہے اور نہ غم۔

اب سوال ہے کہ ان بے حس لوگوں کو ان چیزوں کا احساس کیسے ہوا؟

اب صاحب رسالہ قرآن کریم پر بھی اعتراض کریں کہ یہ نامعقول بات ہے اور قرآنی قواعد کے خلاف ہے ورنہ صرف یہ سبب حدیث پر اعتراض کرنے کے لیے صحیح نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ دنیا کے ساتھ میت کا تعلق نہیں۔ چاہے ویسے مر جائے یا قتل ہو جائے، دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ نہ سن سکتا ہے، نہ کسی بات کا اس کو احساس ہوسکتا ہے، نہ کھاتا، نہ پیتا، نہ بولتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح احساس دلائے، دلا سکتا ہے جیسا عذاب کرے، کرسکتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات سن کر اس پر ایمان لانا چاہیے، ایمان بالغیب کا حکم ایسی باتوں کے لیے ہے اور یہ دیانتداری نہیں ہے کہ ایک بات کو بہانہ بنا کر حدیث کو رد کیا جائے اور وہی بات قرآن میں مانی جائے اگر یہی وجہ حدیث کے رد کرنے کی ہے تو دشمنانِ اسلام انہی چیزوں کی بناء پر قرآن کریم پر اعتراض کرتے ہیں اور لوگوں کو شبہات میں ڈالتے ہیں۔ صاحب رسالہ نے ان کے لیے راہ ہموار کی ہے اور یہ بھی انصاف نہیں کہ ایسی باتوں کی بنا پر حدیث کو قرآن کریم کے خلاف کہنا صحیح ہے تو جو لوگ ایسی باتوں کی بنا پر قرآن کریم کی آیات کو ایک دوسرے کے خلاف کہتے ہیں تو ان کی بات بھی صحیح ہو جائے گی گویا کہ حدیث کو اعتراض کا موقعہ بنا کر قرآن کریم پر اعتراض کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔

لہٰذا سلامتی کا یہ راستہ ہے کہ یہ اعتراض صحیح نہیں جو قرآن کریم اور صحیح احادیث میں باتیں ہیں ان پر ایمان رکھا جائے۔ یہاں عقل کا گھوڑا لنگڑا ہے اور سوائے رضا وتسلیم کے کوئی چارہ نہیں۔

بیسواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ”ہر ایک کو یہی ہدایت دی گئی کہ قیامت کے دن سے دنیا والوں کو خوف ولا دیں، قرآن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریم میں جن جن پیغمبروں کے حالات بیان کیے گئے وہاں قیامت کے ہی دن سے ڈرانے کا تذکرہ ہے، خود نبی کریم ﷺ کو بھی یہ حکم فرمایا اب کس کی عقل باور کر سکتی ہے کہ آپ نے عذاب قبر سے ڈرانے کا حکم فرمایا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے قیامت سے ڈرایا اور اس سے قبل مقدمات سے بھی ڈرایا اور قبر کا عذاب اس کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

((عَنْ عُثْمَانَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرٍ بَكَى حَتَّى يَبُلَّ لِحْيَتَهُ فَقِيلَ لَهُ تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْكِي وَتَبْكِي مِنْ هٰذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ)) (سنن الترمذی، الزھد، باب ماجاء فی فضاعة القبر وانه اول منازل الآخرة، ح: ٢٣٠٨۔ سنن ابن ماجة، الزھد، باب ذکر القبر والبلی، ح: ٤٢٦٧)

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ ان کی داڑھی تر ہو جاتی تھی۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ آپ جنت اور جہنم کو بھی یاد کرتے ہیں تو اتنا نہیں روتے، اس قبر پر اتنا کیوں روتے ہیں، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخرت کی منزلوں میں سے قبر پہلی منزل ہے جو اس سے نجات پا گیا تو آگے اس کے لیے آسانی ہے اور جس نے اس سے نجات نہیں پائی تو اس کے لیے آگے اور سختی ہے۔''

اور سورۂ مومن کی آیت گزری:

﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾

اکیسواں اعتراض:

یہ کہتے ہیں کہ: ''آپ کی زبان مقدس سے قرآن مجید کے خلاف کوئی بات کس طرح نکل سکتی ہے غور کرنے کی بات ہے۔''

جواب اولاً: یہ بات بار بار بیان ہو چکی ہے تو بار بار اس کا اعادہ کرنا فضول ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ قرآن کریم کے خلاف نہیں ہے۔

ثانیاً: صاحب رسالہ نے پوری آیت نہیں لکھی، پورا مضمون اسی طرح ہے:

﴿حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾

(المومنون: ۹۹-۱۰۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کرلوں، ہرگز ایسا نہیں ہوگا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے، ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔''

اب آیت کے اس مضمون سے واضح ہے کہ دنیا کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں، نہ یہاں آ سکتے ہیں اور نہ کسی سے بات کر سکتے ہیں، نہ کسی کی سن سکتے ہیں لیکن اس میں یہ انکار نہیں کہ وہاں ان کو اللہ تعالیٰ خطاب کرے یا احساس دلائے یا عذاب کرے یا مہربانی کرے۔ لہٰذا یہ آیت آپ کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

بائیسواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''اور بندے حضور کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ((اعاد فیه الروح)) تعجب ہے راوی پر اور حیرت ہے قبول کرنے والے پر۔ پروردگار تو فرماتے ہیں:

﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ٥﴾ (النمل: ٨٠)

اور بندے رسول کی زبان سے کہلائے:

((مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ))

رب تو فرمائے:

﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ٥ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ تُبْعَثُونَ﴾

(المومنون: ١٥۔١٦)

اور بندے نبی کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ قبر میں جاتے ہی زندہ ہو جاتا ہے اور قیامت تک عذاب وثواب سے بہرہ ور ہوتا رہتا ہے۔

جواب: حدیث میں یہ الفاظ نہیں کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا بلکہ وہ سوال کے لیے ایک عارضی زندگی ہے جس کے لیے ہم نے قرآن کریم سے چند مثالیں پیش کیں۔ لہٰذا یہ کوئی مخالفت نہیں، اس طرح بھی حدیث میں نہیں کہ زندہ ہو کر دنیا سے ان کا تعلق رہے گا، بلکہ وہیں قبر میں اللہ تعالیٰ جو چاہے ان کے ساتھ سلوک کر سکتا ہے، لہٰذا یہ کوئی منافات نہیں، یہ تین دفعہ زندگی نہیں معروف زندگیاں دو ہیں، یہ عارضی اور کچھ لحہ کے لیے زندگی ہے، بہرحال قرآن کریم وحدیث دونوں کے نظریے صحیح ہیں کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں۔

تئیسواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''اگرچہ زبان سے احادیث کا درجہ قرآن کریم کے بعد تسلیم کرتے ہیں مگر عملاً حدیث پر ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ دیتے ہیں ذرا سوچئے کہ جو مسئلہ قرآن کریم میں صراحتاً بیان کر دیا گیا، اس کے خلاف فرمان رسول کس طرح ہوسکتا ہے۔"

جواب: یہ محض بہتان ہے، محدثین رحمہم اللہ کبھی کسی حدیث کو بغیر تحقیق کے قبول نہیں کرتے، پہلے اس کی سند اور متن کی اچھی طرح چھان بین کرتے ہیں، پھر جب صحیح پاتے ہیں تو اس کو قبول کر لیتے ہیں اور بحمد للہ جو احادیث ان کے قواعد کی رو سے صحیح ہوتی ہیں وہ ہرگز قرآن کریم کے خلاف نہیں ہوتیں، جہاں بھی تھوڑا بہت اختلاف ہوتا ہے وہ دفع ہوسکتا ہے لیکن مصنف رسالہ کی طرح اگر ہر اختلاف کو لیا جائے تو پھر قرآن کریم کی بھی کئی آیتیں اس زد میں آئیں گی، جیسا کہ مثالوں میں بیان ہوا۔

چوبیسواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: "تبلیغ سے اور بھی بہت سی باتیں ایسی مل جاتی ہیں جو قرآن مجید کے خلاف اشارہ، مثلاً: خروج دجال، نزول مسیح اور ظہور مہدی وغیرہ ان باتوں کے متعلق قرآن مجید میں اشارہ کچھ بھی بیان نہیں کیا گیا، مگر بندوں نے ایسے ایسے افسانے گھڑے کہ سننے والے کی عقل دنگ رہ جائے۔ قرآن ہدایت کے سراسر خلاف۔"

جواب اولاً: ان تینوں خروج دجال، نزول مسیح اور ظہور مہدی کا کہیں قرآن کریم میں انکار نہیں، پھر مخالفت کا الزام غلط ہے، ان تینوں مسائل کی احادیث بے شمار ہیں جن کے انکار کی جرأت دیانت کے خلاف ہے اور قرآن کریم میں کہیں اس کی نفی نہیں، اس طرح زائد باتیں جو قرآن کریم کے خلاف نہیں ان کے ماننے پر آپ بھی مجبور ہیں، جیسا کہ اوپر مثالیں گزریں۔

ثانیاً: نزول مسیح کے بابت قرآن کریم میں ذکر ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ (الزخرف: ٦١)

"اور یقیناً عیسیٰ (علیہ السلام) قیامت کی علامت ہے۔"

اور ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام قیامت کی نشانی اس وقت ہو سکتے ہیں جب کہ وہ دنیا میں آئیں، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی موجود تھے، پھر ان کے آنے کے بعد ان کی امت کو بتانا کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے آنے کی نشانی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ اب تک فوت نہیں ہوا ورنہ فوت ہو جانے والا دنیا میں واپس نہیں آ سکتا، جیسا کہ آیت گزری:

﴿وَمِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ (المومنون: ١٠٠)

اسی طرح دوسری جگہ ہے:

﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ (النساء: ١٥٩)

"اہل کتاب میں ایک ایسا نہ بچے گا جو حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لا چکے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت نے بتلا دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام موجود ہیں اور دنیا میں آئیں گے چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حدیث بیان کرتے ہوئے استدلال کے طور پر اس آیت کو پیش کیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۴۷۹، بحوالہ بخاری ومسلم)
الغرض! ان تینوں مسئلوں میں قرآن کریم نے کوئی انکار نہیں کیا، لہٰذا تسلیم کرنا اس کے منافی نہیں۔

پچیسواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''دجال کے فتنے سے ہر نبی نے ڈرایا مگر ایک بات کسی نبی نے نہیں بتائی کہ وہ تم کو بتاتا ہوں، دجال کانا ہے اور اللہ کانا نہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!!
اس روایت پر غور کیجئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر نبی کے زمانہ میں موجود رہنا بلکہ حاضر وناظر رہنا صراحتاً ثابت ہے کسی نبی نے مجمع وتخلیہ میں اپنی امت کو ڈرایا اور دجال کا کانا نہیں بتلایا۔''

جواب اولاً: اس میں کون سی بات ہے جو قابل اعتراض ہے مخالفت برائے مخالفت اور بات ہے۔ ایک بات جو پہلے انبیاء علیہم السلام نے نہیں فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تو اس میں کون سی مشکل بات ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میراث اور ترکہ کے مسائل بتلائے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں، مگر اگلے نبیوں میں سے کسی سے منقول نہیں، نہ قرآن کریم نے بتایا، نہ انجیل، نہ توریت نے اور نہ زبور نے تو یہاں بھی مصنف رسالہ عجب کرے گا، کہ کسی نبی نے بات نہیں کہی اور آپ نے کیسے کہہ دی۔ ہاں اگر قرآن کریم میں اس بات کی نفی ہو تو پھر اعتراض کی صورت بن سکتی ہے۔

ثانیاً: یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کے لیے کوئی اشارہ نہیں بلکہ آپ نے جو کچھ خبر دی ہے وہ وحی کے ذریعہ دی ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ٥﴾ (الانبیاء: ٤٥)

''کہہ دیجئے! میں تو تمہیں اللہ کی وحی کے ذریعے آگاہ کر رہا ہوں مگر بہرے لوگ بات نہیں سنتے جبکہ انہیں آگاہ کیا جائے۔''

اور فرمایا: ﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ٥﴾ (الانعام: ٥٠)

''آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ فرشتہ ہوں، میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے، اس کا اتباع کرتا ہوں، آپ کہیے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے؟ سو کیا تم غور نہیں کرتے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ حاضر و ناظر، صرف وہی چیز بتا سکتے ہیں جس کا وحی کے ذریعہ ان کو علم ہوا۔

چھبیسواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''روایت میں ہے کہ منکر نکیر سوال و جواب کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ہمیں پہلے ہی معلوم تھا تو یہ کہے گا خوب مزے کی بات ہے خدا نے نہیں بتائی، مگر بندوں نے افسانہ تراشی میں کمال کر دکھایا، یہ نہ سوچا قبر میں زندہ ہونے سے تین دفعہ کی زندگی اور تین دفعہ کی موت ماننی پڑتی ہے۔''

جواب: اس روایت میں کہاں ہے کہ منکر نکیر عالم الغیب ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ان کو معلوم ہوتا ہے ایسی بات کو افسانہ کہنا محض حدیث دشمنی ہے جس کو آج تک تمام مسلمان برحق مانتے چلے آئے ہیں کیونکہ غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو کچھ جس کو چاہے بتلاتا ہے اس سے زیادہ نہیں جانتا۔

ستائیسواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: ''اور عالم الغیب والشہادۃ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن منکر بندے یوں اعتراف کریں گے:

﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ (المومن: ١١)

مگر بندوں کی تحقیق انوکھی ہے ان کا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر قرب قیامت تک جتنے مرے اور مریں گے حقیقت میں کوئی مردہ نہیں سب عالم برزخ میں زندہ ہو کر عذاب اور ثواب حاصل کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے، جب اول بار صور پھونکا جائے گا تب سب مریں گے اور ۴۰ سال تک اسی حالت میں رہیں گے جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا سب زندہ ہو جائیں گے اور الخ؟

جواب اولاً: واقعی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے ان کے ساتھ اس صفت میں کوئی شریک نہیں اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ واقعی عام دو زندگیاں اور دو موت ہی ہوتی ہیں مگر درمیان میں ضمنی اور عارضی زندگی ان کے منافی نہیں، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور یقیناً وہ مرے رہے ہیں، دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں، لیکن وہاں ان کو اللہ تعالیٰ جیسا چاہے عذاب کر سکتا ہے ایک جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ۝ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل: ٧٤-٧٥)

''اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ ان کی طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتے، پھر تو ہم بھی آپ کو دوہرا عذاب دنیا کا کرتے اور دوہرا ہی موت کا، پھر آپ اپنے لیے ہمارے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں کسی کو مددگار بھی نہ پاتے۔"

اب صاحب رسالہ بتائیں کہ موت کے عذاب کا کیا مطلب ہے؟ ثابت ہوا کہ موت کی حالت میں بھی عذاب ہوسکتا ہے جس کی پوری کیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، مگر صرف اپنی عقل کی کوتاہی کی بنا پر انکار کر دینا صحیح نہیں ہے۔

ثانیاً: خود آیت میں وضاحت ہے کہ پہلی پھونک کے وقت سب بے ہوش ہو جائیں گے، جیسے اوپر گزرا لہٰذا ان کی حیات کا دعویٰ کوئی نہیں کرسکتا۔

اٹھائیسواں اعتراض:

کہتے ہیں کہ: "بہت سی باتیں احادیث میں ایسی ہیں جو قرآن کریم کے بالکل مخالف ہیں، چاہیے تو یہ تھا کہ ان احادیث کی مناسب تاویل کرتے اور تاویل نہیں ہوسکتی تو انکار کرتے کیونکہ کسی انسان سے غلطی ہو جانا کوئی ناممکن بات نہیں ہے، جب کہ ان کا زمانہ بھی پیغمبر خدا ﷺ سے ڈیڑھ سو سال بعد کا ہے۔"

جواب: یہ بات حقیقت کے خلاف ہے اور کوئی صحیح حدیث قرآن کریم کے خلاف نہیں، یہ اپنی سمجھ کی بیماری ہے اگر غور کیا جاتا ہے تو ان کے اندر اختلاف نہیں رہتا۔

مصنف رسالہ کو حدیث دشمنی سے خالی الذہن ہو کر دیکھنا چاہیے تو ان شاء اللہ کوئی صحیح حدیث قرآن کریم کے خلاف نظر نہیں آئے گی اور جہاں ایسا اختلاف ہو کہ کوئی تطبیق ممکن نہیں تو وہ روایت سرے سے قواعد کے لحاظ سے ضعیف یا باطل ہے، قواعد کے لحاظ سے روایت صحیح ہو اور قرآن کریم کے خلاف ہو یہ ناممکن ہے۔ صرف یہ مخالفت نہیں کہ حدیث کسی ایسی چیز کا ذکر کرے جس کا قرآن کریم میں ظاہراً ذکر نہ ہو، بلکہ مخالفت اس صورت میں ہے کہ حدیث ایسی چیز کا دعویٰ کرے جس کی قرآن کریم میں نفی ہو، جیسے اوپر بیان ہوا اور یہ بھی غلط کہ ڈیڑھ سو سال کے بعد حدیثیں لکھی گئیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ہی احادیث لکھنا شروع ہوگئی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

انتیسواں اعتراض:

کہتے ہیں: "میرا عقیدہ ہے کہ ان بزرگوں نے نبی ﷺ کے حالات کو اکٹھا کرنے میں کافی کوشش کی، قرآن پاک کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس لیے کتاب الایمان میں ایسا مواد جمع ہوگیا جو قرآن کریم کے خلاف بلکہ حضور ﷺ کے منصب کے خلاف ہے۔"

جواب: یہی آپ کا عقیدہ خطرناک ہے جس نے آپ کو حدیث کا دشمن بنایا ہے، ورنہ محدثین کی کوشش نہایت کامیاب تھی اور کوئی جھوٹی یا ضعیف حدیث، صحیح میں مخلوط نہیں ہوسکتی۔ ہم مصنف رسالہ کو مشورہ دیتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ آپ محدثین کی تعلیل کے باب کا اچھی طرح مطالعہ کریں تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ ان کی کوشش کس طرح کامیاب رہی، رسول اللہ ﷺ واقعی اس کے مکلّف ہیں کہ وہی بات بتائیں جو وحی کے ذریعہ سے آئی اور ہم نے پہلے ثابت کیا کہ وحی آپ کے پاس دو قسم کی آتی تھی۔

قرآن کریم اور حدیث دونوں وحی ہیں تو جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتلایا وہی بتاتے تھے، لہٰذا ان پر اعتراض صحیح نہیں اور ماضی خواہ حال یا مستقبل میں جو کچھ آپ نے بتایا سب اللہ تعالیٰ کی وحی کے تحت بتایا ہے، بعض چیزیں قرآن کریم کے ذریعے اور بعض حدیث کے ذریعے جو وحی کی دوسری قسم ہے، ایک کو تسلیم کرنا اور دوسرے کو نہ ماننا ایمان کے خلاف ہے، رسول اللہ ﷺ نے جو صحابہ کو بتایا وہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لکھتے تھے اور ہم تک یہ دین محفوظ ہو کر پہنچا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے رسالوں کا ذکر کتابوں میں آتا ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ یہ چیز ثابت ہوتی تو صحابہ لکھتے، ورنہ لکھنے سے محروم ہوتے، غلط ثابت ہوا۔ نیز یہ حکم خداوندی ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدۃ: ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا۔''

تب بھی صحیح ہوگا جب حدیث کو تسلیم کیا جائے، کیونکہ پورے احکام اور مسائل، قرآن کریم وحدیث شریف دونوں کو دیکھ کر معلوم کیے جا سکتے ہیں، کئی مسائل حدیث سے معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر ذرہ بھر بھی قرآن میں نہیں، اس لیے قرآن وحدیث پر ایمان لانا ہی دین کے مکمل ہونے پر ایمان لانا ہے۔

آخر میں ہم مصنف رسالہ اور ان کے ہم نواؤں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ احادیث شروح احادیث مصطلح اور اصول حدیث کی کتابیں مطالعہ کریں، ان شاء اللہ العزیز اس قسم کے اعتراضات کرنے کی خواہش ہی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے اور ذلت و گمراہی سے بچائے۔ آمین ثم آمین

❀❀❀❀

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا خبر واحد عقائد میں حجت نہیں؟

خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو روایت کرنے والا ایک شخص ہو، اصطلاحی تعریف یہ ہے، جس میں متواتر کی شرطیں مفقود ہوں، خبر واحد کی حجیت میں بعض لوگ اختلاف کرتے ہیں، آیا یہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے یا ظنی کا اکثر علماء کرام کا موقف ہے کہ یہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے پھر علماء کرام کا اختلاف ہوا کہ یہ صرف احکام میں علم یقینی کا فائدہ دیں گی عقائد میں نہیں تو شاہ رحمہ اللہ نے اپنے اس مقالہ میں (جو کہ انہوں نے جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی میں پڑھا تھا) یہ ثابت کیا تھا کہ خبر واحد جس طرح احکام میں حجت ہے اسی طرح عقائد میں بھی حجت ہے اور اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ۲۰ نکات پیش کیے ہیں جو کہ ہدیہ قارئین ہیں۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر ۱ - یہ عقیدہ نیا اور خیر القرون کے بعد کا محدث ہے کیونکہ مختلف اطراف کے لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم سے احکام اور عقیدہ کی احادیث سن کر ان پر ایمان رکھتے تھے اس وقت اصطلاحی متواتر کا وجود نہ تھا جو کہ تدوین احادیث کے بعد سامنے نکھر کر آیا۔

نمبر ۲ - اس طرح کا خیال خود ایک عقیدہ ہے جس کے لیے مخالفین کو تو قطعی دلیل سے ثبوت دینا چاہیے جو اس طرح ثابت نہیں وہ کسی عقیدہ بنانے کے لیے ان کے لیے کیسے دلیل بن سکتا ہے جس طرح کہ دوسروں کو ایسے دلائل سے استدلال کرنے سے روکتے ہیں۔

نمبر ۳ - بلکہ یہ دعویٰ کتاب وسنت کے خلاف ہے۔

(الف) ﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ﴾ (التوبة : ۱۲۲)

اور طائفہ ایک آدمی کو بھی کہا جا سکتا ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات : ۹)

تو پھر یہ انداز صرف احکام سے خاص ہے؟ عقائد کے لیے نہیں۔

(ب) ﴿يٰٓأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ﴾ (المائدة : ٦٧)

کیا یہ بھی صرف احکام کے بارے میں ہے؟ بلکہ عقائد واحکام سب اس میں شامل ہیں وغیرہا من الآیات اور احادیث بے شمار ہیں جن میں اطاعت الرسول کو اطاعت اللہ کہا گیا ہے اور اس کو باعث نجات کہا گیا ہے کیا وہ بھی صرف احکام کے لیے ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عقائد نہیں سکھائے ضرور سکھائے ہیں کتنی روایات متواترہ ہیں جن میں عقائد کا ذکر ہے۔

نمبر ٤ - یہ دعویٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کے معمول کے خلاف ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کو احادیث سناتے تھے اور کوئی کسی کو نہیں کہتا تھا کہ یہ خبر واحد ہے میں نہیں مانتا بلکہ ہر ایک حدیث سن کر اس کے مطابق اپنا عقیدہ بناتا تھا اور صحابہ کی روایات بعض صحابہ سے مروی بھی ہیں مثلاً رؤیت باری تعالیٰ، حوض الرسول صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری ثلث میں نزول باری تعالیٰ اس میں بھی بعض صحابہ بعض صحابہ سے روایات بیان کرتے ہیں اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا بلکہ اس کے مطابق عقیدہ بنایا مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کو موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے بارے میں قبول کرنا بخاری میں مذکور ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر ۵- تبلیغ دین فریضہ اسلامی ہے اور دین کے پہنچانے میں عقیدہ کا پہلا نمبر ہے اور احکام کا نمبر دوسرا ہے پھر اگر اخبار آحاد عقائد میں حجت نہیں تو ثابت ہوا کہ دین کی تبلیغ پوری نہیں ہوئی اور یہ باطل ہے۔

نمبر ٦- رسول اللہ ﷺ نے مختلف ملکوں میں ایک یا دو دو صحابہ کو دعوت اسلام کے لیے بھیجا کیا یہ دعوت صرف احکام کی تھی؟ اور اگر خبر واحد عقیدہ میں حجت نہیں تو کیا پھر اس ایک یا دو آدمی بھیجنے سے ان لوگوں پر حجت قائم ہوئی؟ اور آیت ﴿فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ (الانعام: ۱٤۹) کا مفہوم کیا رہے گا؟

بلکہ آپ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا: ((انك تقدم علی قوم اهل الکتاب فلیکن اول ما تدعوهم الیهم عبادة الله عز وجل)) پس سب سے پہلے ان کو عقیدہ کی دعوت ہے پس کیا یہ دعوت ان کے لیے واجب القبول تھی یا نہیں؟ اور جن لوگوں نے اس دعوت کو قبول کر کے اسلام لایا کیا یہ اسلام صحیح ہوا۔

نمبر ۷- اس عقیدہ سے سامعین میں بھی تفاوت رہے گا مثلاً صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی عقیدہ براہ راست سنا تو اس کے لیے تو وہ واجب القبول ہے کیونکہ نبوت پر یقین ہے لیکن جس کسی دوسرے صحابی نے یا تابعی نے اس صحابی سے وہی عقیدہ سنا تو اس کے لیے وہ واجب القبول نہیں کیونکہ خبر واحد ہے اس سے ظاہر ہوا کہ یہ عقیدہ فی نفسہا حق نہیں ہے ورنہ بعض کے واجب القبول اور بعض کے لیے نہیں کیوں؟ اور آیت ﴿لانذر کم به ومن بلغ﴾ (الانعام: ......) کا کیا مطلب ہوگا پس جس عقیدہ کی بنیاد باطل ہو وہ خود باطل ہے۔

نمبر ۸- بلکہ اس سے ایک اور باطل عقیدہ نکل آتا ہے وہ یہ کہ صحابہ کے بعد کسی کے لیے عقائد میں احادیث لینا ہی ضروری نہ رہا کیونکہ تواتر کا تصور تو تدوین کے بعد ہوا اب مخالفین کو دو باتوں میں سے ایک ضرور قبول کرنی ہوگی یا تو یہ کہیں کہ حدیث سے کوئی عقیدہ ثابت نہیں ہوتا اگرچہ متواتر بھی اس کی مؤید ہو کیونکہ خیر القرون میں تو ایسا انتظام نہیں تھا بعد میں بھی جو کم علم ہیں خاص طور پر جو خبر واحد کے منکر ہیں ان کو تو یقین کا علم حاصل ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا عقیدہ کے بارے میں تو بالکل احادیث سے ہاتھ اٹھالیں گے اور یا یہ کہیں کہ ہر عقیدہ کے لیے متواتر کا ملنا مشکل ہے اور اس حد تک پہنچنا متعذر ہے لہٰذا آحاد سے بھی عقیدہ لیا جائے گا، پہلی صورت میں احادیث کا انکار لازم آئے گا اور دوسری صورت میں یہ محدث عقیدہ بےکار رہے گا۔

نمبر ۹- اگر کوئی محدث یا امام فن کسی حدیث کو متواتر کہہ دے تو کیا اس کی یہ بات قبول کی جائے گی۔ یا نہیں پہلی صورت میں یہ خود خبر واحد ہے کیسے قبول کی جائے گی جو چیز خود قابل قبول نہیں وہ کسی دوسری چیز کے قابل قبول ہونے کا باعث کیسے بنے گی دوسری صورت میں پھر کوئی متواتر ہی نہیں لہٰذا یہ عقیدہ لغو اور عبث رہا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر ۱۰- احکام اور عقائد میں فرق کرنا کہ پہلے قسم میں خبر واحد معتبر ہے دوسری میں نہیں یہ خود ان کا اپنا ذوقی مسئلہ ہے کیونکہ جب ان کو خبر واحد پر یقین تو پھر احکام میں قبول کرنا کوئی قاعدہ نہیں ہوا بلکہ اپنا ذوق ہے جو کسی دوسرے پر حجت نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے علم حدیث کی قطعیت پر کوئی حرف آ سکتا ہے مثلاً کسی آدمی کا دوست ہے اس کو سچا سمجھتا ہے اس پر مکمل اعتماد ہے وہ جب اس کو کوئی بات بتاتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ فلاں بات میں میری تصدیق کرنا فلاں میں نہ کرنا یہ تکلیف مالا یطاق ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے:

﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۷)

اور یہ آیت اب تک اور پھر آخر دنیا تک محکم اور سب کو مخاطب ہے، پھر یہ کہنا جو بات تم کو میرے نبی (ﷺ) کے طرف سے احکام میں جیسے بھی پہنچے تو قبول کر لینا اگر عقائد کے متعلق ہو تو متواتر کے علاوہ واحد کو قبول نہ کرنا یہ اولاً تکلیف مالا یطاق ہے کیونکہ اس کے بابت معلوم کرنا کہ متواتر ہے یا نہیں مشکل امر ہے پھر کسی ایک کو علم یقین حاصل ہو جائے مگر اس کے سامع کو نہیں یا اس کو حاصل ہے مگر دوسروں کو نہیں پھر عقائد و اعمال کا فرق کرنا وغیرہ۔

ثانیاً: خود اس کا اعتقاد اس کے دوست کے متعلق پورا نہیں رہا بلکہ اس کی امانت و عدالت بھی مقدوح ہو جائے گی قاضی شریک بن عبداللہ النخعی سے کہا گیا کہ بعض لوگ صفات کی احادیث میں جرح کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ جن لوگوں نے یہ حدیثیں ہم تک پہنچائیں انہوں نے تو قرآن بھی پہنچایا اور انہوں نے یہ بھی پہنچایا کہ نماز پانچ وقت ہیں اور بیت اللہ کے حج اور رمضان کے روزوں کی تفصیل ہم تک پہنچائی۔ (كتاب الشريعة الآجری، ص ۳۰۶)

امام اسحٰق بن راہویہ سے کہا گیا کہ تو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو نزول فرماتا ہے آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے ہم سب کی طرف نبی ﷺ کو بھیجا آپ کی حدیثیں ہم تک پہنچیں انہی کی بناء پر ہم لوگوں کے خون اور مال کو حلال و حرام کرتے ہیں اور عورتوں کے حلال و حرام ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اگر ان کا یہ نقل معتبر ہے تو وہ نقل یعنی نزول کے بارے میں بھی معتبر ہے اگر وہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ (الاسماء والصفات للبیہقی: ۴۵۲)

نمبر ۱۱- خبر واحد کی حجیت کے منکر کا یہ عقیدہ اس وقت سنا جائے جبکہ اعمال عقیدہ کے بغیر ہوں اور عقیدہ عمل کے بغیر ہو، مثلاً ایک شخص صرف نظافت کے لیے وضو یا غسل کرتا ہے یا ورزش کی خاطر نماز پڑھتا ہے یا صحت کے خاطر روزے رکھتا ہے یا سیر و سیاحت کے لیے حج کرتا ہے اور اس کا یہ عقیدہ نہیں کہ مجھ پر اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا فرض ہے جو ادا کرتا ہوں یا میں اس کا بندہ ہوں مجھے اس طرح عبادت کا حکم ہے تو کیا یہ اعمال معتبر ہوں گے اور اسی طرح ایک آدمی کو یہ معرفت حاصل ہے کہ اللہ ایک ہے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں لیکن تصدیق نہیں کرتا تو کیا یہ معرفت قلبی تصدیق کے بغیر کارگر ہوگی؟ اور ظاہر ہے کہ تصدیق قلب کا عمل ہے ثابت ہوا عمل کے بغیر صرف معرفت کافی نہیں پس جب عقیدہ وعمل ایک دوسرے سے جدا نہیں کسی صورت میں یہ کہنا کہ خبر واحد احکام میں معتبر ہے اور عقائد میں نہیں انتہائی مضحکہ خیز عقیدہ ہے۔ اسی طرح احکام میں بھی عقیدہ کا دخل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ (النحل: ١١٦)

ثابت ہوا کہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حلال یا حرام کہنا اللہ پر جھوٹ بولنا ہے۔ پس جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ خبر واحد احکام میں حجت ہے تو عقیدہ میں بھی ہو جائے گی اور کوئی حکم عقیدہ سے علیحدہ نہیں اور یقیناً کسی کام کو افتراء علی اللہ کہنا عقیدہ کی بات ہے۔

نمبر ۱۲ - بلکہ اس خطرہ سے عقائد میں خبر واحد کو قبول نہ کرنا کہ یہ امر عظیم ہے، یہ بہانہ بھی صحیح نہیں کیونکہ عقائد کی بنسبت احکام میں قبول کرنا زیادہ خطرناک ہوگا کیونکہ اگر خبر واحد کی بناء پر کسی نے کوئی عقیدہ اختیار کیا اور وہ غلط ہے تو اس کے برے نتائج اکثر حالات میں اس کی ذات تک محدود رہیں گے لیکن احکام کے اندر پورے مجمع کو متاثر ہونا پڑتا ہے مثلاً کسی کا ہاتھ کاٹنا یا قصاص میں قتل کرنا یا رجم کرنا کسی کے مال اور دم اور فروج کو حلال کرنا ان کے اثرات کی لپیٹ میں کئی لوگ آسکتے ہیں پس اس عذر کی مثال تو یہی ہے کہ فر من المطر قام تحت المیزاب، اب اگر ان سے کہا جائے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ جبکہ عمل اور عقیدہ ایک دوسرے کو متضمن ہیں تو پھر ہر حالت میں خبر واحد اگر قواعد کے رو سے صحیح ہے تو اعمال خواہ عقائد سب میں واجب القبول ہے تو اس کا جواب مخالفین کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

نمبر ۱۳ - البتہ ان کے اس عقیدے سے خود اعمال واحکام میں بھی خبر واحد کو رد کرنا لازم آئے گا کیونکہ بعض ایسی احادیث ہیں جو بظاہر اعمال سے تعلق رکھتی ہیں مگر وہ کئی امور اعتقادیہ کو بھی متضمن ہیں، مثلاً صحیحین کی حدیث میں ہے:

((اذا جلس احدکم فی التشهد الاخير فليستعذ بالله من اربع يقول: اللهم انی اعوذبك من عذاب القبر ومن عذاب جهنم ومن فتنة المحيا والممات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومن شر فتنة مسيح الدجال))

پس اس عقیدے والے اس حدیث کو معمول بنائیں گے یا نہیں اگر بنائیں گے تو لازم آئے گا کہ اعتقادی باتوں کو بھی خبر واحد سے مانتے ہیں اور اگر یہ کہیں گے کہ ہم ان باتوں کو (عذاب قبر اور دجال وغیرہ) نہیں مانتے ہیں تو یہ غلط ہوگا کیونکہ یہ عمل خود اعتقاد کو مستلزم ہے ورنہ ہم کہیں گے کہ جس چیز کے وجود کے تم قائل نہیں اس کے بارے میں اللہ سے پناہ کیوں مانگتے ہو یہ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے استہزاء ہے اور اس کے دین اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑانا ہے اور اگر اس حدیث ہی پر عمل نہیں کریں گے تو ان کا یہ قاعدہ غلط ہوگا کہ احکام میں خبر واحد حجت اور واجب العمل ہے اور ہم کہنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ لوگ دراصل حدیث ہی کے منکر ہیں اس کو شریعت کا ماخذ ہی نہیں مانتے بلکہ صرف بہانے ہیں اور شبہات ہیں جن کو لوگوں کے گمراہ کرنے کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔

نمبر ۱۴- اور یہ لوگ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ اس قاعدہ پر اہل اصول کا اجماع ہے حالانکہ یہ دعویٰ غلط ہے ائمہ دین اس کے خلاف ہیں بلکہ وہ خبر واحد کو حجت مانتے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ میں اس کو اچھی طرح بیان کیا ہے اور اسی طرح امام ابن حزم رحمہ اللہ نے الاحکام فی اصول الاحکام میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال نقل کیے ہیں اس طرح شرح عقائد نسفیہ میں چند مقامات پر خبر واحد سے استدلال کیا گیا ہے مثلاً حدیث سجلات کو معتزلہ کے جواب میں لایا ہے۔

نمبر ۱۵- بلکہ ان اخبار کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہونا یہ خود دلیل ہے کہ یہ اخبار ہر حالت میں حجت ہیں احکام سے خاص نہیں۔

نمبر ۱۶- بلکہ اس عقیدے کے احداث سے پہلے سلف صالحین اخبار آحاد کو عقائد خواہ احکام میں تسلیم کرتے ہیں۔

نمبر ۱۷- اگر خواہ مخواہ ان کو ظنی کہیں گے تو بھی غالب گمان ہونے میں کسی کو انکار نہیں ہیں محض ظن نہیں رہا تو کیا ان سے اثبات عقیدہ نہیں ہوسکتا ہے حالانکہ سب نے اس سے لیا ہے۔

نمبر ۱۸- اور حصول العلم بھی نسبی ہے کبھی زید کو حاصل ہوتا ہے تو عمرو کو نہیں یہ ان کے اعتقاد کی بناء پر ہے پس اگر ان مخالفین کو علم حاصل نہیں لیکن محدثین جو کہ ایمان کامل رکھتے ہیں کیا ان کو بھی حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔

نمبر ۱۹- اس سے لازم آتا ہے کہ عقائد میں صرف قرآن حجت ہوسکتا ہے جیسا کہ منکرین حدیث لوگوں کا خیال اور وطیرہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر۲۰- نیز اس عقیدہ سے کئی ایسے عقائد کا رد کرنا لازم آئے گا جن کو مسلمان سلف میں مانتے چلے آئے ہیں جن کی چند مثالیں یہ ہیں:

۱۔ آدم علیہ السلام کی نبوت۔

۲۔ محمد ﷺ کا دوسرے انبیاء سے دوسرے سے افضل ہونا۔

۳۔ محشر میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت عظمیٰ

۴۔ اہل کبائر کے لیے آپ ﷺ کی شفاعت۔

۵۔ کئی ایسے معجزات جن کا ذکر قرآن میں نہیں مثلاً انشقاق القمر

۶۔ وہ احادیث جن سے بدء الخلق، صفات الملائکہ اور جنت ونار کا مخلوق ہونا اور حجر اسود کا جنت سے آنا وغیرہ میں صریح ہیں۔

۷۔ آپ کی وہ خصوصیات مثلاً جنت میں داخل ہونا، اہل جنت اور ان کے نعمتوں کو دیکھنا اور آپ کے قرین جن کا اسلام لانا وغیرہ۔

۸۔ دس صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق جنت کا فیصلہ دینا۔

۹۔ منکر نکیر کا قبر میں سوال۔

۱۰۔ عذاب القبر۔

۱۱۔ ضغطة القبر۔

۱۲۔ میزان ذوالکفتین کا ذکر۔

۱۳۔ صراط والجسر۔

۱۴۔ حوض کوثر اور جو اسے پیئے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

۱۵۔ اس امت کے ستر ہزار لوگ جنت میں بغیر حساب کتاب کے جائیں گے۔

۱۶۔ محشر میں انبیاء سے تبلیغ کے بابت سوال۔

۱۷۔ قیامت، حشر ونشر کی صفات جو احادیث میں مذکور ہیں۔

۱۸۔ قضاوقدر کے خیر وشر پر ایمان رکھنا اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی سعادت وشقاوت اور رزق واجل لکھ دیا ہے۔

۱۹۔ اس قلم پر ایمان رکھنا جس سے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز لکھی ہے۔

۲۰۔ قرآن کے متعلق عقیدہ رکھنا کہ وہ حقیقتاً کتاب اللہ ہے نہ کہ مجازاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۱۔ عرش وکرسی پر ایمان رکھنا کہ حقیقتاً ہے نہ کہ مجازاً

۲۲۔ اہل کبائر کا ہمیشہ جہنم میں نہ رہنا۔

۲۳۔ شہداء کے روح جنت میں سبز پرندوں میں ہوں گے۔

۲۴۔ زمین پر انبیاء کے جسم کو کھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔

۲۵۔ اللہ کے ملائکہ سیاحین جو سلام آپ تک پہنچاتے ہیں۔

۲۶۔ قیامت کی جمیع نشانیاں مثلاً خروج مہدی، نزول عیسیٰ علیہ السلام دجال، دابۃ الارض وغیرہا جن کا صحیح احادیث میں ذکر ہے۔

۲۷۔ تہتر فرقوں کی حدیث۔

۲۸۔ اسماء اللہ الحسنٰی اور صفات جن کا احادیث میں ذکر ہے۔

۲۹۔ معراج کی احادیث۔

یہ سب وہ عقائد ہیں جن کے بابت صحیح احادیث وارد ہیں جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے حالانکہ مسلمان سب کو مانتے ہیں۔

❀❀❀❀

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

نماز کے مسائل 2

نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ایک دوست اللہ ڈنو صاحب نے شاہ صاحب رحمہ اللہ سے عرض کی کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق ایک رسالہ لکھ کر دیں تا کہ ہم اپنی نماز سنت کے مطابق ادا کریں تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کو ۱۳۶۷ ہجری میں ایک رسالہ بنام ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین کے لیے تحفہ'' تحریر کر کے ارسال کیا جو ابتداء میں اسی نام سے شائع ہوا اور بعد میں کچھ اضافہ وحواشی کے ساتھ نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے شائع ہوا۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمد لله رب العالمين، الرحمن الرحيم، مالك يوم الدين، اياك نعبد واياك نستعين، والصلاة والسلام على امام المرسلين، ليلة المعراج صلى بهم اجمعين، وعلى اهل طاعته واتباعهم الى يوم الدين، يوم يحكم بهم المحافظين لصلاتهم والساهين عنها والغافلين.

امابعد! www.Kitabosunnat.com

یہ مختصر رسالہ جو آج سے تقریباً ایک تہائی صدی قبل ۱۳۶۷ ہجری میں بنام ''نبی کریم ﷺ کے محبین کے لیے تحفہ'' شائع ہوا تھا۔ یہ رسالہ ایک دوست محبّ السنہ "اللہ ڈنو جیسر" ساکن مورو کے شوق اور استدعا پر لکھا گیا تھا جس میں وتر پڑھنے کا مسنون طریقہ اور نماز پڑھنے کا طریقہ جو صحیح احادیث میں جو کہ دو جہانوں کے سردار اور امام الرسل رسول اللہ ﷺ کے ترتیب وار مروی ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔

اس رسالہ کو مختصر اور عام فہم عبارت کے ساتھ بحوالہ کتب احادیث سے مرتب کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ انتہائی قلیل عرصہ میں نایاب ہوگیا تھا اور سندھ میں اللہ کے نیک بندے اپنی نمازوں کو سنت کے مطابق درست کرنے لگ گئے۔ اور مساجد میں سنت کے مطابق نماز کی ادائیگی دیکھنے میں آنے لگی۔ والحمد للہ رب العالمین

چند سالوں سے سندھ کی جماعت اہل حدیث اسی شوق وجذبے کا اظہار کرتی رہی کہ اس رسالے کی دوبارہ اشاعت کی جائے تاکہ جماعت اہل حدیث جو کہ سندھ میں قریہ قریہ بستی بستی پھیلی ہوئی ہے اس کے لیے یہ رسالہ سہارہ بنا رہے اور تبلیغ کا بہترین ذریعہ بنا رہے۔ بالآخر اس کار خیر کی توفیق جمعیت نوجوانان اہلحدیث سعید آباد کی مقدر میں لکھی ہوئی تھی انہوں نے راقم الحروف سے نظر ثانی کرنے کے لیے استدعا کی۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے پھر اس کو از سر نو تحریر کیا گیا اور نئی تحقیق کے مطابق چند مسائل کی مزید وضاحت کی گئی اور جو بعض اہم مسئلے پہلی تصنیف میں رہ گئے تھے ان کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ دوست و احباب مطالعہ کر کے سنت کے مطابق پانچوں وقت کی نماز فرائض، نوافل ادا کرنے کی سعی فرمائیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

((صلوا كما رأيتموني اصلي)) (بخاری، مسلم، ابن خزیمه، ابن حبان، المنتقى لابن الجارود وصحیح ابی عوانه وغیره)

''نماز اسی طریقے کے مطابق پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے سعادت مند تھے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے آپ کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں۔ اور اسی طریقے کو یاد کرتے ہوئے اپنے تلامذہ (تابعین) کو سکھائی اور انہوں نے تبع تابعین اور انہوں نے اپنے شاگردوں کو پھر ہم تک صحیح اور متصل اسناد و روایات سے یہ طریقہ پہنچا۔ اب ہم پر لازم ہے کہ جو ان کا طریقہ ہم تک پہنچا ہے اور کتب احادیث میں محفوظ ہے اور ہر ایک کو اس کی معلومات ہے تو پھر اس کے مطابق اپنی نمازیں ادا کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر : ۷)

"رسول اللہ جو کچھ تمہیں دیں (جو کچھ قول و فعل سے ملے) وہ تم لے لو اور جس چیز سے تمہیں منع کرے اس سے باز آؤ۔"

اور اللہ تعالیٰ کو وہی طریقہ پسند ہے جس پر آپ ﷺ چلے ہیں۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب : ۲۱)

"(مسلمانو!) تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ ایک بہترین نمونہ ہیں۔"

اس لیے کسی مذہب کے قیل وقال کے بغیر رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہی نماز ادا کرنی چاہیے۔ یہی مذہب تمام ائمہ دین کا ہے جن کا قول ہے:

((اذا صح الحديث فهو مذهبي)) (الشامی وغیرہ)

"جب بھی کوئی حدیث صحیح ثابت ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔"

آخری التماس:

یہ ہے کہ پڑھنے والے بھائی مجھے اور میرے اہل و اولاد کو اپنی نیک دعاؤں میں ہمیشہ یاد فرمائیں۔

اللهم لك الحمد والشكر صباحا ومساء اياك نعبد واياك نستعين ، اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضآلين . آمين

العبد

ابو محمد بديع الدين شاه الراشدي المكي

غفرله ولوالديه

بيوم الجمعة ۲۵ ربيع الثاني ۱۴۰۵ھ

الموافق ۱۸ يناير ۱۹۸۵م

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ، الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى . امابعد!

معلوم ہونا چاہیے کہ ہم سے دو باتوں کے متعلق پوچھا گیا ہے (۱) نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ (۲) وتر کی ترتیب۔

نماز کا طریقہ/ نماز کی ترتیب:

نماز کی ترتیب کے متعلق عرض ہے کہ آپ ﷺ جب بھی نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہہ کر شروع کرتے۔ عام لوگوں کی طرح زبان سے نیت نہیں کرتے تھے کیونکہ نیت فقط دل کے ارادے کا نام ہے۔ اس لیے زبان سے کہنا بدعت ہے، آپ ﷺ اللہ اکبر کہنے سے پہلے یا بعد میں دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے تھے اور ہتھیلیاں قبلہ رخ کرتے تھے اور انگلیاں بھی کھلی رکھتے تھے۔ (ابن حبان، سنن اربعہ، بیہقی وغیرہ) اور کبھی کانوں کے برابر ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ (نسائی، ابوداؤد وغیرہ) اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو سینے پر اس طرح باندھتے تھے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھتے جس طرح صحیح ابن خزیمہ، مسند احمد، بیہقی میں احادیث مروی ہیں اور صحیح بخاری میں حدیث ہے جس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ دائیاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھتے تھے اس طرح ہاتھ سینے پر ہی رہیں گے، اس سے نیچے نہیں جائیں گے۔ اس طرح سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ کی پشت پر یا پوری کلائی پر یا کسی بھی جگہ پر رکھے تو درست ہے۔ (ابوداؤد، بیہقی، دارقطنی المحلی وغیرہ) باقی سینے کے علاوہ کہیں بھی ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں وہ آپ کے طریقے کے خلاف کر رہے ہیں۔

دعائے استفتاح:

ہاتھ باندھنے کے بعد آپ ﷺ اکثر و بیشتر یہ دعا پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ)) (بخاری ومسلم وغیرہا)

''یا اللہ! میرے گناہوں میں مشرق ومغرب جیسی دوری فرما۔ یا اللہ! مجھے گناہوں سے ایسے پاک و صاف فرما جیسے کہ سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ یا اللہ! میرے گناہوں کو اپنی رحمت کے پانی، برف اور اولوں سے دھو کر صاف فرما۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ دوسری دعائیں بھی احادیث سے ثابت ہیں اور ان کا پڑھنا بھی مسنون ہے جیسا کہ عام طور پر یہ دعا "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" پڑھی جاتی ہے۔ اس کے متعلق نصب الرایہ میں طبرانی کی کتاب الدعا کے حوالے سے ایک حدیث مروی ہے جس کے تمام رواۃ پختہ اور معتبر معلوم ہوتے ہیں۔ اسی لیے نئی تحقیق کے مطابق یہ دعا پڑھنا بھی سنت ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ .))

"یا اللہ! تیرے لیے ہی پاکیزگی ہے اور تیری ہی تعریف ہے اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیری بزرگی بلند شان والی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"

دعا پوری کرنے کے بعد پھر اس طرح کہتے تھے:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ))

اس کے بعد

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)) کہہ کر پھر سورۃ فاتحہ (الحمد شریف) پڑھتے تھے۔ سورۂ فاتحہ پوری کرنے کے بعد "آمین" کہتے تھے۔ (مشکوٰۃ سنن اربعہ وغیرہ)

نوٹ: آپ نماز فجر، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت بآواز بلند پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ظہر اور عصر کی نماز میں بھی کوئی ایک آیت بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

بسم اللہ جہراً پڑھنا چاہیے:

اور آپ ﷺ جہری نماز میں بسم اللہ جہری اور سری نماز میں بسم اللہ سری پڑھتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ سری ہی پڑھنی چاہیے۔

مگر صحیح بات یہ ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنے کے بارے میں کوئی بھی صحیح یا صریح حدیث نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ مگر یہ صریح دلیل نہیں ہے کیونکہ دیگر احادیث میں واضح طور پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بآواز بلند پڑھنے کا ذکر موجود ہے۔ اسی لیے یہ نص قاطع ہے اور علماء کے نزدیک مثبت منفی پر مقدم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ صحیح مسلم کے الفاظ صحیح ہونے میں بھی بڑی کلام ہے۔ اس لیے صحیح عمل اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ جہری نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہری ہی پڑھا کرتے تھے اور بسم اللہ ہر سورت کی ابتدائی آیت بھی ہے۔ کیونکہ جو قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نازل ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا اور لکھا اس میں سورۃ التوبہ کی علاوہ تمام سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے۔ (بیہقی) اور بسم اللہ ہر سورت کے شروع میں نازل ہوتی رہی تھی۔ (مسلم) اور ایک حدیث میں آپ کا فرمان ہے کہ یہ سورت فاتحہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پہلی آیت ہے۔ (دار قطنی، بیہقی)

بلند آواز سے آمین کہنا:

اور آپ ﷺ جہری قرأت و نماز میں ''آمین'' ہمیشہ بآواز بلند کہتے تھے۔ (بخاری، ترمذی، ابوداؤد، بیہقی وغیرہم)

اور آپ ﷺ نے آہستہ آمین کبھی نہیں کہی اور اس بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث مروی نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کی آمین تو عورتوں کی صفوں میں بھی سنی جاتی تھی۔ (طبرانی) اور کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے آہستہ آمین کہنا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں عطاء بن ابی رباح تابعی سے روایت لائے ہیں کہ میں نے کعبۃ اللہ میں دوسو اصحاب الرسول ﷺ سے بآواز بلند ''آمین'' کہتے ہوئے سنا ہے۔ اور جو لوگ بآواز بلند آمین کہنے پر ناراض ہوتے ہیں، یہ حقیقت میں سنت کے دشمن ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں یہودی بآواز آمین کہنے پر ناراض ہوتے تھے۔ (ابن ماجہ) اور آپ ﷺ نے اس پر حسد کرنے والوں کو یہودی کہا ہے۔ (ابن السکن) اور آپ ﷺ سے تین مرتبہ آمین کہنے کے بارے میں طبرانی میں پختہ راویوں سے ایک روایت منقول ہے جیسا کہ صاحب مجمع الزوائد کا کہنا ہے، مگر یہ شاذ ہے، اس لیے ایک مرتبہ کہنے میں ہی احتیاط ہے جیسا کہ عام روایتوں میں صرف آمین کہنے کا ذکر ہے۔ دو یا تین مرتبہ کہنے کا ذکر نہیں ہے۔

نیز مشہور حنفی عالم عبدالحیٰ لکھنوی صاحب موطا محمد کے حاشیہ میں لکھتا ہے کہ حق اور انصاف کی بات تو یہی ہے کہ دلیل کے لحاظ سے آمین بالجہر کہنا ہی زیادہ قوی ہے اور السعایۃ میں لکھا ہے کہ میں نے کئی سال کوشش کی لیکن مجھے کوئی بھی ایسی صحیح حدیث نہیں ملی جس میں رسول اللہ ﷺ سے آہستہ آمین کہنے کا ثبوت ملتا ہو۔

سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں:

معلوم ہونا چاہیے کہ سورۃ فاتحہ (الحمد شریف) نماز کا رکن ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، خواہ اکیلا ہو یا امام کی اقتداء میں، جہری نماز ہو یا سری نماز، عام نماز ہو یا نماز جنازہ۔ کسی میں بھی اگر سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ نماز ہرگز نہیں ہوگی کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس شخص نے بھی نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز ہی نہیں۔ (بخاری، مسلم وغیرہما) اور جو لوگ کہتے ہیں کہ مقتدی نہ پڑھے تو ان کے پاس کوئی ثبوت یا دلیل نہیں ہے اور بعض لوگ اس سے دلیل لیتے ہیں کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ ''جب قرآن پڑھا جائے تو تم خاموش ہو کر سنو!...... الخ۔ چونکہ اسی لیے امام کے پیچھے سورت فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے۔ سو یہ ان کی ناسمجھی ہے کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اور آپ ہی سب سے زیادہ بہتر، مطالب تفسیر اور معانی کو سمجھنے والے ہیں، تو آپ ہی نے حکم دیا ہے تو وہ مسلمان کے لیے کافی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ آپ ﷺ نے صاف الفاظ میں حکم ارشاد فرمایا ہے کہ:

((لا صلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب خلف الامام)) (رواہ البیہقی فی جزء القراء عن عبادۃ بن الصامت)

''جس نے بھی امام کے پیچھے ''الحمد شریف'' نہ پڑھی تو اس کی نماز ہی نہیں۔''

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام کا پڑھنا ہی مقتدیوں کے لیے کافی ہے۔ جو امام کے پیچھے پڑھتے ہیں گویا ان کو امام پر اعتماد اور بھروسہ نہیں۔ یہ سوال جاہلانہ ہے ایسے سوال کرنے والے سے اللہ کی قسم دے کر پوچھیں کیا وہ امام کے پیچھے "سبحانك اللهم" اور رکوع اور سجدے میں تسبیحات اور التحیات اور درود وغیرہ پڑھتے ہیں یا نہیں؟ امید ہے کہ جواب ''ہاں'' میں ملے گا۔ کیا پھر تمہیں بھی امام پر بھروسہ نہیں؟ شاید آپ کی سورت فاتحہ (الحمد شریف) سے خاص دشمنی ہے۔

نیز حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان اپنے لیے نماز پڑھتا ہے، نہ امام مقتدیوں کے لیے نہ ہی مقتدی امام کے لیے پڑھتے ہیں۔ اسی لیے ہر نماز کو اپنی ہی احکام کی بجا آوری کرنی ہے۔ تعجب اور باعث عبرت بات یہ ہے کہ امام مقتدیوں کی دعاؤں کا بوجھ تو اٹھا نہیں سکتا، پھر الحمد شریف جیسی عظیم برکت والی سورت کا بوجھ کیسے اٹھائے گا؟ حالانکہ ان کی دعاؤں کی فضیلت اس مبارک سورت کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ فتدبروا یا اولی الالباب

ناظرین کرام!

رسول اللہ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مدینے کی گلیوں میں صدا دے دو اور اعلان کر دو کہ "الحمد" کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ (جزء القراءۃ للبخاری وبیہقی وغیرہ) یہ اعلان بھی صاف بتاتا ہے کہ یہ حکم تمام نمازیوں کے لیے ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا جو بھی امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ سورۃ الحمد پڑھے۔ (مسند الشامیین للطبرانی) نیز نسائی، ابوداود، ترمذی ابن ماجہ، ابن حبان، دارقطنی، بیہقی وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے خاص مقتدیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے الحمد کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھو۔ کیوں؟ اس لیے کہ جس نے الحمد شریف نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔

آمین کہنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہتے پھر آپ قرآن مجید کی کوئی دوسری سورت تلاوت کرتے۔ سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ کے درمیان کچھ دیر خاموش رہنا مسنون ہے تاکہ مقتدی آسانی سے سورۃ فاتحہ پڑھ سکیں۔ (جزء القراءۃ للبخاری)

نماز میں قرأت:

آپ ﷺ کی اکثر عادت مبارکہ یہ ہوتی تھی کہ نماز فجر اور نماز ظہر میں قرأت لمبی کرتے اور عصر اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عشاء کی نمازوں میں درمیانی قراءت کرتے اور نماز مغرب میں قرأت چھوٹی کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات چھوٹی قرأت کی جگہ لمبی قرأت اور لمبی قرأت کی جگہ چھوٹی قرأت بھی کیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ! کیسا آسان دین ہے۔ جیسا کہ عام کتب احادیث میں تفصیل موجود ہے اور آپ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ہمیشہ پہلی رکعت میں سورۃ "آلمٓ السجدۃ" اور دوسری رکعت میں "ھل اتی علی الانسان" پڑھتے تھے۔ (صحاح ستہ، طبرانی صغیر، مسند احمد وغیرہ) جمعہ کے دن نماز فجر میں ان کے علاوہ اور سورتیں پڑھنا خلاف سنت ہے۔ کبھی کبھی دو دو یا تین تین یا اس سے زائد سورتیں بھی ایک ہی رکعت میں پڑھتے تھے۔ (بخاری وغیرہ) اور کبھی کبھی ایک ہی آیت پڑھتے تھے۔ (مسلم وغیرہ) اور کبھی تو فقط الحمد ہی پڑھتے تھے۔ (مسند احمد) اور کبھی کبھی ایک ہی سورت دونوں رکعتوں میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ (ابوداؤد) اور نیچے سے اوپر کی طرف پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ (بخاری وغیرہ) اور بعض مرتبہ آخری دونوں رکعتوں میں سورت فاتحہ کے ساتھ اور بھی سورت پڑھتے تھے اور نہیں بھی پڑھتے تھے۔ (بخاری، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ) قرأت پوری کرنے کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہتے تھے۔ (سانس لینے کے لیے) (ابوداؤد وغیرہ)

رکوع اور اس کی تسبیح:

پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کے لیے جاتے اور رکوع کی تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے تھے جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھتے اور کہنیوں کو پہلو سے دور رکھتے اور پیٹھ بالکل سیدھی رکھتے اور سر مبارک نہ زیادہ اوپر اٹھاتے اور نہ ہی زیادہ جھکاتے بلکہ پیٹھ کے برابر رکھتے تھے۔ (مشکوٰۃ بلوغ المرام وغیرہ) اور اپنے بازو مبارک کو بالکل سیدھا رکھتے تھے۔ (ترمذی) اور رکوع میں اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ)) (بخاری ومسلم)

"تیرے لیے ہی پاکیزگی ہے، اے ہمارے پروردگار! اور تیری ہی تعریف ہے۔ یا اللہ! مجھے بخش دے۔"

اور کبھی آپ یہ دعا پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ۔

یعنی "پاکیزگی ہے میرے عظمت والے رب کے لیے۔"

ان کے علاوہ اور بھی دعائیں پڑھی ہیں اور یہ سب مسنون ہیں لیکن پہلی دعا افضل ہے، کیونکہ آپ ﷺ اکثر یہی دعا پڑھتے تھے اور جتنی بار ہو سکتا اتنی ہی بار پڑھتے تھے، حتیٰ کہ مقتدیوں کو گمان ہو جاتا تھا کہ شاید آپ رکوع سے اٹھنا ہی بھول گئے ہیں۔ (مسلم، بخاری، ترمذی، وغیرہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام بعد الرکوع:

تسبیحات کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہوتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ واپس لوٹ آتیں۔ (مشکوٰۃ) اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے تھے۔

رفع الیدین کا مسئلہ:

رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا تقریباً پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ (فتح الباری) جن میں سے چند کے حوالے دیئے جاتے ہیں۔

ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی المرتضی رضی اللہ عنہم کی احادیث سنن الکبریٰ للبیہقی میں ہیں۔ ابن عمر اور مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہما کی صحیح بخاری میں ہیں۔ ابو ہریرہ، ابن الزبیر، ابن عباس اور ابوحمید رضی اللہ عنہم کی سنن ابوداؤد میں ہیں۔ انس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی سنن ابن ماجہ میں ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر نام طوالت کے سبب سے نقل نہیں کیے جارہے ہیں۔

اب کسی مسلمان کو یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ اتنی تعداد میں احادیث کے ہوتے ہوئے بھی منہ موڑ سکے۔ اس سنت کے متعلق حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک دفعہ ہاتھ اٹھانے سے دس نیکیاں ملتی ہیں بلکہ ہاتھوں کی ہر انگلی کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔ (طبرانی) سبحان اللہ! اس قدر ثواب کو کون سا مسلمان ضائع کرے گا؟ اب جب رفع الیدین ثابت ہوچکی ہے تو پھر اس پر ناراض ہونا یا رفع الیدین کرنے والوں کے ساتھ بغض رکھنا ہرگز جائز اور مناسب نہیں ہے اور کسی صحابہ رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین چھوڑنا اور منع کرنا بھی کسی بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع الیدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری) بلکہ امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

((كان اذا راى رجلا لا يرفع يديه اذا ركع واذا رفع رماه بالحصى))

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جس شخص کو رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین نہ کرتے ہوئے دیکھتے تو پتھر مارتے تھے۔"

بعض جہال یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ شیعوں کی رسم ہے حالانکہ ان کو یہ معلوم نہیں کہ ہم اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہلاتے ہوئے بھی اس سنت سے محروم رہ گئے ہیں۔ ہم سے ہمارے دشمن شیعہ یہ سنت لے گئے ہیں۔

نیند میں ہو اب تک منزل پا لی غیروں نے
کیا نتیجہ اس کا ہوگا اس کا بھی کچھ کر خیال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ ان کو سوچنا چاہیے تھا کہ داڑھی رکھنا بھی سکھوں کی مشابہت ہے حالانکہ سکھ شیعوں سے بھی بدتر ہیں کیا اسی وجہ سے داڑھی منڈوا دینی چاہیے؟ حاشا و کلا

حقیقت یہ ہے کہ جو بھی سنت رسول ﷺ سے ثابت ہو اسے کسی بھی حالت میں نہیں چھوڑنی چاہیے اگر چہ اس پر اسلام کا کوئی بدترین دشمن عمل پیرا کیوں نہ ہو۔ دیکھو مسواک کرنا سنت موکدہ ہے لیکن اس پر ہندو بھی عمل پیرا ہیں۔ کیا پھر اس کو بھی چھوڑ دیا جائے؟ ہرگز نہیں! بلکہ اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

افسوس! کلمہ گو انسان نبی کریم ﷺ سے محبت کے دعوے کرنے والے سنتوں کو چھوڑے بیٹھے ہیں جبکہ دین کے دشمن اس پر عمل پیرا ہیں۔ ان فی ذلك لعبرة لمن یخشی

یہ بات بھی ہے کہ شیعہ سجدے کی حالت میں بھی ہاتھ اٹھاتے ہیں لیکن ہم اہل سنت والجماعت والے اس حالت میں نہیں اٹھاتے، کیونکہ صحیح احادیث سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بس یہی تو ان سے مخالفت ہے جس طرح کوئی داڑھی چھوڑتا ہے اور موچھیں کاٹتا ہے تو اس کو کہا جائے گا کہ اس نے آپ ﷺ کے فرمان پر عمل کیا ہے اور سکھوں کی مخالفت بھی کی ہے اسی طرح جس نے سجدے کے علاوہ رفع الیدین کیا گویا اس نے سنت پر عمل کیا اور شیعوں کی مخالفت بھی کی، دونوں خربوزے اس کی مٹھی میں آ گئے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رفع الیدین کا حکم شروع اسلام میں تھا کیونکہ مشرکین بغلوں میں بت چھپا کر نماز پڑھتے تھے اس لیے رفع الیدین کا حکم دیا گیا تاکہ یہ بت گر جائیں۔ مگر یہ بالکل نا قابل اعتبار واقعہ ہے۔ کیونکہ کسی بھی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں وہ حدیث سے اس کا ثبوت پیش کریں۔

علاوہ ازیں اگر اس بات کو مان بھی لیا جائے تو نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھانے سے بت گر جاتے ہیں، تو پھر یہ تو بتائیں کہ رکوع کرتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کرنے کی کیا ضرورت پڑی؟ ایسے حیلے اور بہانوں کے ذریعے مسلمانوں سے سنت نہیں چھڑوائی جا سکتی۔ بلکہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام مسائل میں سنت کو ملحوظ رکھے۔

رفع الیدین آپ ﷺ کا صرف عمل ہی نہیں بلکہ آپ نے دوسروں کو کرنے کا حکم بھی دیا ہے جیسا کہ امام بیہقی نے اس بارے میں کتاب الخلافیات میں ایک حدیث لائے ہیں جس کے راوی خلیفہ ثانی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے زندگی میں کسی بھی نماز میں ایک دفعہ بھی رفع الیدین نہیں چھوڑی۔

علامہ انور شاہ کشمیری نیل الفرقدین میں لکھتے ہیں کہ رفع الیدین متواتر احادیث سے ثابت ہے اس میں سے ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا ہے۔ وباللہ التوفیق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ اٹھانے کے بعد پھر اسی طرح ہاتھ باندھنا بھی ثابت ہے کیونکہ اس بارے میں عام حدیث ہے کسی بھی حدیث میں رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنا ثابت نہیں ہے۔ سنن نسائی میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ جب بھی نماز میں قائم (کھڑے) ہوتے تو دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔ اور بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ جب بھی رکوع سے سیدھے قائم (کھڑے) ہوتے تھے تو اس وقت "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہتے تھے۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونے کو شریعت نے قائم (کھڑا ہونا) کہا ہے اور اوپر سنن نسائی کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں قائم (کھڑے) ہونا سنت ہے اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو۔

نیز نماز اللہ اکبر سے سلام تک ہے، نماز میں جب بھی کھڑا ہوگا، اس کو قائم (کھڑا ہونا) کہا جائے گا اور اس کے لیے یہی حکم ہے کہ ہاتھ باندھے اور نہ کہ ہاتھ چھوڑے اور جو لوگ ہاتھ چھوڑنے کے بارے میں اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اپنے مطالعہ کی تنگی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

علاوہ ازیں جو لوگ شیعوں کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذرا غور کریں کہ ہاتھ چھوڑنا ان کے ساتھ مخالفت ہے یا موافقت۔ اور آپ ﷺ اس کھڑے ہونے کو اس قدر لمبا کرتے تھے کہ مقتدیوں کو گمان ہوتا تھا کہ شاید آپ سجدہ کرنا بھول گئے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

قیام بعد الرکوع کی دعائیں:

جس طرح کسی وقت بیرنگ لفافہ بغیر ٹکٹ کے بھیجا جاتا ہے اسی طرح بعض لوگ رکوع اور سجدے میں بغیر سیدھے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ سو ان کی کبھی نماز نہیں ہوگی کیونکہ رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا فرض ہے تو اس کے چھوڑنے سے کیسے نماز ہو سکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح نماز پڑھنے والے کو تین مرتبہ نماز دہرانے کے لیے کہا اور ہر مرتبہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ:

((اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)) (بخاری ومسلم)

"واپس جاؤ اور نماز پڑھو اس لیے کہ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں۔"

اور اس قیام میں آپ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور کبھی واؤ کے اضافے کے ساتھ وَلَكَ الْحَمْدُ . کہتے تھے۔ اور پوری دعا اس طرح ہے:

((رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ)) (بخاری وغیرہ)

نوٹ: ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ)) اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ......الخ یہ جملے امام ہو، مقتدی ہو یا اکیلا، ہر ایک کے لیے کہنا چاہیے (بخاری، دارقطنی) جیسا کہ عام کو تخصیص کی جاتی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ودونہ فرط القتاد۔ اور حقیقت میں ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ)) باعتبار تکبیر کے ہیں۔ جو آپ ﷺ سیدھا ہونے کے وقت کہتے تھے اور باقی دعا سیدھا ہونے کے بعد پڑھتے تھے۔ (بخاری و مسلم) اور یہ دعا اسی قیام کے لیے ہے۔

نوٹ: آپ کے زمانے میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کا کلمہ پیچھے بلند آواز سے بھی کہا جاتا تھا۔ (نسائی) اور جو لوگ اس پر ناراض ہوتے ہیں ان کو اس حدیث کا خیال رکھنا چاہیے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی جہر سے پڑھنے پر عمل رہا ہے۔ (ابن ابی شیبہ، المحلی وغیرہ) اور تیسری دعا کے بعد یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ. أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ. وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ. اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)) (مسلم)

''اے میرے اللہ! ہمارے پروردگار تیرے لیے (اس قدر) آسمان اور زمین بھری تعریف ہے اور اس کے علاوہ جتنا تو چاہے، اے تعریف و برتری والے جو کچھ اس بندے نے کہا تو اس کے لائق ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں۔ اے میرے اللہ! تیرے دیئے کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو تو روکے اسے کوئی دے نہیں سکتا، اور کسی عزت والے کو اس کی عزت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔''

سجدہ اور اس کا مسنون طریقہ:

پھر آپ ﷺ اللہ اکبر کہہ کر سجدے کے لیے جھکتے تھے۔ اس وقت رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ اور سجدے کے وقت زمین پر پہلے ہاتھ رکھتے تھے اور بعد میں گھٹنے رکھتے تھے۔ (صحیح ابن خزیمہ، حاکم) اور آپ ﷺ نے حکم بھی اسی طرح دیا ہے۔ (ترمذی) اور کسی بھی حدیث میں اس طرح نہیں آیا کہ آپ ﷺ پہلے گھٹنے رکھتے تھے، اس بارے میں جو حدیث ہے وہ ضعیف ہے۔ یہ ان احادیث کے مقابلے کی نہیں ہے۔ (فتح الباری، بلوغ المرام، تحفۃ الاحوذی، نیل الاوطار، سبل السلام) اور سجدے میں ناک اور پیشانی زمین پر رکھتے تھے۔

بعض لوگ پیشانی تو رکھتے ہیں لیکن ناک نہیں رکھتے تو ایسے لوگوں کی نماز نہیں ہوگی۔ (مستدرک حاکم) اور آپ ﷺ سجدے میں پیٹھ سیدھی رکھتے تھے اور کہنیوں کو پہلوؤں سے اور پیٹ کو رانوں سے دور رکھتے تھے اور ہاتھوں کو زمین پر کانوں یا کندھوں کے برابر رکھتے تھے۔ اور انگلیوں کو ملا کر قبلہ کی طرف سیدھی رکھتے تھے، گھٹنے اور پاؤں زمین پر گاڑ دیا کرتے تھے اور پاؤں کی انگلیوں کو نرم رکھ کر قبلہ کے رخ موڑتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بخاری، نسائی، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ) اور پاؤں کی دونوں ایڑیوں کو ملاتے تھے۔ (ابن حبان، ابن خزیمہ، حاکم، بیہقی وغیرہ)

سجدے کی دعائیں:

آپ ﷺ سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ))

"تیرے لیے پاکیزگی ہے، اے ہمارے پروردگار! اور تیری ہی تعریف ہے۔ یا اللہ! مجھے بخش دے۔"

اور کبھی یہ دعا پڑھتے تھے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى

یعنی "پاکیزگی ہے میرے بلند رب کے لیے۔"

ان کے علاوہ اور دعائیں بھی آپ ﷺ سے منقول ہیں۔ (مشکوٰۃ) وہ تمام مسنون ہیں مگر پہلی دعا افضل ہے کیونکہ آپ اکثر یہی دعا پڑھتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

دونوں سجدوں کے درمیان کی دعائیں:

اس کے بعد آپ ﷺ اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے اٹھتے اور اس طرح بیٹھتے کہ دائیں پاؤں کو سجدے کی حالت کی طرح کھڑا کرتے اور بائیں پاؤں کو دائیں پاؤں کی طرف موڑ کر بچھاتے اور اس پر بیٹھتے۔ (مشکوٰۃ) اور کبھی دونوں پاؤں کھڑے کر کے اس پر بیٹھتے تھے۔ (مسلم وغیرہ) اور کبھی دونوں پاؤں ایک دوسرے کی طرف بچھا کر بیٹھتے۔ (ابن خزیمہ) اور بغیر ہاتھ اٹھائے اٹھ کر بیٹھتے تھے۔ (بخاری ومسلم، دارقطنی، ترمذی وغیرہ) اور سجدوں میں رفع الیدین کرنے کے بارے میں جو احادیث ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ (جزء رفع الیدین للبخاری، کتاب العلل امام احمد بن حنبل وغیرہ) بلکہ صحیح احادیث میں اس کی نفی ہے، جس طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحاح ستہ وغیرہ میں ہے اور علی بن ابی طالب کی ترمذی میں اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی دارقطنی وغیرہ میں، اس بارے میں مروی ہیں اور بیٹھتے وقت بائیں ہاتھ سے بائیں گھٹنے کو پکڑتے تھے لیکن انگلیاں کھلی ہوتی تھیں اور دائیں ہاتھ کو مٹھی بنا کر دائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور شہادت کی انگلی کھلی اور کھڑی رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ شیطان کو لوہے کے ہتھوڑے سے بھی زیادہ سخت لگتی ہے۔ (مسند احمد)

بعض لوگوں نے انگلی کھڑی رکھنے والی سنت کو التحیات والی حالت کے ساتھ خاص سمجھ لیا ہے مگر اس بارے میں کوئی دلیل وارد نہیں ہے بلکہ روایات میں عموم معلوم ہوتا ہے یعنی آپ ﷺ تمام بیٹھنے والی حالتوں میں انگلی اٹھاتے تھے، خواہ التحیات ہو یا نہ ہو۔ (مسلم، بیہقی وغیرہ) انگلی کچھ ٹیڑھی اور جھکی ہوئی ہوتی۔ (نسائی وغیرہ) اور انگلی کو آپ ہلاتے نہیں تھے۔ (نسائی وغیرہ) اور بیٹھتے وقت اپنے بازو کو سیدھے رکھتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ابوداؤد وغیرہ) اور اس قعدے یعنی بیٹھنے کی حالت میں یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَارْزُقْنِیْ)) (مشکوٰۃ)

''اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت عطاء فرما، مجھے ہدایت عطاء فرما، مجھے رزق عطا فرما، میرے نقصان کو پورا فرما اور میرے درجات بلند فرما۔''

اور کبھی صرف ''رَبِّی اغْفِرْلِی'' کہتے تھے۔ (مشکوٰۃ) اور اس قعدے کو لمبا کرتے تھے حتی کہ مقتدیوں کو یہ گمان ہو جاتا تھا کہ شاید آپ سجدہ کرنا بھول گئے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

نوٹ: بعض لوگ اطمینان سے بیٹھے بغیر دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں اس طرح ان کی نماز ہرگز نہیں ہوگی کیونکہ ایسا کرنے والے شخص کو آپ نے دوبارہ تین مرتبہ نماز دھرانے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری ومسلم) اور پھر اللہ اکبر کہہ کر بغیر رفع الیدین کیے دوسرا سجدہ کرتے تھے اور اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر بغیر رفع الیدین کیے اسی طرح بیٹھتے تھے۔

جلسہ استراحت:

پہلی اور تیسری رکعت پوری کرنے کے بعد اٹھنے سے پہلے بیٹھنے کو ''جلسہ استراحت'' کہا جاتا ہے۔ یہ آپ کی مشہور سنت ہے اس کا راوی مالک بن الحویرث ہے۔ جس کی حدیث بخاری وغیرہ میں ہے اور دوسرے ابوحمید الساعدی ہیں، جنہوں نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی نماز، اس کی صفات اور ترتیب کے ساتھ بیان کی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی تصدیق کی کہ آپ ﷺ واقعی ایسے ہی نماز پڑھتے تھے۔ اس میں بھی اس جلسہ کا ذکر ہے۔ ان کی روایت ابوداؤد وغیرہ میں ہے اور آپ نے اس جلسے (بیٹھنے) کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (بخاری، بیہقی وغیرہ) نیز نماز تسبیح کے بارے میں احادیث میں جو ترتیب مذکور ہے اس میں اس جلسے کا بھی ذکر ہے آپ سے اس جلسے (بیٹھنے) کی کوئی خاص دعا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، البتہ نماز ساری دعا اور قرأت ہے۔ (مسلم وغیرہ) اسی لیے اگر اس جلسے میں قرآن یا حدیث کی مختصر دعا پڑھیں تو کوئی ممانعت نہیں۔ اس جلسے (بیٹھنے) کے ساتھ آرام حاصل کرنے کے بعد بغیر تکبیر اور ہاتھ اٹھائے (رفع الیدین کیے) دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر (ٹیک لگاتے ہوئے) دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (بخاری) اسی دستور اور طریقے کے مطابق باقی رکعتیں پوری کرتے تھے فرق صرف اتنا ہے کہ شروع والی دعا صرف پہلی رکعت میں ہی پڑھتے تھے۔ دوسری رکعتوں میں نہیں۔ بلکہ اعوذ باللہ سے شروع کرتے تھے۔

نوٹ: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ''اعوذ باللہ'' صرف پہلی رکعت کے سوا دوسری رکعتوں میں نہیں پڑھنا چاہیے لیکن یہ فقط خیال ہے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ پڑھنے کی دلیل عام ہے اور اس کی کوئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصوصیت ثابت نہیں۔

فمن ادعی خلاف ذلك فعليه البيان بالبرهان .

قعدہ اور تشہد:

دو رکعتیں پوری کرنے کے بعد دستور کے مطابق بیٹھ کر التحیات پڑھتے تھے۔ الفاظ یہ ہیں:

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ))

"ہر طرح کی زبانی عبادات، بدنی عبادات اور مالی عبادات اللہ کے لیے ہیں۔ اور اے نبی (ﷺ) آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر، میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ رحلت فرما گئے تب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ" کے بدلے "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" کہنے لگے۔ (بخاری، ابی عوانہ، ابن ابی شیبہ، بیہقی وغیرہ) اور مصنف عبدالرزاق میں عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" کہنے لگے۔ اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ (فتح الباری) نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں اسی طرح مسئلہ بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ بیہقی میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور موطا امام مالک وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی التحیات اسی طرح منقول ہے۔ اس دعا کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تمام کی تمام عبادتیں خواہ بدنی ہوں یا مالی، ایک اللہ کے لیے خاص ہیں، رسول اللہ ﷺ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلامتی ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اس پہلے قعدے میں التحیات کے علاوہ آپ نے کچھ نہیں پڑھا۔ (مسند ابی یعلیٰ) التحیات پوری کرنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر تیسری رکعت کے لیے اٹھتے تھے، اس وقت بھی اسی طرح رفع الیدین کرتے جس طرح آپ ﷺ شروع میں کرتے تھے، جیسا کہ بخاری شریف میں ابن عمر اور ابوداؤد میں سیدنا علی اور ابوحمید سے روایات مروی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ: الحاصل یہ کہ آپ ﷺ سے رفع الیدین چار مقامات پر ثابت ہے۔ (۱) نماز شروع کرتے وقت۔ (۲) رکوع کی تکبیر کے وقت۔ (۳) رکوع سے سر اٹھاتے وقت۔ (۴) تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت ؏

رفع الیدین ثابت شد چہار جا
بشنو از تعصب کن قلب را صفا
تحریم ہم رکوع وشوی چون مستوی
و از رکعتین خیزی سنت نبی ما

آخری تشہد اور اس کی دعائیں:

جب تمام رکعتیں پوری کرتے تو سلام پھیرنے کے لیے اسی طرح بیٹھتے تھے صرف اتنا فرق ہوتا تھا کہ آپ ﷺ سلام پھیرنے والے قعدے (آخری قعدہ) میں بائیں پاؤں پر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ اس کو زمین پر بچھا کر دائیں پاؤں کے نیچے سے نکالتے اور کولہے کو زمین پر ٹیک کر بیٹھتے جسے ''تورک'' کہا جاتا ہے۔ اس سنت کے کتنے ہی مخالف ہیں، مگر ابوحمید کی حدیث مبارک میں یہ سنت مذکور ہے جو ابوداؤد وغیرہ میں ہے، اس لیے آپ ﷺ سے محبت کرنے والوں کے لیے یہ حدیث کافی ہے، مخالف سنت اس پر عمل کرنے سے روک نہیں سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

((من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد)) (كتاب الزهد للبيهقي)

''جو شخص میری امت میں فساد (بدعت اور جہالت) پیدا ہونے کے وقت میری سنت کو اپنائے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔''

اور کبھی دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر آخری قعدے میں بیٹھتے تھے۔ (ابوداؤد، ابن حبان وغیرہ)

اور دایاں پاؤں باہر نکال کر بچھاتے اور بائیں پاؤں کی دائیں ٹانگ کی پنڈلی اور ران کے درمیان رکھتے تھے۔ (مسلم)

درود شریف:

اس قعدے میں آپ ﷺ التحیات پڑھنے کے بعد درود پڑھتے تھے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. (بخاری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یا الٰہی! رحمت بھیج محمد (ﷺ) پر اور آل محمد پر جیسے رحمت بھیجی تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر بے شک تو قابل تعریف بزرگی والا ہے۔ یا الٰہی! برکت بھیج محمد پر اور آل محمد پر جیسے برکت بھیجی تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر بے شک تو قابل تعریف بزرگی والا ہے۔''

اور بعض روایتوں میں عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ کے بعد ان الفاظ کا اضافہ ہے یعنی ''عَلَى الْعَالَمِيْنَ''

نوٹ: بعض لوگ اس درود میں سیدنا کے الفاظ کی زیادتی کرتے ہیں حالانکہ یہ الفاظ کسی حدیث میں نہیں ہیں۔

پھر یہ دعائیں پڑھتے تھے:

((اَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ))

''تمام کلاموں سے بہتر کلام اللہ کا ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔''

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ))

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں، جہنم سے، عذاب قبر سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے۔''

((أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ))

''اے اللہ! میں گناہ اور تاوان سے آپ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔''

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ))

''اے میرے پروردگار! میرے تمام گناہ معاف فرما جو پہلے کیے اور جو بعد میں کیے اور جو پوشیدہ اور ظاہر کیے اور تو ہی مقدم اور موخر کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔''

((رَبِّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ))

''اے میرے پروردگار! اپنے ذکر اور شکر اور اچھی عبادت کے لیے میری مدد فرما۔''

((أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ يَا اَللّٰهُ! بِأَنَّكَ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا أَحَدٌ . أَنْ تَغْفِرَلِيْ ذُنُوْبِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ))

(مشکوٰۃ وغیرہ)

''یا اللہ! میں تجھ سے اسی واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تو اکیلا اور ایک ہے اور بے نیاز ہے، نہ کسی کو جنا ہے اور نہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ ہی تیرا کوئی ہمسر ثانی ہے، میرے گناہوں کو معاف فرما،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے شک تو ہی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

اور اس کے علاوہ اور بھی دعائیں ہیں جو کہ تمام مسنون ہیں اس وقت میں اپنے جائز مطلب کے لیے بھی دعا مانگی جا سکتی ہے۔ (بخاری و مسلم) بشرطیکہ وہ الفاظ قرآن و حدیث میں مذکور ہوں۔ باقی جو عام دعائیں پڑھی جاتی ہیں وہ بدعت ہیں اس لیے کہ ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ آخر میں آپ نے یہ دعا سکھلائی ہے۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ)) (بخاری ومسلم)

"اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں پس تو ہی اپنے فضل خاص سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

سلام:

مذکورہ بالا تمام دعائیں (یا ان میں جو یاد ہو) پڑھنے کے بعد پہلے دائیں پھر بائیں طرف گردن گھما کر سلام پھیرے اور کہے:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ"

اور آپ ﷺ کبھی ان الفاظ کے ساتھ "وَبَرَكَاتُهٗ" کا لفظ بھی بڑھاتے تھے۔ جس طرح ابوداؤد میں صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ (بلوغ المرام) اور کبھی یہ لفظ صرف دائیں طرف سلام پھیرتے وقت کہتے تھے۔ (ابوداؤد، طبرانی، دارقطنی) اور آپ ساری نماز میں سجدے کی جگہ پر نظر رکھتے تھے۔ (حاکم، بیہقی) بیٹھنے (قعدے) کے وقت تشہد والی انگلی کھڑی ہوئی ہوتی تھی اور اس پر نظر رکھتے تھے۔ (احمد، نسائی وغیرہ)

سلام کے بعد کی دعائیں:

سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ اور مقتدی سب با آواز بلند اللہ اکبر کہتے تھے۔ (بخاری ونسائی)

اس کے بعد بہت ساری دعائیں پڑھتے تھے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ "اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔" تین مرتبہ کہے۔

اس کے بعد کہتے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ))

"تو بہت ہی برکتوں والا ہے، اے عزت و بزرگی والے میرے پروردگار۔"

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہت اور اسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

((اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ))

''اے اللہ! جو کچھ تو دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک دے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے فائدہ نہ دے گی۔''

((رَبِّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ))

''اے میرے پروردگار! اپنے ذکر اور شکر اور اچھی عبادت کے لیے میری مدد فرما۔''

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوْذُبِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) (مشکوٰۃ)

''اے اللہ! تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بخیلی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں رذیل عمر سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں دنیا اور قبر کے عذاب سے۔''

آپ ﷺ نے آیت الکرسی بھی بتلائی ہے۔ (نسائی)

اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار، اَللّٰهُ أَكْبَرُ ۳۳ بار اور اس کے بعد ایک مرتبہ ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) پڑھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح سو پورا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمائے گا، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (مسلم)

اور یہ دعا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے:

((رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ))

''اے میرے پروردگار! جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے اس دن مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھ۔''

سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ مقتدیوں کی طرف رخ فرماتے تھے۔ (مسلم) مقتدیوں کی طرف رخ کر کے ان کے آمنے سامنے بیٹھتے تھے۔ (بخاری ومسلم) اسی طرح آپ ﷺ کبھی دائیں اور کبھی بائیں رخ پھیرتے تھے۔ (بخاری ومسلم) بس یہی نماز کی ترتیب اور طریقہ ہے۔

متفرق مسائل:

رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونے، دونوں سجدوں اور دونوں سجدوں کے درمیان اور سلام پھیرنے کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتدیوں کی طرف رخ کرنے کا وقفہ تقریباً برابر ہوتے تھے۔ (مسلم وغیرہ)

❀ نماز کے تمام مسائل مرد اور عورت کے لیے یکساں ہیں، کیونکہ دلائل عام ہیں اور کسی بھی حدیث میں فرق کا ذکر نہیں۔

❀ مقتدیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام سے پہل نہ کریں بلکہ امام کی اقتداء میں ایک ایک رکن ادا کریں۔ (مسلم)

❀ امام جب سجدے کے لیے جھک جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ وہ اس وقت تک سجدے میں نہ جائے جب تک امام مکمل طور پر سجدہ نہ کرلے۔ (بخاری وغیرہ)

❀ اگر امام کوئی سنت چھوڑ جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ وہ سنتیں مکمل طور پر ادا کرے اور اس ترک سنت میں امام کی پیروی نہ کرے۔ (بخاری)

❀ امام کو چاہیے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے کم از کم تین مرتبہ پچھلی صفوں کو سیدھا کرنے کے لیے کہے۔ (نسائی) صفوں کو پہلے سیدھا کرنے کی تاکید آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم)) (مسلم)

"برابر ہو جاؤ آگے پیچھے کھڑے نہ ہوں، ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔"

رسول کریم ﷺ نے کتنا سچ فرمایا ہم میں اسی وجہ سے اختلاف وافتراق پیدا ہوا ہے، صدق الصادق المصدوق ﷺ۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "وسدوا الخلل" (مسند احمد) یعنی ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خلا (خالی جگہ) پر کرو۔ اور آپ نے فرمایا: "ومن وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله" (ابوداؤد، نسائی) یعنی اللہ تعالیٰ اسے اپنے ساتھ ملائے گا جو صف کو ملائے گا۔ (یعنی جو صف کے درمیان خلا نہیں چھوڑے گا) اور جو صف کو توڑے گا اللہ اسے اپنے سے توڑ دے گا۔

اور آپ کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صف میں ایک دوسرے کے ساتھ کندھے سے کندھا اور ایڑھی کے ساتھ ایڑی ملا کر کھڑے ہوتے تھے۔ (بخاری) نیز اکیلے آدمی کو صف کے پیچھے کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے اور ایسے شخص کو نماز دہرانے کا حکم دیا ہے۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان)

جس کو رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت ہے اس کے لیے اسی قدر کافی اور شافی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت کا پیروکار بنائے۔ آمین

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك.

وتر کا طریقہ:

وتر کے متعلق عرض ہے کہ اس بارے میں پہلے ایک جامع رسالہ "رفع الستر من احکام الوتر"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام سے لکھ چکے ہیں جس میں ہم وتر کے تمام مسائل علی سبیل التفصیل بیان کر چکے ہیں مگر یہاں سائل کی تسلی کے لیے فقط اس رسالے میں سے چند ضروری مسائل علی سبیل الاختصار نقل کرتے ہیں۔

رکعات کی تعداد اور ترتیب:

معلوم ہونا چاہیے کہ وتر کی رکعات کے متعلق اختلاف ہے مگر حدیث مبارکہ سے ایک رکعت بھی ثابت ہے۔

((فقد اخرج البخاری ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان النبی ﷺ یصلی من اللیل مثنی مثنی ویوتر برکعة))

''بخاری ومسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کو دو دو رکعت کر کے پڑھتے تھے، اور ایک وتر پڑھتے تھے۔''

اور افضل بھی ایک ہی رکعت ہے کیونکہ اس بارے میں زیادہ احادیث ہیں جو کہ مذکورہ رسالے میں لکھی ہوئی ہیں اور تین رکعتیں بھی ثابت ہیں۔ جس کی ترتیب یہ ہے۔ یا تو دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر کر اٹھ کر تیسری رکعت ادا کی جائے، جس طرح امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے، کہتے ہیں:

((کان رسول اللہ ﷺ یفصل بین الشفع والوتر بتسلیم یسمعنا))

''رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں اور تیسری رکعت کے درمیان سلام کہتے تھے۔ جو کہ ہمیں سنائی دیتا تھا۔''

اور مسند احمد میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی روایت منقول ہے یا پھر مسلسل تینوں رکعتیں اکٹھی پڑھی جائیں اور بیچ میں سلام نہ کہا جائے اور نہ ہی التحیات کے لیے بیٹھا جائے جس طرح امام حاکم نے کتاب مستدرک میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، فرمایا کہ:

((کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث لا یقعد الا فی آخرهن))

''رسول اللہ ﷺ وتر کی تینوں رکعتوں میں آخری رکعت سے قبل التحیات کے لیے نہیں بیٹھتے تھے۔''

باقی جیسا کہ عام طور پر مغرب کی نماز کی طرح دو رکعتیں پڑھ کر التحیات کے لیے بیٹھتے ہیں اور پھر سلام پھیرے بغیر تیسری رکعت اٹھ کر پڑھتے ہیں، سو یہ طریقہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کی ممانعت آئی ہے، جس طرح امام بیہقی نے اپنی کتاب سنن الکبریٰ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ:

((قال رسول اللہ ﷺ لا توتر وابثلاث تشبهوا الصلاة المغرب))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وتر کی تین رکعتیں مغرب کی نماز کی طرح نہ پڑھا کرو۔''

اور مصنف عبدالرزاق میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((ان رسول اللہ ﷺ قال الوتر حق ولیس کالمغرب))

''بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وتر برحق ہے اور مغرب کی نماز کی مانند نہیں ہے۔''

بس جس کو اللہ اور رسول ﷺ سے سچی محبت ہے اس کے لیے یہ حدیث شریف کافی ہے۔ باقی ضد اور عناد کا فیصلہ اللہ احکم الحاکمین کے پاس ہی ہوگا۔

اور وتر پانچ رکعتیں بھی ثابت ہیں۔

((فقد اخرج البخاری ومسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ ﷺ یصلی من اللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ یوتر بذلك بخمس لا یجلس فی شئی الا فی آخرھن))

''بخاری ومسلم میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پانچ رکعتیں وتر اس طرح پڑھتے تھے کہ درمیان میں کسی بھی رکعت میں (التحیات کے لیے) بالکل نہیں بیٹھتے تھے بلکہ پانچ رکعتیں پوری کر کے پھر سلام کے لیے بیٹھتے تھے۔ اور ان سے زیادہ رکعتیں بھی ثابت ہیں۔''

((فقد اخرج ابوداود عن عبداللہ بن قیس قال سالت عائشۃ بکم کان رسول اللہ ﷺ یوتر قالت کان یوتر باربع وثلاث وست وثلاث وثمان وثلاث وعشرۃ وثلاث)) (الحدیث)

''ابوداؤد میں عبداللہ بن قیس سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کتنی رکعتیں وتر کی پڑھتے تھے؟ فرمایا کہ سات رکعتیں، نو رکعتیں، گیارہ رکعتیں اور تیرہ رکعتیں بھی پڑھتے تھے۔''

سات رکعتیں پڑھنے کے دو طریقے ہیں۔ یا تو ساتوں رکعتیں اکٹھی پڑھے، درمیان میں قعدہ نہ کرے اور آخر میں قعدہ کر کے سلام پھیرے۔ یا پھر چھ رکعتیں ادا کرنے کے بعد قعدہ کر کے التحیات پڑھے اور بغیر سلام پھیرے ساتویں رکعت پڑھ کر پھر قعدہ بیٹھے اور سلام پھیرے۔ (نسائی وغیرہ) اور نو رکعت وتر پڑھنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ آٹھ رکعتیں ادا کر کے قعدہ بیٹھ کر پھر نویں رکعت مکمل کرے، پھر سلام پھیرے۔ جس طرح مسلم شریف میں اس بارے میں حدیث مبارکہ آئی ہے۔ باقی تیرہ رکعتوں سے زیادہ ثابت نہیں ہے اور جو کہتے ہیں کہ تین رکعتوں سے زیادہ یا کم نہیں پڑھنی چاہیے تو یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث ان کی مکمل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تردید کرتی ہے اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے حکم آنے کے بعد کسی کا حکم معتبر نہیں ہے۔ اذا جاء نهر الله بطل نهر معقل

دعائے قنوت کا مسئلہ:

عام طور پر جو دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے، سو کسی بھی صحیح حدیث شریف سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ معتبر روایات میں جو دعائے قنوت کے الفاظ ثابت ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ ، وَقِنِي شَرَّمَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلاَ يُقْضٰى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لاَ يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّمَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوبُ إِلَيْكَ ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ)) (ترمذی، نسائی، حاکم، بیھقی)

''اے اللہ! مجھ کو ہدایت دے ان لوگوں کی جماعت میں جن کو تو نے ہدایت دی اور عافیت دے مجھ کو ان میں جن کو تو نے عافیت دی اور دوست رکھ مجھ کو ان لوگوں میں جن کو تو نے دوست رکھا اور برکت دے مجھ کو اس نعمت میں جو تو نے مجھے دی اور محفوظ رکھ مجھ کو اس شر سے جس کا تو نے فیصلہ کیا ہے تو ہی فیصلہ کرتا ہے۔ تیرے اوپر کسی کا فیصلہ نہیں ہوتا جس کو تو دوست رکھے اس کو کوئی ذلیل کرنے والا نہیں اور جس کو تو دشمن بنا لے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بابرکت ہے، تو اے ہمارے رب اور برتر ہے، ہم تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں اور تجھ سے توبہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما۔''

اور ابن ماجہ کی ایک حدیث میں یہ دعا ہے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْكَ ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ ، أَنْتَ كَمَ أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ))

''یا اللہ! تیری رضا کے ساتھ تیرے غصے سے، اور تیری معافی کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور تیرے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں آپ کی ثنا شمار نہیں کر سکتا، آپ ویسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے اپنی تعریف کی ہے۔''

دعائے قنوت آخری رکعت میں رکوع سے پہلے اور بعد میں دونوں طرح آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ (بخاری، نسائی وغیرہ) اور رکوع کے بعد والی روایات زیادہ ہیں اسی لیے اس کو ترجیح ہے۔ (بیہقی) وتر میں دعائے قنوت کے وقت ہاتھ اٹھانا یا اللہ اکبر کہنا بدعت ہے۔ کیونکہ کسی بھی حدیث میں ان دونوں کاموں کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ کسی صحابی سے بھی اس وقت ہاتھ اٹھانا صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، بلکہ ہاتھ اٹھانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے قنوت نازلہ میں ہاتھ اٹھانے پر قیاس کرتے ہیں جیسا کہ خود امام احمد بن حنبل نے تسلیم کیا ہے۔ (مختصر قیام اللیل للمروزی) باقی کسی امتی کے کہنے کی بنا پر دو جہانوں کے سردار رسول اللہ ﷺ کے دین میں کوئی بات نہیں بڑھائی جائے گی، اگرچہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی اچھی ہی کیوں نہ ہو۔ مگر وہ حقیقتاً بری سے بری ہے۔

کیونکہ اگر وہ اچھی ہوتی تو آپ ﷺ ہرگز ہم سے نہ چھپاتے۔ اس لیے کہ وہ خیانت ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے پاک رکھا ہوا ہے۔

اس کے علاوہ وتر کے دوسرے مسائل مذکورہ رسالے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك . آمين

❁❁❁❁

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سینے پر ہاتھ باندھنا

شاہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ مقالہ اس موضوع پر بہت مختصر اور جامع ہے، شاہ صاحب رحمہ اللہ نے احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنا ہی افضل عمل ہے اور آخر میں محدثین کرام اور علماء احناف کی کتب سے بھی ثبوت پیش کر کے اصل مسئلہ کو واضح کیا ہے۔

(الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله وصحبه اجمعين .

امابعد! نماز اللہ تعالیٰ کی بڑی عبادت ہے اور بندہ جس وقت نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو:

فَاِنَّهُ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ (مسلم: ۱/ ۲۰۷) ''اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔''

اس لیے نماز میں کوئی بھی ایسا فعل نہیں کرنا چاہیے جو ادب کے خلاف ہو بلکہ ایسے خشوع کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے، جس سے تقویٰ اور خشیت الٰہی ظاہر ہو اور انسان کے تمام اعضاء میں سے رئیس الاعضاء دل ہے، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهی القلب)) (مشکوٰۃ: ۲/ ۲۴۱)

انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو تو پورا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے یا بیمار ہو جائے تو سارا جسم بیمار ہو جاتا ہے، خبردار وہ دل ہے۔ اور دل سینے کے برابر ہے اور یہی تقویٰ کی جگہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

((التقوى هھنا ويشير الى صدره ثلاث مرار)) (مسلم: ۲/ ۳۱۷ مع النووی)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے سینے مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا کہ تقویٰ اور پرہیزگاری یہاں ہے۔

اس لیے آپ سینہ مبارک پر ہاتھ باندھتے تھے کیونکہ یہی عاجزی کی صورت ہے اور سائل بندے کو اپنے پروردگار کے سامنے ایسی حالت میں کھڑا ہونا زیب دیتا ہے۔

علامہ شیخ سعدی شیرازی نے اس راز اور حکمت کو اس طرح منظوم کیا ہے کہ:

نہ بینی کہ پیش خداوند جاہ
ستائش کناں دست بربر نہند

اور جو لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے عامل اور قائل ہیں، ان کے لیے احادیث میں کوئی بھی دلیل یا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ اس طرح بے ادبی کا اظہار ہوتا ہے چونکہ اگر کسی اچھے یا بڑے آدمی کے سامنے ناف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نیچے ہاتھ رکھ کر مرحبا کہا جائے تو وہ اسے برا سمجھے گا بلکہ ناراض ہوگا۔ پھر ایسی کیفیت کے ساتھ احکم الحاکمین، شہنشاہ جل شانہ کے سامنے پیش ہونا بالکل نامناسب ہے بلکہ سینے پر ہاتھ باندھ کر اپنے عزت والے عضو (دل) کو اس کے سامنے حاضر کرنا چاہیے اور یہی معمول اور طریقہ رسول اللہ ﷺ کا تھا اور اس مختصر کتابچہ میں اسی مسئلہ کے بارے میں عام لوگوں کی رہنمائی کرنے کے لیے کچھ لکھا جا رہا ہے امید ہے کہ متلاشیانِ حق کے لیے یہ کتابچہ اور مقالہ مشعلِ راہ اور منزلِ آگاہ بنے گا۔ اللھم آمین

مؤلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مسئلہ کے بارے میں کچھ احادیث وارد ہیں۔

حدیث نمبر ۱، بروایت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ:

((عَنْ اَبِی حَازِمٍ عَنْ سَهلِ بنِ سَعد الساعِدِیَ قَالَ كَانَ النَّاسُ یُؤمَرُوْنَ اَنْ یَضَعَ الرجلُ یده الیُمنٰی عَلٰی ذِرَاعِهِ الْیُسریٰ فِی الصَّلٰوةِ قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا یُنْمٰی ذَالِكَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ)) (بخاری کتاب الاذان، رقم الحدیث : ٦٩٨)

''ابوحازم سہل بن سعد ساعدی سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں (اصحاب) کو حکم تھا کہ ہر نمازی نماز (یعنی کھڑے ہونے والی حالت) میں اپنا دائیاں ہاتھ بائیں کلائی اور بازو پر رکھے۔ راوی ابوحازم (سلمہ بن دینار) کہتے ہیں کہ میں اس طرح جانتا ہوں کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ تک مرفوع ہے، یعنی یہ آپ کا ہی حکم تھا۔''

صحۃ الحدیث: یہ حدیث بخاری شریف کی ہے اور حدیث کے صحیح اور قابل اعتبار ہونے کے لیے صحیح بخاری میں ہونا ہی کافی ہے کیونکہ صحیح بخاری کی احادیث تمام احادیث میں اعلیٰ قسم کی صحت رکھتی ہیں، یہی علماء امت کا فیصلہ ہے۔ (شرح نخبہ: ۲۲۴ اور تدریب الراوی للسیوطی: ۲۵ وغیرہ) نیز اس حدیث کو امام ابن حزم رحمہ اللہ نے المحلی: ۴/۱۱۴ میں اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین: ۲/ ۶ طبع ہند میں صحیح کہا ہے۔

تشریح: یہ حدیث مرفوع ہے جیسے راوی ابو حازم نے تصریح کی ہے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ یہ حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ اسی لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری: ۲/۱۲۴ (السلفیہ) میں اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری: ۵/ ۲۷۸ (المنیریہ) میں اس حدیث کو مرفوع ثابت کیا ہے اور اس حدیث سے سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب دائیاں بائیں ذراع (بازو یا کلائی) پر ہوگا تو اس صورت میں ہاتھ سینے سے نیچے نہیں جا سکیں گے اس طرح باندھ کر دیکھنے اور تجربہ کرنے سے ساری بات واضح ہو جائے گی۔

حدیث نمبر ۲، بروایت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ:

((عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِهِ الْیُسْرٰی عَلٰی صَدْرِهٖ)) (صحیح ابن خزیمه: ١/ ٢٤٣)

''وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے اپنا دائیاں ہاتھ مبارک اپنے بائیں ہاتھ مبارک کے اوپر اپنے سینے مبارک پر رکھا۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحت حدیث: امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اپنی صحیح کے متعلق شروع میں شرط اس طرح ذکر کرتے ہیں:

((المختصر من المسند الصحیح النبی ﷺ بِنَقْلِ الْعَدْلِ عَنِ الْعَدْلِ مَوْصُوْلًا اِلَیْهِ ﷺ مِنْ غَیْرِ قَطْعٍ فِیْ اَثْنَاءِ الْاِسْنَادِ وَلَا جَرح فِی نَاقِلِی الْاَخْبَارِ الَّتِیْ نَذْكُرُهَا بِمَشِیْئَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی)) (ابن خزیمہ: ۱/۲)

''یہ مختصر صحیح احادیث کا مجموعہ ہے جو رسول اللہ ﷺ تک صحیح اور متصل سند کے ساتھ پہنچتی ہیں اور درمیان میں کوئی راوی ساقط یا سند میں انقطاع نہیں ہے اور نہ ہی راویوں میں سے کوئی راوی مجروح یا ضعیف ہے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح اور سالم ہے، نیز اس حدیث کا امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم: ۴/۱۱۵ (المصری) اور شرح المهذب: ۳/ ۳۱۲ میں حافظ ابن سید الناس نے النفخ الشذی (المصور) الورق: ۲/۲۱۱ میں اور حافظ شمس الدین ابن عبدالہادی المقدسی نے المحرر فی الحدیث: ۴۴ میں اور حافظ زیلعی نے نصب الرایہ: ۱/۳۱۴ میں اور حافففظ ابن حجر نے فتح الباری: ۲/ ۲۲۴ (السلفیہ) اور التلخیص الحبیر: ۱/ ۲۲۴ (المصری) میں اور الدرایة فی تخریج احادیث الهدایہ: ۱/ ۱۲۸ (المصری) اور بلوغ المرام: ۵۵ میں اور علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری ۵/۳۷۹ (المنیریہ) میں امام الشوکانی نے نیل الاوطار: ۲/ ۱۱۵ میں اور علامہ مجدالدین فیروز آبادی نے سفر السعادت میں اور علامہ المرتضی الزبیدی حنفی نے عقود الجواهر المنیفة: ۱/ ۵۹ میں اور دوسرے علماء نے بھی ذکر کیا ہے اور علامہ ابن سید الناس اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی اور علامہ الشوکانی نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے اسی طرح ملا قائم سندھی نے رسالہ فوزالکرام میں اور مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی نے دراهم الصرة میں بھی اس حدیث کو صحیح مانا ہے، نیز علامہ ابن نجیم حنفی نے البحر الرائق میں اور علامہ ابوالحسن الکبیر سندھی نے فتح الودود شرح ابی داؤد میں اور علامہ محمد حیات سندھی نے فتح الغفور میں اور جد امجد علامہ سید ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی صاحب الخلافة نے درج الدرر میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے، یہ حدیث اپنے مطلب میں واضح ہے اور بتا رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت وطریقہ یہ ہے کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھے جائیں۔

حدیث نمبر۳، بروایت سیدنا ھلب رضی اللہ عنہ:

((عَنْ قَبِیْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَنْصَرِفُ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَعَنْ یَسَارِهٖ وَرَأَیْتُهٗ یَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰی صَدْرِهٖ وَصَفَ یَحْیٰی اَلْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی فَوْقَ الْمَفْصَلِ)) (مسند الامام احمد بن حنبل: ۵/ ۲۲۶)

''قبیصہ بن ھلب تابعی اپنے والد ھلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز سے دائیں اور بائیں پھر رہے تھے۔ اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر رکھا۔ یحییٰ نے بیان کیا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی کے اوپر۔''

صحت حدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے، اس کو امام ابن سید الناس نے شرح الترمذی میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں صحیح کہا ہے اور علامہ نیموی نے آثار السنن: ۱/ ۶۷ میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور علامہ محدث عبدالرحمٰن مبارک پوری تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی میں لکھتے ہیں کہ:

((وَرُوَاةُ هٰذَا الْحَدِيْثِ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ وَإِسْنَادُهُ مُتَّصِلٌ))

''اس حدیث کی سند کے سب راوی ثقات اور معتبر ہیں اور اس کی سند متصل ہے۔''

حدیث نمبر ۴، بروایت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ:

((عن سفيان الثورى عن عاصم بن كليب عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَائِلٍ اَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهٖ ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلٰى صَدْرِهٖ)) (طبقات المحدثين باصبهان لابی الشیخ: ۱/ ۱٤۸ قلمی، البیهقی: ۲/ ۳۵)

''وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر ان کو سینے پر رکھا۔''

صحت حدیث: اس روایت کو جد امجد صاحب الخلافت رسالہ درج الدرر میں حسن کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۵، بروایت طاؤس یمانی (تابعی) رحمہ اللہ:

((عن طاوسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَضَعُ يَده الْيُمْنٰى عَلٰى يَده الْيُسْرٰى ثُمَّ يَشُدُّ بِهِمَا عَلٰى صَدرِهٖ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ)) (المراسيل لابی داود: ٦، المصرى والباكستان والمعرفة السنن والآثار: ۱/ ۱۹۷ المصور)

''طاؤس یمانی تابعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر اپنے سینے پر باندھتے تھے۔''

صحت حدیث: امام طاؤس مشہور تابعی ہیں، اس لیے یہ حدیث مرسل ہے مگر مرسل حدیث احناف کے ہاں معتبر اور مقبول ہے حنفی مذہب کے امام سرخسی کتاب الاصول: ۱/ ۳۶۰ میں لکھتے ہیں کہ:

((فَاَمَّا مَرَاسِيْلُ الْقَرْنِ الثَّانِيْ وَالثَّالِثِ حُجَّةٌ فِيْ قَوْلِ عُلَمَائِنَا))

''کہ دوسرے اور تیسرے قرن (یعنی تابعین) کی مرسل روایت ہمارے (احناف) علماء کے قول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق حجت اور دلیل ہے۔“

اسی طرح نور الانوار: ۱۵۰ میں لکھا ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رسالہ کشف الرین: ۱۷ میں لکھتے ہیں کہ والمرسل مقبول عند الحنیفة ، یعنی مرسل روایت ہم احناف کے ہاں دلیل اور قابل قبول روایت ہے۔ اسی طرح علامہ ابن الہمام بھی فتح القدیر شرح ہدایہ: ۱/ ۲۳۹ میں لکھتے ہیں اور محدثین کے نزدیک بھی مرسل روایت دوسری احادیث کے موجودگی میں مقبول ہیں چونکہ یہاں دوسری متصل احادیث وارد ہیں اس لیے یہ روایت بھی دلیل بن سکتی ہے اور اس کی سند کے سب راوی معتبر اور ثقہ ہیں جیسے امام بیہقی نے معرفة السنن والآثار میں اور علامہ حیات سندھی نے فتح الغفور میں اور صاحب خلافت نے درج الدرر میں اور علامہ مبارک پوری نے تحفۃ الاحوذی: ۱/۲۱۶ میں لکھا ہے۔

حدیث نمبر ۶، بروایت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ:

((عن وائل بن حجر قَالَ حَضرتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَوْحِيْنَ نَهَضَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ الْمِحْرَابَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ بِالتَّكْبِيْرِ ثُمَّ وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلٰى يُسْرهُ عَلٰى صَدْرِهٖ)) (سنن الكبرى: ۲/ ۳۰ ومجمع الزوائد: ۲/ ۱۲۴، طبرانی کبیر: ۲۲/ ۵۰)

”وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ جب مسجد کی طرف اٹھے پھر محراب میں داخل ہوئے اور اللہ اکبر کہہ کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے پھر دائیاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینے پر رکھا۔“

صحت حدیث: اس روایت کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری: ۲/۲۲۴ میں (السلفیہ) میں بحوالہ مسند بزار میں نقل کیا ہے اور اپنے مقدمہ ص ۴، میں یہ شرط بیان کی ہے کہ اس شرح میں جو احادیث لاؤں گا، وہ صحیح ہوں گی یا حسن ہوں گی اس لیے یہ حدیث حافظ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق صحیح یا حسن ہے، نیز صاحب خلافت نے بھی اس حدیث کو درج الدرر میں معتبر قرار دیا ہے، نیز علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی حنفی انہاء السکن: ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں جو روایات نقل کریں اور ان پر کوئی کلام بھی نہ کریں، تو وہ احادیث ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہیں۔

قرآن کریم سے ثبوت

حدیث نمبر ۷، بروایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ:

((اخرج ابن ابی شَيْبَةَ والبُخاری فِی تَارِيخه وابن جرير وابن المنذر وابن ابی حاتم والدارقطنی فی الافراد وابو الشيخ والحاكم و ابن مردويه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والبیھقی فی سننه عن علی بن ابی طالب فی قوله فصل لربك وانحر قال وضع یده الیمنی علی وسط ساعده الیسری ثم وضعهما علی صدره فی الصلوٰة)) (تفسیر الدر المنثور للسیوطی: ٦/ ٤٠٣۔ تفسیر فتح القدیر للشوکانی: ٥/ ٤٩)

''امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے قرآن کی اس آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر: ۲) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی کے درمیان پر رکھ کر نماز میں ہاتھوں کو سینے پر رکھا جائے۔''

صحت حدیث: جدامجد نے درج الدرر میں اس حدیث کو حسن ثابت کیا ہے۔

تشریح: امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ لغت میں مانے ہوئے ماہر تھے، لہٰذا ان کی یہ تفسیر معتبر اور مسلمانوں کے لیے حجت ہے، نیز لغت کی مشہور کتاب تاج العروس: ۳/ ۵۵۸ میں بھی ''وَانْحَرْ'' کی یہی تفسیر مذکور ہے، نیز یہی تفسیر انہی صرف ایک صحابی سے مروی نہیں ہے بلکہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے جیسے آگے روایات سے معلوم ہوگا، اس تفسیر کو امام ابوعبداللہ الحاکم المستدرک: ۳/ ۵۳۷ میں اس آیت کے بارے میں دوسری تفاسیر سے زیادہ بہتر کہتے ہیں اور چند علماء احناف نے بھی اس تفسیر کو تسلیم کیا ہے۔ مثلاً قوام الدین السکا کی نے معراج الدرایہ شرح الہدایہ میں اور ملا الہداد ہندی جونپوری نے شرح الہدایہ الورق ا/ ۴۷ (قلمی) میں اور علامہ اکمل الدین البابرتی نے العنایۃ حاشیہ الہدایۃ: ا/ ۲۰۱ وغیرہم میں تسلیم کیا ہے کہ اس آیت میں قربانی کرنے کا حکم ہے مگر یہ تفسیر اس تفسیر کے خلاف نہیں ہے دونوں تفسیر اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔ ایک آیت سے بہت سارے مسائل نکل سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۸، بروایت انس رضی اللہ عنہ:

((اخرج ابو الشیخ والبیھقی فی سننه عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ مثله))

(الدر المنثور: ٦/ ٤٠٣)

رسول اللہ ﷺ کے خادم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے، جو حدیث نمبر ۷ میں مذکور ہے۔

حدیث نمبر ۹، بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

((اخرج ابن ابی حاتم وابن شاھین فی السنة وابن مردویه والبیھقی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ قَالَ وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الشِّمَالِ عِنْدَ النَّحْرِ فِي الصَّلٰوةِ)) (الدر المنثور: ٥/ ٤٠٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مفسر قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے وَانْحَرْ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز میں دائیاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے کے پاس باندھنا چاہیے۔''

تشریح: ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں علم تفسیر کے اعتبار سے بڑے مرتبے کے مالک ہیں، ان کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن وحدیث کے علم کے بارے میں خاص دعائیں کیں۔ (البخاری) آپ کی یہ تفسیر اس مسئلے کے بارے میں عظیم دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۱۰، بروایت عبداللہ بن جابر البیاضی رضی اللہ عنہ:

((اخرج الطبرانی فی الکبیر عن عقبة بن ابی عائشة قال رایت عبدالله بن جابر البیاضی رضی اللہ عنہ صاحب رسول الله ﷺ یضع احدی یدیه علی ذراعه فی الصلوۃ)) (واسنادہ حسن قالہ الهیثمی فی مجمع الزوائد: ۱۰۵/۲ والثقات لابن حبان: ۲۲۸/۵)

''طبرانی نے نقل کیا ہے کہ وہ عقبہ بن ابی عائشہ سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبداللہ ابن جابر البیاضی الانصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنا ایک ہاتھ یعنی دائیاں اپنی کلائی اور بازو پر رکھے ہوئے تھے، اس روایت کی سند حسن ہے۔''

تشریح: یہ روایت موقوف یعنی صحابی کا عمل ہے اور یہی روایت امام ابن السکن لائے ہیں اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

((ان النبی ﷺ کان یفعله))

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔''

اس لیے یہ حدیث مرفوع کہلائے گی، اس طریقے سے ہاتھ باندھنے سے سینے پر ہی رہیں گے، جیسے پہلی حدیث میں بیان ہوا۔ اور ان دس روایتوں سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوا کہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ نماز میں ہاتھ سینے پر باندھے جائیں نیز ثابت ہوا کہ یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل تھا اور جریر الضبی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

((رایت علیا یمسك شماله بیمینه علی الرسغ فوق السرة)) (ابوداود: ۷۶/۱)

''دیکھا میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر ناف سے اوپر رکھا۔''

تشریح: علامہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی ۲۱۵/۱ میں اس روایت کو صحیح کہا ہے اور ناف سے اوپر سے مراد سینہ ہے جیسے احادیث سے معلوم ہوا۔ اور خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی گذرا۔

سیرت نگاروں کی تحقیق:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرت نبویہ لکھنے والوں نے بھی تحقیق کر کے یہی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہاتھ سینے پر باندھتے تھے۔ چنانچہ

۱۔ امام حافظ ابن القیم کتاب الصلوٰۃ، ص: ۱۸۷ میں فرماتے ہیں:

((ثم کان یمسك شماله بیمینه ویضعها علیها فوق المفصل ثم یضعهما علی صدره))

رسول اللہ ﷺ تکبیر کے بعد دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر اس کی کلائی پر رکھ کر سینے پر رکھتے تھے۔"

۲۔ علامہ شیخ مجد الدین الفیروز آبادی سفر السعادۃ، ص: ۹ میں فرماتے ہیں کہ:

((ثم یضع یمینه علی یساره فوق صدره کذا فی صحیح ابن خزیمه))

"رسول اللہ ﷺ تکبیر کے بعد اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر اپنے سینے پر رکھتے تھے، اسی طرح صحیح ابن خزیمہ میں بھی مروی ہے۔"

۳۔ علامہ عماد الدین یحییٰ بن ابی بکر العامری بھجۃ المحافل: ۲/۳۱۳ میں فرماتے ہیں کہ:

((وقبض بیمینه علی ظهر یساره وجعلهما تحت صدره))

"رسول اللہ ﷺ نے تکبیر کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پیٹھ پر رکھ کر ان دونوں کو سینے کے نیچے رکھتے تھے، یعنی سینے کے پاس۔"

۴۔ علامہ شیخ عبدالحق دہلوی شرح سفر السعادۃ، ص: ۴۷ میں فرماتے ہیں کہ:

"بعد ازاں دست راست را بر دست چپ بھادی برابر سینہ در صحیح ابن خزیمہ ہمچنیں ثابت شد۔"

"تکبیر کے بعد آپ ﷺ دایاں ہاتھ بایاں ہاتھ پر رکھ کر سینے کے برابر رکھتے تھے، اسی طرح صحیح ابن خزیمہ میں ثابت ہے۔"

۵۔ علامہ حافظ جلال الدین السیوطی عمل الیوم واللیلۃ میں فرماتے ہیں کہ:

((کان یضع یده الیمنی علی الیسری ثم یشد بهما علی صدره))

"کہ آپ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے پھر سینے پر باندھتے تھے۔"

۶۔ جناب جد امجد سید ابوتراب رشد اللہ شاہ الراشدی (چھارم جھنڈے والے) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ثمر آخرت ترجمہ سفر السعادۃ، ص: ۲۶ قلمی مطبوع میں لکھا ہے کہ:

"اس کے بعد آپ ﷺ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر سینے پر رکھتے تھے اسی طرح ابن خزیمہ کی صحیح میں ثابت ہے اور ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے میں کسی روایت میں صحیح ثبوت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔“

الحاصل: آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ ہوتی تھی کہ آپ نماز میں اپنے ہاتھ سینے پر باندھتے تھے کوئی بھی مسلمان جو آپ سے سچی محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ یقیناً آپ کے خلاف سینے کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر ہاتھ نہیں باندھے گا کیونکہ قرآن کریم میں ہے کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (الاحزاب: ۲۱)

”رسول اکرم ﷺ کا اسوۂ اور طریقہ تم میں سے جو اللہ اور قیامت میں (کامیابی کی) امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اکثر یاد کرتا ہے اس کے لیے بہتر اور اچھا ہے۔“

اور یہ جو آپ کی محبت کا تقاضا ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ:

((من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة)) (ترمذی)

”جس نے میری سنت اور طریقہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔“

ناظرین! احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات اور سیرت کی کتابوں سے مسئلہ بالکل واضح ہوگیا ہے اس کے بعد:

علماء احناف سے ثبوت:

دینے کے لیے کچھ عبارتیں تحریر کی جاتی ہیں:

۱۔ علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری: ۵/ ۲۷۹ (المنیریہ) میں اس طرح اقرار کرتے ہیں کہ:

((واحتج الشافعی بحدیث وائل بن حجر اخرج ابن خزیمة فی صحیحه قال صلیت مع رسول الله ﷺ فوضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره ولم یذکر النووی غیره فی الخلاصة وکذلك الشیخ تقی الدین فی الامام واحتج صاحب الهدایة لا صحابنا فی ذلك بقوله ﷺ ان من السنة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة قلت هذا قول علی ابن ابی طالب واسناده الی النبی ﷺ غیر صحیح))

”امام شافعی رحمہ اللہ نے صحیح ابن خزیمہ کی حدیث سے دلیل لیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے اور یہی حدیث امام النووی نے الخلاصہ میں اور امام ابن وقیق تقی الدین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کتاب الامام میں ذکر کی ہے اور صاحب ہدایہ نے ہم (احناف) کے لیے یہ روایت بطور دلیل کے پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اور سنت یہ ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے رکھے جائیں مگر یہ قول رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔"

ناظرین! یہ عبارت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ علامہ عینی رسول اللہ ﷺ سے سینے پر ہاتھ باندھنے کے ثبوت کو تسلیم کرتے ہیں مگر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایت کو ثابت نہیں کہتے اور کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے مگر یہ قول علی رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت نہیں ہے کیونکہ یہ قول مسند احمد: ۱/ ۱۱۰ (زوائد عبداللہ بن احمد) میں ہے اور اس کی سند میں راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی ابوشیبہ ہے، جس پر سخت جرح کی گئی ہے۔ امام احمد اور ابو حاتم نے منکر الحدیث کہا ہے اور امام یحییٰ بن معین نے اس کو متروک کہا ہے اور امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ روایات اور اسناد تبدیل کرتا تھا اور مشہور اشخاص سے منکر روایات لاتا تھا، اس کی روایت سے دلیل لینا حرام ہے اور بے شمار ائمہ مثلاً بخاری ابوزرعہ، نسائی، ابوداود، ابن سعد، یعقوب بن سفیان وغیرہم اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال: ۲/ ۵٤۸ اور تهذيب التهذيب: ۱/ ۱۳٤) اور علامہ ابن العجمی نے اپنی کتاب الکشف الحثیث میں اس کو عمن رمی بوضع الحدیث میں ذکر کیا ہے، اس عنوان کے تحت صرف وہ راوی مذکور ہیں جن پر جھوٹی روایات گھڑنے کا الزام ہے اس لیے ایسے شخص کی روایت پر کوئی مسلمان اعتبار نہیں کر سکتا بلکہ علامہ زیلعی حنفی نصب الرایہ: ۱/۳۱۴ اور علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی ہدایہ کے حاشیہ: ۱/۱۰۲ میں امام نووی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت بالاتفاق ضعیف ہے، اسی طرح شیخ ابن الہمام فتح القدیر شرح الہدایہ، ص: ۲۰۱ میں بھی نقل کرتے ہیں۔

۲۔ علامہ ابن نجیم بحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۱/ ۳۲۰ میں فرماتے ہیں کہ:

((ولم يثبت حديث يوجب تعيين المحل الذى يكون فيه الوضع من البدن الا حديث وائل المذكور))

"کوئی بھی ایسی حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی جس میں نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کا تعین کیا جا سکے مگر صرف ایک حدیث جو وائل رضی اللہ عنہ سے ذکر کی جاتی ہے۔"

یعنی جو حدیث نمبر ۳ میں صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے ذکر کی گئی۔

۳۔ اسی طرح علامہ ابن امیر الحاج شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں۔ (فتح الغفور)

۴۔ ملا الہداد جونپوری شرح ہدایہ ورق ۴۰۷ (القلمی) میں فرماتے ہیں کہ:

((وحجته حديث وائل: صليت مع رسول الله ﷺ ووضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره واما حديث على رضي الله عنه انه قال من السنة في الصلاة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضع الیمنی علی الشمال تحت السرۃ فضعیف متفق علی تضعیفه کذا فی النووی قلت ومن الدلیل علی ضعفه ان علیا رضی اللہ عنہ فسر قوله تعالی فصل لربك وانحر بانه وضع الیمین علی الشمال تحت الصدر وذالك ان تحت الصدر عرفا یقال له الناحر ای وضع یدك علی الناحر کذا فی العوارف وهکذا ذکر فی المغنی ایضا فهذا التفسیر عن علی رضی اللہ عنہ یرد ماروی عنه من حدیث وائل علی ما روینا قوله لان الوضع تحت السرۃ اقرب الی التعظیم وهو المقصود قلت وهذا التعلیل بمقابلة حدیث وائل فیرد وحدیث علی لا یعارضه کما ذکرنا))

''امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے (جو حدیث نمبر ۲ میں گذری) اور علی رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے ہیں وہ روایت بالاتفاق ضعیف ہے، نیز اس کے ضعیف ہونے کے لیے دوسری دلیل یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے آیت ''وانحر'' کی تفسیر یہ کی ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے چاہیے اور الناحر سینے کی رگ کو کہا جاتا ہے اس لیے یہ تفسیر کی گئی ہے جو اس روایت کو رد کرے اس پر وائل کی حدیث پر عمل کرنا واجب ہے، اور اس طرح کہنا کہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا تعظیم والا فعل ہے، یہ بات غلط ہے کیونکہ حدیث کے خلاف ہے۔''

ناظرین! یہ حوالہ جات معتبر علماء احناف کی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں، خاص طور پر ابن امیر الحاج جو کہ اپنے استاد ابن ہمام کے ہاں نزدیکی حیثیت رکھتا ہے اور ان عبارتوں سے چند اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

ا: صحیح حدیث سے سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت ہے۔

ب: اور یہ حدیث واجب العمل ہے۔

ج: امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے آیت ''وانحر'' کے معنی سینے پر ہاتھ باندھنا کیے ہیں۔

د: یعنی حدیث نمبر ۲ کی تصدیق اور تصحیح ہوگئی۔

ہ: اس آیت کی یہی تفسیر صحیح اور معتبر ہے کیونکہ انہوں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس سے مسئلے کو ثابت کیا ہے۔

و: یعنی کہ قرآن کریم میں بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم ہے۔

ز: اور ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔

ح: بلکہ جو روایت اس بارے میں ذکر کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنفی دوستو! ان عبارتوں سے عبرت پکڑو اور غیر ثابت شدہ عمل کو چھوڑ کر ثابت حدیث پر عمل کرو کیونکہ اسی میں ہی نجات اخروی ہے۔

کھلا چیلنج:

ناظرین! ہم ساری دنیا کے احناف کو کھلا چیلنج دیتے ہیں کہ کسی بھی حدیث کی کتاب بشرطیکہ وہ باقاعدہ سند کے ساتھ فن حدیث کی کتاب ہو اس میں سے ایک بھی روایت پیش کریں، جس میں واضح طور پر یہ الفاظ ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھے ہیں، تو اس کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ مگر بحمد للہ اس طرح واضح الفاظ سے کوئی بھی حدیث کتب احادیث موجود نہیں ہے یہ نہیں دکھا سکیں گے ع

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اور جو روایت ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہیں اس روایت کا وجود ہی نہیں ہے اور ہمارے پاس اللہ کے فضل سے مصنف ابن ابی شیبہ قلمی اور مطبوع دونوں نسخے موجود ہیں مگر دونوں میں یہ روایت نہیں ہے، احناف کے سردار علامہ انور شاہ کشمیری فیض الباری شرح صحیح بخاری: ۲/۲۶۷ میں فرماتے ہیں کہ یہ بات واقعتاً درست ہے کیونکہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کے بہت سے نسخے دیکھے ہیں، مگر یہ روایت کسی میں بھی نہیں ہے۔

دعـــــوت: ہم پھر سنجیدہ طبع اور بیدار مغز حنفی دوستوں کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ ٹھنڈے دل سے احادیث کی کتب کا مطالعہ کر کے غور کریں، نبوی طریقہ کون سا ہے، خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہی تلقین کی ہے کہ:

((اذا صح الحدیث فھو مذھبی)) (الشامی: ۱/۳۷۵)

”جب بھی کوئی صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو میرا وہی مذہب ہے۔“

نیز فرماتے ہیں کہ:

((اترکوا قولی بخبر رسول اللہ ﷺ)) (خزانۃ الروایات: ۲۵ قلمی)

”رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی وجہ سے میرے قول کو چھوڑ دو۔“

حنفی ساتھیو! امام ہمام کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کی صحیح اتباع یہی ہے کہ حدیث پر عمل کیا جائے اس لیے آپ پر لازم ہے کہ آپ اگر امام موصوف کی سچی تابعداری کے مدعی ہیں، تو مندرجہ بالا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث جن کو محدثین بلکہ فقہاء نے بھی صحیح مانا ہے اور ان میں صاف الفاظ میں سینے پر ہاتھ باندھنا مذکور ہے، انہیں دیکھیں پھر ان پر عمل کریں اس کے بعد خاص برگزیدہ بندوں سے ثبوت پیش کیا جاتا ہے جو عام لوگوں کے نزدیک مسلم ہیں۔

خاص برگزیدہ بندوں سے ثبوت:

۱۔ مثلاً: مرزا مظہر جان جاناں جو سلسلہ نقشبندیہ کے پیشوا مانے جاتے ہیں اور فرقے بھی ان کو مانتے ہیں جو ۱۱۹۵ ہجری میں فوت ہوئے ان کے بارے میں نواب صدیق حسن صاحب ابجد العلوم، ص: ۹۰۰ میں لکھتے ہیں کہ:

((وکان یری الاشارۃ بالمسبحۃ ویضع یمینہ علی شمالہ تحت صدرہ ویقوی قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام عام وفاتہ))

''نماز میں بیٹھتے وقت انگلی اٹھا کر اشارہ کرتے تھے اور سینے سے نیچے یعنی اس کے قریب ہاتھ باندھتے تھے اور اپنی وفات والے سال فاتحہ خلف الامام پڑھنے کو قوی کہتے تھے۔''

اور اس طرح علامہ سید شریف عبدالحیٔ الحسینی حنفی نے نزہۃ الخواطر: ۶/ ۵۲ میں بھی ذکر کیا ہے:

۲۔ علامہ شیخ ابوالحسن سندھی کبیر پر اس مسئلہ کی وجہ سے جو آزمائش امتحان آیا اس عبرت ناک واقعہ کو علامہ محمد عابد سندھی نے اپنی کتاب تراجم الشیوخ میں نقل کیا ہے، شیخ موصوف حدیث پر عمل کرتے تھے اور رکوع کرتے اور رکوع سے سیدھے ہوتے اور دو رکعتوں سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے اور نماز میں اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے تھے، ان کے دور میں شیخ ابوالطیب سندھی متعصب حنفی تھا جو شیخ ابوالحسن سے مناظرے کرتا تھا مگر دلائل دیکھ کر عاجز آ جاتا تھا، بالآخر اس نے مدینہ کے قاضی کے پاس شکایت کی اور شیخ ابوالحسن کو طلب کیا گیا جب آپ کے دلائل قاضی صاحب نے سنے تب اس کو معلوم ہوا کہ آپ تو تمام فنون میں امام ہیں اور پورے مدینے والے آپ کے شاگرد ہیں، اس لیے قاضی صاحب کے پاس کوئی چارہ نہ رہا اس نے آپ سے دعا کی التجا کرتے ہوئے آپ کو رخصت کر دیا اس طرح ہر سال نئے نئے قاضی کے پاس شکایت آتی رہی اور شیخ صاحب کامیاب ہوتے رہے بالآخر ایک سال ایسا قاضی آیا جو حنفی مذہب میں سخت متعصب تھا، ابوالطیب نے اس کو شکایت پیش کی جس پر قاضی صاحب نے شیخ صاحب کو طلب کر کے حکم دیا کہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھو اور رفع یدین نہ کرو شیخ صاحب نے واضح طور پر یہ فرمایا کہ ''لا افعل ذالك'' یعنی میں اس طرح نہیں کروں گا، اس بناء پر آپ کو جیل کی تاریک کوٹھڑی میں بند کرنے کا حکم دیا گیا جہاں پر آدمی اپنے اعضاء کو بھی نہ دیکھ سکے اور اسی کوٹھڑی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پیشاب پاخانہ کرتے رہے، چھ دنوں تک وہاں رہے، پھر مدینے کے لوگ آ کر شیخ صاحب کو نصیحت کرنے لگے کہ قاضی صاحب کا حکم مانیے اور جیل سے رہائی حاصل کیجیے، شیخ صاحب نے فرمایا کہ:

((لا افعل شيئا لم يصح عندي ولا اترك شيئا صح عندي من فعله ﷺ وحلف على ذالك))

''میرے نزدیک جو عمل رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت نہیں ہے وہ نہیں کروں گا اور جو ثابت ہے وہ نہیں چھوڑوں گا اس بارے میں انہوں نے قسم اٹھائی۔''

پھر لوگ قاضی کے پاس سفارش کے لیے گئے تب قاضی نے بھی قسم اٹھا کر کہا کہ اگر ان کو میں نے دوبارہ سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا تو جیل بھیج دوں گا تو لوگوں نے شیخ صاحب کو عرض کی کہ مہربانی کر کے نماز پڑھتے وقت چادر لپیٹ کر نماز پڑھا کریں کہ قاضی آپ کو سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے نہ دیکھے، پھر شیخ صاحب نے اس طرح کیا کچھ مدت گزرنے کے بعد نماز پڑھتے ہوئے شیخ صاحب کو کسی نے خبر دی کہ قاضی مر گیا تو شیخ صاحب نے نماز ہی کی حالت میں چادر اتار دی۔

ناظرین! یہی ایمان کا تقاضا ہے کہ ہر تکلیف برداشت کرتے ہوئے سنت پر قائم رہا جائے، شیخ صاحب موصوف عالم ہیں، صحاح ستہ اور مسند احمد وغیرہ پر آپ کے حاشیہ جات تحریر ہیں، اور موصوف اہل حدیث اور احناف کے نزدیک مسلم بزرگ ہیں، آپ کا یہ واقعہ سبق اور عبرت آموز ہے۔

۳۔ جدامجد صاحب الخلافہ کے سندھ میں اکثر لوگ معتقد ہیں اور آپ کی اعلیٰ اہمیت اور مہارت دین سب کے نزدیک مسلم ہے آپ بھی اپنے ہاتھ نماز میں سینے پر باندھتے تھے جیسے ہمارے والد ماجد سید احسان اللہ راشدی رحمہ اللہ نے مسلک الانصاف، ص:۲۸ پر ذکر کیا ہے بلکہ آپ کی عبارت اوپر گزری کہ سنت کا مسنون طریقہ سینے پر ہاتھ باندھنا ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت نہیں اس مسئلہ کے بارے میں آپ کا ایک کتابچہ عربی زبان میں بنام درج الدرر فی وضع الایدی علی الصدر تصنیف کیا ہوا ہے، جس سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

((ان الصحيح الثابت من ساقي الكوثر عليه الصلوٰة والسلام الى دوام الدهر في الصلوٰة وهو وضع اليدين على الصدر واما وضعهما تحت السرة فلم يرد فيه حديث مسند معتبر فضلا عن صحيح))

صحیح حدیث سے رسول اللہ ﷺ سے یہی ثابت ہے کہ نماز میں سینے پر ہاتھ رکھے جائیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث تو درکنار کسی معتبر سند سے بھی کوئی روایت وارد نہیں۔

((ان الاصل عند الشافعي الوضع على الصدر))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی کا اصل مذہب یہی ہے کہ سینے پر ہاتھ رکھے جائیں۔

((فالظاهر منه انه رجع بعد وصول الرواية))

امام احمد بن حنبل حدیث کے ملنے کے بعد سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل بنے۔

((مروية عن مالك كما ذكره العينى))

امام مالک سے بھی سینے پر ہاتھ باندھنا مروی ہے جیسے عینی حنفی نے ذکر کیا ہے۔

ناظرین! ان تینوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ تینوں ائمہ کرام (مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا صحیح مذہب بھی سینے پر ہاتھ باندھنا ہے۔

((عند معارضة الا ثار يجب الرجوع الى المرفوع لقوله تعالى فان تنازعتم فى شىء فردوه الى الله والرسول والمرفوع لم يثبت فيه الوضع الا على الصدور وعند الصدر لا تحت السرة))

جب اثر اور قول ایک دوسرے کے معارض ہوں تو اس وقت (فیصلے کے لیے) مرفوع حدیث کی طرف رجوع کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ''کسی بھی چیز میں تم اختلاف یا جھگڑا کرو تو اس کو فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔'' اور اس مسئلہ میں ہاتھ ناف سے نیچے باندھنے کے لیے کوئی مرفوع حدیث ثابت نہیں بلکہ اس میں صرف سینے پر یا سینے کے پاس ہاتھ باندھنے کا ثبوت ہے۔

((واما وضعهما تحت السرة فلا تعظيم اصلا بل لو انه موجب اساءة لا يبعد لان تحت السرة عورة))

اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کوئی تعظیم یا ادب نہیں بلکہ اگر اس کو بے ادبی کہا جائے تو کوئی بعید نہیں کیونکہ ناف کے نیچے شرمگاہ ہے۔

((قد ثبت من حديث وائل وهلب تعدد الواقعة واستفيد من ظاهر كان فى مرسل طاؤس المنجبر الاستمرار))

وائل بن حجر کی حدیث (حدیث نمبر۲) اور ھلب کی حدیث (حدیث نمبر۳) سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا سینے پر ہاتھ باندھنا ایک بار کا واقعہ نہیں ہے، بلکہ متعدد بار آپ ﷺ نے سینے پر ہاتھ باندھے ہیں اور طاؤس کی روایت اگرچہ مرسل ہے، مگر شواہد کی وجہ سے قوی ہے اس میں لفظ ''کان'' یعنی آپ ﷺ سینے پر ہاتھ باندھتے تھے، جس سے آپ ﷺ کا دوام ثابت ہوتا ہے۔

ناظرین! علماء صرف کے نزدیک ''کان'' مضارع پر داخل ہو تو جیسے (کان، یضرب) (مارتا تھا) تو اس کو ماضی استمراری کہتے ہیں تو یہاں (کان یضع علی صدرہ) کے معنی ہوں گے کہ آپ سینے پر ہاتھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باندھتے اور رکھتے تھے اس سے ہمیشگی کا فائدہ ملتا ہے۔

((قد ثبت هذا المعنى عن ابن عباس وعلى وانس رضی اللہ عنہم))

(۸) آیت وانحر کے معنی سینے پر ہاتھ باندھنا تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

۱۔ مشہور قرآن مفسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

۲۔ چوتھے خلیفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

ناظرین! جد امجد کی عبارتوں سے چند باتیں معلوم ہوئی۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا مذہب اور معمول سینے پر ہاتھ باندھنا ہے نہ کہ ناف کے نیچے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صرف سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت ہے۔

(۳) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہمیشگی والا اور دائمی عمل تھا۔

(۴) اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کا ثبوت نہیں ملتا۔

(۵) قرآن میں بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت ہے۔

(۶) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا بے ادبی ہے۔

جد امجد کی یہ عبارتیں دیکھنے کے بعد آپ کا کوئی بھی معتقد یا آپ کی اولاد اور خاندان میں سے کوئی بھی سمجھدار ناف کے نیچے ہاتھ نہیں باندھے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا اور اس کے در پر التجا ہے کہ مسلمانوں کی سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرے اور سنت نبوی پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى اهل طاعته اجمعين.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاتحہ خلف الامام

نماز میں فاتحہ خلف الامام ایک ایسا مسئلہ رہا ہے جس میں علماء اہل حدیث اور علماء احناف کا اختلاف ہے دونوں طرف سے بہت سی کتب لکھی گئی لیکن شاہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ مقالہ ایسا جامع مانع ہے کہ جو اپنی مثال آپ ہے اس مقالہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ۱۶ مرفوع احادیث، ۱۷ آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ۸ تابعین کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ فاتحہ خلف الامام پڑھنا فرض ہے اور اس کے بعد مخالفین کے دلائل کو ذکر کر کے اس کا رد پیش کیا ہے اور آخر میں علماء احناف کے جید علماء کرام کی شہادات پیش کیں ہیں جو فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

بسم الله الرحمن الرحيم ، الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات وبحمده وثنائه تصح وتقبل الصلوات وافضل وازكى التسليمات على افضل الرسل وامام الحامدين له في الخلوات والجلوات ، وامته الحامدين زينوا بحمد ربهم العبادات وشرفهم بسورة عظيمة على تيسيرها سبع آيات واقبل على قارئها بالاجابة وعدهم بالجواز والصلات . امابعد!

سورۂ فاتحہ میں اللہ رب العالمین کی بڑی شان ہے اور اس کے ہم مثل دوسری کوئی سورت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز کی ہر رکعت میں اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے کہ نماز سے زیادہ اللہ کی تعریف کے لیے کوئی دوسرا بہترین اور مناسب موقعہ ہے ہی نہیں۔ اور قدرتی طور پر یہ سورت دوسری تمام سورتوں سے زیادہ آسان بھی ہے۔ اور مشاہدے سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسے بہت سے آدمی ملیں گے جن کو قرآن کی کوئی دوسری سورت یاد نہیں ہوگی، البتہ سورت فاتحہ ضرور یاد ہوگی۔ اور ایسا کوئی آدمی نہیں ملے گا جس کو سورۂ فاتحہ یاد نہ ہو اور دوسری کوئی سورت یاد ہو۔ اسی لیے آیت ﴿فاقرء وا ما تسير من القرآن﴾ (المزمل) یعنی ''قران میں سے جو آسان ہو وہ (نماز میں) پڑھا کرو۔''

اس سے علماء کرام سورۂ فاتحہ مراد لیتے ہیں کیونکہ یہ باقی سورتوں کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے، جیسا کہ امام ابوالعباس احمد ابن ابی الحفص یعنی مفسر قرطبی کے استاد نے اپنی کتاب ''المفهم شرح الاختصار لمسلم ۱/ ۲۵۰'' (المصور) میں فرمایا ہے:

نیز مضامین کے اعتبار سے بھی یہ سورت پورے قرآن مجید کا خلاصہ ہے۔ اسی وجہ سے اس سورۃ کو ''القرآن العظیم'' بھی کہا گیا ہے۔ (الحجر، مع صحیح البخاری: ۲/ ۶۸۳) مزید اس کی تفصیل ہماری تفسیر سورت فاتحہ میں بیان کی گئی ہے اور اس میں اس سورت کی فضیلت کے بارے میں بہت ساری احادیث بھی مذکور ہیں۔

سورۂ فاتحہ نماز کے ارکان میں سے ہے اس کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوگی فرضی ہو یا نفلی یا جنازہ، جہری نماز ہو یا سری، نمازی اکیلا ہو یا امام یا مقتدی، ہر حالت میں نماز میں سورت فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ اس مختصر رسالہ میں چند احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سب مسلمانوں کو تعصب سے بچائے اور احادیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وكتبه

ابو محمد بديع الدين شاه الراشدی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث نبوی ﷺ

حدیث : 01 ، بروایت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ :

((عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب)) (صحيح البخاری: ۱/ ۱۹۴)

''سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔''

یہ حدیث بخاری کے علاوہ مسلم مع النووی: ۱/ ۱۶۹، نسائی: ۱/ ۹۲، ابوداؤد: ۱/ ۸۲، ترمذی: ۱/ ۳۴، ابن ماجه: ۱/ ۶۰، صحیح ابن خزیمه: ۱/ ۲۴۶، صحیح ابن حبان: ۳/ ۲۰۴ (ترتیب فارسی)، المنتقی لابن الجارود: ۷۲، صحیح ابی عوانه: ۲/ ۱۲۴، مسند احمد: ۵/ ۳۲۴، مسند الحمیدی: ۱/ ۱۹۱، مصنف عبدالرزاق: ۲/ ۹۳، مصنف ابن ابی شیبه: ۱/ ۳۶۰، مسند شافعی: ۱۲، سنن دارمی: ۱/ ۲۲۸، الدار قطنی: ۱/ ۳۳۱، البیهقی: ۲/ ۳۸، جزء القراءة للبخاری: ۲، جزء القراءة للبیهقی: ۱۱، المعجم الطبرانی الصغیر: ۱/ ۷۸، شرح السنة للبغوی: ۳/ ۴۵ وغیرہ اور دوسری کتابوں میں مروی ہے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء رفع الیدین صفحہ ۷ میں اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔ یہ حدیث اپنے مطلب میں واضح ہے کہ کوئی بھی نماز سورۂ فاتحہ کے بغیر درست نہ ہوگی۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث پر اس طرح باب قائم کیا ہے: "باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوات کلها فی الحضر والسفر یجهر فیها ویخافت" یعنی یہ باب ہے اس بیان میں کہ قراءت یعنی سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہر نمازی کے لیے فرض ہے، امام ہو یا مقتدی، سفر میں ہو یا حضر میں، نماز میں قراءت جہری ہو یا سری۔

امام ابن عبدالبر "التمهید: ۱۱/ ۴۳" میں فرماتے ہیں: "لم یخص اماما من ماموم ولا منفرد" یعنی یہ حدیث عام ہے اس میں امام یا مقتدی یا اکیلے نمازی کے لیے تخصیص نہیں ہے، بلکہ سب کے لیے حکم ہے۔

الکرمانی شرح البخاری: ۵/ ۱۲۴ میں ہے کہ:

((وفيه دليل على ان قراءة الفاتحة واجبة على الامام والماموم و المنفرد في الصلوات كلها))

یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ تمام نمازوں میں خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا اکیلے سب پر سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔

اسی طرح قسطلانی شرح البخاری میں بھی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث : 02 ، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

((عن ابی هريرة رضي الله عنه عن النبی ﷺ قال من صلی صلاة لم يقرأ فيها بام القرآن فهی خداج ثلاثا غير تمام ـ فقيل لابی هريرة انا نكون وراء الامام فقال اقرأ بها فی نفسك فانی سمعت رسول الله ﷺ يقول قال الله تعالیٰ قسمت الصلاة بينی وبين عبدی نصفين ولعبدی ما سال ، فاذا قال العبد ﴿الحمد لله رب العالمين﴾ قال الله تعالیٰ حمدنی عبدی واذا قال ﴿الرحمن الرحيم﴾ قال الله اثنی علی عبدی ، فاذا قال ﴿مالك يوم الدين﴾ قال مجدنی عبدی وقال مرة فوض الی عبدی فاذا قال ﴿اياك نعبد واياك نستعين﴾ قال هذا بينی وبين عبدی ولعبدی ما سال ، فاذا قال ﴿اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ قال هذا لعبدی ولعبدی ما سال)) (صحيح مسلم: ۱/ ۱۷۰ مع النووی)

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی شخص نے کوئی نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو وہ خداج (ادھوری) ہے تین بار فرمایا کہ نامکمل ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں (تو پھر کیا کریں) انہوں نے فرمایا پھر آہستہ آہستہ اپنے دل میں پڑھا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جو اس نے مانگا۔ بندہ جب ﴿الحمد لله رب العالمين﴾ (سب تعریفات اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی ہے۔“ اور جب بندہ ﴿الرحمن الرحيم﴾ (مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء کی اور جب بندہ ﴿مالك يوم الدين﴾ (جزاء کے دن کا مالک ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بڑائی اور بزرگی بیان کی اور اپنے کام میرے سپرد کیے ہیں۔ اور جب بندہ ﴿اياك نعبد واياك نستعين﴾ (خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے ہے جو اس نے مانگا (یعنی بندہ میری عبادت کرے اور میں اس کی مدد کروں اور اس کا سوال پورا کروں) اور جب بندہ ﴿اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین﴾ (ہمیں سیدھے راستے پر چلا جس پر تیرے انعام یافتہ بندے چلے اور نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا یا جو گمراہ ہوئے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ حصہ میرے بندے کے لیے ہے اور بندے کے لیے (اس سے بھی زیادہ میرے پاس ہے) جو اس نے مانگا۔"

نیز یہ حدیث موطأ مالك: ۲۸ ـ ۲۹، نسائی: ۱/ ۹۲، ابوداؤد: ۱/ ۸۲، ترمذی: ۱/ ۱۱۹، جزء القراءة للبیهقی: ۱۶، الدار قطنی ۱/ ۳۱۲ وغیرہ کتابوں میں مروی ہے۔

اس سے مسئلہ بخوبی واضح ہوگیا اور چند مقامات قابل غور ہیں۔

ل: سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نامکمل ہے اور ہمیں نماز پڑھنے کا حکم ہے، پھر نامکمل نماز کیسے قبول ہوگی؟ اس لیے سورۂ فاتحہ ہر رکعت میں پڑھنا فرض ہے۔

ب: جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں ہے اس نماز کو خداج کہا گیا ہے اور خداج اس کچے حمل کو کہتے ہیں جسے اونٹنی وقت سے پہلے گرادے، جیسا کہ لغت کی عام کتابوں میں ہے۔ مثلاً لسان العرب، القاموس، تاج العروس، المصباح، المنیر، اقرب، المورد، اساس البلاغة للزمخشری، وغیرها من كتب اللغة.

پس سورۂ فاتحہ سے خالی نماز کو اتنی بے کار چیز سے تشبیہ دی گئی اور اس کا نام خداج رکھا گیا تو وہ نماز درست کیسے کہلائے گی؟

حافظ ابن عبدالبر "الاستذكار" شرح موطا: ۶/ ۱۶۷ ـ ۱۶۸ میں تحریر کرتے ہیں:

((وفی حدیث ابی هریرة هذا من الفقه ایجاب قراءة فاتحة الكتاب فی كل صلاة وان الصلاة اذا لم یقرأ فیها فاتحة الكتاب فهی خداج وان قری فیها بغیرها من القرآن والخداج: النقصان و الفساد من قولهم اخدجت الناقة وخدجت، اذا ولدت قبل تمام وقتها (وقبل تمام الخلق) وذلك نتاج فاسد...... وقد زعم من لم یوجب قراءة فاتحة الكتاب فی الصلاة وقال هی وغیرها سواء وان قوله خداج یدل علی جواز الصلاة لانه نقصان والصلاة الناقصة جائزة وهذا تحكم فاسد۔ والنظر یوجب فی النقصان الا تجوز معه الصلاة لانه صلاة لم تتم ومن خرج من صلاة قبل ان یتمها فعلیه اعادتها تامة كما امر علی حسب حكمها ومن ادعی انها تجوز مع اقراره بنقصها فعلیه الدلیل ولا سبیل الیه من وجه یلزم والله اعلم))

یعنی "سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے فقہی مسئلہ نکلتا ہے کہ ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرض ہے اور جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ ناقص اور فاسد ہے۔ اگر چہ سورۂ فاتحہ کے علاوہ کتنا ہی قرآن کیوں نہ پڑھا گیا ہو۔ اور یہی مطلب خداج کا ہے جیسے کہتے ہیں "اخدجت الناقة" یعنی اونٹنی نے وقت پورا ہونے سے پہلے کچا حمل گرا دیا۔ اور ان لوگوں کا یہ خیال غلط ہے جو کہتے ہیں کہ نامکمل نماز ادھوری ہونے کے باوجود ہو جائے گی۔ یہ غلط اور فاسد فیصلہ ہے کیونکہ تحقیق کے مطابق کمی والی صورت میں نماز مکمل نہ ہوگی اور جو نماز مکمل نہیں وہ جائز کیسے ٹھہری؟ اور جو آدمی نماز کے مکمل کرنے سے پہلے اس سے نکل جائے تو اس پر حق ہے کہ دوبارہ مکمل نماز پڑھے جیسے اس کو حکم دیا گیا ہے جو شخص اقرار کرتا ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے پھر بھی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نماز جائز ہے تو اس پر اس کو دلیل دینی چاہیے جس کے بغیر دوسرا کوئی راستہ نہیں۔"

ج: اس حدیث میں الفاظ ہیں کہ "من صلی صلاة...... الخ" یعنی جس نے بھی نماز پڑھی اور وہ کوئی سی بھی نماز ہو اور دوسری حدیث میں ہے کہ "کل صلاة لا یقرأ فیها بام الکتاب فهی خداج" (جزء القراءة للبیهقی : ۲۱) یعنی ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ ناقص اور ادھوری ہے۔ اور ہر نمازی کے لیے یہی عام حکم ہے۔ امام، مقتدی یا اکیلا ہو، کوئی بھی نماز ہو جہری ہو یا سری ہو، کوئی بھی نماز سورۂ فاتحہ کے بغیر مکمل نہیں ہوگی بلکہ ادھوری رہے گی حالانکہ ہمیں مکمل نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

د: حدیث کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی مفہوم سمجھا ہے جب ان سے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً کہا کہ سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھا کر جس سے ثابت ہوا کہ اس حدیث میں سب کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے کیونکہ "الراوی ادری بمرویته" یعنی راوی اپنی روایت کے مطلب کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

ہ: بلکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی کے متعلق دوسری حدیث بطور دلیل کے پیش کی ہے جس میں سورۂ فاتحہ کو ہی نماز کہا گیا ہے۔ اس حدیث میں نماز کی تقسیم اور سورۂ فاتحہ کی تقسیم کا ذکر ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ سورۂ فاتحہ خود بھی نماز ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

و: نیز جو لوگ مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے سے روکتے ہیں وہ غور کریں کہ اس کے پاس کیا باقی رہا جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان تقسیم کیا جائے؟ بلکہ اپنے رب سے ایسی مناجات، دعا اور جواب سے محروم رہے گا اس لیے سورۂ فاتحہ ہر نمازی کے لیے ضروری ہے۔

حدیث : 03 ، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت:

((عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ قال کنا خلف النبی ﷺ فی صلاة الفجر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فثقلت عليه القراءة فلما فرغ قال لعلكم تقرأون خلف امامكم؟ قلنا نعم يارسول الله! قال: لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلاة لمن لم يقرأبها، رواه ابوداود والترمذى و النسائي معناه وفي رواية لابى داود قال وانا اقول مالى ينازع القرآن فلا تقرؤا بشيء من القرآن اذا جهرت الا بام القرآن)) (مشكوٰة: ۸۱)

''سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، پھر آپ ﷺ نے قراءت کی اور آپ ﷺ پر قراءت بھاری اور مشکل ہوگئی پھر جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تب فرمایا کہ شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: ایسے نہ کیا کرو سوائے سورۂ فاتحہ کے (یعنی صرف سورۂ فاتحہ پڑھا کرو) کیونکہ جس شخص نے بھی سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی کہہ رہا تھا کیا ہوگیا ہے قرآن مجھ سے جھگڑا کر رہا ہے۔ پس جب میں جہر سے نماز پڑھاؤں تو سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو۔''

صحت حدیث:

امام ترمذی نے: ۱/ ۴۱ میں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

امام خطابی معالم السنن شرح ابی داود: ۱/ ۲۰۵ میں فرماتے ہیں کہ:

((هذا الحديث نص بان قراءة فاتحة الكتاب على من صلى خلف الامام سواء جهر الامام بالقراءة او خافت بها، واسناده جيد لا طعن فيه))

یعنی ''یہ حدیث صاف اور واضح ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے خواہ وہ نماز جہری ہو یا سری۔ اور اس حدیث کی سند بالکل عمدہ ہے اس پر کوئی جرح نہیں ہے۔''

اور حافظ ابن حجر الدراية فى تخريج احاديث الهداية: ۱۶۴ میں فرماتے ہیں: ''واخرجه ابوداود باسناد رجاله ثقات'' یعنی حدیث ابوداؤد میں ہے اس کے راوی ثقہ ہیں۔

نیز التلخیص: ۱/ ۲۳۱ میں فرماتے ہیں: ابوداؤد، ترمذی، دارقطنی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی ان سب نے صحیح کہا ہے:

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے حنفی السعاية شرح شرح الوقاية: ۲/ ۳۰۳ میں لکھتے ہیں کہ:

((وقد ثبت بحديث عبادة وهو حديث صحيح قوى السند امره ﷺ بقراءة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاتحة للمقتدی))

یعنی ''عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت اور صحیح ہے اور اس کی سند قوی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی اور امام کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔''

اعتراض:

اس حدیث پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق راوی ہے جس پر جرح کی گئی ہے۔ مگر یہ اعتراض غلط ہے۔ کیونکہ امام محمد بن اسحاق مشہور ثقہ راوی ہے۔ خود علماء حنفیہ اس کو ثقہ مانتے ہیں۔

حنفی مذہب کے مشہور امام ابن الہمام فتح القدیر شرح الهدایه: ۱/ ۳۰۱ میں لکھتے ہیں کہ:

((امام ابن اسحاق فثقة ثقة لا شبهة عندنا فی ذلك ولا عند محققی المحدثین))

یعنی ''امام ابن اسحاق ثقہ ہے اور اس کے بارے میں ہمیں اور محققین محدثین کو کوئی شبہ نہیں۔''

شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ ''والحق فی ابن اسحاق التوثیق'' یعنی ابن اسحاق کا ثقہ ہونا حق ہے۔

اور علامہ لکھنوی السعایة: ۱/ ۳۷۲ میں فرماتے ہیں کہ: ''ان المرجح فی ابن اسحاق التوثیق'' یعنی راجح قول کے مطابق ابن اسحاق ثقہ ہے۔ اور علامہ سلام اللہ حنفی موطا کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ ابن اسحاق ثقہ ہے اس لیے اس کی حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ نیز ابن اسحاق اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ زید بن واقد بھی اس حدیث کا راوی ہے جس کی حدیث دارقطنی: ۱/ ۳۱۹، جزء القراءۃ بخاری، ص:۷ اور جزء القراءۃ للبیہقی: ۴۲ وغیرہ میں مروی ہے۔

الغرض یہ حدیث صحیح اور اپنے مطلب میں واضح ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے ضرور سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر مقتدی کو فرمایا کہ جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوگی اور نماز بھی فجر کی تھی جس میں جہری قراءت ہوتی ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ جب میں جہراً پڑھوں تو میرے پیچھے سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھا کرو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ قرآن کی کوئی اور سورت پڑھنا منع ہے نہ کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا منع ہے بلکہ اس کے پڑھنے کا حکم ہے۔ اس حدیث کے سننے کے بعد کوئی بھی مسلمان امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے میں سستی نہیں کرے گا۔

حدیث : 04 ، بروایت محمد بن ابی عائشہ رحمہ اللہ:

((عن محمد بن ابی عائشة عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال قال النبی ﷺ لعلکم تقرء ون والامام یقرأ مرتین او ثلاثا قالوا یا رسول الله! انا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لنفعل قال: فلا تفعلوا الا ان یقرأ احدکم بفاتحة الکتاب)) (مسند احمد: ٢٣٦/٤)

''محمد بن ابی عائشہ رحمہ اللہ ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شاید تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو، جب امام پڑھتا ہے؟ (یہ بات) آپ ﷺ نے دو یا تین بار فرمائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کیا کرو بلکہ تم میں سے ہر ایک صرف سورۂ فاتحہ پڑھے۔''

نیز یہ حدیث جزء القراءۃ للبخاری صفحہ ١٨ اور جزء القراء للبیہقی صفحہ ١٥ میں بھی مروی ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ:

((ھذا حدیث صحیح احتج به محمد بن اسحاق بن خزیمة رحمه الله في جملة ما احتج في الباب))

یعنی ''یہ حدیث صحیح ہے اور امام ابن خزیمہ نے اس سے دلیل لی ہے کہ اس حدیث میں بھی مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے۔''

حدیث : 05 ، بروایت انس رضی اللہ عنہ:

((عن انس رضي الله عنه ان النبي ﷺ صلى باصحابه فلما قضى صلاة اقبل عليهم بوجهه فقال اتقرء ون في صلاتكم والامام يقرأ؟ فسكتوا ثلاث مرات۔ فقال قائل او قائلون انا لنفعل قال لا تفعلوا وليقرأ احدكم بفاتحة الكتاب في نفسه)) (جزء القراءة للبخاري: ٥٩)

'سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو نماز پڑھائی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ کیا تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو جب امام پڑھ رہا ہوتا ہے؟ وہ سب خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے یہ تین بار فرمایا۔ پس انہوں نے عرض کیا ہم اس طرح کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح نہ کیا کرو بلکہ تم میں سے ہر ایک صرف سورۂ فاتحہ اپنے دل میں پڑھ لیا کرے۔''

یہ حدیث صحیح ابن حبان ٣/ ٣٣٧ (ترتیب فارسی) میں بھی ہے۔ اور ابن حبان نے اس حدیث کو محفوظ کہا ہے۔ اور علامہ نورالدین ہیثمی مجمع الزوائد: ١١٠ پر یہ حدیث لا کر فرماتے ہیں کہ: ''رواہ ابو یعلی موصلی والطبرانی فی الاوسط و رجاله ثقات'' یعنی یہ حدیث مسند ابویعلی موصلی اور معجم الطبرانی اوسط میں بھی مروی ہے اور اس کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث میں بھی مقتدیوں کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث : 06 ، بروایت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ :

((عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول الله ﷺ اتقرأون خلفي؟ قالوا نعم! لنهذ هذا، قال لا تفعلوا الا بام القرآن)) (جزء القراءة : ۱۷)

''عمرو بن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میرے پیچھے (نماز میں) قراءت کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی ہاں جلدی پڑھ لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے نہ کیا کرو سوائے سورۂ فاتحہ کے (یعنی صرف سورۂ فاتحہ پڑھا کرو بس)۔''

یہ حدیث جزء القراء للبیهقی صفحه ۵۳ میں بھی ہے۔ اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ مقتدی کو بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے اور منع صرف قرآن کی کسی دوسری سورت (فاتحہ کے علاوہ) کے متعلق ہے۔

حدیث : 07 ، بروایت اہل بادیہ:

((عن رجل من اهل البادية عن ابيه وكان ابوه اسيرا عند رسول الله ﷺ وقال لا صحابه تقرء ون خلفي القرآن؟ فقالوا يا رسول الله! نهذه هذا قال لا تقرء وا الا بفاتحة الكتاب)) (جزء القراءة للبيهقي : ۵۳)

''ایک اعرابی اپنے والد سے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس قیدی بنا کر لایا گیا تھا (اور بعد میں مسلمان ہوگیا تھا) سے روایت کرتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرما رہے تھے کیا تم میرے پیچھے قرآن پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھا کرو۔''

حدیث : 08 ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت:

((عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال من صلى خلف الامام فليقراء بفاتحة الكتاب)) (مسند الشامين للطبراني، ص : ٤٥٤، ٤٤١ قلمي)

''سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے وہ سورۂ فاتحہ ضرور پڑھے۔

صحت حدیث:

اس حدیث کو امام سیوطی نے الجامع الصغیر : ۱/ ۱۷۴ میں حسن کہا ہے اور علامہ ہیثمی مجمع الزوائد : ۲/ ۱۱۱ میں فرماتے ہیں: ''رجاله موثوقون'' یعنی اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ علقمی نے شرح الجامع الصغیر میں اس حدیث کو حسن مانا ہے۔اس حدیث میں بالکل وضاحت سے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے۔

حدیث : 09 ، بروایت مہران رضی اللہ عنہ :

((عن عبدالرحمن بن سوار قال كنت عند عمرو بن ميمون بن مهران فقال له رجل من اهل الكوفة يا ابا عبدالله بلغني انك تقول من لم يقرأ خلف الامام بام القرآن فصلاته خداج ، قال عمرو صدق حدثني ابي ميمون بن مهران عن ابيه مهران عن النبي ﷺ انه قال من لم يقرأ بام الكتاب خلف الامام فصلاته خداج)) (جزاء القراءة للبيهقي : ٥٢)

''عبدالرحمٰن بن سوار سے روایت ہے کہ میں عمرو بن میمون بن مہران کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔کوفے کے ایک شخص نے کہا کہ اے ابوعبداللہ (یہ عمرو بن میمون کی کنیت ہے) مجھے خبر ملی ہے کہ تو کہتا ہے جو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز خداج (ادھوری) ہے۔عمرو بن میمون نے کہا کہ یہ بات سچی ہے۔حدیث بیان کی مجھے میرے والد میمون نے وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد مہران رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا جو بھی شخص امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز خداج (ادھوری) ہے۔''

حدیث : 10 ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت :

((عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ لا صلاة لمن لم يقراء بفاتحة الكتاب خلف الامام قال ابو الطيب قلت لمحمد بن سليمان خلف الامام؟ قال: خلف الامام ، وهذا اسناد صحيح والزيادة التي فيه كالزيادة التي في حديث مكحول وغيره فهي عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ صحيحة مشهورة من اوجه كثيرة وعبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ من اكابر اصحاب رسول الله ﷺ وفقهائهم)) (جزء القراءة للبيهقي : ٤٧)

''سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔راوی ابوطیب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد محمد بن سلیمان سے پوچھا کہ امام کے پیچھے؟ (یعنی یہ الفاظ حدیث میں ہیں؟) تو انہوں نے کہا ہاں۔امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ زیادتی (امام کے پیچھے) صحیح ہے۔عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بڑے اکابر فقہاء صحابہ میں سے ہیں ان سے بیشتر سندوں سے احادیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مروی ہیں جو اسی مطلب پر دلالت کرتی ہیں۔ یعنی کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔''

حدیث : 11 ، بروایت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ :

((عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن عبدالله بن عمرو ان رسول الله ﷺ خطب الناس فقال من صلى صلاة مكتوبة او سبحة فليقرأ فيها بام القرآن وقرآن معها فان انتهى الى ام القرآن اجزأت عنه ومن كان مع الامام فليقرا بام القرآن قبله اذا سكت ومن صلى صلاة لم يقرأ فيها بام القرآن فهي خداج فهي خداج)) (جزء القراءة للبيهقي : ٥٤)

''سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا جو شخص فرضی نماز یا نفلی نماز پڑھے تو وہ ضرور سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کے ساتھ ساتھ مزید قرآن بھی پڑھے اگر سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرتا ہے پھر بھی کافی ہے۔ جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑ رہا ہے وہ بھی ضرور سورۂ فاتحہ پڑھے اور امام کے قراءت شروع کرنے سے پہلے پہلے پڑھ لے جس نے بھی نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی وہ نماز ادھوری ہے، ادھوری ہے۔''

اس روایت کی امام بیہقی نے متعدد اسناد نقل کی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا خطبہ میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کا حکم دینا اس مسئلے کا اہم ترین ہونا ظاہر کررہا ہے۔

حدیث : 12 ، بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ :

((عن ابى هريرة رضي الله عنه قال امرنى رسول الله ﷺ ان انادى لا صلاة الا بقرأة فاتحة الكتاب فما زاد)) (جزء القراءة للبخارى : ٢٥)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ میں مدینے میں منادی کروں کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی پھر اس سے زیادہ قراءت (بھی کرسکتا ہے)۔''

جزء القراء للبیهقی : ١٤ میں یہ روایت ان الفاظ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ:

((اخرج فناد فى الناس ان لا صلاة الا بقراءة فاتحة الكتاب فما زاد))

''یعنی باہر نکل کر لوگوں میں منادی کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر کوئی بھی نماز نہیں ہوتی پھر اس سے زیادہ کچھ (قراءت) بھی کرسکتا ہے) اور یہ الفاظ بھی ہیں کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((قال امرنی رسول الله ﷺ ان انادی فی المدینة انه لا صلاة الا بقرأة ولو بفاتحة الکتاب))

یعنی مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ میں مدینہ میں منادی کروں کہ کوئی بھی نماز قراءت کے بغیر نہیں ہوتی اگرچہ صرف سورۂ فاتحہ ہی ہے۔

ثابت ہوا کہ سورۂ فاتحہ فرض اور ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے کیونکہ عام منادی کرانے سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور وہ سب لوگ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والے تھے جب مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا منع تھا تو منادی میں اس بات کی وضاحت کر دی جاتی مگر مطلق حکم دیا گیا کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوگی اس لیے ہر نماز کے لیے سورۂ فاتحہ ضروری ہے۔

حدیث : 13 ، حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ جدہ:

((عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده انهم کانوا یقرء ون خلف رسول الله ﷺ اذا انصت فاذا قرا لم یقرؤا و اذا أنصت قرؤا او کان رسول الله ﷺ یقول کل صلاة لا یقرا فیها بام القرآن فهی خداج)) (جزء القراءۃ للبیهقی : ۶۹)

''عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا یعنی عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت کرتے تھے جس وقت آپ ﷺ خاموش ہوتے اور جب آپ ﷺ قراءت کرتے تو مقتدی خاموش رہتے اور پھر رسول اللہ ﷺ خاموش ہوتے تو مقتدی قراءت کرتے اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں وہ نماز خداج (ادھوری) ہے۔''

حدیث : 14 ، بروایت جابر رضی اللہ عنہ:

((عن جابر ذکر قصة معاذ قال قال یعنی النبی ﷺ للفتی کیف تصنع یا ابن اخی اذا صلیت؟ قال اقرأ بفاتحة الکتاب واسال الله الجنة واعوذ به من النار وانی لا ادری ما دندنتك ولا دندنة معاذ فقال النبی ﷺ انی ومعاذ حول هاتین او نحو هذا)) (ابوداؤد : ۱۱۶)

''معاذ رضی اللہ عنہ کے واقعے سے متعلق جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نوجوان سے پوچھا تو نماز میں کس طرح کرتا ہے؟ اس نے کہا میں سورۂ فاتحہ پڑھتا ہوں اور اللہ سے جنت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانگتا ہوں اور جہنم سے پناہ طلب کرتا ہوں، مجھے آپ کے اور معاذ کے طریقے کا پتہ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم دونوں کا بھی یہی طریقہ ہے۔"

ناظرین! اس نوجوان کا نام سلیم تھا اور وہ انصاری تھا اور معاذ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس معاذ رضی اللہ عنہ کی نماز کی طوالت کی شکایت کرنے آیا تھا۔ ثابت ہوا مقتدی رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس نوجوان نے یہ حقیقت بتائی تو آپ ﷺ نے اس کو یہ نہیں کہا کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھا کرو تجھے امام کی قراءۃ ہی کافی ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ تک فرمایا ہم دونوں کا بھی یہی طریقہ ہے۔

حدیث : 15 ، بروایت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ:

((عن کثیر بن مروۃ سمع ابا الدرداء سئل النبی ﷺ افی کل صلاۃ قرأۃ؟ قال نعم)) (جزء القراءۃ للبخاری : ٦)

"کثیر بن مرہ نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کیا ہر نماز میں قراءۃ کرنی چاہیے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔"

یہاں قراءت سے مراد سورۂ فاتحہ ہے جیسے دوسری احادیث سے واضح ہے اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ خاموش ہو کر کھڑے رہنے سے نماز نہیں ہوتی اور ایسی نماز کسی کام کی نہیں ہوتی بلکہ اس میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

حدیث : 16 ، بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

((عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی صلاۃ مکتوبۃ مع الامام فلیقرأ فاتحۃ الکتاب فی سکتاتہ ومن انتھی الی ام القرآن فقد اجزاہ)) (المستدرك للحاکم : ١/ ٢٣٨)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو اور وہ نماز فرضی ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ امام کے خاموش ہونے کے دوران سورۂ فاتحہ پڑھے جس نے صرف سورۂ فاتحہ ہی پڑھی (کوئی دوسری سورت نہیں ملائی) تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔"

فائدہ: امام حاکم نے اس حدیث کی سند کو مستقیم کہا ہے۔

ناظرین! یہ سولہ احادیث ذکر کی گئی ہیں جن سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ہر حالت میں پڑھنی چاہیے اگر کوئی شخص امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث ملنے کے بعد کسی بھی مسلمان کو اس مسئلے کے بارے میں کوئی تردد یا شک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرنا چاہیے، اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار ذکر کیے جاتے ہیں جو کہ جزء القراءۃ للبخاری، جزء القراءۃ للبیہقی، الدارقطنی، سنن الکبری للبیہقی سے لیے گئے ہیں۔

آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حدیث نمبر ۱۳ میں عام صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں گزرا کہ وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے تو سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ اس کے بعد نام بنام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار ذکر کیے جاتے ہیں۔

اثر نمبر ۱، از عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

((عن يزيد بن شريك انه سئل عمر عن القرأة خلف الامام فقال اقرا بفاتحة الكتاب قلت ان كنت انت؟ قال وان كنت انا، قلت وان جهرت؟ قال وان جهرت، رواته كلهم ثقات)) (الدار قطني: ۱/ ۳۱۷)

''یزید بن شریک سے روایت ہے کہ اس نے عمر رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قراءت کرنے کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ پڑھا کرو۔ میں نے عرض کی اگر آپ نماز پڑھا رہے ہوں؟ انہوں نے جواب دیا اگرچہ میں نماز پڑھا رہا ہوں۔ میں نے عرض کی اگر آپ قراءت بالجہر کر رہے ہوں؟ انہوں نے جواب دیا اگرچہ میں قراءت بالجہر ہی کر رہا ہوں۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ اس اثر کے سب راوی ثقہ ہیں۔''

اثر نمبر ۲، از علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

((عن على بن ابى طالب رضي الله عنه انه كان يامرو يحب ان يقراء خلف الامام فى الظهر والعصر بفاتحة الكتاب وسورة وفى الاخريين بفاتحة الكتاب))

(جزء القراءة للبخاری: ۱۵)

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حکم دیتے اور پسند کرتے تھے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھی جائے جبکہ آخر دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی جائے۔''

اور جزء القراءۃ للبیہقی صفحہ ۶۲ میں ہے:

((ان عليا رضي الله عنه كان يامر بالقراءة خلف الامام))

''یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت کرنے کا حکم دیتے تھے۔''

اثر نمبر ۳، از ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عـن ابـی مریم سمعت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یـقرا خلف الامام)) (جزء القراءة للبخاری: ١٥-١٦)

''ابومریم سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ امام کے پیچھے قراءت کررہے تھے۔''

اثر نمبر ۴، از ابن عباس رضی اللہ عنہ:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اقرأ خلف الامام جهر او لم يجهر)) (جزء القراءة للبیهقی: ٦٤)

''ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے پڑھا کرو چاہے امام جہری قراءت کررہا ہو یا سری۔''

دوسری روایت میں ہے کہ:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لا تدع فاتحة الكتاب جهر الامام او لم يجهر))

''یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر حال میں سورۂ فاتحہ پڑھا کرو چاہے امام جہری قراءت کررہا ہو یا سری۔''

اثر نمبر ۵، از ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

((عـن عبـدالـلـه بـن ابـی الهذيل قال سالت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اقرا خلف الامـام؟ قـال نـعـم، وعن ابی المغيرة عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انـه کان یقرأ خلف الامام)) (جزء القراءة للبیهقی: ٦٢)

''سیدنا عبداللہ بن ابی ہذیل سے روایت ہے کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ ابومغیرہ سے روایت ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔''

اثر نمبر ٦، از ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ:

((عـــن ابـــی نضـرة سـألت ابا سعيد عن القرأة خلف الامام فقال فاتحة الكتاب)) (جزء القراءة للبخاری: ٦٢)

''ابونضرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثر نمبر ۷، از عمران بن حصین رضی اللہ عنہ:

((عن الحسن حدثنی عمران بن حصین قال لا تزکوا صلاۃ مسلم الا بطھور و رکوع وسجود و فاتحۃ الکتاب وراء الامام وغیر الامام)) (جزء القراءۃ للبیھقی: ٦٨)

”حسن سے روایت ہے کہ مجھے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مسلمان کی نماز اس وقت تک پاکیزہ نہیں ہوسکتی جب تک اس میں پاکیزگی، رکوع، سجود اور سورۂ فاتحہ نہ ہو، خواہ وہ امام کے پیچھے ہو یا امام کے بغیر ہو۔“

اثر نمبر ۸، از عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ:

((عن محمود بن الربیع قال صلینا صلاۃ والی جنبی عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ فسمعتہ یقرا بفاتحۃ الکتاب، فلما فرغنا قلت یا ابا الولید الم اسمعک قرأت فاتحۃ القرآن؟ قال: اجل انہ لا صلاۃ الا بھا)) (جزء القراءۃ للبیھقی: ٧٥)

”محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے، میرے ساتھ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کھڑے تھے میں نے سنا وہ سورۂ فاتحہ پڑھ رہے تھے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا اے ابوالولید آپ سورۂ فاتحہ پڑ رہے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں، اس لیے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔“

اثر نمبر ۹، از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

((عن یحیی ابن البکاء سئل ابن عمر رضی اللہ عنہ عن القرأۃ خلف الامام فقال ما کانوا یرون باسا ان یقراء بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ)) (جزء القراءۃ للبخاری: ١٤-١٥)

”یحیٰی بن بکاء کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا انہوں نے کہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ مقتدی دل میں آہستہ سے سورۂ فاتحہ پڑھ لے۔“

اور دوسری روایت ہے کہ:

((عن ابی العالیۃ البراء ان عبداللہ بن صفوان قال لابن عمر یا اباعبدالرحمن افی کل صلاۃ تقرا؟ قال انی لا ستحی من رب ھذا البیت ان ارکع رکعتین لا اقرا فیھما بام الکتاب فزائدا او قال فصاعدا)) (جزء القراءۃ للبیھقی: ٦٤)

یعنی ”ابوالعالیہ البراء سے روایت ہے کہ عبداللہ بن صفوان نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ہر نماز میں قراءت کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں اس بیت اللہ کے رب سے شرم محسوس کرتا ہوں کہ کوئی بھی دو رکعتیں نماز پڑھوں اور ان میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھوں یا اس کے بعد قرآن کی کوئی دوسری سورۂ نہ پڑھوں۔"

اثر نمبر۱۰، از ابو ہریرہ وسیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما:

((عن ابی هريرة و عائشة رضی اللہ عنہما كانا يامران بالقراءة خلف الامام فی الظهر والعصر فی الركعتين الاوليين بفاتحة الكتاب و شیء من القرآن و كانت عائشة رضی اللہ عنہا تقول يقرأ فی الاخريين بفاتحة الكتاب)) (جزء القراءة للبيهقی : ۸۰)

"سیدنا ابو ہریرہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما دونوں امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کچھ اور قرآن پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی جائے گی۔"

نیز حدیث نمبر دو میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول گزرا کہ انہوں نے امام کے پیچھے آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔

اثر نمبر۱۱، از ابوالدرداء رضی اللہ عنہ:

((عن حسان بن عطية ان ابا الدرداء رضی اللہ عنہ قال لا تترك قرأة فاتحة الكتاب خلف الامام جهر او لم يجهر)) (جزء القراءة للبيهقی : ۶۸)

"حسان بن عطیہ سے روایت ہے کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام جہری قراءت کر رہا ہو یا سری اس کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا ترک نہ کرنا۔

اثر نمبر۱۲، از انس رضی اللہ عنہ:

((عن ثابت عن انس قال كان يامرنا بالقراءة خلف الامام قال وكنت اقوم الی جنب انس فيقرأ بفاتحة الكتاب وسورة من المفصل و يسمعنا قراءته لناخذ عنه)) (جزء القراءة للبيهقی : ۶۸)

"ثابت تابعی کہتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیا تھا اور میں ان کے ساتھ جماعت میں کھڑا ہوتا تھا وہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھتے اور ہمیں سناتے تاکہ ہم بھی سیکھ لیں۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثر نمبر ۱۳، از معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

((عن ابی شیبة المهری یقول سال رجل معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن القرأة خلف الامام قال اذا قرأ فاقرأ بفاتحة الكتاب وقل هو الله احد واذا لم تسمع فاقرأ فی نفسك ولا توذ من عن يمينك ولا من عن شمالك)) (جزء القراءة للبیهقی: ٦٣)

''ابوشیبہ مہری کہتے ہیں کہ ایک شخص نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قراءت کرنے کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا جب امام قراءت کر رہا ہو تب تو سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھ۔ اور جب تو امام کی قراءت نہ سن رہا ہو تو اپنے دل میں آہستہ قراءت کر اور اپنے دائیں طرف والے اور بائیں طرف والے کو ایذاء نہ دے (یعنی جہر سے نہ پڑھ کر ان کو تشویش ہو)۔''

اثر نمبر ۱۴، از عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ:

((عن حصين قال صليت الى جنب عبيدالله بن عبدالله بن عتبة فسمعته يقراء خلف الامام فلقيت مجاهدا فذكرت له ذالك، فقال مجاهد سمعت عبدالله بن عمرو بن العاص يقرأ خلف الامام)) (جزء القراءة للبیهقی: ٦٥)

''حصین کہتے ہیں کہ میں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کے ساتھ نماز پڑھی میں نے سنا کہ وہ امام کے پیچھے قراءت کر رہے تھے۔ پھر میں مجاہد تابعی سے ملا اس کو یہ بات بتائی اس نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بھی امام کے پیچھے قراءت کر رہے تھے۔''

اثر نمبر ۱۵، از ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ:

((عن حميد بن هلال ان هشام بن عامر قرأ فقيل له اتقرا خلف الامام؟ قال انا لنفعل)) (جزء القراءة للبیهقی: ٦٧)

''حمید بن ہلال کہتے ہیں کہ ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ کے پیچھے قراءت کر رہے تھے ان کو کہا گیا آپ امام کے پیچھے قراءت کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہم ایسی ہی کرتے ہیں۔''

اور معجم الکبیر طبرانی میں الفاظ اس طرح ہیں کہ:

((جاء هشام بن عامر الى الصلاة فاسرع المشى فدخل المسجد فى الصلاة وقد حفزه النفس فجهر بالقراءة خلف الامام فلما قضى صلاته قيل له اتقرأ خلف الامام؟ قال انا لنفعل))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''ہشام بن عامر جلدی جلدی جماعت کو پہنچے تو ان کی سانس پھولی ہوئی تھی اس کے باوجود انہوں نے قراءت کی جو کہ سننے میں آرہی تھی پھر ان سے کہا گیا اپ امام کے پیچھے بھی قراءت کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔''

علامہ ہیثمی مجمع الزوائد: ۲/ ۱۱۱ میں لکھتے ہیں کہ ''رجالہ موثوقون'' یعنی اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

اثر نمبر ۱۶، از عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ:

((عن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ انہ کان یقرأ فی الظھر و العصر خلف الامام بفاتحة الکتاب وسورة فی الاولیین وفی الاخریین بفاتحة الکتاب فقط))

(جزء القراءة للبخاری: ١٦)

''سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔''

اثر نمبر ۱۷، از علی و جابر رضی اللہ عنہما:

((عن علی وجابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال لا یقرأ الامام و من خلفه فی الاولیین الا بفاتحة الکتاب وسورة وفی الاخریین بفاتحة الکتاب)) (جزء القراءة للبیهقی: ٦٧)

''امیر المومنین علی اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما دونوں کہا کرتے تھے کہ امام اور مقتدی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھا کریں۔''

ان آثار اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی یہی عمل تھا یعنی وہ بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل اور عامل تھے۔ اس کے بعد کچھ تابعین کے آثار نقل کیے جاتے ہیں۔''

آثارِ تابعین رحمہم اللہ

اثر نمبر ۱، از سعید بن جبیر رحمہ اللہ:

((عن عبداللہ بن عثمان بن خثیم قال قلت لسعید بن جبیر اقرأ خلف الامام؟ قال نعم! وان سمعت قرائته انهم قد احدثوا مالم یکونوا یمنعونه ان السلف کان اذا ام احدهم الناس کبر ثم انصت حتی ان یظن من خلفه قد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرأ بفاتحة الكتاب ثم قرأ فانصتوا)) (جزء القراءة للبخاری: ٦٢)

''عبداللہ بن عثمان بن خثیم کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں؟ انہوں نے کہا ہاں اگرچہ تو امام کی قراءت سن رہا ہو۔ ان لوگوں نے یہ نئی رسم نکالی ہے ورنہ سلف صالحین کا یہ طریقہ تھا کہ اگر ان میں سے کوئی امام بنتا تو تکبیر کہہ کر خاموش رہتا یہاں تک کہ جب اس کو یقین ہو جاتا کہ مقتدیوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ لی ہے تب امام قراءت کرتا اور مقتدی خاموش رہتے۔''

اس سے سلف صالحین کا طریقہ معلوم ہوا کہ وہ سب امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور امام بھی کچھ دیر کے لیے خاموش رہتا تھا تاکہ مقتدی سکون سے سورۂ فاتحہ پڑھ لیں۔ لیکن اس وقت لوگوں نے نیا طریقہ ایجاد کرلیا ہے کہ بغیر وقفہ کیے قراءت کرتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

سعید بن جبیر کبار تابعین میں سے ہیں، جن کی بیشتر صحابہ اور کبار تابعین سے ملاقات رہی ہے جیسے علامہ عبدالحئی لکھنوی نے امام الکلام میں حافظ ابن حجر کی کتاب نتائج الافکار سے نقل کیا ہے۔

اثر نمبر۲، از مکحول رحمہ اللہ:

((كان مكحول يقرأ في المغرب والعشاء والصبح بفاتحة الكتاب في كل ركعة سرا، قال مكحول اقرا فيما جهر به الامام اذا قرأ بفاتحة الكتاب وسكت سرا فان لم يسكت اقرأ بها قبله او معه او بعده ولا تتركها على حال)) (ابو داود: ١٢٧)

''شام کے مشہور عالم اور تابعی امام مکحول مغرب، عشاء اور فجر کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ جہری نماز میں ہر حال میں سورۂ فاتحہ پڑھا کر یعنی امام وقف کرنے کے دوران اور اگر امام وقف نہ کرے تو اس کی قراءت سے پہلے یا ساتھ ساتھ یا بعد میں، بہرحال ہر حال میں سورۂ فاتحہ پڑھا کرو چھوڑا نہ کرو۔''

اثر نمبر۳، از عروہ بن زبیر رحمہ اللہ:

((عن هشام عن ابيه قال يا بني اقرءوا فيما يسكت الامام واسكتوا فيما جهر ولا تتم صلاة لا يقرا فيها بفاتحة الكتاب فصاعدا مكتوبة او مسجة))

(جزء القراءة للبخاری: ٦٢ - ٦٣)

''ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا اے بیٹے! جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام پڑھے تو خاموش رہا کر اور جب وہ وقف کرے تو پڑھا کر اس لیے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی چاہے فرض ہو یا نفلی۔ ہاں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورۂ ملا سکتے ہو۔''

اثر نمبر۴، از ابوسلمہ رحمہ اللہ:

((عن ابی سلمة قال للامام سكتتان فاغتنموا القراءة فيهما بفاتحة الكتاب)) (جزء القراءة للبخاری: ٦٢)

''ابوسلمہ کہتے ہیں کہ امام کے لیے دو سکتے (وقف) ہوتے ہیں ان دونوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کو غنیمت جانو۔''

ناظرین! دو سکتے ہیں:

۱۔ سورۂ فاتحہ پڑھ لینے کے بعد جیسے اثر نمبر۱، میں سعید بن جبیر کا قول گزرا۔

۲۔ مکمل قراءت پڑھ لینے کے بعد رکوع کے لیے تکبیر کہنے سے پہلے کچھ دیر خاموش رہنا جیسے ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے۔

اثر نمبر۵، از حسن بصری رحمہ اللہ:

((عن الحسن انه كان يقول اقرأ خلف الامام فی كل ركعة بفاتحة الكتاب فی نفسك)) (مصنف ابن ابی شيبه: ١/ ٣٧٤)

''حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے امام کے پیچھے ہر رکعت میں اپنے دل میں سورۂ فاتحہ پڑھا کرو۔''

اور امام ابن عبدالبر کی کتاب ''التمہید :۱۱/ ۴۰ میں امام حسن بصری سے روایت ہے کہ:

((يقول اقرأ بام القرآن جهر الامام او لم يجهر فاذا جهر ففرغ من ام القرآن فاقرا بها انت))

''یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھا کرو امام جہری قراءت کر رہا ہو یا سری اور جہری قراءت میں جو امام سورۂ فاتحہ پڑھنے سے فارغ ہو جائے تب پڑھا کر۔''

اثر نمبر۶، از عطاء رحمہ اللہ:

((عن عطاء قال اذا كان الامام يجهر فليبادر بام القرآن او ليقرأ بعد ما يسكت فاذا قرء فلينصتوا كما قال الله عزوجل)) (مصنف عبدالرزاق: ١٣٣٢)

''عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ جب امام جہری قراءت کر رہا ہو تو اس کی قراءت سے پہلے پہلے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھ لے یا اس کے خاموش ہونے کے بعد پڑھے۔ اور جب امام پڑھنا شروع کرے تو مقتدی خاموش رہے جیسے کہ اللہ نے حکم دیا ہے۔"

یہ روایت جزء القراءۃ بخاری: ۲۳۱ میں بھی ہے۔

اثر نمبر ۷، از مجاہد رحمہ اللہ:

((قال مجاهد اذا لم يقرا خلف الامام اعاد الصلاة)) (جزء القراءۃ للبخاری: ۱۰۰)

"امام مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کو چاہیے کہ نماز دہرائے۔"

اثر نمبر ۸، از عامر شرحبیل رحمہ اللہ:

امام عامر شرحبیل شعبی فرماتے ہیں کہ:

((القرأة خلف الامام فى الظهر والعصر نور الصلاة)) (الثقات لابن حبان: ۶/ ۳۹)

"یعنی ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءت کرنا نور ہے۔"

اور جزء القراءۃ بخاری: ۱۰، میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قال الحسن وسعيد بن جبير و ميمون بن مهران ومالا احصى من التابعين واهل العلم انه يقرأ خلف الامام وان جهر و كانت عائشة رضي الله عنها تامر بالقراءة خلف الامام))

یعنی "حسن بصری، سعید بن جبیر، میمون بن مہران اور دوسرے بے شمار تابعین اور اہل علم کہتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت کرے اگرچہ امام جہر سے قراءت کر رہا ہو اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی قراءت خلف الامام کا حکم دیتی تھیں۔"

اور صفحہ نمبر ۱۴ طبع دہلی صفحہ نمبر ۷ میں فرماتے ہیں:

((وكان سعيد بن المسيب وعروة والشعبى و عبيدالله بن عبدالله ونافع بن جبير و ابوالمليح والقاسم بن محمد وابو مجلز و مكحول وملك بن عون وسعيد بن ابى عروبة يرون القراءة))

یعنی یہ سب تابعین امام کے پیچھے قراءت کے قائل تھے۔

ناظرین! اتنی احادیث اور سلف صالحین کا عمل دیکھنے کے بعد کسی مسلمان کو اس مسئلے کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہنا چاہیے مگر اس کے باوجود بعض دوست اپنے خیالات کے مطابق کچھ دلیلیں پیش کر کے لوگوں کو ورغلاتے ہیں۔ یہاں ان دلائل کا ذکر کر کے ان کی کچھ حقیقت ظاہر کی جاتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفین کے دلائل اور ان کی حقیقت:

سب سے پہلے ان کی مشہور دلیل سورۂ اعراف کی مندرجہ ذیل آیت ہے:

﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (الاعراف: ٢٠٤)

جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

مگر اس آیت کا اس مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اور آپ ﷺ ہی اس کو ان سب سے زیادہ جانتے تھے، اپنی زندگی میں اپنے قول وفعل سے اس کی تفسیر کرتے رہے اور آپ ﷺ ہی نے یہ حکم دیا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ اگر قرآن کریم میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے سے روکا گیا ہوتا تو آپ ﷺ کبھی بھی اس کے پڑھنے کا حکم نہ دیتے کیونکہ آپ ﷺ نے کبھی قرآن کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا اور آپ ﷺ نے ہی قرآن پر صحیح عمل کرنے کا طریقہ سکھایا ہے اور یہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے اس لیے اس طرح آیت اور صحیح احادیث کا آپس میں ٹکرانا عقیدے کی کمزوری کا نتیجہ ہے بلکہ مسلمانوں کو تمام مسائل قرآن اور احادیث کی روشنی میں سمجھنے چاہئیں۔ اسی وجہ سے امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کچھ لوگ تمہیں قرآن سے دلیل پیش کر کے شبہات پیدا کر کے جھگڑیں گے پس تم ان کو حدیث سے پکڑنا مواخذہ کرنا۔ ”فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ“ اس لیے کہ حدیث والے (اہلحدیث) ہی قرآن کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ (سنن الدارمی: ۱/ ۴۷)

اس کے علاوہ مضمون خود بتا رہا ہے کہ اس آیت کا اس مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قرآن کریم میں سیاق سے اس طرح ہے۔

﴿وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (الاعراف: ٢٠٣۔ ٢٠٤)

ان آیات کا ترجمہ علامہ تاج محمد امروٹی نے اس طرح کیا ہے:

”اور (اے پیغمبر!) جب تو ان کے پاس کوئی آیت لاتا ہے (تو) کہتے ہیں کہ (اپنی طرف سے) کیوں نہیں بناتا؟ کہہ دے کہ جو کچھ میری طرف اپنے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے اس کے علاوہ (کسی اور کی) تابعداری نہیں کرتا۔ یہ (قرآن) ہمارے رب کی طرف سے روشنی اور ہدایت اور رحمت ہے اس قوم کے لیے جو مانتی ہے اور جب قرآن پڑھا جائے۔ (تو) اسے کان لگا کر سنو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اسی طرح مولوی محمد عثمان نورنگ زادہ کی تفسیر تنویر الایمان میں بھی ہے۔

ناظرین! اب اس ترجمہ پر غور کریں کہ یہ کفار کا مطالبہ ہے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو یہ کہنے کا حکم دیتا ہے کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ اس حکم کا پابند ہوں جو وحی کے ذریعے میری طرف آتا ہے اور یہ قرآن میرے رب کی طرف سے آیا ہے جس میں تمہارے لیے روشنی اور رہنمائی ہے خاص کر مومنوں اور ماننے والوں کے لیے رحمت ہے اس لیے تم اس کو خاموشی سے سنو تا کہ تمہارے لیے بھی رحمت بن جائے۔ یعنی وہ وعظ اور دوران خطبہ شور مچاتے تھے اور ان کے بڑوں کی اپنے زیر دستوں کو تعلیم تھی جیسا کہ قرآن کریم میں (دوسری جگہ) فرمایا گیا ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾

(ترجمہ امروٹی صفحہ ۵۶۳) (حم السجدة : ٢٦)

"اور کفار نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس کے پڑھنے کے دوران شور کرو تا کہ تم غالب ہو جاؤ۔"

یعنی دوران خطبہ کفار کو شور کرنے سے روکا گیا۔ امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر: ۱۵/۱۰۴۔۱۰۵ میں اس بارے میں تفصیلی تقریر کی ہے اور فرماتے ہیں اس طرح قرآن کریم کے مضمون کی اچھی ترتیب اس کو فائدہ مند بنانے والی ہے اور اس کو امام کے پیچھے قراءت کرنے سے روکنے کی دلیل بنانے سے مضمون کا سلسلے وار ہونا اور ترتیب نہیں رہے گی۔

اسی طرح اس مسئلے سے متعلق (وہ لوگ) کئی روایات پیش کرتے ہیں جو کہ یا تو صحیح نہیں ہیں یا ان سے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی موطا امام محمد کے حاشیہ التعلیق الممجد صفحہ ۱۰۱ میں فرماتے ہیں:

((لم يرد في حديث مرفوع صحيح النهي عن قرأة الفاتحة خلف الامام وكل ما ذكروه مرفوعا فيه اما لا اصل له واما لا يصح))

"یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ سے کسی بھی صحیح اور مرفوع حدیث میں ممانعت وارد نہیں ہے اور جو مرفوع روایات ذکر کی جاتی ہیں ان میں سے کچھ تو بے اصل اور بناوٹی ہیں اور کچھ غیر صحیح ہیں۔

امام عبداللہ بن مبارک جو تبع تابعین میں مشہور اور بڑے مقام والے ہیں فرماتے ہیں:

((انا اقرأ خلف الامام والناس يقرؤن الا قوم من الكوفيين)) (الترمذی مع تحفة الاحوذی: ۱/ ۲۵۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”یعنی میں امام کے پیچھے قراءت کرتا ہوں اور کوفے کی ایک قوم کے علاوہ سب لوگ قراءت کرتے ہیں۔“

محقق علمائے حنفیہ کی رائے:

ناظرین! کتنے محقق علمائے حنفیہ بھی دلائل دیکھ کر امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہوئے ہیں، مثلاً:

۱۔ حنفی مذہب کے مشہور عالم اور مجتہد فی المذہب شیخ عبدالرحیم جو کہ شیخ التسلیم کے لقب سے معروف ہیں وہ بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے خود بھی پڑھتے تھے اور کہا کرتے تھے:

((لو كان في فمي جمرة يوم القيامة احب الي من ان يقال لا صلاة لك))

(امام الكلام لكهنوى: ۳۸)

”یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی وجہ سے منہ میں انگارے ڈالے جانے کی وعید سنائی جاتی ہے۔ اگر قیامت کے دن میرے منہ میں انگارے ڈالے جائیں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ مجھے کہا جائے کہ تیری نمازیں قبول ہی نہیں ہوئیں۔ (دراصل یہ اس روایت کی طرف اشارہ ہے جو غالی حنفیوں نے گھڑی ہیں کہ جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھے گا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کے انگارے ڈالے جائیں گے۔ یوگوی)

۲۔ شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے۔ (غیث الغمام: ۲۱۵)

۳۔ شیخ نظام الدین محمد بن احمد بدایونی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو جائز سمجھتے تھے اور خود بھی آہستہ آہستہ پڑھتے تھے ان کو کچھ ساتھیوں نے بتایا کہ ایک روایت میں ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں انگارے ڈالے جائیں گے تو انہوں نے کہا:

((وقد صح عن النبي ﷺ لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فالحديث الاول مشعر بالوعيد والثاني ببطلان الصلاة لمن لم يقرأ بالفاتحة واني احب ان اتحمل الوعيد ولا استطيع ان تبطل صلاتي الا انه قد صح في الاصول ان الاخذ بالاحوط والخروج من الخلاف اولى)) (نزهة الخواطر: ۲/۱۲۳)

”یعنی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ جس نے بھی نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوگی اس کا مطلب ہے کہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے۔ اس لیے مجھے یہ تو برداشت ہے کہ میرے منہ میں انگارے ڈالے جائیں مگر یہ بات برداشت نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ میری نمازیں ہی باطل قرار دی جائیں۔ نیز اصول فقہ کا مسئلہ بھی ہے کہ احتیاط کرنا اور اختلاف سے نکلنا بہتر ہوتا ہے۔یعنی احتیاط اسی میں ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھ لینی چاہیے۔"

۴۔ علامہ عبدالصمد پشاوری حنفی نے تو اس بارے میں مستقل رسالہ بنام "اعلام الاعلام بقرأة الفاتحة خلف الامام" لکھا ہے۔جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ ضرور پڑھنی چاہیے اور اس کی ممانعت کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے قراءۃ فاتحہ خلف الامام کا قائل ہونا ضروری ہے کیونکہ میں نے اس بارے میں بہت ساری کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور فاتحہ خلف الامام سے ممانعت کے بارے میں حدیث تو کیا صحابی کا قول بھی مجھے نہیں ملا۔ اس کے برعکس فاتحہ خلف الامام کے بارے میں تقریباً تیس احادیث وارد ہیں نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ میں سے اکثر کا یہی عمل تھا۔

۵۔ علامہ احمد فیاض امیٹھوی یہ بھی تمام نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور مخالفین پر رد کرتے تھے۔ (نزہۃ الخواطر:۴/۳۱)

۶۔ مرزا مظہر جان جانان فاتحہ خلف الامام کو قوی جانتے تھے۔(ابجد العلوم مصنف نواب صدیق حسن خان:۹۰۰)

۷۔ علامہ عبدالباقی نقشبندی دہلوی شروع ہی سے فاتحہ خلف الامام پڑھتے تھے اس لیے کہ اس بارے میں بہت ساری احادیث اور قوی دلائل موجود ہیں۔(نزہۃ الخواطر:۵/ ۱۹۹)

۸۔ التفسیر الاحمدیہ:۲۲۷ میں ہے۔

((فان رايت الطائفة الصوفية والمشائخ الحنفية تراهم يستحسنون قرأة الفاتحة للمقتدى كما استحسنه محمد ايضا احتياطا فيما روى عنه))

"یعنی بہت سارے صوفی اور حنفی مشائخ آپ کو نظر آئیں گے جو قراءۃ خلف الامام کو مستحسن جانتے ہیں جیسے امام محمد سے مروی ہے کہ اس نے بھی فاتحہ خلف الامام کو احتیاطی طور پر مستحسن سمجھا ہے۔"

اس کے علاوہ بھی بہت سارے حوالہ جات ہیں بلکہ خود امام ابوحنیفہ اور اس کے شاگرد محمد سے بھی ایک روایت منقول ہے۔ چنانچہ علامہ لکھنوی حنفی امام الکلام صفحہ:۲۱۶ میں امام شعرانی سے نقل کرتے ہیں:

((لابى حنيفة ومحمد قولان احدهما عدم وجوبها بل لا تسن و هذا قولهما القديم وادخله محمد فى تصانيفه القديمة وانتشرت النسخ فى الاطراف وثانيهما على سبيل الاحتياط وعدم كراهتها عند المخالفة للحديث المرفوع لا تفعلوا الابام القرآن وفى رواية لا تقرؤابشىء اذا جهرت الا بام القرآن وقال عطاء كانوا يرون على الماموم القرأة فيما يجهر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیہ الامام وفیما یسر فرجعا من قولھما الاول الی الثانی احتیاطا))

یعنی امام ابوحنیفہ اور امام محمد سے فاتحہ خلف الامام کے بارے میں دو قول ہیں۔

ا۔ فاتحہ خلف الامام نہ واجب ہے نہ سنت یہ ان کا پرانا اور پہلا قول ہے جو کہ امام محمد نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے جن کے نسخے چاروں اطراف پھیل گئے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ احتیاطی طور پر سری نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا مستحسن ہے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ اس لیے کہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے (مقتدیوں کو) فرمایا کہ سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو دوسری روایت میں ہے کہ جس وقت جہری قراءت کروں تو سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھا کرو جیسا کہ دونوں حدیثیں اوپر گزریں) اور عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کہ جہری اور سری دونوں نماز میں سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کے (صحابہ و رتابعین) قائل تھے یہ ان کا آخری قول ہے جس کی طرف دونوں اماموں نے پہلا قول چھوڑ کر رجوع کیا ہے۔

الغرض! ہر مسلمان کو اپنی نماز کا خیال رکھنا چاہیے اور اتنی احادیث دیکھ لینے کے بعد کسی قسم کے شک میں نہیں رہنا چاہیے بلکہ سورۂ فاتحہ ہر نماز اور ہر حالت میں پڑھنی چاہیے اور اپنی نمازیں برباد نہیں کرنی چاہئیں۔

مزید تفصیل کے لیے ہماری تفسیر سورۂ فاتحہ اور "کتاب تمییز الطیب من الخبیث فی جواب رسالة تحفة الحدیث"❶ کا مطالعہ کرنا چاہیے اور مزید تسلی حاصل کر لینی چاہیے اللہ تبارک وتعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسی بابرکت سورت سے محروم ہونے سے پناہ میں رکھے بلکہ اس کو پڑھنے اور اس کے ثواب واجر میں حصے دار بنائے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین وعلی اهل طاعته اجمعین . آمین

وانا العبد ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی

غفرله والوالدیه

❶ یہ کتاب سندھی زبان میں ہے عنقریب اردو ترجمہ کے ساتھ مقالات راشدیہ کی تیسری جلد میں شائع ہوگی۔ ان شاء اللہ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمین بالجہر کا حکم

نماز میں آمین بالجہر سرأ کے متعلق علماء احناف نے علماء اہل حدیث سے اختلاف کیا ہے انہوں کا موقف ہے کہ افضل ہے تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں آمین بالجہر کے متعلق ۴۰ سے زاید احادیث نقل کر کے یہ ثابت کر رہیں ہیں کہ آمین بلند آواز سے کہنا ہی درست اور افضل ہے امام مسلم رحمہ اللہ نے تو اس کو متواتر عمل کہاں ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہید

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین وعلی اٰله واصحابه اجمعین . امابعد!

نماز میں آمین بالجہر (بلند آواز) سے کہنے کے بارے میں بہت زیادہ احادیث وارد ہیں، یہاں تک کہ امام مسلم (صاحب الصحیح) نے "کتاب التمیز" میں اس کو "متواتر" سنت کہا ہے۔ اسی طرح امام شوکانی نے تفسیر "فتح القدیر : ۱/ ۱۵" میں، "اس کو متواتر عمل کہا ہے۔"

لیکن ایسے یقینی مسئلہ کے متعلق بھی مسلمان اختلاف کرتے ہیں یہاں تک کہ بہت ساروں کو "آمین" کہنے سے عار محسوس ہوتی ہے اور کچھ تو آمین بالجہر سے روکتے ہیں، بلکہ آمین بالجہر کہنے والوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اس حالت کو دیکھ کر اس مختصر رسالہ میں رسول اللہ ﷺ کی "آمین" کے بارے میں چالیس احادیث ترجمے کے ساتھ لکھی جارہی ہیں۔

تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب کرے اور نبوی طریقے پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اس رسالہ کا نام "کتاب الاربعین فی اثبات الجهر بآمین" رکھا گیا ہے، بارگاہِ الٰہی میں عرض ہے کہ اسے شرف قبولیت بخشے اور ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

المؤلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث : 01 ، بروایت علی رضی اللہ عنہ:

((عن علی قال سمعت رسول الله ﷺ اذا قال "ولا الضالین" قال: آمین))

(ابن ماجه : ٦٢)

''امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے جب ''ولا الضالین'' کہا تو ''آمین'' کہی۔''

حدیث : 02 ، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

((عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال اذا امن الامام فامنوا فانه من وافق تامینه تامین الملئکة غفرله ما تقدم من ذنبه)) (بخاری: ١/ ١٠٨)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس لیے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

وضاحت: (ا) اس روایت سے ظاہر ہوا کہ امام آمین جہر سے کہے کیونکہ دوسری صورت میں مقتدی کی آمین امام کی آمین سے مل نہ سکے گی۔

(۲) مقتدی بھی بلند آواز سے کہیں کیونکہ امام کی متابعت تب ہوگی۔

اس روایت پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کیا ہے۔(باب جهر الامام بالتامین) یعنی ''امام کے بلند آواز سے آمین کہنے کا باب''

حدیث : 03 ، بروایت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ:

((عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ انه صلی خلف رسول الله ﷺ فجهر بآمین))

(ابوداود: ١/ ٩٤)

''سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی آپ ﷺ نے جہر سے آمین کہی۔''

حدیث : 04 ، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

((عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال کان رسول الله ﷺ علمنا یقول لا تبادروا الامام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذا کبـر فکبروا واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا واذا قال سـمـع الـلـه لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد)) (مسلم مع النووی: ۱/ ۱۷۷)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرماتے تھے، کہ امام سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے تم بھی کہو اور جب وہ ولا الـضالین کہے تو آمین کہو اور رکوع کرے تو رکوع کرو اور سـمع الله لمن حمده کہے تو ربـنا لك الحمد کہو۔''

وضاحت: اس روایت میں مقتدیوں کو بلند آواز سے آمین کہنے کا حکم ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ((الـقـول اذا وقـع به الخطاب مطلقا حمل على الجهر ومتى اريد به الاسرار او حديث النفس قيد بذالك)) (فتح الباری: ۲/ ۲۶۷) یعنی ''جب صرف قول سے خطاب وارد ہو تو اس سے مراد جہر کا حکم ہوتا ہے اور قول سے جہاں آہستہ یا دل میں مراد ہوتا ہے تو وہاں اس کی قید لگائی جاتی ہے'' چونکہ یہاں مطلق کہنے کا حکم ہے اور دوسری قید نہیں ہے۔ اس لیے (قـولـوا آمیـن) کا مطلب ہوگا بلند آواز سے آمین کہو۔

حدیث : 05 ، بروایت نعیم المجمر رحمہ اللہ:

((عن نعيم المجمر قال صليت وراء ابى هريرة رضی اللہ عنہ فقرأ بسم الله الرحمن الـرحـيـم فـقـرا بام القرآن حتى اذا بلغ غير المغضوب عليهم والضالين قال امـيـن فقال الناس امين ويقول كلما سجد الله اكبر و اذا قام من الجلوس فى الاثـنـتيـن قال الله اكبر واذا سلم قال والذى نفسى بيده انى لاشبهكم صلوة برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم)) (نسائی: ۱۴۴۔ مستدرك حاكم: ۱/ ۲۲۔ ابن حبان، بیهقی: ۲/ ۵۸۔ دارقطنی: ۱/ ۱۱۵۔ ابن الجارود: ۹۸۔ طحاوی: ۱/ ۱۱۷)

''نعیم مجمر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی پس انہوں نے بسم الله الرحمن الرحيم پڑھی پھر سورۂ فاتحہ پڑھی جب ولا الضالین پر پہنچے تو آمین کہی پھر (ان کے پیچھے) لوگوں نے آمین کہی اور لوگوں نے آمین کہی اور جب سجدہ کرتے اللہ اکبر کہتے اور دو رکعتوں سے کھڑے ہونے کے وقت اللہ اکبر کہتے اور سلام پھیرنے کے بعد فرمانے لگے۔ اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔''

حدیث : 06 ، بروایت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عن وائل بن حجر ﷺ قال سمعت النبی ﷺ قرا غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین قال اٰمین ومدبها صوته)) (ترمذی: ۱/ ٥٤۔ دارقطنی: ۱/ ۱۲۷)

''سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے ولاالضالین پڑھ کر بلند آواز سے آمین کہی۔''

حدیث : 07 ، بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

((عن ابی هریرة ﷺ ان رسول الله ﷺ قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین فقولوا اٰمین فانه من وافق قوله قول الملئکة غفرله ما تقدم من ذنبه)) (بخاری: ۱/ ۱۰۸۔ نسائی: ۱/ ۱٤۷۔ دارمی: ۱٤۷۔ مسند احمد: ۲/ ۲۷۰)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اس لیے کہ جس کا (آمین) کہنا فرشتوں کے آمین کہنے سے مل گیا تو اس کے گذشتہ گناہ بخشے جائیں گے۔''

وضاحت: اس روایت میں بھی (قولوا اٰمین) ''کہو آمین'' ہے اور مطلق بلا قید ہے اس لیے جہر مراد ہوگا، جیسا کہ اوپر گذرا اس روایت پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کیا ہے ''باب جهر المأموم بالتامین'' یعنی ''مقتدی کے بلند آواز سے آمین کہنے کا باب'' اس حدیث اور حدیث نمبر۲، سے معلوم ہوا کہ فرشتے آمین کہتے ہیں اور چونکہ ان کے دور ہونے کی وجہ سے ان کی آمین سننے میں نہیں آتی اور وہ امام کی آمین کے پیچھے آمین کہتے ہیں، لہٰذا ہمیں بھی امام کی آمین کے پیچھے آمین کہنے کا حکم ہے، تا کہ ہماری آمین ان (فرشتوں) کی آمین سے ملے اور ہمارے گناہ معاف کیے جائیں۔

حدیث : 08 ، بروایت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ:

((عن ابی موسی الاشعری ﷺ ان رسول الله ﷺ خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ولیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبرو واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین فقولوا آمین یحببکم الله)) (مسلم مع النووی: ۱/ ۱٤۷۔ ابو عوانة: ۱/ ۱۲۸)

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ہمیں ہمارا طریقہ سمجھایا اور نماز سکھائی پھر فرمایا جس وقت نماز پڑھو صفیں سیدھی کرو اور تم میں سے کوئی ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امامت کرائے پھر جس وقت امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اللہ تم سے محبت کرے گا۔"

وضاحت: اس روایت میں بھی ((قولوا آمین)) "کہو آمین" مطلق ہے اس لیے بلند آواز مراد ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کا خطبے میں آمین کا حکم دینا اس کا مؤکد ہونا اور اس کی شان وعظمت ظاہر کرتا ہے، نیز معلوم ہوا کہ آمین کہنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت وقرب حاصل ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کتنی شان ہے آمین کی۔

حدیث : 09 ، بروایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال كان رسول الله ﷺ اذا فرغ من ام القرآن رفع صوته فقال آمين)) (مستدرك حاكم: ١/٢٢٣۔ دارقطني، بيهقي: ١/١١٠، ابن حبان)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سورۂ فاتحہ سے فارغ ہوتے تھے تب بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔"

حدیث : 10 ، بروایت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

((عن عائشه رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ قال ما حسدتكم اليهود على شيء ما حسدتكم على السلام والتامين)) (ابن ماجه: ٦٢۔ صحيح ابن خزيمة، مسند احمد، طبراني، ترغيب الترهيب للمنذرى: ١/١٤٩)

"ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود ہم سے جتنا حسد سلام اور آمین کہنے پر کرتے ہیں اتنا حسد کسی اور چیز پر نہیں کرتے۔"

وضاحت: اس حدیث سے صاف واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلند آواز سے آمین کہتے تھے اس لیے کہ اگر سننے میں نہ آتا تو یہودی کیوں حسد کرتے طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ((وقولهم خلف امامهم فى المكتوبة آمين)) یعنی "فرض نمازوں میں امام کے پیچھے مسلمانوں کے آمین کہنے پر وہ حسد کرتے ہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بلند آواز سے آمین کہنے پر حسد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ یہودیوں کی عادت ہے، اس بارے میں آگے دوسری احادیث بھی ان شاءاللہ آئیں گی۔

حدیث : 11 ، بروایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ما حسدتكم اليهود على شيئ ما حسدتكم على امين فاكثروا من قول اٰمين)) (ابن ماجه، ص: ٦٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودیوں کو جتنا تمہارے آمین کہنے پر حسد ہے اتنا دوسری کسی بھی چیز پر نہیں پس تم (کیونکہ وہ حسد کرتے ہیں اس لیے) زیادہ آمین کہا کرو۔“

وضاحت: یہ روایت بھی تنبیہ کر رہی ہے کہ آمین پر ناراض نہیں ہونا چاہیے بلکہ جو لوگ مخالفت یا ملامت کی وجہ سے بلند آواز سے آمین نہیں کہتے تو ایسے میں مزید کوشش سے آمین کہہ کر سنت کو زندہ کرنا چاہیے بلکہ ایسے حالات کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ((من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر ماة شهيد)) (مشکوٰۃ) یعنی ”جو شخص ایسے میں میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھتا ہے، جس وقت میری امت میں فساد پھیل چکا ہو تو اس شخص کے لیے سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ہے۔“

حدیث : 12 ، بروایت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ:

((عن وائل بن حجر قال كان رسول الله ﷺ اذا قرا ولا الضآلين قال امين ورفع بها صوته)) (ابوداود: ۱/۱۳۶، دارمی، ص: ۱۴۷)

”سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ولا الضالين کہتے تھے تو بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔“

حدیث : 13 ، بروایت سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ:

((عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ قال قال النبي ﷺ اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضآلين فقولوا اٰمين يحببكم الله)) (رواه الطبرانی فی الكبير، الترغيب والترهيب للمنذری: ۱/ ۱۵۰)

”سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت امام ولا الضالين کہے تو تم آمین کہو اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔“

حدیث : 14 ، بروایت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما:

((عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول الله ﷺ كان اذا قال ولا الضالين قال اٰمين ورفع بها صوته)) (دارقطنی، ص: ۱۲۷)

”سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالين کہتے تھے تو بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔“

حدیث : 15 ، بروایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عن انس رضی اللہ عنہ قال کنا عند النبی ﷺ جلوسا فقال ان اللہ قد اعطانی خصالا ثلاثة: اعطانی الصلوٰة فی الصفوف، واعطانی التحیة، انها لتحیة اهل الجنة، واعطانی التامین لم یعطه احدا من النبیین قبلی الا ان یکون الله قد اعطاه هارون یدعو موسی ویومن هارون)) (رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ، الترغیب والترهیب للمنذری: ۱/۱۴۹)

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے تین خصلتیں عطاء کی ہیں: (۱)صفیں باندھ کر نماز پڑھنا (۲)سلام، جو کہ اہل جنت کی خصلت ہے۔(۳)آمین کہنا کہ مجھ سے قبل کسی نبی کو نہیں ملی الا یہ کہ ہارون علیہ السلام کو دی گئی، جب موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔''

وضاحت: جو نعمت خاص اس امت کو عطاء ہوئی افسوس کہ اس سے نفرت کی جاتی ہے، نیز دعا کے پیچھے آمین کہنے کا مطلب ہے کہ یہ دعا کے تابع ہے اور سورۃ فاتحہ بھی عظیم دعا ہے اور آمین اس کے بھی تابع ہے، جس کا مطلب ہے کہ ''یا اللہ! یہ دعا قبول فرما۔'' اس لیے آمین اس دعا (سورۃ فاتحہ) کے تابع کہلائے گی اور تابع کا حکم متبوع والا ہوتا ہے، لہٰذا دعا جہر سے ہوگی تو آمین بھی جہر سے اور دعا آہستہ ہوگی تو آمین بھی آہستہ۔

حدیث : 16 ، بروایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

((ابوهریرة رضی اللہ عنہ قال ترك الناس التامین وکان رسول الله ﷺ اذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال اٰمین حتیٰ یسمعها اهل الصف الاول فیرتج بها المسجد)) (ابن ماجہ، ص: ۶۲)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آمین چھوڑ دی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ جب ولا الضالین کہتے تھے تو آمین کہتے تھے یہاں تک کہ پہلی صف والے سنتے تھے، پھر ان کی آواز سے مسجد گونج جاتی تھی۔''

وضاحت: حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت پر عمل کے لیے زور دیتے تھے کوئی سنت کو ترک کرتا تھا تو اسے تنبیہ کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بھی بلند آواز سے آمین کہتے تھے اور مسجد گونج جاتی تھی۔

حدیث : 17 ، بروایت نافع رحمہ اللہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ عنہ کان اذا ختم ام القرآن قال آمین لا یدع ان یؤمن اذا ختمها ویحضهم علی قولها وسمعت منه فی ذلك خیرا)) (عبدالرزاق فتح الباری: ۲/ ۲۶۳)

''نافع سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سورہ فاتحہ پوری کرتے تھے تو آمین کہتے تھے اور کبھی بھی ترک نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو (آمین) کہنے کی ترغیب دیتے تھے اور میں نے اس بارے میں ان سے بھلائی ہی سنی۔''

حدیث : 18 ، بروایت ابو مصبح المقرائی رحمہ اللہ:

((عن ابی مصبح المقرائی قال کنا نجلس الی ابی زهیر النمیری وکان من الصحابة یتحدث احسن الحدیث فاذا دعا الرجل منا بدعاء قال اختمه بآمین فان آمین مثل الطابع علی الصحیفة قال ابو زهیر اخبرکم عن ذالك خرجنا مع رسول الله ﷺ ذات لیلة فاتینا علی رجل قد الح فی المسئلة فوقف النبی ﷺ یستمع منه فقال النبی ﷺ او جب ان ختم فقال رجل من القوم بای شیء یختم قال آمین فانه ان ختم بآمین فقد او جب فانصرف الرجل الذی سأل النبی ﷺ فاتی الرجل فقال اختم یا فلان بآمین و ابشر)) (ابوداود: ۱/ ۱۳۵)

''ابو مصبح المقرائی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم صحابی ابو زہیر النمیری رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے تھے اور وہ ہمیں اچھی اچھی احادیث سناتے تھے پھر ہم میں سے کوئی دعا مانگتا تو وہ کہتے دعا کو آمین سے ختم کرنا کیونکہ آمین دعا کے لیے اس طرح ہے جس طرح کتاب یا خط کے لیے مہر۔ کہنے لگے میں تمہیں حدیث سناتا ہوں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات نکلے ایک شخص کے پاس سے گذرے وہ دعا مانگ رہا تھا، اور بہت زیادہ عاجزی کر رہا تھا، پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر اس کی دعا سننے لگے پھر فرمایا اگر اس نے دعا کو مہر لگائی تو (اپنے لیے جنت یا دعا کی قبولیت) واجب کر دی، تب ہم میں سے کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کس چیز کے ساتھ مہر لگائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آمین کے ساتھ اگر آمین کہی تو واجب کر دی جائے گی پھر وہ سائل اس دعا مانگنے والے کے پاس گیا اور اس کو کہا دعا کو آمین کے ساتھ ختم کرنا تمہارے لیے خوشخبری ہو۔''

وضاحت: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کے آخر میں آمین کہنا دعا کی قبولیت کا باعث ہوتا ہے اور اس سے جنت ملے گی اور سورۂ فاتحہ جیسی عظیم دعا دوسری دعاؤں سے زیادہ حق دار ہے کہ اس کے اختتام پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمین کہہ کر اس کو مہر لگائی جائے اور چونکہ آمین دعا کے تابع ہوتی ہے لہٰذا متبوع (دعا) کے بالجہر پڑھنے پر آمین بھی بالجہر ہوگی۔

حدیث : 19 ، بروایت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ:

((عن بلال انه قال یا رسول الله لا تسبقنی بآمین)) (ابوداود: ۱/۱۳۶۔ مسند احمد: ۶/۱۲)

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ آمین کہنے میں مجھ سے سبقت نہ لے جائیں۔''

وضاحت: اوپر حدیث نمبر ۶ اور حدیث نمبر ۷ میں گذرا کہ آمین کی فضیلت اور ثواب اس وقت ہے جب وہ فرشتوں کی آمین سے ملے اور یہ ملنا اس وقت نصیب ہوگا جب آمین امام کے پیچھے کہی جائے، لہٰذا سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ رہے ہیں کہ آپ آمین کہنے میں جلدی نہ کریں تاکہ میں سورۂ فاتحہ پوری کر کے آپ کے ساتھ آمین کہوں اور آمین کی بھلائی سے محروم نہ رہوں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کہنا بلند آواز سے ہوتا تھا، ورنہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا اس طرح کہنا بے فائدہ تھا۔

حدیث : 20 ، بروایت سیدہ ام حصین رضی اللہ عنہا:

((عن ام الحصین رضی اللہ عنہا انها صلت خلف رسول الله ﷺ فلما قال ولا الضآلین قال اٰمین فسمعته، وهی فی صف النساء)) (مسند اسحاق بن راهویه والافراد للدارقطنی، نصب الرایة: ۱/۳۷۱۔ الدرایة لابن حجر، ص: ۷۸)

''سیدہ ام حصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولا الضالین کہا تو آمین کہی اور انہوں (ام حصین رضی اللہ عنہا) نے عورتوں کی صف میں آمین سنی۔''

وضاحت: عورتوں کی صفیں مردوں کی صفوں سے پیچھے ہوتی تھیں، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین کا سنا جانا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کتنی بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔

حدیث : 21 ، بروایت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ:

((عن وائل رضی اللہ عنہ قال صلیت مع النبی ﷺ فلما قال ولا الضآلین قال اٰمین فسمعناها منه)) (ابن ماجه، ص: ۶۲)

''سیدنا وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی پس جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے ولا الضالین کہا تو آمین کہی اور ہم نے سنی۔"

حدیث : 22 ، بروایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

((عن ابی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضآلين قال الذين خلفه اٰمين التفت اهل السماء واهل الارض لاٰمين غفر الله للعبد ما تقدم من ذنبه قال ومثل الذى لا يقول اٰمين كمثل رجل غزا مع قوم فاقترعو افخرج سهمهم فقال ما لسهمى لم يخرج قال انك لم تقل اٰمين)) (مسند ابى يعلى والترغيب والترهيب: ١/ ١٤٩۔ تفسير ابن كثير: ١/٢٢)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام ولا الضالین کہے تو جو پیچھے ہوں وہ آمین کہیں (اس سے) آسمان اور زمین والے فرشتے متوجہ ہوتے ہیں اور اس وقت بندے کے گذشتہ گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور جس نے آمین نہیں کہی اس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو کسی قوم کے ساتھ جنگ پر گیا پھر (مال کے حصول کے لیے) قرعہ اندازی کی گئی اور اس کا حصہ نہ نکلا اور وہ کہہ رہا ہو معلوم نہیں میرا حصہ نہیں نکلا تو جواب یہی ملے گا کہ تو نے آمین نہیں کہی۔"

وضاحت: اس حدیث سے بھی آمین بالجہر واضح ہوتی ہے کیونکہ اگر آمین بلند آواز سے نہیں ہوگی تو فرشتے کس طرح متوجہ ہوں گے اور قوم والوں میں سے جس کا حصہ نہیں نکلتا اس کو جواب ملتا ہے تو نے آمین نہیں کہی اس سے ظاہر ہوتا ہے آمین وہی معتبر ہے جو سننے میں آئے ورنہ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے آہستہ کہی تھی۔

حدیث : 23 ، بروایت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما:

((عن ابن عمر رضي الله عنهما انه كان اذا امن الناس امن بعضهم ويرى ذلك من سنة)) (رواه البيهقى عينى شرح بخارى: ٣/١٠٨)

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب دوسرے لوگ آمین کہتے تھے تو یہ (ابن عمر رضی اللہ عنہما) بھی آمین کہتے تھے اور اس کو رسول اللہ ﷺ کی سنت سمجھتے تھے۔"

وضاحت: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمین بالجہر سنت نبوی ﷺ اور معمول صحابہ رضی اللہ عنہم تھا۔

حدیث : 24 ، بروایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال امين خاتم رب العالمين على عباده المومنين)) (رواه ابن مردويه...... تفسير ابن كثير: ۱/ ۳۱)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آمین اللہ رب العالمین کی طرف سے اپنے مومن بندوں پر مہر ہے۔''

وضاحت: اس سے معلوم ہوا کہ آمین اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خاص عطاء ہے اور مومنوں کا شعار (نشانی) ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ آمین بالجہر کہنا چاہیے کیونکہ نشان وشعار وہ ہے جو ظاہراً دیکھنے میں آئے۔

حدیث : 25 ، بروایت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

((عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ان اليهود قوم حسدلم يحسدو كم على افضل من ثلاث رد السلام واقامة الصفوف و قولهم خلف امامهم فى المكتوبة امين)) (رواه الطبرانی فی الاوسط، مجمع الزوائد: ۲/۱۱۳)

''سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہود حاسد قوم ہیں اور جتنا حسد تین چیزوں پر کرتے ہیں اتنا حسد کسی اور چیز پر نہیں کرتے۔ (۱) سلام کرنا (۲) صفیں سیدھی کرنا (۳) فرض نماز میں امام کے پیچھے ان (مقتدیوں) کا آمین کہنا۔''

وضاحت: صف کو دیکھا، سلام کو سنا جاتا ہے اسی طرح جب تک آمین سننے میں نہیں آئے گی۔ تو ان کو حسد کیسے ہوگا؟

حدیث : 26 ، بروایت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ:

((عن بلال ان رسول الله ﷺ قال لاتسبقنى بامين)) (مستدرك حاكم: ۱/۲۱۹۔ بيهقى: ۲/۵٦)

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آمین کہنے میں مجھ سے جلدی نہ کر (یعنی میری آمین کے ساتھ آمین کہا کر)۔''

وضاحت: یہ سب کچھ اس وقت ہوسکتا ہے جب آپ ﷺ بھی بلند آواز سے آمین کہتے ہوں ورنہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ کس طرح آمین کہہ سکتے ہیں اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی بلند آواز سے آمین کہتے تھے رسول اللہ ﷺ کو کیسے معلوم ہوا کہ بلال مجھ سے آمین کہنے میں جلدی کرتے ہیں بلکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوا آپ ﷺ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔

حدیث : 27 ، بروایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ:

((عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من قرا بسم اللہ الرحمن الرحیم ثم قرأ فاتحہ الکتاب ثم قال امین لم یبق ملک فی السماء ملک مقرب الا استغفر لہ)) (اخرجہ الدیلمی، تفسیر فتح القدیر للشوکانی: ۱/ ۱۶)

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی پھر سورۂ فاتحہ پڑھی پھر آمین کہی تو آسمان کا ہر مقرب فرشتہ اس کے لیے مغفرت اور بخشش کی دعا مانگتا ہے۔''

وضاحت: یہ تب ہوگا جب اس کی آمین سننے میں آئے گی۔

حدیث : 28 ، بروایت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

((عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ ﷺ ذکرت عندہ الیھود فقال انھم لم یحسدونا علی شئی کما حسدونا علی الجمعۃ التی ھدانا اللہ لھا وضلوا عنھا وعلی القبلۃ التی ھدانا اللہ لھا وضلوا عنھا وعلی قولنا خلف الامام اٰمین)) (صحیح ابن خزیمہ، مسند احمد: ۱۳۵/۶۔ الترغیب والترھیب: ۱۴۹/۱۔ ابن کثیر: ۳۱/۱)

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہود کا تذکرہ ہوا آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہم سے جتنا حسد تین چیزوں پر کرتے ہیں کسی اور چیز پر (اتنا حسد) نہیں کرتے۔ (۱) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں جمعہ عطاء کیا اور وہ اس سے محروم رہے۔ (۲) ہمیں قبلہ ملا وہ اس سے محروم رہے۔ (۳) امام کے پیچھے ہمارا آمین کہنا۔''

حدیث : 29 ، بروایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ:

((عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اعطیت اٰمین فی الصلوٰۃ وعند الدعاء لم یعط احد قبلی الا ان یکون موسیٰ کان موسیٰ یدعو و ھارون یؤمن فاختموا الدعاء باٰمین فان اللہ یستجیب لکم)) (رواہ ابن مردویہ، ابن کثیر: ۳۱/۱)

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں اور دعا کے وقت مجھے آمین دی گئی ہے یہ (آمین) مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی علاوہ موسیٰ علیہ السلام کے وہ دعا مانگتے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے تم اپنی دعا آمین پر ختم کیا کرو تا کہ تمہاری دعا قبول ہو۔"

وضاحت: سورۂ فاتحہ تمام دعاؤں سے زیادہ بہتر دعا ہے لہٰذا اس کو بھی آمین پر ختم کرنا چاہیے۔

حدیث : 30 ، بروایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ان اليهود قوم حسد حسد وكم على ثلاثة افشاء السلام واقامة الصف وآمين)) (رواه ابن عدی، فتح القدير للشوكانی : ١/ ١٥)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہود حسد کرنے والی قوم ہے تم سے تین باتوں پر حسد کرتی ہے۔ (١) سلام کو پھیلانا (٢) صفیں سیدھی کرنا (٣) آمین کہنا۔"

حدیث : 31 ، بروایت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ:

((عن حبيب بن مسلمة الفهری رضی اللہ عنہ وكان مجاب الدعوة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لا يجتمع ملأ فيدعوا بعضهم ويومن بعضهم الا اجابهم الله)) (رواه الحاكم الترغيب والترهيب : ١/ ١٥٠)

"سیدنا حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ سے (جن کی دعا قبول ہوتی تھی) روایت ہے...... کہتے ہیں...... کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ کوئی بھی جماعت اکٹھی ہوتی ہے اس میں سے کچھ دعا کرتے ہیں اور کچھ آمین کہتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے۔"

وضاحت: نماز جیسی دوسری جماعت کوئی نہیں، سورۂ فاتحہ جیسی دوسری دعا کوئی نہیں۔

حدیث : 32 ، بروایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ سيكون فی امتی رجال يدعون الناس الى اقوال احبارهم ورهبانهم ويعملون بها ويحسدون المسلمين على التامين خلف الامام كما حسدتكم اليهود على ذالك الا انهم يهود هذه الامة الا انهم يهود هذه الامة الا انهم يهود هذه الامة)) (رواه ابن السكن وابن القطان...... جمع الجوامع للسيوطی ومسلك الانصاف، ص : ٢١، ٢٢)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب میری امت میں ایسے لوگ (پیدا) ہوں گے جو لوگوں کو پیروں اور ملویوں کے اقوال کی طرف بلائیں گے اور ان پر عمل کریں گے اور مسلمانوں سے امام کے پیچھے آمین کہنے سے اس طرح حسد کریں گے جس طرح اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت یہود تم سے حسد کرتے ہیں۔خبردار یہی ہیں اس امت کے یہودی،خبردار یہی ہیں،اس امت کے یہودی،خبردار یہی ہیں اس امت کے یہودی۔"

وضاحت: اس حدیث کو دیکھ لینے کے بعد مسلمانوں کو آمین پر ناراض ہونے،اس سے استہزاء کرنے یا آمین کہنے والوں سے حسد یا دشمنی رکھنے سے توبہ کر لینی چاہیے بلکہ سنت کے مطابق جہری نماز میں جہر سے آمین کہنی چاہیے اسی مطلب کی روایت عطاء سے بھی مرسلاً مرفوع "کنز العمال: ۱/ ۹۷" میں مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے مذکور ہے۔

حدیث : 33 ، بروایت وائل رضی اللہ عنہ:

((عن وائل رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی ﷺ یجهر بامین)) (مسند احمد: ۴/۳۱۸)

"سیدنا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بلند آواز سے آمین کہتے ہوئے سنا۔"

حدیث : 34 ، بروایت علی رضی اللہ عنہ:

((عن علی رضی اللہ عنہ عنه ﷺ انه کالخاتم علی الکتاب)) (رواہ الطبرانی، تفسیر فتح البیان: ۱/ ۳۴)

"امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آمین (دعا کے بعد) ایسے ہی جیسے کتاب یا خط کے آخر میں مہر۔"

حدیث : 35 ، بروایت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ:

((عن ابی ذر عن النبی ﷺ قال انما جعل الامام لیوتم به فاذا قرا غیر المغضوب علیهم ولا لضالین فقولوا اٰمین)) (مصنف ابن ابی شیبه: ۱/ ۵۱۸)

"سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتداء ضرور کی جائے پس جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہا کرو۔"

وضاحت: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی صحیح متابعت آمین سے ہی ہوگی۔

حدیث : 36 ، بروایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ:

((عن علی رضی اللہ عنہ قال کان النبی ﷺ اذا قال ولا الضآلین قال اٰمین یرفع بها صوته)) (رواہ ابن جریر وابن شاهین، کنز العمال: ۱/ ۱۲۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ولا الضالین کہتے تو بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔"

حدیث : 37 ، بروایت سیدنا وائل رضی اللہ عنہ:

((عن وائل رضی اللہ عنہ قال صلیت خلف رسول الله ﷺ فلما افتتح الصلوٰة کبرو رفع یدیہ حتی حاذتا اذنیه ثم یقرا بفاتحة الکتاب فلما فرغ منها قال اٰمین یرفع بها صوته)) (نسائی: ۱/ ۱٤٠)

"سیدنا وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت نماز شروع کی اللہ اکبر کہا، اور دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھائے۔ پھر سورت فاتحہ پڑھی، جب اس سے فارغ ہوئے تو بلند آواز سے آمین کہی۔"

حدیث نمبر 38، بروایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ:

((عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً امنوا اذا قرأ "غیر المغضوب علیه ولا الضالین"))

(رواه ابن شاهین فی السنن، کنزالاعمال: ۲/۹۷)

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آمین کہا کرو جب "غیر المغضوب علیهم ولاالضالین" پڑھی جائے۔"

حدیث نمبر 39، بروایت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ:

((عن ابن شهاب قال کان رسول الله ﷺ اذا تعالی والضالین جهر بأمین))

(اخرجه السراج، فتح الباری: ۲/۲٦۳)

"ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب والاالضالین کہتے تھے تو بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔"

وضاحت: ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تابعی ہیں، اس لیے یہ روایت مرسل کہلائے گی مگر احناف کے نزدیک مرسل روایت معتبر ہوتی ہے، اور علمائے حدیث کے نزدیک جب متصل روایات موجود ہوں، تو پھر مرسل روایت بھی تائید اور شہادت کے لیے کافی ہوتی ہے۔

حدیث : 40 ، بروایت ابو میسرہ رحمہ اللہ:

((عن ابی میسرة رحمہ اللہ قال لما اقرا جبرئیل رسول الله ﷺ فاتحه الکتاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فبلغ ولا الضآلين قال قل اٰمين فقال اٰمين)) (رواه ابن ابی شيبه، و كيع......
تفسير شوكانی : ١/١٥)

''ابومیسرہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو سورۃ فاتحہ پڑھائی پھر آپ ﷺ جب ولا الضالین پر پہنچے تو جبرئیل نے کہا کہ آمین کہو پس آپ ﷺ نے آمین کہی''

وضاحت: ابومیسرہ تابعی ہے اس لیے یہ روایت بھی مرسل ہے، مگر چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت سی روایات موجود ہیں، لہٰذا یہ روایت بطور تائید کے کافی ہے۔

الخاتمہ:

بحمد للہ یہ چالیس احادیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کے محبوں کے لیے نہایت ہی مسرت وہدایت کا باعث بنیں گی اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے کچھ آثار تحریر کیے جاتے ہیں۔

آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ:

اثر نمبر۱، از ابن جریج رحمہ اللہ:

((عن ابن جريج عن عطاء قال قلت له اكان ابن الزبير يؤمن على اثر ام القراٰن قال نعم ويؤمن من وراء ه حتى ان للمسجد للجة قال وكان ابوهريرة رضی اللہ عنہ يدخل المسجد وقد قام الامام فيناديه فيقول لا تسبقنى بأمين)) (مصنف عبدالرزاق، فتح الباری: ٢/٢٦٢)

''ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سورۃ فاتحہ کے بعد آمین کہتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور ان کے پیچھے جو مقتدی ہوتے تھے وہ بھی (آمین) کہتے تھے یہاں تک کہ مسجد گونج جاتی تھی اور کہا (عطاء) نے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوتے تھے اور امام مصلیٰ پر کھڑا ہوتا تھا، تو اس کو پکار کر کہتے تھے کہ مجھ سے پہلے آمین نہ کہنا (یعنی آہستہ آہستہ پڑھنا تاکہ میں سورۃ فاتحہ پوری کر کے تیرے ساتھ آمین کہوں)۔''

اثر نمبر۲، از ابن عمر رضی اللہ عنہ:

((عن ابن عمر انه كان يرفع صوته اماما كان او ماموما)) (بیهقی: ٢/٥٩)

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بلند آواز سے آمین کہتے تھے خواہ امام ہوں یا مقتدی۔''

اثر نمبر۳، از عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عن عطاء بن ابی رباح قال ادرکت ماتین من اصحاب رسول الله ﷺ فی هذا المسجد یعنی المسجد الحرام اذا قال الامام ولا الضآلین رفعوا اصواتهم بآمین)) (کتاب الثقات لابن حبان: ۷۱/۳ قلمی فی ترجمة خالد بن ابی عوف)

''عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے اس مسجد یعنی بیت اللہ میں دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے کہ جس وقت امام ولا الضالین کہتا تو وہ بلند آواز سے آمین کہتے۔''

وضاحت: عطاء بن ابی رباح تابعین میں سے امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں انہی کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ((ما رایت فیمن لقیت افضل من عطاء)) (عینی شرح بخاری: ۷۵/۲) یعنی ''میں نے عطاء سے بہتر کسی اور کو نہیں دیکھا۔''

یہ دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت سے کعبۃ اللہ (جو مسلمانوں کا مرکز اسلامی ہے) میں بلند آواز سے آمین کہتے ہوئے سنتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمہم اللہ کا یہی عمل تھا۔ یہ روایت بیہقی میں اس طرح ہے۔

اثر نمبر ۴، از عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ:

((عن عطاء قال ادرکت مائتین من اصحاب رسول الله ﷺ فی هذا المسجد اذا قال الامام ولا الضآلین سمعت لهم رجة بآمین)) (رواه البیهقی: ۵۹/۲)

''عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس مسجد (بیت اللہ) میں پایا جس وقت امام نے ولا الضالین کہا تو میں نے ان کی آمین کا شور سنا۔''

اثر نمبر ۵، از مجاہد تابعی رحمہ اللہ:

((عن مجاهد رحمه الله قال ان یهودیا مر باهل مسجد وهم یقولون اٰمین قال الیهودی والذی علمکم بآمین انکم لعلی الحق)) (المطالب العالیة لابن حجر: ۷۱/۱ قلمی)

''مجاہد تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک یہودی مسجد کے قریب سے گذرا آمین سن کر کہنے لگا۔ اس اللہ کی قسم جس نے تمہیں آمین سکھائی تم حق پر ہو۔''

وضاحت: اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی مسجد میں صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے دور میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمین بالجہر پر عمل تھا۔

اثر نمبر ٦، از عکرمہ تابعی رحمہ اللہ:

((عكرمة يقول ادركت الناس ولهم رجة فى مساجد هم بأمين اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضآلين))

''عکرمہ تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو پایا کہ مسجد میں امام کے سورۂ فاتحہ ختم کرنے کے بعدان کی آمین کی گونج ہوتی تھی۔''

وضاحت: الناس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمہم اللہ سب مراد ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ سلف میں یہ عمل اہم تھا۔ اس کے علاوہ ابوہریرہ، ابن عمر اور بلال رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اوپر گذرا۔

حنفی مذہب کے علماء کے دلائل:

اتنی احادیث اور آثار کو دیکھ کر حنفی مذہب کے بہت سارے علماء آمین بالجہر کے قائل ہوئے ہیں۔

چنانچہ عینی نے ''شرح بخاری: ٣/١٣'' میں، ابن الہمام نے ''فتح القدیر شرح الہدایہ: ١/١٢١، ١١٧'' میں، ابن امیر الحاج نے ''شرح منية المصلى'' میں اور طحاوی نے ''شرح درمختار'' میں اور مولوی عبدالاعلی صاحب نے ''بحرالعلوم ارکان اربعہ'' میں شیخ عبدالحق نے ''شرح مشکوٰۃ'' میں آمین بالجہر کو ''سنت'' مانا ہے۔

اور مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی ''التعليق الممجد حاشيه موطا محمد: ١٠٣'' میں لکھتے ہیں کہ:

((الانصاف ان الجهر قوى من حيث الدليل))

یعنی ''انصاف یہ ہے کہ بلند آواز سے آمین کہنا باعتبار دلیل کے (آہستہ کہنے سے) زیادہ قوی اور اولیٰ ہے۔''

اور سعایہ شرح الرقاۃ: ٢/ ٤٦ میں لکھتے ہیں کہ:

لقد طفنا كما طفتم سنينا
بهذا البيت طرا اجمعينا
فوجدنا بعد التامل والامعان
ان القول بالجهر بأمين هو الاصح

یعنی ''ہم نے سالہا سال چکر لگائے بڑے غور اور تامل کے بعد بالآخر اس نتیجے تک پہنچے کہ آمین بلند آواز سے کہنا ہی صحیح ہے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ سراج احمد ہندی حنفی "شرح الترمذی: ۲۷۲ شروح اربعة" میں لکھتے ہیں کہ:

((احادیث الجهر بتامین اکثر واصح)) (ابکار المنن: ۱۸۱)

یعنی ''آمین بالجہر کی روایات زیادہ ہیں اور زیادہ صحیح ہیں۔''

علامہ رشید احمد گنگوہی اپنے فتوی: ۷۲/۱ میں اور سبیل الارشاد، ص: ۱۲۱ میں لکھتے ہیں:

''آمین بالجہر کرنے والے کو ملامت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ وہ حدیث پر عمل کر رہا ہے۔''

بزرگ اولیاء سے ثبوت:

اسی طرح بہت سارے بزرگ اولیاء نے بھی آمین بالجہر کو ترجیح دی ہے۔ جیسے سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جن کو پیرانِ پیر کہا جاتا ہے۔ غنیۃ الطالبین: ۴/۱ میں فرماتے ہیں کہ:

((والنظر الی موضوع السجود والجهر بالقرأة وآمین))

یعنی ''جہری نماز میں جہر سے آمین کہنا نماز کی شرعی ہیئت اور نمونہ ہے۔''

نیز امام غزالی احیاء العلوم: ۹۷/۱ ہندی میں شیخ اکبر ابن عربی ''فتوحات مکیہ: ۵۶۴/۱'' میں اور شاہ ولی اللہ ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں آمین بالجہر کے قائل ہیں۔ شاہ اسماعیل شہید ''تنویر العینین، ص: ۲۱'' میں فرماتے ہیں کہ:

((یظهر بعد التعمق فی الروایات والتحقیق ان الجهر بتامین اولی من خفضة))

یعنی ''تحقیق اور روایات میں غور کرنے کے بعد یہی ظاہر ہوا ہے کہ جہر سے آمین کہنا آہستہ آمین کہنے سے اولیٰ اور افضل ہے۔''

حتیٰ کہ امام شافعی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ:

((ولم یزل اهل العلم علیه انتهی)) (تحفة الاحوذی: ۲۰۹/۱)

یعنی ''اہل علم ہمیشہ آمین بالجہر کے قائل و فاعل رہے ہیں۔''

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

وانا العبد ابو محمد بدیع الدین شاه الراشدی

المکی غفرله ولوالدیه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکوع کی رکعت

زمانہ قدیم سے آج تک مسئلہ مدرک الرکوع مختلف فیہ رہا ہے، جس میں علماء کرام کے دو گروہ ہیں ایک رکوع میں ملنے والے کی رکعت کو صحیح کہتے ہیں اور دوسرا گروہ جمہور محدثین کا جو مدرک الرکوع کی رکعت تسلیم نہیں کرتے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس مقالہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اس لیے مدرک الرکوع کی رکعت شمار نہ ہوگی اور جو لوگ قائل ہے ان کے پاس ایسی کوئی بھی صریح حدیث نہیں جو فاتحہ کی فرضیت کا مقابلہ کرے یا رکوع میں ملنے کی رکعت کو اس حکم سے خاص یا اس کو مستثنیٰ کر سکے، شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مخالف گروہ کی تمام دلیلوں کا تشفی بخش جواب بھی دیا ہے اور آخر میں اہم اہم محدثین کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وبعد!

جو آدمی رکوع کی حالت میں جماعت سے ملتا ہے اس کی رکعت شمار نہ ہوگی، اس لیے کہ قراءت فرض ہے اور قرأۃ الفاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے اسی طرح قیام بھی ہے اور قیام کے فرض ہونے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ تمام فقہاء متفق ہیں کہ قیام کے فرض اور رکن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لیے رکوع میں ملنے والے کے دو اہم رکن رہ جاتے ہیں تو پھر اس کی رکعت کیسے ہوگی اور یہ بھی اتفاقی مسئلہ ہے کہ جس رکعت میں ارکان مکمل نہ ہوں وہ رکعت نہیں ہوتی اس لیے یہ رکعت شمار نہ ہوگی۔ اس لیے کہ احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ (الحمد للہ) یعنی سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ تو پھر رکوع میں ملنے والے کی نماز الحمد للہ سے خالی ہے، اس لیے یہ درست نہیں ہے اور تقسیم الصلاۃ والی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز رب العالمین اور بندے کے درمیان تقسیم کی جاتی ہے تو یہ نماز اور نمازی کے لیے بڑی شان کی بات ہے حالانکہ اس حدیث میں تقسیم فقط سورۂ فاتحہ کی کی جا رہی ہے نہ کہ رکوع، سجدہ، قیام یا جلسے کو تقسیم کیا جا رہا ہے تو پھر جو آدمی رکوع میں آ کر ملتا ہے تو اس کی نماز کا کون سا حصہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ تقسیم ہونے والی چیز تو فوت ہوگئی؟ تو پھر رکعت کیسے ہوگی، اس لیے اس رکعت کو نماز بھی نہیں کہہ سکتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء القراءۃ میں، امام ابن حزم نے المحلی ۳/ ۲۴۳ میں اور امام شوکانی نے نیل الاوطار ۲/ ۱۱۳ میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

امام بخاری جزء القراءۃ ص ۲۰ طبع دہلی میں فرماتے ہیں:

((وقال ابو قتادة وانس وابوهريرة رضی اللہ عنہم عن النبي ﷺ اذا اتيتم الصلاة فما ادركتم فصلوا وما فاتكم فاتموا فمن فاته فرض القرأة والقيام فعليه اتمامه كما امر النبي ﷺ))

یعنی تین صحابہ کرام ابوقتادہ، انس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نماز کے لیے آؤ نماز کا جو حصہ پاؤ اسے پڑھ لو اور جو حصہ فوت ہو جائے اسے مکمل کر لو۔ اس لیے جس سے قراءت وقیام جیسے اہم فرض چھوٹ جائیں اس کو رسول اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق مکمل کرنا ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے تینوں صحابہ کرام سے سندوں کے ساتھ ان کی روایتیں بیان کی ہیں۔ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت تو صحاح ستہ اور مسند احمد میں بھی مروی ہے۔ (الجامع الصغیر للسیوطی: ۱/ ۱۹) اور انس رضی اللہ عنہ کی ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت میں امام صاحب یہ الفاظ لائے ہیں: "فلیصل ما ادرك ولیقض ما سبقه" یعنی نماز کو جو ملے وہ امام کے ساتھ پڑھ لے اور جو اس سے رہ جائے اس کو قضا کر لے۔ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ بھی الفاظ ہیں:

"ما ادرکتم صلوا وما فاتکم فاقضوا" اور دوسری روایت میں ہے کہ: فما ادرکه فلیصل وما سبقه فلیقض اس کا مطلب یہ ہے کہ مسبوق سے پہلے جو کچھ پڑھا جا چکا ہے اس کے لیے اس کی قضا دینا ضروری ہوگی، پھر جس صورت میں بھی رکوع سے ملنے والے کے دو فرض رہ گئے ہوں اس حکم کے مطابق اس کو یہ رکعت قضا کرنی ہوگی۔ اس لیے صرف قیام اور قراءت کرنے کے بعد سلام نہیں پھیرے گا اس کو نماز نہیں کہیں گے، اس لیے کہ اس بندے کو مکمل رکعت دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

کتاب الاعتبار للحازمی ص ۷۹ طبع منیریه اور ص ۱۰۵ طبع ہند میں سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اذا جاء احدکم وقد سبق بشیئ من الصلاة فلیصل مع الامام بصلاته فاذا فرغ الامام فلیقض ما سبقه))

"جب آپ میں سے کوئی بھی نماز کے لیے آئے اور اس سے پہلے کوئی چیز گزر چکی ہو تو اس کو امام کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے اور جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو بقیہ پہلے جو رہ گئی ہو اس کو مکمل کرلے۔"

یہ حدیث بھی اپنے مطلب میں واضح ہے، اس لیے رکوع میں پہنچنے والے کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ امام کے ساتھ نماز مکمل کرلے اور بعد میں جو چیز اس سے رہ گئی ہے اس کو قضا کرلے۔

جو لوگ رکوع میں ملنے والے کی رکعت کو صحیح کہتے ہیں ان کے پاس کوئی بھی صریح یا صحیح حدیث نہیں ہے جو کہ فاتحہ کی فرضیت کا مقابلہ کرے یا رکوع میں ملنے کی رکعت کو اس حکم سے خاص یا اس کو مستثنیٰ کر سکے۔ اس لحاظ سے مخالف حضرات کی دلیلیں یا تو صحیح نہیں ہیں یا صریح نہیں ہیں۔ اب میں جو مدرک الرکوع کی دلیلیں ہیں ان کو پیش کر کے ان کی حقیقت کو بیان کرتا ہوں۔

پہلی دلیل:

بخاری ۱/ ۱۰۸ میں ہے کہ:

((عن ابی بکرة انه انتهی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلك للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادك الله حرصا ولا تعد))

"یعنی ابوبکرۃ (نفیع بن الحارث) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جماعت میں اس وقت پہنچے جس وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم ﷺ رکوع کی حالت میں تھے تو اس نے صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع کر لیا تو یہ بات جب رسول اکرم ﷺ سے ذکر کی گئی تو آپ نے فرمایا: اللہ آپ کی حرص کو بڑھائے دوبارہ ایسے نہ کرنا۔"

جواب اولاً: اس روایت کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صف میں داخل ہونے کے بعد نماز شروع کرنی چاہیے۔ جماعت جس حالت میں بھی ہو اس سے پہلے نماز شروع کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔ "اذا رکع دون الصف" یعنی باب اس مسئلہ کے بیان میں کہ اگر کوئی شخص صف میں داخل ہونے سے پہلے رکوع کر لے تو یہ جائز ہے کہ نہیں۔ نیز امام موصوف نے جزء القراءۃ ص ۱۷ طبع دہلی میں یہ روایت بیان کر کے پھر فرمایا ہے کہ فلیس لاحد ان یعود لما نهی النبی ﷺ عنه. یعنی جس عمل کو رسول اکرم ﷺ نے منع کیا ہے اس کو دوبارہ کرنے کا کسی کو بھی حق نہیں ہے۔ اسی طرح یہ روایت مسند احمد ۵/ ۲۵۱ میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

((من هذا الذی رکع ثم مشی الی الصف فقال ابوبکرة انا فقال النبی ﷺ زادك الله حرصا ولا تعد))

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کون شخص تھا جو رکوع کر کے پھر چلتا ہوا صف میں آ کر ملا؟ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تیری حرص کو بڑھائے دوبارہ ایسے نہ کرنا۔"

اس حدیث نے مزید وضاحت بیان کر دی ہے کہ صف سے پہلے رکوع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ثانیاً: اس روایت سے دلیل لینے والے کہتے ہیں کہ اس کو آپ نے رکعت لوٹانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ حالانکہ اس قسم کی کوئی بات بھی حدیث میں موجود نہیں اور اس کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ کسی روایت میں کسی چیز کا ذکر نہ ہونا اس کے نہ کرنے کے لیے دلیل نہیں ہوتی بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ عدم العلم لیس علما بالعدم یعنی چیز کے ہونے کے متعلق اگر علم نہ ہو تو اس صورت میں یہ نہیں کہیں گے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ چیز ہے ہی نہیں اس لیے فقط گمان کی وجہ سے دلیل دینا درست نہیں ہے اگر حسن ظن سے ہی دلیل لینی ہے تو پھر گمان یہ رکھنا چاہیے جو آپ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔ جبکہ بے شمار احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر کوئی بھی نماز نہیں ہے بلکہ مسند احمد ۵/ ۷۸ میں تو یہ الفاظ ہیں:

((لا تقبل صلاة لا يقرا فيها بام القرآن))

یہ روایت جزء القراءۃ للبیہقی ص ۵۳ میں بھی ہے۔ یعنی جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی جائے گی وہ اللہ کے ہاں قبول نہ ہوگی۔ اس لیے یہ گمان رکھنا کہ آپ ﷺ نے اس کو رکعت لوٹانے کے لیے نہیں کہا ہوگا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ظن ہے یا آپ کے شان و مرتبے کے خلاف ہے بلکہ یہ گمان رکھنا ہوگا کہ آپ نے اس کو رکعت لوٹانے کا حکم دیا ہوگا۔ اس لیے کہ آپ کا ہی فیصلہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے علاوہ نماز نہیں ہوتی۔

ثالثاً، رابعاً: مدینے شہر میں اعلان کیا گیا تھا کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس لیے اس اعلان کو سننے کے بعد یہ ناممکن ہے کہ کوئی بھی صحابی وہ رکعت نہ لوٹائے جس میں الحمد نہ پڑھی گئی ہو۔

(مترجم: یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے: جیسا کہ امام بیہقی نے کتاب القراءۃ ص ۱۷ میں ذکر کی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مدینہ شہر میں اعلان کر دیں کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہ روایت جامع المسانید الامام اعظم ۱/ ۳۰۸ میں بھی موجود ہے)

((عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال نادی منادی رسول اللہ ﷺ بالمدینۃ لا صلاۃ الا بقرأۃ ولو بفاتحۃ الکتاب))

خامساً: اس روایت کو دلیل بنانے کے لیے پہلے دو باتیں ثابت کرنی ہوں گی، ورنہ دلیل ناقص ہوگی۔ صرف یہ ضروری نہ ہوگا کہ صحابی رکوع میں آ کے ملے بلکہ دوسری باتیں بھی ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس روایت کو دلیل بنانے والوں کو چاہیے کہ وہ ثابت کریں کہ اس صحابی (ابوبکرہ رضی اللہ عنہ) نے رکوع والی رکعت کو نہیں لوٹایا تو اس کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں ملتا۔ بلکہ جب صحابہ کرام کو عام منادی سے معلوم ہوا کہ الحمد للہ نمازی کے لیے بہت ضروری ہے تو اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ بھی سن چکے تھے کہ جو نماز کا حصہ رہ جائے اس کو مکمل کر لیا جائے تو پھر صحابی نے کیسے رکوع میں پہنچنے والی رکعت کو شمار کیا یا اس کو نہیں لوٹایا یہ بات عقلاً محال ہے۔

جب یہ بات ثابت کر لیں کہ واقعی انہوں نے یہ رکعت نہیں لوٹائی تو پھر دوسری بات ثابت کرنی ہوگی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی ہو کہ ابوبکرہ نے رکوع والی رکعت نہیں لوٹائی اور آپ نے انہیں لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ تو یہ اس قسم کا ثبوت دینے کے لیے آپ کی دلیل ناقص ہوگی اور یہ دونوں باتیں جو میں نے پیش کیں قیامت تک ان کا کوئی توڑ پیش نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس سے دلیل لینا صحیح نہیں ہے۔

امام بخاری جزء القرأۃ ص ۱۷ میں فرماتے ہیں:

((لیس فی جوابہ انہ اعتد بالرکوع عن القیام والقیام فرض فی الکتاب والسنۃ))

''یعنی ابوبکر کی روایت میں جو سوال جواب ہوا اس میں رکوع کو قیام کے بغیر شمار کیا گیا ہو۔ حالانکہ قیام قرآن وحدیث دونوں کے مطابق فرض ہے۔''

سادساً: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکرہ کو لا تعد کہنا خود رکعت لوٹانے کے حکم میں ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے ایک باطل کام کیا تھا، اسی لیے آپ نے دوبارہ کرنے سے منع کیا تھا۔ اس لیے باطل کام والی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکعت دوبارہ لوٹانی ضروری ہوگی۔

سابعاً: یہی حدیث امام بخاری جزء القرأۃ ص۲۲ طبع دہلی میں لائے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ابوبکرہ کو فرمایا کہ: ((زادك الله حرصا و لا تعد صل ما ادرك واقض ما سبق)) ''اللہ آپ کی حرص کو بڑھائے دوبارہ ایسے نہ کرنا جو نماز مل جائے اس کو پڑھ لو جو رہ جائے اس کو دوبارہ پڑھ لو۔'' یہ روایت طبرانی میں بھی ہے۔ (مجمع الزوائد:۲/۷۶)

اگرچہ اس کی سند میں راوی عبداللہ بن عیسیٰ ابو خلف الخزار ضعیف ہے لیکن دوبارہ قضا کرنے کا حکم تو کئی روایتوں میں گزر گیا ہے۔ اس لیے تائید کے طور پر یہی روایت کافی ہے۔

علامہ ظفر احمد عثمانی حنفی انہاء السکن ص ۲۷ میں لکھتے ہیں کہ الضعيف يصلح للتقوية .ضعیف روایت شاہد (گواہی) اور متابعت میں تقویت کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لیے حافظ ابن حجر فتح الباری، ۲۶۸ میں اس کو ذکر کیا ہے اور مقدمہ فتح الباری ص ۴ میں یہ شرط رکھی ہے کہ جو حدیث ذکر کریں گے وہ صحیح یا حسن ہوگی۔

اس لیے اس روایت سے مزید واضح ہوگیا کہ خود ابوبکرہ والی روایت میں بھی رکعت لوٹانے کا حکم ہے۔ اس لیے یہ ثابت ہوا کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت قابل قبول نہیں ہے۔

ثامناً: اس واقعہ میں ایسی کسی بات کا ذکر نہیں ہے کہ ابوبکرہ پہلی رکعت میں پہنچے تھے۔ یا دوسری رکعت میں پہنچے تھے۔ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔ پھر اسی بناء پر آپ کے استدلال کا فائدہ حاصل کر کے اگر کوئی کہے کہ اگر دوسری رکعت میں مسبوق پہنچا ہے تو اس کو پہلی رکعت لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ اس روایت میں لوٹانے کا حکم نہیں ہے۔ اس لیے دوسری خواہ تیسری رکعت میں پہنچا ہے تب بھی اس کی نماز ہو جائے گی اور اگر آپ یہ کہیں گے کہ اس کے لیے الگ حکم موجود ہے تو پھر یہ بھی مانیں کہ الحمد کے علاوہ نماز نہیں ہوتی۔ اور قیام فرض ہے اور اگر کہیں گے کہ اس حالت میں ہے کہ اس کی ساری رکعت چلی گئی ہے تو پھر یہی جواب ہمارا بھی ہوگا، اس لیے کہ ادھوری رکعت جس کے دو رکن رہ جائیں وہ رکعت نہیں ہوتی۔

تاسعاً: اگر ہم سب ذکر کیے گئے خدشات سے صرف نظر کرتے ہوئے اس مسئلے سے اس کا تعلق تسلیم بھی کر لیں تو یہ روایت رکعت لوٹانے یا نہ لوٹانے دونوں طرح سے خاموش ہے۔ اس لیے اس سے کوئی بھی دلیل نہیں لے سکتا۔

اب رکوع کی رکعت کو صحیح ثابت کرنے والوں کے لیے صحیح دلیل تلاش کرنی ہوگی، جس کا ملنا محال ہے اور رکعت کو درست نہ کہنے والوں کے لیے بہت ساری دلیلیں ہیں۔

عاشراً: بلکہ یہ روایت اس مسئلے میں مجمل اور متشابہ ہے اس لیے صحیح حدیثوں کے محکم اور فاتحہ کے متعلق صریح ہے۔ اس لیے کہ روایتوں کو اس روایت کی وجہ سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن قیم اعلام الموقعین ۲/ ۳۴۱ طبع مصر میں اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

((فهي اذا مجملة متشابهة فلا يترك لها النص المحكم الصريح))

دوسری دلیل:

ابوداؤد ص ۱۲۹ میں سے پیش کرتے ہیں:

((حدثنا محمد بن يحيى بن فارس ان سعيد بن الحكم حدثهم ان نافع بن يزيد حدثني يحيى بن ابى سليمان عن زيد بن ابى العتاب وابن المقبرى عن ابى هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا جئتم الى الصلوة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلاة))

(ابوداود: ص ۱۲۹)

''جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آپ جب نماز کے لیے آئیں اور ہم سجدے میں ہوں تو آپ بھی سجدہ میں شامل ہو جائیں اور اس کو کچھ بھی شمار نہ کیا جائے مگر جو رکعت کو پہنچا وہ نماز کو پہنچا۔''

جواب: یہ روایت ضعیف ہے امام بخاری جزء القرأۃ میں فرماتے ہیں:

((ويحيى هذا منكر الحديث روى عنه ابو سعيد مولى بن هاشم وعبدالله بن رجاء البصرى مناكير ولم يتبين سماعه عن زيد ولا من ابى المقبرى ولا يقوم به الحجة))

''اس کی سند میں راوی یحییٰ بن ابی سلیمان منکر الحدیث ہے۔ معتبر ثقہ راویوں کی مخالفت میں ضعیف روایتیں لاتا تھا۔ ابوسعید مولیٰ بنی ہاشم اور عبداللہ بن رجاء بصری منکر روایتیں لاتے ہیں، یعنی صحیح روایات کے خلاف اس لیے ان کی روایت سے دلیل قائم نہ ہوگی۔''

اور امام بخاری اس راوی کو منکر الحدیث کہتے ہیں جس کی روایت لینا حرام ہوتی ہے۔

اس لیے ابن حبان کا اسے ثقات میں داخل کرنا نفع مند نہیں ہوگا، اس لیے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی جرح مفسر ہے اور اس پر ثبوت پیش کیے ہیں اور اس سے منکر روایتیں آئی ہیں اور امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ''مضطرب الحديث ليس بقوى يكتب حديثه'' یعنی اضطراب اور گڑ بڑ والی روایتیں لاتا ہے اور وہ قوی راوی نہیں ہے اور نہ اس کی روایت لکھی جاتی ہے، یعنی محبت نہیں ہے اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لا اعرف يحيى بن ابى سليمان بعدالة ولا جرح. یعنی اس راوی کے جرح اور عدالت کے حوالے سے مجھے کوئی علم نہیں ہے، یعنی مجہول الحال ہے تہذیب ص ۲۲۸، ج ۱۱ اور امام عقیلی کتاب الضعفاء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ص ۸۹ ج ۲ قلمی میں داخل کیا ہے، اس لیے یہ روایت ضعیف کہی جائیں گی خود امام بیہقی السنن الکبریٰ ص ۸۷ ج ۲ میں اسے ضعیف مانا ہے تفسیر معرفۃ السنن والاثار میں فرماتے ہیں کہ تفرد له يحيى بن ابى سليمان وليس بقوى عون المعبود، ص ۲۲ ج ۱ . اور امام بخاری اس روایت میں دوسری علت بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن ابی سلیمان اس روایت کو زید بن ابی عتاب اور ابن المقبری سے نقل کرتے ہیں مگر دونوں سے سماع کا ثبوت نہیں ہے، یعنی سند میں انقطاع کا شبہ ہے یہ وجہ بھی اس روایت کو ضعیف بناتی ہے اس لیے یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

ثانیا: خود اس روایت کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع میں ملنے والی رکعت کو صحیح نہیں کہتے جیسا کہ عنقریب ان کی روایات بیان ہوں گی اور اس روایت کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ اگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ روایت ہوتی تو وہ ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقل ہوتے، لہٰذا اس کا مطلب بھی سمجھا جائے گا۔ جو انہوں نے سمجھا کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت صحیح ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کبھی اس کے خلاف فیصلہ نہ دیتے۔

ثالثا: اس روایت کے متن میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ سمجھا جائے کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت درست ہے بلکہ اس میں صرف اتنا ہے کہ سجدے میں ملنے والے کی رکعت نہیں ہے، اس سے رکوع میں پہنچنے والے کی رکعت صحیح ماننے والا کونسا داعی ہے بلکہ اگر کوئی اس سے دلیل یہ بھی لے سکتا ہے کہ رکوع کے بعد سیدھے ہونے والے کی رکعت بھی صحیح ہے کیا اس کے استدلال کو قبول کیا جائے اگر نہیں تو رکوع کے متعلق دلیل لینا صحیح نہیں ہے بلکہ اس روایت کے آخری لفظ مطلب کو تمام کر دیتے ہیں کہ:

((من ادرك الركعة فقد ادرك الصلوة))

یعنی جو رکوع کو پہنچا، رکعت چند ارکان کا مجموعہ ہے جس میں قیام قراءت اور رکوع وغیرہ ہیں، پھر اگر اس کو صحیح تسلیم کرتے ہیں تو ان کے خلاف دلیل بنے گی کیونکہ اس میں بیان ہے کہ نماز کو پہنچنا وہی کہا جائے گا جو پوری رکعت کو پہنچا وهو الرابع .

اور جو لوگ رکعت سے مراد رکوع لیتے ہیں ان کی تاویل شرعی لغت کے خلاف ہے کیونکہ بغیر قرینے کے رکعت سے رکوع مراد لینا کسی بھی روایت میں نہیں آیا ہے اور یہاں کوئی قرینہ نہیں ہے، اس لیے رکعت ہی مراد ہوگی، لہٰذا اس جگہ استدلال باطل ہے۔ وهو الخامس

تیسری دلیل:

ابن وہب کے طریقے سے مروی ہے:

((اخبرني يحيى بن حميد عن قرة بن عبدالرحمن عن ابن شهاب قال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخبرنی ابو سلمة بن عبدالرحمن عن ابی هريرة ؓ ان رسول الله ﷺ قال من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه))

(سنن الکبریٰ: ۲/ ۸۹)

''یعنی سیدنا ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز کی رکعت کو پہنچا قبل اس کے امام اپنی پیٹھ سیدھی کرے تو وہ نماز کو پہنچا۔''

جواب: یہ روایت بالکل ضعیف ہے اولاً اس لیے کہ یحییٰ بن حمید جس کے لیے میزان الاعتدال ۳/۲۸۵ میں ہے کہ قال البخاری لا يتابع فی حديثه وضعفه الدار قطنی. یعنی امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کی روایت نقل کرنے میں کوئی معتبر راوی اس کی موافقت نہیں کرتا اور اسے دارقطنی نے ضعیف کہا ہے۔ اور امام عقیلی نے کتاب الضعفاء: ۲/۷ ۱۲ قلمی میں ذکر کیا ہے۔

ثانیاً: ان کے استاد قرہ بن عبدالرحمٰن میں بڑا کلام ہے، امام یحییٰ بن معین نے اسے ضعیف اور امام احمد اسے منکر الحدیث اور ابو حاتم اور نسائی فرماتے ہیں کہ قوی نہیں ہے اور ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ ((الاحاديث التی يرويها مناكير)) یعنی ان کی روایت کردہ احادیث منکر ہیں اور ابوداؤد فرماتے ہیں کہ فی حديثه نكارة یعنی اس حدیث میں نکارت ہے۔ (تہذیب التہذیب ص۸۲۳۸۳) اور امام عقیلی کتاب الضعفاء ۲/۳۹۳ قلمی میں اور حافظ ابن جوزی نے کتاب الضعفاء: ۳۲۰ قلمی میں اس کو ذکر کیا ہے۔

ثالثاً: اس روایت میں یہ زیادتی "قبل ان يقيم الامام صلبه" منکر اور باطل یہ زیادتی صرف یحییٰ بن حمید قرہ بن عبدالرحمٰن کے واسطے سے ابن شہاب زہری سے نقل کرتے ہیں حالانکہ امام مالک جو سب سے بڑے ثقہ راوی ہیں، وہ خود اس حدیث کو امام ابن شہاب زہری سے نقل کرتے ہیں مگر اس میں یہ زیادتی نہیں ہے چنانچہ موطا امام مالک میں اس طرح ہے:

((مالك عن ابن شهاب عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادرك الصلوٰة))

اس کے علاوہ دیگر ثقہ ائمہ حدیث بھی امام مالک کی طرح ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں لیکن کسی بھی روایت میں یہ زیادتی نہیں ہے۔

امام بخاری جزء القراۃ ص ۲۳، ۲۴ طبع دہلی میں، پہلے امام مالک کی روایت کو لے کر آئے ہیں، پھر یحییٰ ابن حمید کی روایت کو ذکر کرکے فرماتے ہیں:

((واما يحيى بن حميد مجهول لا يعتمد على حديثه غير معروف بصحة خبره مرفوع وليس هذا مما يحتج به اهل العلم وقد تابع مالك فی حديثه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالله بن عمرو يحيى بن سعيد وابن الهاد ويونس ومعمر وابن عيينة وشعيب وابن جريج وكذالك قال عراك بن مالك عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ عن النبى ﷺ فلو كان من هولاء واحد لم يحكم بخلاف يحيى بن حميد او ثر ثلاثة عليه فكيف باتفاق من ذكرنا عن ابى سلمة وعراك عن ابى هريرة عن النبى ﷺ وهو خبر مستفيض عند اهل العلم بالحجاز وغيرها وقوله قبل ان يقيم الامام صلبه لا معنى له ولا وجه لزيادته.))

''یعنی ان جملوں کی زیادتی کرنے والا یحییٰ بن حمید مجہول راوی ہے، ان کی کسی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاتا ہے نہ ان کی کوئی مرفوع حدیث سے اہل علم دلیل لیں اور امام مالک سے دوسرے ائمہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور یحییٰ بن سعید الانصاری، یزید بن الہاد، یونس بن یزید الایلی معمر بن راشد، سفیان بن عیینہ، شعیب بن ابی حمزہ اور عبدالملک بن جریج بھی ابن شہاب زہری سے اس حدیث کو نقل کرنے میں متابعت اور موافقت کرتے ہیں، یعنی کسی کی بھی روایت میں بھی یہ جملہ قبل ان یقیم نہیں ہے اسی طرح اس کے علاوہ دوسری سند بھی ہے جیسے عراک بن مالک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس میں بھی یہ جملہ نہیں ہے اور یہ وہ ہستیاں ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک ہی شخص ہوتا تو بھی اس کے خلاف یحییٰ بن حمید کی روایت کو ترجیح نہیں دی جاتی اور نہ ہی اسے قبول کرتے۔ مگر یہاں پوری جماعت ان کے خلاف ہے اور حجاز کے علماء حدیث کے ہاں یہ حدیث من ادرك ركعة فقد ادرك الصلوة ہی مشہور ومعروف ہے، یعنی اس میں اس مجہول کی زیادتی نہیں ملا سکتے۔ نیز اس زیادتی کا یہاں کوئی مطلب نہیں ہے اور نہ کوئی معقول وجہ ہے اس زیادتی کی۔''

راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ اس لیے کہ حدیث اپنے مطلب میں واضح ہے جو رکعت میں ملا اس نے نماز پا لی اس میں یہ زیادتی کہ امام کی پیٹھ سیدھی کرنے سے پہلے اس کا کوئی مطلب نہیں ہے، اس لیے کہ رکعت کہنے سے مسئلہ پوری طرح واضح ہوگیا ہے اس میں نہ کوئی ابہام ہے اور نہ ہی کوئی مضمون میں نقص اس لیے یہ بے فائدہ جملہ ہے، پھر رکعت میں پیٹھ سیدھی کرنے یا نہ کرنے کا کوئی مقصد ہی نہیں ہے۔

امام بخاری ان ثقہ راویوں کی روایات لا کر فرماتے ہیں کہ:

((وقال النبى ﷺ من ادرك ركعة فقد ادرك الصلوة ولم يقل من ادرك الركوع والسجود او التشهد))

یعنی ''رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے کہ جس نے نماز کی رکعت پا لی وہ نماز کو پہنچ گیا اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے اس طرح ہرگز نہیں فرمایا کہ جو رکوع میں ملا یا سجدے یا تشہد میں وہ بھی نماز کو مل گیا۔"
الغرض پوری رکعت مراد ہے اور یہ جملہ اس جگہ پر لغو ہے اور حدیث کا مقام اس طرح کے جملوں سے اعلیٰ وارفع ہے۔

اس طرح امام بیہقی السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۸۹ میں امام ابن عدی سے اس جملے کا غیر محفوظ ہونا نقل کرتے ہیں اور امام عقیلی کتاب الضعفاء ص ۱۷۲ ج ۲ قلمی میں اس روایت کو لا کر فرماتے ہیں:

((رواہ معمر ویونس وعقیل وابن جریج وابن عیینة والاوزاعی وشعیب عن الزهری عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال من ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادرك الصلوٰة ولم يذكر احد منهم هذه اللفظ قبل ان يقيم الامام صلبه ولعل هذا من كلام الزهری فادخله يحيی بن حميد فی الحديث ولم يبينه))

یعنی "پوری جماعت جس میں دو زائد محدث ہیں۔ عقیل بن خالد اور امام اوزاعی یہ سب امام زہری رحمہ اللہ سے وہ ابو سلمہ سے اور وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح اس حدیث کو نقل کرتے ہیں مگر کوئی بھی اس جملے کو ذکر نہیں کرتا، شاید اس لیے کہ یہ جملہ حدیث کا حصہ نہیں بلکہ امام زہری رحمہ اللہ کا خود کا کلام ہے اور یحییٰ بن حمید نے اسے حدیث میں ملا لیا ہے اور بغیر ظاہر کیے کہ یہ امام زہری کا کلام ہے۔"

راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ شبہ اس نے اس لیے دکھایا ہے کیونکہ امام زہری رحمہ اللہ کئی بار حدیث کو بیان کرتے ہوئے اپنی طرف سے کچھ الفاظ تشریح یا کسی دوسرے مقصد سے کہتے ہیں، شاگرد اسے حدیث کا حصہ سمجھتے ہیں۔

امام الحنفیہ ابو جعفر طحاوی مشکل الآثار ص ۱۹۷ جلد ۲ میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

((انه قد كان يفعل ذالك كثيرا يخلط كلامه بالحديث فيتوهم انه منه وليس هو منه ولذالك قال له موسى بن عقبة افضل كلام رسول الله ﷺ من كلامك))

یعنی "امام زہری کئی مرتبہ حدیث میں اپنا کلام ملا لیتے ہیں جو حدیث کا حصہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ حدیث نہیں ہوتا، اس لیے موسیٰ بن عقبہ نے اسے کہا کہ اپنے کلام کو رسول اللہ ﷺ کی بات سے جدا رکھا کر۔"

اسی طرح علامہ ابو المحاسن حنفی بہ المعتصر من المختصر من مشکل الآثار میں ذکر کرتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور امام بخاری جزء القراءۃ ص ۱۳ طبع دہلی میں فرماتے ہیں:

((وقال مالك قال ربيعة للزهري اذا حدثت فبين كلامك من كلام النبی ﷺ))

یعنی ''امام مالک اپنے استاد ربیعہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے امام زہری رحمہ اللہ کو کہا کہ جس وقت احادیث مبارکہ پیش کرو تو اس وقت اپنے کلام کو نبی ﷺ کے کلام سے جدا رکھا کر اور ظاہر کیا کر۔''

لیکن سمجھدار شاگرد حدیث اور زہری کے کلام کے فرق کو سمجھتے تھے، اس لیے وہ روایت کرتے ہی بیان کرتے تھے کہ امام زہری نے اس طرح کہا ہے۔

مگر بسا اوقات شبہ ہوتا ہے اور مخلوط کلام نقل کر دیتے ہیں اس لیے ایک روایت کی متعدد اسناد کو دیکھا جاتا ہے اور کسی نہ کسی سند میں کوئی راوی بیان کر دیتا ہے کہ فلاں جملہ فلاں کی زیادتی ہے، یعنی حدیث کا حصہ نہیں ہے اور اس فن میں علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں جس میں امام سیوطی کا ایک رسالہ ہے، الحاصل امام عقیلی کے کلام سے کہ یہ جملہ حدیث میں مدرج ہے۔ یہی چوتھی وجہ ہے۔

خامساً: یہ اس وقت ہوگا جب راوی ثقہ ہوں مگر ایسے نہیں ہے۔ اس لیے یہ پکا گمان ہے کہ یہ امام زہری کا ہی کلام ہے جسے ضعیف راوی یحییٰ بن حمید نے حدیث میں ملا لیا ہے۔ خود اس روایت کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت کو رکعت تسلیم کرنے کو صحیح نہیں سمجھتے جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔ ان شاء اللہ

یہ دلیل ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس جملے کا راوی نہیں ہیں، نہ انہوں نے کہا ہے نہ کوئی خبر ہے ان کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے غلط ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ امام ابن خزیمہ اپنی صحیح جلد ۳ ص ۴۵ میں اس حدیث کو لائے ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ خود رکوع میں ملنے والے کی رکعت کو صحیح نہیں مانتے جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔ ان شاء اللہ

جس سے معلوم ہوا کہ خود امام موصوف کے ہاں یہ حدیث صحیح نہیں ہے، ورنہ اس کے خلاف اپنا مذہب کبھی اختیار نہیں کرتے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار جلد ۲ ص ۱۸۵ میں فرماتے ہیں کہ:

((وابن خزيمة الذی عولوا عليه فی هذه الروايه من القائلين بالمذهب الثانی كما عرفت ومن البعيد ان يكون هذا الحديث عنده صحيحا ويذهب الی خلافه))

یعنی ''ابن خزیمہ خود جس کی کتاب کا سہارا لیتے ہیں وہ اس کے خلاف ہیں۔ اور ان علماء سے ہیں جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکوع میں ملنے والے کی رکعت کو صحیح نہیں مانتے جیسا اوپر معلوم ہوا کہ یہ بات عقل سے بعید ہے کہ یہ روایت ابن خزیمہ کے ہاں صحیح ہے اور خود اس کے خلاف رکھیں۔"

نیز امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار جلد۲ ص۱۸۴ میں اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

((ان الركعة حقيقة لجميعها و اطلاقها على الركوع وما بعده مجاز لا يصار اليه الا لقرينة كما وقع عند مسلم من حديث البراء بلفظ فوجدت قيامه فركعته فاعتداله فسجدته فان وقوع الركعة فى مقابلة القيام والاعتدال والسجود قرينة تدل على ان المراد بها الركوع......

واخرجه ابن خزيمة عن ابى هريرة مرفوعا بلفظ من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه وليس فى ذالك دليل لمطلوبهم لما عرفت من ان مسمى الركعة جميع اذكارها واركانها حقيقة شرعية وعرفية وهما مقد متان على اللغوية كما تقدر فى الاصول فلا يصح جعل حديث ابن خزيمة وما قبله قرينة صارفة عن المعنى الحقيقى فان قلت فاى فائدة على هذا فى التقييد بقوله "قبل ان يقيم صلبه" قلت دفع توهم ان من دخل مع الامام ثم قراء الفاتحة وركع الامام قبل فراغه منها غير مدرك اذا تقرر لك هذا علمت ان الواجب الحمل على الادراك الكامل للركعة الحقيقة لعدم وجود ما تحصل به البرأة من عهدة ادلة وجوب القيام القطعية وادلة وجوب الفاتحة))

یعنی "رکعت کے حقیقی معنیٰ پوری رکعت کے ارکان اور اذکار کا مجموعہ ہے اور یہ حقیقت شرعیہ عرفیہ ہے دونوں لغوی حقیقت سے مقدم ہیں اور رکوع کو رکعت کہنا مجاز ہے اور حقیقی معنیٰ کو چھوڑ کر بغیر قرینے کے مجازی معنیٰ لینا درست نہیں ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ فوجدت قيامه فركعته فاعتداله فسجدته . یہاں لفظ رکعت کا اعتدال اور سجدے اور قیام کے مقابلے میں آنا قرینہ ہے کہ اس روایت میں مراد رکوع ہے لیکن اس حدیث میں من ادرك ركعة کا کوئی قرینہ نہیں ہے، لہٰذا اس سے مراد پوری رکعت ہے، لہٰذا اس سے رکوع کی رکعت کی معتبر دلیل لینا درست نہیں ہے۔

اور اس جملے سے قبل ان يقيم الامام صلبه کا ایسے ہی یہ مطلب نہیں ہے کہ رکوع کی حالت میں سیدھے ہونے سے قبل نماز میں داخل ہونا بلکہ مطلب یہ ہے کہ مقتدی آخر کار قیام میں پہنچا اور اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سورۂ فاتحہ پڑھی تھی کہ پوری ہونے سے قبل امام رکوع میں چلا گیا اور مقتدی نے جلدی سورۂ فاتحہ مکمل کی اور امام کے سیدھے ہونے سے قبل رکوع کر لیا تو اس کی رکعت ہوگئی کیونکہ جب اس نے رکعت پوری نہیں کی تھی اور اس کا قیام رہ گیا تھا جس کی رکنیت قطعی ہے اور سورۂ فاتحہ کے وجوب کے لیے بھی دلائل ہیں تو پھر اس کی رکعت اس وقت صحیح ہوگی جب تمام فرائض بجالائے گا جو بھی اس کے ذمہ ہیں۔''

ناظرین! امام شوکانی رحمہ اللہ کی اس تقریر دلپذیر سے معلوم ہوا کہ **اول**: یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ **ثانیاً** ان کی دعویٰ کے لیے کوئی واضح دلیل بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی صرف ایک معنیٰ نہیں ہے کیونکہ اس سے رکوع کی رکعت کے قائلین دلیل لیتے ہیں بلکہ اس کے دوسرے معنیٰ بھی ہوسکتے ہیں یعنی کہ امام کے رکوع سے سیدھے ہونے سے قبل تک پوری رکعت کو مقتدی پہنچ گیا تو وہ نماز کا مدرک سمجھا جائے گا۔

یعنی قیام کے فرائض اس نے بجالائے ہیں۔

پھر اگر امام کے سیدھے ہونے سے پہلے رکوع میں گیا تب بھی کوئی حرج نہیں اس صورت میں رکوع میں پہنچنے والے کی رکعت نہیں ہوگی اگرچہ روایت میں دوسرے احتمال موجود ہیں تو ان میں سے ہر ایک رکوع کی رکعت کے قائل ہیں جو دلیل لیتے ہیں وہ دلیل باطل ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ۔ بلکہ اس حالت میں قرائن یا دوسرے دلائل دیکھنے پڑیں گے، پھر جو احتمال قوی ثابت ہو اس کے مطابق روایت سے مراد لی جائے گی اس جگہ پر دلائل اور قرائن امام شوکانی کی معنی کی تائید کرتے ہیں۔

ایک تو قیام اور قراءت کا فرض ہونا اس کے علاوہ نماز نہیں ہوئی اسی مطابق یہی معنیٰ قابل قبول ہوگا دوسرا کہ خود رکوع کی رکعت کے قائل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نہیں تھے۔ جو کہ روایت کے راوی ہیں، تیسرا یہ کہ کتنی احادیث سے ثابت ہو چکا کہ مسبوق سے جو کچھ رہ گیا وہ اس کو قضا کرنا ہوگا، چوتھا یہ کہ الرکعۃ کی حقیقی معنی سارے ارکان کا مجموعہ ہے، اس لیے بلا وجہ مجازی معنیٰ (رکوع) لینا درست نہیں ہے۔ پانچواں یہ کہ ابن خزیمہ جس کی کتاب میں یہ روایت ہے وہ بھی رکوع کی رکعت کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام موصوف ان روایات سے وہ معنیٰ نہیں سمجھے ہیں جو معنیٰ رکوع کی رکعت کے قائل لیتے ہیں یہ سبھی روایات کے قرائن دلالت کرتے ہیں جو وہ معنیٰ امام شوکانی نے کیا ہے وہ راجح اور صحیح ہے۔

اور جو معنیٰ رکوع کی رکعت کے قائلین نے لی ہے، وہ مرجوح اور قرائن کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر صحیح ہے گویا کہ یہ روایت اس کے متعلق فیصلہ دیتی ہے کہ صرف رکوع میں ملنے والے کی رکعت معتبر نہیں ہے بلکہ معتبر اس کی ہے جو رکعت کے سارے ارکان کو پورا کرے اور یہ ساری تقریر اسی بناء پر ہے کہ اس روایت کو صحیح اور جرح قدح سے سالم کیا جائے حالانکہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے اور غیر ثابت ہے بلکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتنی ہی وجوہات کی بنیاد پر ضعیف اور مردود ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ جس کا اصل حکم اپنے جگہ پر قائم ہے کہ الحمدللہ پڑھنے کے سوا کوئی نماز نہیں ہوتی۔ وللہ الحمد

چوتھی دلیل: یہ پیش کرتے ہیں:

((عن عبدالعزیز بن رفیع عن رجل عن النبی ﷺ قال اذا جئتم والامام راکع فارکعوا وان کان ساجدا فاسجدوا ولا تعتدوا بالسجود اذا لم یکن معه الرکوع)) (سنن الکبری للبیهقی ج۲ص۱۲۹)

یعنی ''عبدالعزیز بن رفیع ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے نماز میں اس وقت پہنچے جب امام رکوع میں ہو تو تم بھی رکوع کرو اور جب سجدے میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرو ایسے سجدے کو کسی شمار میں نہ لاؤ جس کے ساتھ رکوع نہ ہو۔''

جواب: یہ روایت بالکل باطل اور مردود ہے کیونکہ عبدالعزیز رفیع مجہول شخص سے روایت نقل کرتے ہیں جس کا کوئی حال معلوم نہیں نہ ہی نام کہ وہ کون ہیں سچا ہے یا جھوٹا۔

اور خود بیہقی اس کو مرسل کہتے ہیں، پھر ایسی مجہول روایت کو صحیح احادیث کے مقابلے میں کیسے قبول کیا جائے۔

پانچویں دلیل: یہ پیش کرتے ہیں:

((عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من ادرك رکوع من الرکعة الاخیرة یوم الجمعة فلیضعف الیه الاخری ومن لم یدرك الرکوع من الرکعة الاخری فلیصل الظهر اربعا))

(سنن دارقطنی ص ۱۲ ج ۱ طبع باکستان)

یعنی ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کی نماز کی آخری رکعت میں رکوع میں پہنچا وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا کر پڑھ لے اور جو نہ پہنچ سکے وہ چار رکعت ظہر پڑھے۔''

جواب: یہ روایت حد درجہ کی ضعیف اور باطل ہے اور اس سند میں زہری سے روایت کرنے والا سلیمان ابی داؤد الحرانی جو کہ سخت ضعیف ہے میزان اعتدال ص ۴۱۹ ج ۱ میں ہے کہ:

((ضعفه ابوحاتم وقال البخاری منکر الحدیث وقال ابن حبان لا یحتج به))

یعنی، امام ابوحاتم نے اسے ضعیف کہا اور ان کے یہ الفاظ ضعیف الحدیث جدًا (الجرح والتعدیل لابن حاتم ص ۱۱۶ ج ۱ ق ۲) یعنی حد سے زیادہ ضعیف ہے اور امام بخاری التاریخ الکبیر ص ۱۲ ج ۲ ق ۲ میں فرماتے ہیں منکر الحدیث ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ اس قسم کا فتویٰ امام بخاری اس پر لگاتے ہیں جس سے روایت لینا حلال (جائز) نہیں ہوتا ہے۔ اور امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کی روایت سے دلیل نہیں لی جائے گی اور امام ابن حبان کی پوری عبارت کتاب المجروح ص ۲۲۵ جلد ا میں اس طرح ہے:

((منکر الحدیث جدا یروی عن الاثبات ما یخالف حدیث ارثقات حتی خرج عن حد الاحتجاج به الا فی ما وافق الاثبات من روایة ابنه عنه))

''یعنی حد سے بڑا منکر الحدیث ہے ایسا ہے کہ معتبر راویوں سے وہ روایات نقل کرتا ہے جو ان کی روایتوں کے مخالفت میں ہوا کرتی ہیں۔ جن کو ان سے دوسرے معتبر راوی نقل کرتے ہیں، اس لیے اس حیثیت سے نکل گیا کہ اس کی روایت سے دلیل لی جائے مگر جس روایت میں دوسرے معتبرین سے نقل کرنے میں ان کی موافقت کرے اور اس سے روایت کرنے والا اس کا بیٹا ہو مگر یہاں دونوں شرطیں مفقود ہیں کیونکہ یہ روایت معتبر روایات کے مخالف ہے اور اس سے روایت کرنے والا اس کا بیٹا بھی نہیں ہے۔''

اور لسان المیزان ص ۹۰ ج ۳ میں ہے:

((قال احمد لیس بشیء وقال ابو احمد الحاکم فی حدیثه بعض المناکیر وقال ابو زرعة لین الحدیث وذکره الساجی فی الضعفاء وذکره الازدی وقال منکر الحدیث))

''امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی چیز نہیں ہے اور ابو احمد الحاکم فرماتے ہیں کہ ان کی روایات میں منکر روایتیں ہیں اور ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں کمزور ہیں۔ ساجی اور ازدی ان کو ضعیف رواۃ میں شمار کرتے ہیں اور ازدی فرماتے ہیں منکر الحدیث ہے۔''

نیز امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے ان کو کتاب الضعفاء والواضعین ص ۱۷۸ قلمی میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ التلخیص الحبیر ص ۴۰ ج ۲ میں ان کو متروک کہا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس قسم کے راوی کی نقل پر کوئی اعتبار نہیں اور ایسے کی روایت کو کونسی تائید دیں گے بلکہ اصل متن صرف اتنا ہے کہ ''من ادرك رکعة من الصلوة فقد ادرکها'' باقی ساری زیادتیاں بناوٹی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ التلخیص ص ۴۰ میں فرماتے ہیں کہ:

((وقد قال ابن حبان فی صحیحه انها کلها معلولة وقال ابن ابی حاتم فی العلل عن ابیه لا اصل لهذا الحدیث انما المتن من ادرك من الصلوٰة رکعة فقد ادرکها وذکر الدار قطنی الاختلاف فی علله وقال الصحیح من ادرك

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من الصلوة رکعة وکذا قال العقیلی واللہ اعلم))

یعنی ''امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کے اصل متن کے علاوہ وہ باقی ساری طرف معلول اور بیمار ہیں اور ابن ابی حاتم کتاب العلل ص ۲۰۳ ج ۱ میں اپنے والد ابو حاتم رازی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ ساری روایات بے بنیاد اور بے اصل ہیں، اصل صحیح متن فقط اتنا ہے کہ "من ادرك من الصلوٰة رکعة فقد ادرکها" یعنی جو پوری رکعت کو پہنچا وہی نماز کو پہنچ گیا، اسی طرح دارقطنی اور عقیلی بھی یہی فرماتے ہیں۔''

الغرض! ائمہ حدیث ابن حبان، ابو حاتم، ابن ابی حاتم، دارقطنی اور عقیلی یہ تمام اس بات پر متفق ہیں کہ اصل متن بھی ہے جو اہل علم کے ہاں مشہور ومعروف ہے جیسا کہ اس متعلق امام بخاری کا کلام گذر چکا ہے، باقی ساری زیادتیاں غلط اور غیر معتبر ہیں۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی اسی کے ساتھ موافقت کرتے ہیں امام ابن ابی حاتم علل ص ۱۷۲ ج ۱ میں اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حدیث کا اصل متن صرف اتنا ہے، جو مشہور ہے باقی جمعہ وغیرہ کی زیادتی ان روایات میں بالکل نہیں ہے بلکہ راوی کے وہم کا نتیجہ ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے یہ وہ روایات تھیں جنہیں صحیح احادیث کے مقابلے میں بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے اور اسی کا سہارا لے کر یہ فتویٰ دیا جاتا ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت صحیح ہے مگر الحمد للہ قارئین کی خدمت میں ان حقائق کا انکشاف کیا گیا ہے کہ اس کے متعلق کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ قیام اور الحمد کی فرضیت کے دلائل قطعی ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت صحیح نہیں ہے اس کا اعادہ ضروری ہے کیونکہ اس سے دو فرض چھوٹ گئے ہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل .

ناظرین! رکوع میں ملنے والے کی رکعت کو صحیح کہنے والے یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ اس متعلق امت کا جماع ہے حالانکہ یہ بات قطعاً نامعقول ہے کیونکہ مسئلہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ الحمد کے سوا کوئی بھی رکعت نہیں ہے اور قیام بھی قرآن حدیث کے مطابق نماز کا رکن ہے، اس مسئلے کی مخالفت میں امت کے علماء اجماع کریں کہ جو رکوع میں مل گیا (اس سے دو فرض چھوٹ گئے) تو اس کی رکعت ہوگئی یہ قطعاً محال ہے ع

این خیال است ومحال است وجنون

اس کے لیے کہ جو حکم قرآن اور حدیث سے ثابت ہو وہ حق ہے اور حق کی مخالفت حکم باطل اور گمراہی ہے، ﴿فماذا بعد الحق الا الضلل﴾ (یونس) پھر گمراہی اور ضلالت پر امت کے علماء کیسے جمع ہوں گے حالانکہ حدیث میں ہے کہ ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالة .

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر متفق نہیں کرے گا۔ یہ حدیث مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ میں بحوالہ ترمذی مذکور ہے اور امام حاکم المستدرک ج ۱ ص ۱۱۵، ۱۱۷ میں کئی اسناد کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ نقل کیا ہے، اس لیے کے اس متعلق اجماع کا دعویٰ کرنا عقل کے خلاف ہے بلکہ یہاں تو واقعے کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ سلف خواہ خلف میں کئی علماء رکوع کی رکعت کو صحیح تسلیم نہیں کرتے جن کا یہاں کچھ تذکرہ کیا جاتا ہے سب سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے مشہور ومعروف حافظ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو ۵۳۷۴ احادیث کا راوی ہے۔(رسالہ اسماء الصحابة الرواة ومالكل واحدا من العدد لابن حزم الملحق مع جوامع السيرة ص ۲۷۵ تلقیح فهوم اهل الاثر ص ۱۸۴ لابن جوزی)

اسی صحابی کا بھی مذہب ہے جزء القراءة للبخاری ص ۱۶،۱۷ میں ہے:

((عن ابی هريرة رضي الله عنه قال لا يجزيك الا ان تدرك الامام قائما وفی رواية بقول لا يجزيك الا ان تدرك الامام قائما قبل ان يركع))

اور ص ۳۰ میں ہے:

((اذا ادركت القوم ركوعا لم تعتد بتلك الركعة))

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رکوع میں پہنچنے والے کی رکعت شمار نہ ہوگی، صرف اس صورت میں شمار ہوگی کہ امام قیام کی حالت میں ہو اور رکوع میں جانے سے پہلے پہنچے۔

ناظرین! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور عالم اور فقیہ ہیں حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ ص ۳۳ میں فرماتے ہیں:

((وكان من اوعية العلم ومن كبار ائمة الفتوى مع الجلالة والعبادة والتواضع قال البخاری روی عنه ثمان ماة نفس او اكثر))

یعنی جلیل القدر اور عبادت اور تواضع سمیت علم کا خزانہ اور فتویٰ اور قضا کے بڑے امام اور فقیہ تھے اور حدیث کی روایت اور فتویٰ دینے میں اتنا عظیم مقام رکھتا ہو تو ان کا یہ فیصلہ کئی اہم فیصلوں کو متضمن ہے۔

الاول: یہ کہ رکوع کی رکعت کو ثابت کرنے کی جتنی بھی احادیث بیان کی جاتی ہیں وہ تمام ضعف پر مبنی ہیں اور نا قابل قبول ہیں ورنہ اس کے خلاف یہ حافظ الحدیث کبھی فتویٰ نہ دیتے، خاص کر کے جو روایتیں ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں وہ سب باطل ہوگئی گویا کہ ان کو ان کی طرف منسوب روایتوں کا علم ہی نہیں، اس لیے تو وہ فرمارہے ہیں رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت نہیں ہوتی۔

والثاني: اس قسم کے قطعی فیصلے کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ایسا فیصلہ سنا ہوگا۔

والثالث: اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ یہ فیصلہ مرفوع کے حکم میں نہیں ہے تب بھی یہ ضرور کہنا پڑے گا کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان آثار سے یہی سمجھا گیا ہے کہ مسئلہ بھی واضح ہو رہا ہے۔

والرابع: اور اجماع کی دلیل جو پیش کی گئی ہے وہ غلط ثابت ہوئی کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے ماہر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث اور مجتہد کا یہ فتویٰ رکوع کی رکعت صحیح تسلیم کرنے والوں کے اجماع کا دعویٰ کرنے والوں پر کاری ضرب ہے کیونکہ اجماع کی فقہاء نے تعریف یہ بیان کی ہے:

اصول فقہ حنفی کی مشہور درسی کتاب حسامی ص ۸۸ میں ہے کہ:

((الصحیح عندنا ان اجماع علماء کل عصر من اهل العدالة والاجتهاد حجة ولا عبرة لقلة العلماء وکثرتهم))

یعنی اجماع کی صحیح تعریف ہم (احناف) کے ہاں یہ ہے کہ کسی بھی زمانے میں تمام علماء جو معتبر اور مجتہد ہوں وہ (کسی بھی مسئلے) پر متفق ہوں وہ اجماع معتبر اور حجت ہے باقی علماء کی قلت وکثرت پر کوئی اعتبار نہیں۔ پھر جب اتنا بڑا مجتہد کہہ رہا ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت شمار نہیں ہوگی تو پھر یہ دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ رکوع میں ملنے والی کی رکعت ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے، بلکہ یہاں تو اجماع کی صورت ہی جائز نہیں، اس کے سوا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح منقول ہے جزء رفع الیدین للبخاری ص ۱۴ میں عبدالرحمٰن بن ہرمز سے روایت ہے:

((ان ابا سعيد الخدری کان یقول لا یرکعن احدکم حتی یقرا بفاتحة الکتاب قال وکانت عائشة تقول ذالك))

اور ص ۱۷ میں بھی یہی روایت موجود ہے۔ یعنی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی جب تک سورۂ فاتحہ نہ پڑھے ہرگز رکوع نہ کرے۔ اور ابراہیم بن ہرمز فرماتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح فرماتی تھیں یہ صاف اور واضح ہے کہ سورۂ فاتحہ کے سوا رکوع میں ملنے والے کے لیے رکعت کافی نہیں ہوگی کیونکہ فاتحہ کا مقام قیام ہے جوفوت ہوگیا پھر چونکہ یہ حکم ہے کہ باہر سے آنے والا نماز میں شامل ہو جائے اور رکوع یا سجدے میں ملا اس کی رکعت تسلیم نہیں کی جائے گی اور ابوسعید علماء صحابہ میں سے ہے بیعت الرضوان والی جماعت سے تھا اور کئی احادیث کا راوی ہے اور کئی مدت تک فتویٰ بھی دیتا رہا ہے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا اپنے علم میں ایک مقام رکھتی تھیں صحابہ میں بڑے فقہاء بھی مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور مسائل حل کرواتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۳۴ ج ۱)

ان دونوں جلیل القدر صحابہ کا یہ فیصلہ بھی اجماع کا دعویٰ کرنے والوں کے قاصمۃ الظھر کا کام دیتا ہے۔

کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی کسی کو اجماع کا دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہے۔ حاشاء وکلا

اسی طرح تابعین میں امام ابوسلیمان زید بن وہب الجہنی الکوفی بھی رکوع والی رکعت دوبارہ پڑھنے کے قائل تھے اور امام ربانی مشہور فقیہ ابوبکر محمد بن سیرین کا بھی قول ہے فرماتے ہیں کہ:

((اذا انتهیت الی القوم وهم فی الصلوة فادرکت تکبیرة تدخل بها فی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصلوۃ وتکبیرۃ الرکوع فقد ادرکت تلك الرکعۃ والا فارکع معھم واسجد ولا تحسب بہ))

یعنی ''آپ جماعت کو ایسی حالت میں پائیں کہ تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع دونوں پاسکیں تو پھر یہ کہا جائے گا کہ تو آپ اس رکعت کو پہنچے ہیں اگر نہیں تو آپ جماعت کے ساتھ رکوع اور سجدہ کریں مگر اس کو رکعت شمار نہ کریں۔''

دونوں تابعین کی روایات کو امام ابن حزم نے المحلیٰ ص ۲۴۵ جلد ۳ میں روایت کیا ہے اور ابن سیرین کا یہ فرمان بالکل واضح ہے کیونکہ رکوع کی تکبیر اس وقت ہوگی جب رکوع کرنے کا ارادہ ہوگا اور تکبیر تحریمہ رکوع کی تکبیر سے پہلے ہے یہ اس وقت ہوگا جب رکوع سے پہلے ان کو قیام بھی نصیب ہوگا۔ ورنہ صاف حکم دے رہے ہیں کہ صرف رکوع اور سجدے میں ملنے سے رکعت شمار نہ ہوگی تو ثابت ہوا کہ تابعین کے زمانہ میں اجماع قائم نہ ہوا۔ نیز فتح الباری ص ۴۹۱ ج ۲ میں بحوالہ محمد بن نصر مروزی انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

((ان اول من جعل القنوت۔ ای دائما۔ عثمان لکی یدرك الناس الرکعۃ))

یعنی ''سب سے پہلے دائمی طور پر دعائے، قنوت رکوع سے پہلے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے شروع کی تاکہ لوگ رکعت کو پہنچ جائیں۔''

چونکہ قنوت آخری رکعت میں ہوتی ہے اور لوگ سستی کے سبب ایسے کرتے تھے جس کا معنیٰ اصحاب رکوع اور سجدے میں پہنچنے کی رکعت تسلیم نہیں کرتے تھے کیونکہ انہوں نے جماعت کی سستی کو دیکھ کر ایسا کیا کیونکہ باقی رکعتیں ان سے گئی ہیں اور آخری رکعت کچھ لمبی ہوتا کہ رکوع کرنے سے قبل قیام میں پہنچ جائیں، یعنی کم از کم ایک پوری رکعت ان کو مل جائے جماعت کے ساتھ بلکہ یہ کام امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ عام جماعت کے سامنے کیا جس کے معنی ہیں کہ اکثر صحابہ اسی مسلک کے تھے۔ واللہ اعلم

نیز امت کے کئی علماء محدثین اور فقہاء اسی مسلک کے رہے ہیں، چنانچہ امام بخاری جو کہ امام الدنیا اور فقیہ الاسلام کے القاب سے یاد کیے جاتے ہے اور علامہ عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۲ ج ۱ میں حق بات لکھتے ہیں کہ:

((لا تنازع فی صحۃ تنقیدہٖ اثنان))

یعنی ''ان کی تحقیق اور چھان بین کے صحیح ہونے میں کبھی بھی کسی دو اشخاص کا اختلاف نہیں رہا۔''

اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''آسمان کے نیچے میں ان سے بڑھ کر علم حدیث کا کوئی ماہر نہیں دیکھا۔'' (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۷۴) ان کے اپنے استاد اسحق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر امام بخاری، حسن بصری جیسے تابعی کے زمانے میں ہوتا تو بھی لوگ اس کے علم حدیث اور فقاہت کے محتاج

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے۔(مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۳) امام صاحب نے اس مسئلے کے متعلق جزء القراءۃ میں تفصیل سے بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت کسی بھی حالت میں نہیں ہوتی اور رکعت ہونے کے متعلق جو اجماع نقل کیا جاتا ہے اس کا رد بیان کیا ہے۔

صفحہ۴ میں فرماتے ہیں: ((لا اجمـاع فیه)) یعنی اس بارے میں اجماع بالکل ثابت نہیں ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہیں کہ قیام اور قرأۃ دونوں فرض ہیں۔

ناظرین! امام بخاری کی تحقیق بہت بڑا وزن رکھتی ہے کیونکہ وہ حدیث اور فقہ کے بہت بڑے ماہر تھے ان دونوں فنون میں ان کا کسی دوسرے سے موازانہ نہیں ہوسکتا اس لیے امام صاحب کے فیصلہ کے بعد کسی تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نیز امام موصوف صفحہ نمبر ۱۷ میں اسی اسناد سے علی بن مدینی کہ حوالہ سے بھی نقل کرتے ہیں کہ رکوع میں ملنے والی رکعت نہیں ہوتی۔ اور امام علی بن مدینی وہ ہستی ہیں جن کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ اپنی سنن صفحہ ۳۴ جلد۲ میں فرماتے ہیں کہ وہ خاص علم حدیث کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ وہ علم حدیث میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ (تہذیب التھذیب: ۳۵۱/۷) اور امام بخاری جزء رفع الیدین ص ۴ طبع دہلی میں فرماتے ہیں کہ ((کان اعلم اھل زمانه)) یعنی اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اگر اجماع ہوتا تو کیا ان عالموں کو پتہ نہیں ہوتا؟ جن کی عمر خدمت حدیث میں گزری بلکہ علی بن مدینی جنھوں نے اس فن پر دوسو کتابیں تصنیف کیں۔ (تہذیب الاسماء للنووی: ۳۵۰/۱) جن کا اس مسلک کو اختیار کرنا واضح دلیل ہے کہ علم حدیث کے لحاظ سے رکوع میں ملنے والی رکعت پوری نہیں ہے اور اس کے خلاف اجماع کی دعویٰ غلط ہے۔ نیز ابن خزیمہ رحمہ اللہ جو امام الائمہ کے نام سے مشہور ہیں جن کا علم حدیث میں یہ مقام ہے کہ (امام ابن حبان کتاب الثقات ۴/ ۲۴۷) میں فرماتے ہیں کہ علم، فقہ اور حدیثوں کو اکٹھے کرنے اور استنباط واجتہاد میں وہ دنیا کے امام ہیں، حدیث پر جب گفتگو کرتے تھے تو ایسے سمجھا جاتا تھا جیسے وہ اس میں مسبوق نہیں ہیں اور علم حدیث میں ان کی ۱۴۰ سے زیادہ کتابیں تصنیف شدہ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث ہو تو اس میں کسی کا کلام کوئی چیز نہیں ہے۔ (معرفۃ علوم حدیث للحاکم: ۸۴،۸۳) اور امام موصوف سے یہ مذہب (طبقات شافعیہ للسبکی: ۱۱/۳) میں مذکور ہے جس طرح عنقریب عبارت ذکر ہوگی، اسی طرح امام بخاری جزء القرأۃ ص ۴ میں فرماتے ہیں اور ص ۱۷ میں ابن مدینی سے نقل کرتے ہیں کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت کو صحیح ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ جو نماز میں سورۂ فاتحہ کو فرض نہیں بلکہ مستحب یا اچھا کام سمجھتے ہیں۔ اور جو اس کو فرض کہتے ہیں ان کا یہی مذہب ہے کہ رکوع میں ملنے والی رکعت صحیح نہیں ہے۔ اس کو لوٹانا پڑے گا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری ۱۱۹/۲ (سلفیہ) میں فرماتے ہیں:

((واستدل به علی ان من ادرك الامام راكعا لم تحسب له تلك الركعة للامر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باتمام مافاته الوقوف والقرأة فيه وهو قول ابی هريرة رضی اللہ عنہ وجماعة بل حكاه البخاری فی القرأة خلف الامام عن كل من ذهب الی وجوب القرأة خلف الامام اختارهٗ ابن خزيمة والضبعی وغيرهما من محدثی الشافعی وقواه الشيخ التقی الدين السبكی من المتاخرين . والله اعلم))

یعنی حدیث ((ما ادركتم فصلوا وما فاتكم فاتموا)) ''جونماز مل جائے اس کو پڑھواور جو باقی رہ جائے اس کو پورا کرو۔'' سے دلیل لیا گیا ہے کہ جو شخص امام کے رکوع میں پہنچا اس کی رکعت نہیں ہوگی کیونکہ مافات (رہی ہوئی چیز) کو پورا کرنے کا حکم ہے اور اس سے قیام اور رکوع دونوں فوت ہوگئے ہیں اور یہی مذہب صحابہ رضی اللہ عنہم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور جماعت کا ہے بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی نقل کے مطابق یہ مذہب ہر اس شخص کا ہے جو قرأت خلف الامام کی فرضیت کا قائل ہے اور اس مذہب کو امام ابن خزیمہ، ابوبکر ضبعی اور باقی کتنے ہیں شافعین میں سے علم حدیث والوں نے اس کو اختیار کیا ہے اور متاخرین شافعین میں سے علامہ تقی الدین السبکی نے بھی اسی مذہب کو قوی کہا ہے۔

ناظرین! حافظ کے اس کلام سے چند اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

الاول: رکوع کی رکعت کا صحیح نہ ہونا اس حدیث (مافاتكم فاتوا) سے لیا گیا ہے۔

الثانی: یہ صحیح استدلال ہے کیونکہ حافظ صاحب اس کے لیے وجہ بیان کرتے ہیں کہ مسبوق سے دو فرض فوت ہوگئے ہیں اور (مافات) کے پورے کرنے کا حکم ہے۔

الثالث: یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا مذہب ہے اور یہ بھی اس استدلال کو قوت بخشتا ہے۔

الرابع: اور ہر وہ شخص جو سورۂ فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کا قائل ہے اس کا یہی مذہب ہے۔

الخامس: اس لیے جو لوگ سورۃ فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہیں اور رکوع کی رکعت کو صحیح کہتے ہیں ان کا مذہب دو متضاد چیزوں کا مجموعہ ہے کیونکہ یہ دو عقیدے جمع نہیں ہوسکتے یا تو فاتحہ کی فرضیت سے رجوع کریں یا رکوع کی رکعت کو صحیح کہنے سے باز آئیں اور دونوں باتوں کا قائل ہونا یہ خود فی نفسہٖ منقوص مذہب ہے۔

السادس: رکوع کی رکعت صحیح ہونے کے بارے میں کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں ہے جو اس بارے میں صریح ہو ورنہ حافظ صاحب ضرور اس کو ذکر کرتے۔

السابع: کتنے ہی محدث اس طرف گئے ہیں۔

الثامن: شافعی مذہب کے بھی علماء جنہوں نے علم حدیث سے واسطہ رکھا ہے، انہوں نے مطالعہ کر کے اس میں درک حاصل کیا ہے وہ بھی یہی مذہب رکھتے ہیں۔ اسی طرح ہر مکتبہ فکر کے لوگ اگر وہ تعصب کی عینک اتار کر اور انصاف کی نظر سے حدیثوں پر غور کریں گے تو یہی مذہب ان کو صحیح نظر آئے گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التاسع: خود حافظ صاحب کا میلان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ اس قول کو قوی کہتے ہیں۔

العاشر: اس کے خلاف اجماع کی دعویٰ غلط اور باطل ہے اور علامہ تاج الدین السبکی (تقی الدین السبکی) کے فرزند (طبقات الشافعیہ الکبریٰ: ۳/۱۱) میں ابوبکر ضبعی کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

((کان یری ان المأموم اذا لم یقرأ الفاتحة وادرك الامام وهو راكع لا يكون مدرك للركعة وهو اختيار ابن خزيمة وابن ابى هريرة وابى))

یعنی ابوبکر الضبعی کا یہ مذہب تھا کہ مقتدی فاتحہ نہ پڑھے یا امام کو رکوع میں ملے تو وہ رکوع میں پہنچا ہوا نہیں مانا جائے گا اسی مذہب کو امام ابن خزیمہ فقیہ ابن ابی ہریرہ اور میرے والد نے اختیار کیا ہے کہتے ہیں کہ راقم الحروف ابوبکر الضبعی احمد بن اسحاق بن ایوب النیسابوری المتوفی ۳۴۲ ہجری شوافع محدثین میں شہرت کے مالک ہیں۔ (سبکی طبقات الشافعیہ ۴/۹) میں اس کے لیے فرماتے ہیں کہ:

((الامام الجليل احمد احد الجامعين بين الفقه والحديث))

''یعنی جلیل القدر امام اور حدیث وفقہ کے اماموں میں سے تھے۔''

اور بقول ذہبی کے (العبر: ۲/۲۵۸) انہوں نے اس فن میں مہارت حاصل کی اور پچاس سالوں سے زیادہ عرصہ اس میں فتویٰ دیتے رہے اور فقہ وحدیث کی کئی ضخیم کتب تصنیف کیں۔ اور امام نووی رحمہ اللہ (تہذیب الاسماء: ۹/۱۹۳) میں فرماتے ہیں کہ وہ ہمارے شافعی مذہب کے ان اماموں میں سے ہیں جو اصحاب الوجوہ شمار ہوتے تھے اور اصحاب الوجوہ وہ ہیں جن کو مجتہد فی المذہب کہا جاتا ہے، یعنی فقہ اصول اور احکامات کے تفصیلی دلائل کے عالم ہوں۔ تخریج واستنباط میں بصیرت رکھتے ہوں، جس طرح خود امام نووی رحمہ اللہ (شرح المہذب ۲/۴۳) میں ذکر کیا ہے، اس لیے امام ضبعی کا اس مسلک کو اختیار کرنا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مذہب شافعی میں ہے ایک وجہ اور قول ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت نہیں ہوگی، اس لیے یہ دعویٰ بھی غلط ہوا کہ چاروں مذاہب میں اس رکعت کا صحیح ہونا یہ اتفاق ہے کیونکہ اس کے خلاف شافعی مذہب میں قول ملتا ہے اور ضبعی موصوف تو اس بارے میں فتویٰ دیتے تھے، چنانچہ امام بیہقی جزء القراۃ ص ۱۸۶ میں فرماتے ہیں کہ:

((سمعت ابا عبدالله الحافظ رحمه الله يقول سمعت الشيخ ابابكر احمد بن اسحاق بن ايوب الضبعي رحمه الله يفتي في ذالك بانه لا يصير مدركا للركعة بادراك الركوع))

یعنی ''میں نے امام حاکم سے سنا کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوبکر الضبعی سے سنا جو اس بارے میں فتویٰ دیتے تھے کہ رکوع پالینے سے مقتدی رکعت کو نہیں پاتا۔''

معلوم ہوا کہ شافعی مذہب میں یہ فتویٰ بھی ہے بلکہ امام موصوف نے اس بارے میں ایک مستقل کتاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصنیف کی ہے۔جس طرح خود سبکی نے الطبقات الوسطیٰ میں ذکر کیا ہے۔ (حاشیہ طبقات الکبریٰ:۳/۱۱) اور فقیہ ابن ابی ہریرہ ابوعلی الحسن بن حسین المتوفی ۳۴۵ ہجری بھی شافعی مذہب میں اصحاب الوجوہ میں سے ہیں امام ذہبی (العبر :۲/۲۶۷) میں لکھتے ہیں کہ:

((شيخ الشافعية وهو صاحب وجه فى المذهب))

(طبقات السبکی:۳/۲۵۶) میں ہے:

((الامام الجليل أحد عظماء الاصحاب ورفعائهم المشهور اسمه الطائر فى الآفاق ذكره))

یعنی جلیل القدر امام شافعی مذہب کے بڑے اور بلند مرتبے والوں میں سے ہے۔ان کا نام اور تعریف ہر طرح مشہور ہے۔

ان کے اس قول کو اختیار کرنا اس بات کی گواہی ہے کہ شافعی مذہب میں بھی یہ ایک قول ہے۔اور اس طرح تاج سبکی کے والد المتوفی ۷۵۶ ہجری کو طبقات الشافعیہ ص ۲۵۶ ج ۳ میں اس طرح یاد کیا گیا ہے:

((الشيخ الفقيه المحدث الحافظ المفسر المقرى الاصولى المتكلم النحوى اللغوى الاديب الحكيم المنطقى الجدلى الخلافى النظار شيخ الاسلام قاضى القضاة تقى الدين ابوالحسن على بن عبدالكافى السبكى استاذ الاستاذين واحد المجتهدين))

اور حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ کے اندر ان کو یہ لقب دیا ہے:

((ذوالفنون فخر الحفاظ صادق اللهجة قوى الذكاء من اوعية العلم))

اور امام سیوطی (حسن المناظرہ فی اخبار مصر والقاہرہ ص ۱/۱۳۰) میں ان کو مجتہد شمار کیا ہے اور ان کو مولوی عبدالحئی لکھنوی نے بھی تسلیم کیا ہے۔ان کا فتویٰ (طبقات الشافعیہ ۱۰/۲۲۰) میں اس طرح مذکور ہے:

((ان من ادرك الامام وهو راكع لا يكون مدركا للركعة))

یعنی جو امام کی حالت رکوع میں پہنچے وہ رکعت کو نہیں پہنچ پایا۔یعنی اس کی رکعت شمار نہیں ہوگی۔آٹھویں صدی ہجری کے قاضی سبکی کا یہ فیصلہ بڑی معنیٰ رکھتا ہے کیونکہ انہوں نے تمام روایات، اقوال اور طرفین کے دلائل دیکھ کر تحقیق کر کے فیصلہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شافعیوں کا صحیح اور راجح مذہب یہی ہے کہ رکوع میں ملنے والی رکعت شمار نہیں ہوگی۔نیز مشہور محدث امام ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین العراقی المتوفی ۸۰۶ ہجری جن کا علم حدیث میں مقام کسی سے مخفی نہیں ہے۔

اسی طرح پانچویں صدی کے محدث اور فقیہ فخر الاندلس امام مجتہد ابن حزم المتوفی ۴۵۶ ہجری کا یہی اختیار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا ہے۔ چنانچہ اپنی مایہ ناز کتاب (المحلی:۳/۲۴۳) میں لکھتے ہیں:

((فان جاء والامام راكع فليركع معه ولا يعتد بتلك الركعة لانه لم يدرك القيام ولا القرأة ولكن يقضيها اذا سلم الامام))

یعنی ''جب رکوع کی حالت میں پہنچے تو امام کے ساتھ رکوع کرے لیکن یہ رکعت شمار نہ کرے کیونکہ وہ قیام اور قرأۃ کو نہیں پہنچا ہے۔ اس لیے امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ رکعت پوری کرے۔''

اسی طرح بارہویں صدی ہجری کے امام مجتہد صالح بن مہدی بن علی بن عبداللہ المقبلی الصنعانی المکی المتوفی ۱۱۰۸ ہجری جو کہ ہمیشہ قرآن وحدیث کے دلائل پر سختی سے تمسک کرنے والے اور اقوال وتقلید کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ (البدر الطالع بمحاسن من بعد القرآن السابع للشوکانی ۱/۲۸۸) صاحب موصوف بھی اسی ملک کو ترجیح دیتے تھے اور خود کہتے ہیں کہ:

((قد بحثت هذه المسئلة واحطتها فى جميع بحثى فقها وحديثا لم احصل منها على المنير ما ذكرت من عدم الاعتداد بادراك الركوع فقط))

(نيل الاوطار: ٣/١٨٤)

یعنی ''اس مسئلہ پر میں نے بحث کی تمام احادیث اور اقوال دیکھے اور سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ اخذ نہ کرسکا کہ رکوع میں ملنے والی رکعت شمار نہیں ہوگی۔''

خود امام محمد بن علی شوکانی المتوفی ۱۲۵۵ ہجری نے بھی اس مسلک کو اختیار کیا ہے اور ان کی طرف یہ نسبت غلط ہے کہ وہ رکوع کی رکعت کے قائل تھے اور اس بارے میں جو فتویٰ اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ بلکہ وہ فتویٰ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی کی ہے بلکہ امام شوکانی نے نیل الاوطار:۳/۱۸۳،۱۸۵ میں اس مسئلہ کے بارے میں کافی بحث کی ہے، جن کی عبارت کے چند اقتباسات پہلے گزر چکے ہیں اور کچھ یہاں ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ روایت قبل ان یقیم الامام صلبہ کے متعلق کہتے ہیں لیس فی ذالك دليل لـمطلوبهم الخ یعنی اس میں رکوع کی رکعت کے قائلوں کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے اور اس کے بعد ابن خزیمہ ابوبکر ضبعی، اہل الظاہر، امام بخاری، سبکی وغیرہم سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

((فالعجب ممن يدعى الاجماع والمخالف مثل هولاء))

یعنی اتنے محدث اور فقیہ مخالف میں کھڑے ہیں جو کہتے ہیں، رکوع کی رکعت نہیں ہے، پھر بھی عجب ہے کہ وہ لوگ جو رکعت کے درست ہونے کے قائل ہیں وہ اجماع کی بات کرتے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں:

((ومن الادلة على ما ذهبنا اليه فى هذه المسئلة حديث ابى قتادة وابى هريرة المتفق عليهما بلفظ ما ادركتم فصلوا وما فاتكم فاتموا))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اس مسئلہ کے متعلق جو ہم نے مسلک اختیار کیا ہے۔ (یعنی رکوع میں ملنے والی رکعت نہیں ہوگی) اس کے متعلق یہ حدیث بھی ہے جو ابوقتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے اس کے الفاظ یہ ہے۔ (جو مل جائے وہ پڑھو اور جو رہ جائے اس کو پورا کرو) اور بعد میں کہتے ہیں کہ علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الیمانی نے بھی رسالہ لکھا ہے کہ (رکوع میں ملنے والی رکعت ہو جاتی ہے) مگر میں نے اس کا رد بھی لکھا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ فاتحہ کی فرضیت کے ثبوت سے ظاہر ہے کہ رکوع کی رکعت کے قائلین کا مذہب کمزور ہے۔ اور حدیث ابی بکرہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ:

((لا حجت لهم فيه لانه ليس فيه اجتزاء بتلك الركع))

یعنی اس میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس روایت میں کوئی ایسا تذکرہ نہیں ہے جس میں اس رکعت کو کافی سمجھا جائے۔

امام الہند شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک تھا، جن کا فتویٰ ان شاء اللہ آخر میں ذکر کیا جائے گا۔ اور ان کے مشہور نامور شاگردوں کا بھی یہی فیصلہ ہے، چنانچہ ہمارے جدامجد سید ابوتراب رشداللہ شاہ صاحب اللواء الرابع، جن کی تعریف مولوی محمد عثمان نورنگ زادہ اپنی تفسیر تنویر الایمان میں اس طرح کرتے ہیں: (عالم افضل مربیّ اکمل، علامہ اجل بی مثیل، فاضل مکمل بی عدیل، مفسر آیات قرآنی، محدث لاثانی، فقیہ ربانی، مجمع اثنات علوم نقلیہ منبع فنون نقلیہ، وارث علوم رسول اللہ آیۃ من آیات اللہ داعی الخلق الی اللہ) اور سید موصوف بھی رکوع میں ملنے والی رکعت کو درست نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کے لوٹانے کا حکم دیتے تھے، جس طرح ان کے ملفوظات میں مولوی عبدالقادر لغاری مرحوم کے روایت سے نقل مذکور ہے اور مشہور محدث رئیس المحققین علامہ محمد شبیر سہوانی نے اپنی کتاب ''البرہان العجاب علی فریضۃ رقم الکتاب'' میں اس مسئلہ پر تفصیل سے حجت کر کے ثابت کیا ہے کہ رکوع میں ملنے والی رکعت درست نہیں اور اس کے خلاف کوئی دلیل ثابت نہیں ہے:

نیز علامہ محدث شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود: ۱/۳۳۱ میں اور علامہ فخر الہند محدث ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۲۰۸ میں اور محدث شہید حافظ محمد عبداللہ غازیپوری علامہ محمد عبدالجبار عمرپوری (فتاویٰ علماء حدیث وغیرہ) شیخ الاسلام عمدۃ المفسرین وامام المناظرین مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری (اخبار اہلحدیث ۱۰ شعبان ۱۳۲۱ ہجری ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۳۵ ہجری) وغیرہ شیخ الکل کے سارے تلامذہ اسی مسلک کے قائل ہیں کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت نہیں ہوگی۔ اسی طرح نواب والاجاہ جامع العلوم والفنون فخر علماء حدیث صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی جن کی ہر فن پر کتاب ہے اور تصانیف کا عدد ۲۲۳ ہے۔ تراجم علماء حدیث مصنفہ امام خان نوشہروی ص جلد اص ۳۱۱ نواب موصوف کا بھی یہی مسلک ہے، چنانچہ اپنی کتاب روضۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الندیۃ شرح الدرر البہیہ ص ۱۲۶ج ا میں فرماتے ہیں کہ:

((والحق عدم الاعتداد بها بمجرد ادراك ركوعها من دون قرأة الفاتحة))

یعنی حق بات یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بغیر صرف رکوع میں ملنے والے کی رکعت شمار نہیں ہوگی۔
الغرض! اس تقریر نیک تصویر سے ثابت ہوا کہ اجماع کی دعویٰ کسی طرح سے بھی صحیح نہیں ہے بلکہ مسئلہ میں اختلاف رہتا آیا ہے۔ اختلاف کے وقت حکم یہ ہے کہ:

﴿فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِيۡ شَيۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا۝﴾ (النساء: ۵۹)

﴿وَمَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِيۡهِ مِنۡ شَيۡءٍ فَحُكۡمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ (الشوریٰ: ۱۰)

﴿وَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ﴾ (النحل: ٦٤)

یعنی اختلاف کے وقت کسی کی رائے نہیں لینی چاہیے بلکہ فیصلہ قرآن اور حدیث کی طرف لٹانا ہے جو فیصلہ قرآن وحدیث سے ملے وہ حق ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ یہاں بھی قرآن وحدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا اور قرآن میں یہ فیصلہ ہے کہ:

﴿فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ﴾ (المزمل: ۲۰)

﴿وَ اذۡكُرۡ رَّبَّكَ فِيۡ نَفۡسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيۡفَةً﴾ (الاعراف: ۲۰۵)

ان آیات سے قرأت کی فرضیت لی جاتی ہے:

﴿وَ قُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِيۡنَ۝﴾ (البقرۃ: ۲۳۸)

اس سے قیام کی فرضیت ثابت کی جاتی ہے۔ پھر جو چیزیں فرض اور رکن ہیں ان کے رہ جانے یا فوت ہونے سے رکعت نہیں ہوگی اور حدیث میں یہ قطعی فیصلہ ہے کہ الحمد کے سواء کوئی نماز نہیں ہوتی ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ نماز سے جو فوت ہو جائے اس کو مکمل کرنا ہے، پھر جس صورت میں رکوع والی رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں ہے تو یہ رکعت صحیح نہیں کہی جائے گی بلکہ اس رکعت کی قضا کر کے مافات کو پورا کرنا ہے۔ آخر میں محدث دوراں شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ جس سے دنیا کی اکثر سندیں ملتی ہیں کا فتویٰ بمع سوال جواب قارئین اکرام کی مزید تشفی کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء العریس اس مسئلہ میں کہ مدرک رکوع کی رکعت ہوتی ہے یا نہیں، استدلال متدل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ان دو روایتوں سے ہے:

((من فاتته قرأة القران فقد فات خيرا كثيرا، واذا جئتم الى الصلاة ونحن سجود فاسجودوها ولا تعتدوها شيئا ومن ادرك ركعة من الصلاة فقد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادرك الصلاة))

مستدل کا استدلال ان دونوں روایتوں سے صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

الجواب: مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی ہے، اس لیے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے:

((قال رسول اللهﷺ لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب)) (متفق علیه)

اور جزء القرأة للامام بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی:

((ان ادركت القوم ركوعا لم تعتد بتلك الركعة))

یعنی ''اگر تم قوم کو رکوع میں پاؤ تو اس رکعت کو شمار نہ کرو۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((هذا هو المعروف عن ابی هريرة موقوفا واما المرفوع فلا اصل له))

یعنی یہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً معروف ہے لیکن یہ روایت مرفوعاً بے اصل ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دونوں روایات مذکورہ (یعنی سوال میں) سے استدلال صحیح نہیں اس لیے کہ ان دونوں روایتوں میں رکعت ہونے یا نہ ہونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ مسکوت عنہ ہے، پس ان دونوں روایتوں کو ان روایات (جو جواب میں مذکور ہیں) کی طرف پھیرنا چاہیے جن میں صراحتاً مذکور ہے کہ وہ رکعت نہیں ہوتی ہے علاوہ ازیں حدیث من ادرك ركعة الخ میں رکعت سے رکوع مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ یہ معنیٰ مجازی ہے اور لفظ کا مجازی معنیٰ لینا بلا قرینہ صحیح و جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں کوئی قرینہ نہیں ہے اور ساتھ اس کے یہ حدیث ضعیف بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(کتبہ عبدالرحمٰن گورکھپوری عفی عنہ)

سید نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ ص ٩٤، ٩٥ ج١ طبع اشرف پریس لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکوع کے بعد "ربنا ولك الحمد" بلند آواز سے کہنا

نماز اللہ تعالیٰ کی خالص حمد کا نمونہ ہے، جس میں بندہ اپنے رب کی دل کے ساتھ بندگی کرتا ہے نماز کے مسائل میں سے ایک مسئلہ رکوع کے بعد "ربنا ولك الحمد" آمین کی طرح بلند آواز سے کہنا چاہیے یا سراً شاہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ موقف ہے کہ اس کو بھی آمین کی طرح بلند آواز سے کہنا چاہیے اور یہ ہی سنت ہے اس موقف کے اثبات میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ۱۷ احادیث مرفوعہ اور ۸ اثر اور کئی سوالات کے جواب دیئے ہیں۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللهم ربنا ولك الحمد حمدا كثيرا طيبًا مباركًا فيه امتثالًا بقولك سمع الله لمن حمده على لسان نبيك النبيه صلواتنا تحميدك وتمجيدك وتكبيرك وتسبيحك والتوجيه فنحن حمادون لك وانت محمودنا لامثيل لك ولا شبيه ونصلي ونسلم على اكمل الحامدين رسولك محمد احمد الوجيه بيده لواء حمدك فمن قام تحته فقد افلح وله عيش رفيه ومن تولى فقد اقرح وله ضريع كريه، مع آله واهله وصحبه المحسودين لعدوك العتيه واتباعهم الى يوم يميز بين الفقيه والسفيه ويوزن بين الحقائق والتراديه.

امابعد! ارباب رکوع وعبادت واصحاب خشوع وریاضت کی خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کی خالص حمد کا نمونہ ہے۔ جب بندہ رکوع سے سیدھا ہوتا ہے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ جس بندے نے اپنے رب کی تعریف کی تو وہ اس کو سنتا ہے، یعنی قبول فرماتا ہے۔ یہ جملہ جواب کا مقتضی ہے یعنی اس کے عقب میں جوابی طور پر خدا کی حمد کرنا ضروری ہے کیونکہ اس وقت قبولیت ایزدی منتظر ہوتی ہے۔ اس لیے جواب میں: اللهم ربنا لك الحمد، (اے اللہ ہمارے پروردگار! تیرے لیے حمد ہے) کہنا مشروع ہوا۔ چونکہ اس ترتیب سے ظاہر ہوا کہ یہ جواب اس جملہ کا تابع ہے لہٰذا جو حکم متبوع کا ہوگا وہی تابع کا ہونا چاہیے یعنی اگر متبوع جہراً ہے تو تابع بھی جہراً اور سراً ہے تو یہ بھی سراً ہونا چاہیے۔ جیسا کہ آمین قراۃ کی تابع ہے مگر بایں ہمہ فی زمانہ اکثر جگہ پر اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے، بلکہ دیکھا گیا ہے کہ بعض اہل العلم جہراً ربنا ولک الحمد کہنے کو ناپسند کرتے ہیں، حتی کہ بعض تو جہراً کہنے والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ علماء سے ایسا ہرگز متوقع نہ تھا۔ مگر کیا کیا جائے۔

نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

اسی حالت کے مدنظر اس مختصر رسالہ موسوم "نشاط العبد بجهر ربنا ولك الحمد" میں چند احادیث وآثار جمع کیے جاتے ہیں۔ اس میں دو باب اور خاتمہ ہے۔ خداوند جل جلالہ سے دعا ہے کہ اس کو قارئین کے لیے طریقہ ہدایت اور میرے لیے ذریعہ نجات بنائے۔

ویرحم الله رجلا قال آمینا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث مرفوع کے بیان میں

پہلی حدیث :

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد فانه من وافق قوله قول الملائكة غفرله ما تقدم من ذنبه)) ❶

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم اللهم ربنا لك الحمد کہو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے (اس طرح) کہنے سے موافق ہوگیا (یعنی مل گیا) تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

تشریح: یہاں لفظ قولوا (کہو) بلا قید وارد ہے لہٰذا بموجب قاعدہ محمول علی الجہر ہوگا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:

((والقول اذا وقع به الخطاب مطلقا حمل على الجهر ومتى اريد به الاسرار او حديث النفس قيد بذلك)) (فتح الباری ۲/ ۲۷۶)

''جب مطلقاً (بلا قید سر وجہر) قول سے خطاب وارد ہو جہر ہی پر محمول ہوگا اور جب آہستہ یا دل میں پڑھنا مراد ہوتا ہے تو ایسی قید لگائی جاتی ہے۔''

چونکہ یہاں بھی کوئی قید نہیں لہٰذا جہراً کہنا مراد ہوگا، بناء علیہ اس حدیث کے راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود جہراً کہتے تھے جیسا کہ ان شاء اللہ باب دو میں ذکر ہوگا۔ والراوی ادری بمرویہ۔

مثال: سید المحدثین حضرت امام بخاری اپنی صحیح ۱/ ۱۰۸ میں باب رکھتے ہیں کہ: باب جهر المأموم بالتامين ''یہ باب مقتدی کے آمین بالجہر کہنے کے بیان میں ہے'' پھر دلیل میں یہ حدیث ذکر فرماتے ہیں کہ

((اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا، اٰمين .))

''جب امام غير المغضوب عليهم ولا الضالين کہے تو تم آمین کہو۔''

بظاہر اس حدیث میں جہر کا ذکر نہیں ہے مگر شارح بخاری ابن حجر وقسطلانی وغیرہ یہ وجہ بتاتے ہیں کہ بلا قید قول کے ساتھ خطاب وارد ہے۔

---

❶ بخاری ج۱/ ۱۰۹۔ مسلم ۱/ ۱۷۶، مع النووی۔ نسائی: ۱/ ۱۷۲۔ ابوداؤد ۱/ ۱۲٤۔ ترمذی ۱/ ٦٦۔ ابوعوانہ ۲/ ۱۷۹۔ طحاوی ۱/ ۱٤۔ بیہقی ۲/ ۹۵۔ ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۷٤ قلمی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین! دونوں روایتوں میں ایک جیسے الفاظ ہیں لہٰذا امام موصوف کے استدلال کو صحیح ماننے والا ہمارے استدلال کو ہرگز غلط نہیں کہہ سکتا۔

سوال: آمین کے لیے دوسری احادیث وارد ہیں یہ ان سے مل کر دلیل بنتی ہے۔

جواب: اولاً امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف اسی ایک کو دلیل بنایا ہے اور دوسری روایات ان کے صحیح کے شرط پر نہیں تھیں۔

ثانیاً: محدثین اس حدیث کو تنہا بلا تائید دوسری روایات کے، مستقل دلیل مانتے ہیں۔

ثالثاً: وعلی التقدیر مسئلہ فیما نحن کے لیے بھی دوسری روایات موجود ہیں۔ کما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالیٰ

سوال: فتح الباری میں آمین کی دلیل کے لیے تین اور وجوہ بھی مذکور ہیں؟

جواب: وہی وجوہ یہاں بھی کارآمد ہیں، كما لا يخفى على من تامل فيها .

ثانیاً: ایک وجہ کا مطابق ہونا بھی استدلال کے درست ہونے کے لیے کافی ہے۔

سوال: نماز میں درود کے لیے بھی قولوا وارد ہے۔

جواب: لیکن درود تشہد کے تابع ہے اور تشہد کا اخفاء کرنا ہی سنت ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۸۵) فحکم التابع کمتبوعہ اسی طرح جس جگہ قولوا سے آہستہ مراد ہوگی کوئی قرینہ ضرور موجود ہوگا۔

دوسری حدیث :

((عن انس بن مالك عن النبى ﷺ (وفى حديثه) اذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد الحديث .)) ❶

"انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو۔"

تیسری حدیث :

((عن ابى موسىٰ قال ان رسول الله ﷺ خطبنا فبين لنا سنتنا وعلمنا صلواتنا فقال اذا صليتم فاقيموا صفوفكم ثم ليومكم احدكم فاذا كبر فكبروا واذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين ، يحببكم الله فاذا كبر وركع فكبروا واركعوا فان الامام يركع قبلكم ويرفع قبلكم فقال رسول الله ﷺ فتلك بتلك واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم

❶ بخاری: ۱/ ۱۰۱۔ نسائی: ۱/ ۱۷۲۔ مسلم: ۱/۱۷۷، مع النووی۔ ترمذی: ۱/ ۷۹۔ ابن ماجه: ۱/ ۱۷۲۔ ابو عوانه: ۲/ ۱۰۶۔ عبد بن حمید: ۱۵۱۔ المصور، طیالسی ص: ۲۸۰۔ حمیدی: ۲/ ۵۰۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربنا لك الحمد يسمع الله لكم فان الله قال على لسان نبيه ﷺ سمع الله لمن حمده الحديث)) ❶

''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ہمیں طریقہ بتایا اور نماز سکھائی۔ فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو صفیں سیدھی بناؤ اور تم میں سے ایک امامت کرائے۔ پھر جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب ولا الضالين کہے تو تم آمین کہو تا کہ اللہ آپ سے محبت کرے۔ پھر جب امام تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو (یعنی امام سے سبقت نہ کرو) کیونکہ امام (کی شان یہ ہے کہ) تم سے قبل رکوع کرتا اور سر اٹھاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ساعت (امام کے سیدھے ہونے تک رکوع میں ٹھہرنا) اس ساعت (اس کے رکوع کرنے تک قیام میں رہنے) کے عوض ہے اور جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم اللهم ربنا لك الحمد کہو، اللہ تمہاری سنے (یعنی قبول فرمائے) گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا دیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے گا اللہ اس کی سنے گا۔''

تشریح: یہاں آمین و دعا دونوں کے لیے قول سے خطاب ہے، اس سے آمین بالجہر کا بھی حکم لیا جاتا ہے، لہٰذا یہ حکم بھی صحیح ہے۔ نیز اس میں دونوں کی فضیلت وارد ہے، جسے کوئی مسلمان نہیں بھلا سکتا۔ ایضاً یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ دعا سمع الله لمن حمده کا جواب ہے۔

سوال: اس حدیث میں مقتدیوں کو تکبیر کہنے کا حکم ہے کیا وہ بھی جہراً کہیں؟

جواب: یہاں لفظ کبروا ہے قولوا نہیں ہے اور مذکورہ قاعدہ صرف باب القول کے لیے ہے۔

چوتھی حدیث :

((حدثنا هشام بن عمار ثنا سفيان عن الزهري عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد)) ❷

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو۔''

سوال: راوی ہشام بن عمار متغیر الحفظ ہے۔

جواب: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک صحیح روایت ابھی گذر چکی ہے لہٰذا یہ روایت اس کے ساتھ قوت پکڑ کر

❶ مسلم: ۱/۱۷۴، مع النووی۔ ابو عوانہ: ۲/ ۱۲۸۔ محلی: ۳/ ۲۵۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/ ۱۷۴۔ طحاوی: ۱/ ۱۴۰۔ بیہقی: ۲/ ۹۶۔

❷ ابن ماجہ: ۱/ ۶۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن بن جاتی ہے۔ کما تقرر فی الاصول

ثانیاً: اس روایت میں ابوخیثمہ نے ہشام کی متابعت کی ہے: ففی صحیح ابن حبان اخبرنا ابو یعلی حدثنا ابو خیثمة حدثنا سفیان عن الزهری عن انس فذکره کذا فی موارد الظمان للهیثمی: ۱۷٤ وهکذا فی مسند ابی یعلی الموصلی ۲/ ۱۵۵۔ قلمی اور امام احمد نے مسند ۲/ ۲۳۰ میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف ۱/ ۲۵۲، ۲۵۳ میں بھی اس کی متابعت کی ہے۔

سوال: سفیان بن عیینہ مدلس ہے اور عن الزہری کہتا ہے۔

جواب: ابن عیینہ کی تدلیس مرتبہ ثانیہ کی ہے اور محدثین کے نزدیک اس کی معنعن روایت مقبول ہے، کما فی طبقات المدلسین لابن حجر، ص۲۔

ثانیاً: حافظ ذہبی کتاب "ذکر اسماء من تکلم فیه وهو موثق" میں لکھتے ہیں کہ ابن عیینہ غیر ثقہ سے تدلیس نہیں کرتا۔

ثالثاً: متابعت کی صورت میں یہ شبہ نہیں رہتا۔ کما تقرر فی مقره، فقد تابعه عن الزهری معمر عند الحمیدی وزمعة عند الطیالسی ومالك عند الدارقطنی.

ورابعاً: خود ابن عیینہ نے ایک روایت میں سماع کی تصریح کر دی ہے۔ مسند الحمیدی، ص۲۰۲ (قلمی) میں ہے: حدثنا الحمیدی قال ثنا سفیان قال ثنا الزهری قال سمعت انس بن مالك فذکره. پس حدیث متصل رہی۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ:

((وقد علم من قاعدة المحدثین ان المدلس اذا روی حدیثه من طریقین قال فی احدهما "عن" وفی الاخریٰ "حدثنی" او اخبرنی کان الطریقان صحیحین وحکم باتصال الحدیث)) ❶

"قواعد محدثین سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مدلس راوی کی حدیث جب دو سندوں سے مروی ہو اور وہ ایک میں "عن" دوسری میں "حدثنی" یا "اخبرنی" کہتا ہے تو دونوں سندیں صحیح ہوں گی اور حدیث متصل کے حکم میں ہوگی۔"

پس اس روایت کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ بلکہ یہ......

پانچویں حدیث:

اس مسئلہ کے لیے سمجھنی چاہیے کیونکہ دونوں طریقے صحیح ہوئے۔

---

❶ شرح المهذب: ۳/ ۳٦٦.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹی حدیث :

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال النبی ﷺ انما جعل الامام ليوتم به فاذا كبر فكبروا واذا ركع فاركعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد)) ❶

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی متابعت کی جائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو۔''

ساتویں حدیث:

((حدثنا ابو الحسن محمد بن احمد الحنظلی ببغداد ثنا ابو قلابة الرقاشی ثنا ابو عاصم ثنا سفیان عن عبدالله بن ابی بكر عن سعيد بن المسيب عن ابی سعيد الخدری قال قال رسول الله ﷺ اذا قال الامام الله اكبر فقولوا الله اكبر واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد)) ❷

''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو۔''

سوال: سفیان ثوری مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے۔

جواب: اولاً اس کی عنعن بوجہ مرتبہ ثانیہ ہونے کے معتبر ہے۔ قال ابن حجر فی طبقات المدلسین، ص:۲۔

ثانیاً: یہ حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے جیسے اگلی حدیث میں ذکر ہوگا۔ متابعت تدلیس کے شبہ کو دور کر دیتی ہے۔ اس لیے حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے تلخیص میں اس کی موافقت کی ہے۔

سوال: یہاں اللہ اکبر کے لیے قول سے مطلق خطاب وارد ہے۔

جواب: اگرچہ یہاں بظاہر مطلق ہے مگر ایسا قرینہ پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو تکبیرات آہستہ کہنی چاہئیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے مرض وفات کی نماز کے بیان میں ہے کہ:

((ابوبكر يسمع الناس التكبير)) ❸

---

❶ بخاری: ۱/ ۱۰۱۔ مسلم مع النووی: ۱/ ۱۷۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ (قلمی) ۱/ ۱۷٤۔ صحیح ابو عوانہ: ۲/۱۰۹۔ بیهقی: ۲/ ۱۸۔ مسند احمد: ۲/ ۲۳۔

❷ مستدرك الحاكم: ۱/ ۱۲٥۔

❸ بخاری: ۱/ ۹۹۔ مسلم مع النووی: ۱/ ۱۷۹۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف بحیثیت مقتدی کھڑے تھے تکبیر (جہراً کہہ کر) لوگوں کو سنا رہے تھے۔"

ابوعوانہ میں یہ لفظ ہیں کہ:

((اذا كبر رسول الله ﷺ كبر ابوبكر ليسمعنا)) ❶

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر فرماتے تو ابوبکر بھی ہمارے سنانے کے لیے تکبیر کہتے تھے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صحابہ کرام تکبیرات آہستہ آہستہ کہتے تھے، کیونکہ یہاں ابوبکر کا بحیثیت ماموم ہونے کے جہراً تکبیرات کہنا خاص ایک علت (یعنی سنانے) کے لیے تھا نہ کہ عادۃً۔ پس صحابہ کا آپ کے پیچھے جہراً تکبیرات نہ کہنا آپ ہی کے حکم سے تھا نہ تو کم از کم آپ کی تقریر (ثابت رکھنا) ہی کافی ہے۔ یہ قرینہ بتاتا ہے کہ تکبیرات جہراً کہنے کا مقتدیوں کو حکم اس حدیث میں نہیں پس اس مسئلہ کو مسئلہ مانحن پر اعتراض کا بہانہ نہیں بنایا جا سکتا۔ فافهم

آٹھویں حدیث:

((حدثنا ابوبكر نا يحيى بن ابى بكير قال نا زهير بن محمد عن عبدالله بن محمد بن عقيل عن سعيد بن المسيب عن ابى سعيد الخدرى انه سمع النبى ﷺ يقول اذا قال امامكم سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد)) ❷

"ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارا امام جب سمع الله لمن حمده کہے تو تم اللهم ربنا لك الحمد کہو اور ابن ماجہ کی حدیث میں واو کے ساتھ ولك الحمد ہے۔"

نویں حدیث:

((حدثنا ابو طالب الحافظ ثنا محمد بن يزيد بن محمد بن عبدالصمد ثنا يحيى بن عمرو بن عمارة سمعت ابن ثابت بن ثوبان يقول حدثنى عبدالله بن المغفل عن الاعرج عن ابى هريرة ان النبى ﷺ قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فليقل من وراء ه اللهم ربنا ولك الحمد)) ❸

---

❶ صحیح ابو عوانه: ۲/ ۱۰۹.

❷ مصنف ابن ابی شیبه قلمی: ۱/ ۱۷٤۔ واخرجه البیهقی فی سننه: ۲/ ۱٦۔ من هذا الطریق عن یحیی مطولا نحوه واخرجه ابن ماجه فی سننه ص ۱۳ بهذ السند عن ابن ابی شیبه بزیاده الواو.

❸ دار قطنی ۱/ ۱۲۹.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو اس کے پیچھے جو لوگ ہوں وہ اللهم ربنا ولك الحمد کہیں۔''

دسویں حدیث:

((حدثنا محمد بن مهران قال حدثنا الوليد قال حدثنا ابن نمير سمع ابن شهاب عن عروة عن عائشة قالت جهر النبی ﷺ فی صلوٰة الخسوف بقراء ته كبر فركع واذا رفع من الركعة قال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد ثم يعاود القراء ة)) ❶

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گرہن کی نماز میں جہر سے قراءۃ کی۔ جب قراءۃ سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد کہا اور دوبارہ قراءۃ کرنا شروع کی۔''

تشریح: اس روایت سے صراحۃً آپ ﷺ کا جہراً ربنا ولك الحمد کہنا ثابت ہوا۔ خاص طور پر جبکہ عورتوں کی صفیں پیچھے ہوتی تھیں۔ وہاں سنائی دیتا جہر پر اتم دلیل ہے۔ کیونکہ اگر حضرت ام المومنین نے سنا نہیں تھا تو دور سے ایسی نسبت کیسے کر دی۔

سوال: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری دعا انتقال کی ہے۔

جواب: نہیں انتقال کی دعا صرف پہلا حصہ ہے اور دوسرا حصہ حالت قیام کی دعا ہے۔ جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذیل کی حدیث میں مصرح ہے کہ:

((ثم يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع صلبه من الركعة ثم يقول وهو قائم ربنا ولك الحمد الحديث)) ❷

''آپ (ﷺ) رکوع سے پیٹھ مبارک سیدھی کرتے وقت سمع الله لمن حمده اور کھڑے ہو جانے کی حالت میں ربنا ولك الحمد کہتے تھے۔''

اس حدیث سے دونوں میں تفریق اور ہر ایک حصہ کا الگ الگ محل معلوم ہوا، بلکہ اس روایت سے بھی آپ ﷺ کا ربنا ولک الحمد جہراً کہنا ثابت ہوا، ورنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ تفریق نہیں بتا سکتے اور نہ ان کو دونوں کا محل معلوم ہوتا۔

---

❶ بخاری: ١/ ١٤٥۔ ونحوه فی الطحاوی: ١/ ١٤١۔ وابن ماجه: ٩١۔

❷ بخاری: ١/ ١٠٩۔ مسلم مع النووی: ١/ ١٦٩ وفيه بدله عن الركوع.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارھویں حدیث :

اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے ہے۔

بارھویں حدیث :

((حدثنا ابو زكريا بن ابی اسحاق المزكی انبأ عبدالباقی بن قانع القاضی ببغداد ثنا اسحاق بن الحسن الحربی ثنا مسلم ابن ابراهيم ثنا عبدالله بن ميسرة ثنا ابراهيم بن ابی حرة عن مجاهد عن محمد بن الاشعث عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول الله ﷺ لم يحسدونا اليهود بشیء ما حسدونا بثلاث التسليم والتامين واللهم ربنا لك الحمد)) ❶

''حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود جتنا تین باتوں میں ہمارے ساتھ حسد کرتے ہیں اتنا کسی اور چیز میں نہیں کرتے ہیں: (۱) سلام کہنا۔ (۲) آمین کہنا۔ (۳) اللهم ربنا لك الحمد کہنا۔''

تشریح: اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ خواہ آپ کے اصحاب یہ کلمہ جہراً کہتے تھے ورنہ بصورت دیگر یہود نہ سنتے نہ ان کو حسد کرنے کا موقعہ ملتا اور اسی بناء پر اس روایت سے آمین بالجہر بھی ثابت کی جاتی ہے۔

سوال: عبداللہ بن میسرۃ ضعیف روای ہے۔

جواب: اس پر اتنے شدید جروح وارد نہیں ہیں جو کہ اس کی روایت بالکل رد کر دی جائے، بلکہ جروح بھی غیر مفسر واقع ہیں۔ کما فی التہذیب ص ۶/ ۴۸۔ ومیزان الاعتدال ۲/ ۸۱ للذہبی بلکہ ابن حبان نے ضعفاء میں کہا ہے کہ **لا يحل الاحتجاج بخبره**. جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی روایت احتجاجاً نہیں مگر استشہاداً پیش کی جا سکتی ہے۔ جس طرح آمین بالجہر کی دوسری روایتوں کے ساتھ شہادت کے لیے یہ روایت پیش کی جا سکتی ہے اس طرح اس مسئلہ میں بھی شہادت کا کام دے سکتی ہے۔

سوال: راوی ابراہیم بن ابی حرۃ کو ساجی نے ضعیف کہا ہے؟

جواب: یہ راوی ہرگز ضعیف نہیں ہے۔ ساجی کی جرح مبہم ہے لہٰذا مردود ہے۔ بالخصوص جبکہ ائمہ نقاد نے اس کی توثیق کی ہے چنانچہ حافظ ذہبی میزان: ۱/ ۱۴ میں ساجی کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ولكن وثقه ابن معين واحمد وابو حاتم وزاد لاباس به . یعنی اس کو ائمہ یحییٰ بن معین احمد بن حنبل ابو حاتم رازی نے ثقہ کہا ہے اور ابو حاتم کہتا ہے کہ اس کی روایت میں کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ اسی طرح امام ابن عدی

❶ بیہقی: ۲/ ۵٦.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کتاب الکامل" میں ساجی کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: وارجوا انه لا باس به كذا في لسان المیزان: ۱/ ٤٧، یعنی مجھے امید ہے کہ اس کی روایتوں میں کوئی اندیشہ جیسی بات نہیں ہے۔ نیز امام ابن حبان نے اس کو ثقات طبقہ ثالثہ یعنی اتباع تابعین میں شمار کیا ہے (کتاب الثقات ۲/ ۵ قلمی) الحاصل یہ روایت مسئلہ کی اچھی طرح تائید کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

تیرھویں حدیث:

((اخبرنا سوید بن نصر قال اخبرنا عبدالله ابن المبارك عن انس عن الزهری عن ابی سلمة بن عبدالرحمن ان اباهریرة حین استخلفه مروان علی المدینة كان اذا قام الى الصلواة المكتوبة كبر ثم يكبر حين يركع فاذا رفع راسه من الركعة قال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد ثم يكبر حين يهوى ساجدا ثم حين يقوم من الثنتين بعد التشهد يفعل ذلك حتى يقضى صلواته فاذا قضى صلواته وسلم اقبل على اهل المسجد فقال والذی نفسی بيده انی لا شبهكم صلوٰة برسول الله ﷺ)) ❶

"ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن تابعی سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مروان نے جب مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا اور آپ جب فرض نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد کہتے پھر سجدہ کو جاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر دو رکعت پر التحیات پڑھ کر اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ اسی طرح ساری نماز پڑھ کر جب فارغ ہوتے اور سلام پھیر کر مسجد والوں (یعنی مقتدیوں) کی طرف متوجہ ہوتے تو کہتے تھے کہ اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔"

تشریح: اس روایت میں بھی جہر ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ روای کو معلوم ہونے کی اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ نیز ہر ایک تکبیر یا دعا کا محل بتانا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور اس نماز کو رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہ کہنا صاف بتاتا ہے کہ یہی عمل وطریقہ کار آپ ﷺ کے دور میں معتاد تھا۔

چودھویں حدیث:

((عن عبدالله بن عمر ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح

❶ النسائی: ۱/ ۱٦٨.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصلوٰة واذا كبر للركوع واذا رفع راسه من الركوع رفعهما كذلك ايضا وقال سمع الله لمن حمده ربناولك الحمد وكان لا يفعل ذالك فى السجود)) ❶

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ مبارک اپنے کندھوں تک اٹھاتے تھے اور اس طرح جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو بھی اسی طرح ہاتھ مبارک اٹھاتے اور سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد کہتے اور سجدوں میں آپ رفع الدین نہیں کیا کرتے تھے۔''

تشریح: اس حدیث میں بھی اچھی طرح مسئلہ کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لیے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں جملوں کو اکٹھا بتاتے ہیں اور یہ ہرگز درست نہیں ہے کہ پہلے جملے کو جہر پر اور دوسرے کو سر پر محمول کیا جائے۔ اس تفریق پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

پندرھویں حدیث:

((عن رفاعة بن رافع الرزقى قال كنا يوما نصلى وراء النبى ﷺ فلما رفع راسه من الركعة قال سمع الله لمن حمده قال رجل وراء ه ربنا ولك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه. فلما انصرف قال من المتكلم؟ قال انا. قال رأيت بضعة وثلاثين ملكا يبتدرونها ايهم يكتبها اول)) ❶

رفاعۃ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور آپ کے پیچھے کسی شخص نے کہا: ربنا ولك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه، (یعنی تو ہمارا رب ہے اور تیرے لیے تعریف ہے بے حد پاک و برکت والی) جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کون تھا ابھی بولنے والا؟ اس نے کہا کہ میں تھا، آپ نے فرمایا کہ میں نے تیس سے اوپر فرشتوں کو دیکھا، ایک دوسرے سے جلدی کر رہے تھے کہ اس عمل کو پہلے کون لکھے۔''

تشریح: یہ حدیث اپنے باب میں بالکل صاف ہے۔ امام نسائی نے اس پر یہ باب رکھا ہے کہ:

باب ما يقول الماموم

یہ باب اس بیان میں ہے کہ مقتدی رکوع سے سیدھے ہونے کے بعد کیا کہے۔

ناظرین! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس پر سکوت فرماتے تو بھی اس فعل کے مسنون ہونے کے لیے کافی تھا۔

❶ بخاری: ۱/ ۱۱۰۔ نسائی: ۱/ ۱۷۲۔ ابوداود: ۱/ ۱۱۳۔ بیهقی: ۲/ ۹۵۔ مشکوٰۃ ص ۷۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ سنت تین قسم کی ہے۔قولی، فعلی اور تقریری۔جس فعل پر آپ سکوت فرمائیں اس کو تقریری سنت کہا جاتا ہے، کیونکہ اس سے آپ کی رضا مندی اور پسندیدگی ظاہر ہوتی ہے۔ بلکہ یہاں آپ نے اس قسم کا سوال کیا اور فضیلت وثواب بتا کر دوسروں کو اس طرح کہنے کی ترغیب دلائی۔ حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

((والحكمة فى سواله ﷺ عمن قال ان يتعلم السامعون كلامه فيقولون مثله)) ❶

''نبی کریم ﷺ کے اس سوال میں یہ حکمت ہے کہ دوسرے سننے والے سیکھ جائیں اور وہ بھی اسی طرح کہتے رہیں۔''

سوال: یہ ایک صحابی کا واقعہ ہے؟

جواب: تو پھر کیا ہوا جب نبی کریم ﷺ نے منظور فرمایا اور اس کی فضیلت بتائی اور دوسروں کو ترغیب دلائی اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔

ثانیاً: کئی مسائل ایک ہی واقعہ سے ماخوذ ہیں مثلاً قیس رضی اللہ عنہ کا فجر کی سنت کو فرض کے بعد قضا کرنا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلا اذن (ترمذی ۱/ ۸۸) یعنی پس کوئی حرج نہیں ہے اور ابن ماجہ ص۸۲ کی روایت میں ہے کہ فسكت النبى ﷺ یعنی آپ خاموش رہے۔ یہ حدیث اہل حدیث کے نزدیک عام طور پر معمول بہ ہے۔ اسی طرح جماعت ثانیہ کا آپ کے سامنے ایک ہی واقعہ پیش آیا ہے۔ جو ترمذی ۱/ ۵۹، ابوداود: ۱/ ۷۶ وغیرہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حالانکہ اس پر علماء اہل حدیث زور دیتے ہیں۔ ایسے اور بھی بہت سے مسائل ہیں۔

سوال ۲: جماعت ثانیہ کے لیے اس روایت کے علاوہ ابوامامہ، ابوموسیٰ، حکم بن عمیر، انس، سلمان، عصمۃ رضی اللہ عنہم سب سے روایتیں مروی ہیں۔ كما فى الترمذى مع شرحه تحفة الاحوذى: ۱/ ۱۹۰.

جواب: ابوموسیٰ اور حکم رضی اللہ عنہما کی حدیثیں اس باب میں صریح نہیں، بلکہ استنباطی ہیں، جیسا کہ امام ابن سید الناس نے شرح ترمذی ۲/ ۱۴۷ قلمی میں ذکر کیا ہے اور ایسی روایتیں اس مسئلہ کے لیے بھی موجود ہیں۔ باقی سب روایتوں میں وہی الفاظ ہیں جو کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہیں کہ جماعت ہو جانے کے بعد ایک شخص آیا اور آپ کے فرمان سے کسی شخص نے اس سے مل کر جماعت ادا کی۔اب سوال یہ ہے کہ ان سب روایات کو ایک ہی واقعہ پر محمول کریں گے یا تعدد پر؟ علی الاول یہ اعتراض خود آپ پر وارد ہوگا فما هو جوابكم فهو جوابنا وعلى الثانى مسئله مانحن فيه میں بھی ایسی اور روایتیں ہیں۔ كما سياتى

❶ فتح البارى: ۲/ ۲۲۸.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس وہ بھی تعدد واقعات پر محمول ہوں گی اور ہمارا دعویٰ اور مضبوط ہو جائے گا یہ تیسرا جواب سمجھنا چاہیے۔

رابعاً: اس سے علماء مسئلہ رفع الصوت بالذکر ثابت کرتے ہیں۔ دیکھیں فتح الباری ۲/ ۲۲۸، عمدۃ القاری ۳/ ۱۳۹، المواجب اللطیفۃ مصنفہ مخدوم محمد عابد سندھی ۱/ ۱۴۲ قلمی بخط المصنف وغیرہ اگر جہراً کہنا سنت نہیں ہے تو پھر یہ استدلال کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

خامساً: علامہ ابن بطال اس روایت سے مکبر کے مقتدیوں کو تکبیر سنانے کا مسئلہ نکالتے ہیں، جس کی ابن حجر نے بھی تائید کی ہے۔ یہ اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جب جہر کو سنت مانا جائے۔

سادساً: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ سوء ظن ہرگز نہیں کیا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک فعل کیا جائے اور پھر آپ اس کی فضیلت بھی بتائیں، پھر بھی وہ اس پر عمل نہ کریں۔ حاشاھم اللہ من ذلك، اگرچہ ان کا عمل بھی ثابت ہے جیسا کہ بارہویں حدیث دلالت کرتی ہے۔ نیز اگلے باب میں آثار بھی بیان ہوں گے۔

سوال: اس دعا میں واقعی دعا کی فضیلت مذکور ہے مگر جہر کا ذکر نہیں؟

جواب: جس کیفیت سے یہ دعا پڑھی گئی ہے، وہ جہر ہی ہے۔

ثانیاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر دونوں امر (دعا پڑھنے اور جہر سے پڑھنے) پر تھی اور ایک کو ماننا اور دوسرے کو نہ ماننا ناانصافی ہے۔ فما لکم کیف تحکمون.

ثالثاً: اگر یہ تفریق ہوتی تو آپ ضرور تصریح فرماتے۔ آپ کے بعد یہ تفریق کرنا اپنی طرف سے شریعت میں ایزاد ہے۔ ما لم یاذن به الله ورسوله صلی اللہ علیہ وسلم.

رابعاً: بلکہ اگر آپ کو جہراً پسند نہ ہوتا تو ضرور بیان فرماتے: والسکوت عن البیان فی وقت الحاجۃ بیان، اس کی کئی مثالیں ہیں، مثلاً: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زیادہ اونچی آواز سے قرأت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت فرمائی کہ:

((اخفض من صوتك شیئا)) ❶

"اپنی آواز کو کچھ پست کرو۔"

آپ کے پیچھے جہر سے قرأت پڑھنے پر آپ نے فرمایا کہ:

((اختلطتم علی القرآن)) ❷

"مجھ پر آپ نے قرآن کو مخلوط کر دیا۔"

❶ مشکوٰۃ: ۱/ ۱۰۷ بحوالہ ابو داود.

❷ جزء القرأۃ للبخاری: ۵۹.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صاف فرمایا کہ

((لا تفعلوا الا بام القرآن سرا فی انفسکم)) ❶

''ایسا نہ کرو مگر سورۃ فاتحہ آہستہ دل میں پڑھا کرو۔''

ناظرین! جب مقتدی کے لیے جہراً قراۃ پڑھنی ممنوع تھی تو آپ ﷺ نے منع فرمائی۔ اگر یہ دعا بھی جہراً پڑھنا آپ کو پسند نہ ہوتی تو ضرور ایسا ارشاد فرماتے، جبکہ آپ نے ایسی پابندی نہیں لگائی تو پھر دوسرا کون لگانے والا ہے؟ بلکہ بموجب آیت ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) وحدیث من احب سنتي فقد احبني . (ترمذی) ہم کو اس سے خوش ہونا چاہیے۔

سوال ٤: حدیث شرب قائماً اور بال قائماً ایسے ایک دفعہ کے واقعات بھی عادت وسنت قرار دیں گے؟

جواب: کھڑے ہو کر پینے یا پیشاب کرنے سے صراحتاً حدیث میں منع وارد ہے۔ (مشکوٰۃ، ص: ۳۷، ۴۳) پس آپ ﷺ کا یہ عمل اجازت بتانے کے لیے ہے اور نہی استحباب کے لیے ہے۔ قاعدہ اسی طرح ہے اور مسئلہ مانحن فیه میں صرف اثبات کے لیے دلائل وارد ہیں انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر ایسے مسائل قیاس کرنا یا ایک سنت کو مٹانے کا بہانہ بنانا درست نہیں ہے، عادت وسنت اور جواز کے درمیان بھی فرق ہے۔ فتفکر

سوال ٥: نسائی ۱/ ۱۵۷ میں ہے کہ چھینک آنے سے کسی نے یہ دعا پڑھی؟

جواب: یہ دوسرا واقعہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ الفاظ مغایرۃ پر دلالت کرتے ہیں۔ یہاں راوی رفاعہ کسی شخص کا واقعہ بیان کرتا ہے اور وہاں اپنا بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: صلیت خلف رسول الله ﷺ فعطست فقلت الخ ، یعنی میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پھر مجھے چھینک آئی اور میں نے یہ دعا پڑھی۔ دوم اس میں الفاظ مبارکا علیه کما یحب ربنا ویرضی ، زیادہ ہیں جو اس میں نہیں ہیں۔ سوم اس میں دعا الحمد لله سے شروع ہوتی ہے جو کہ چھینک سے مناسب ہے اور یہاں ''ربنا'' سے شروع ہوتی ہے جو کہ قیام بعد الرکوع سے مناسب ہے، کما هو المذکور فی الاحادیث فافترقا اور اسی بناء پر نسائی نے دونوں حدیثوں پر الگ الگ باب رکھا ہے۔ پہلی پر ''باب ما یقول المأموم'' اور دوسری پر ''قول المأموم اذا عطس خلف الامام'' وضع کیا ہے۔

ثانیاً: اگر دونوں کو ایک واقعہ فرض کیا جائے پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت اس کو چھینک آئی ہو جیسے کہ حافظ صاحب نے فتح الباری ۲/ ۲۲۸ میں اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری ۳/ ۱۳۸ میں لکھا ہے۔

---

❶ جزء القرأة للبيهقي، ص: ٧٥.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال ۶: اس بنا پر کیا خبر کہ یہ دعا اعتدال کی تھی یا چھینک کی وجہ سے؟

جواب: اسی لیے تو ہم نے ان کو تعداد واقعات پر محمول کیا ہے۔ فقد رجعتم الیه اور محدثین نے اس کو اعتدال کی دعاؤں میں شمار کیا ہے۔

سوال ۷: نسائی ص۱۴۵ میں ایک روایت میں ہے جس میں اس دعا کا محل مذکور نہیں ہے؟

جواب اولاً: اس کی سند منقطع ہے کیونکہ عبدالجبار بن وائل کی روایت اس کے باپ سے مرسل ہے۔ کیونکہ اس کا اپنے باپ سے سماع ثابت نہیں ہے (تقریب: ۲۹۹، تهذیب: ۶/ ۱۰۵، ترمذی: ۱/ ۴۵، ثقات ابن حبان: ۳/ ۱۷۰) اور دوسرا ابواسحاق السبیعی متغیر الحفظ ہے۔ (تقریب: ۳۹۳، تهذیب: ۸/ ۶۷، الاغتباط بمعرفة من رمی بالاختلاط لابن العجمی: ۱۱ قلمی) نیز مدلس بھی ہے۔ کما فی التهذیب نقلا عن ابن حبان وحسین الکرابیسی وابی جعفر الطبری وغیرهم، پس یہ روایت تین وجہ سے ضعیف ہے اور جو روایت ہم نے نقل کی ہے۔ وہ صحیح بخاری کی ہے اس میں کوئی کلام نہیں۔ اس کو یہ معلول نہیں بنا سکتی لا یعل الصحیح بالضعیف کما تقرر فی الاصول.

ثانیاً: اس میں بھی بارہ فرشتوں کا ذکر ہے۔ نیز اس میں لکھنے یا اٹھانے کے بجائے یہ الفاظ ہیں: فما نهاها شیء دون العرش، یعنی ان کلمات کو عرش عظیم تک پہنچنے سے کسی چیز نے روکا نہیں۔ یہ دو وجوہات تفریق کے لیے کافی ہیں۔

ثالثاً: امام نسائی نے اس کو چھینک کے باب میں داخل کیا ہے اس بناء پر کہ دعا "الحمد لله" سے شروع ہوتی ہے۔

سوال ۸: مسلم ۱/ ۲۱۲ مع نووی وغیرہ میں ہے کہ کسی شخص نے ہانپنے کی وجہ سے یہ دعا پڑھی تھی؟

جواب: وہ دوسرا واقعہ ہے اس پر کئی دلائل ہیں۔ اول یہ کہ دعاء الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے اور دعاء اعتدال ربنا یا اللھم سے جیسے کہ حدیث گذری۔

دوم: یہ کہ بلکہ نسائی ۱/ ۱۵۰ میں تصریح ہے کہ یہ دعا اس نے تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی تھی اور نسائی نے باب رکھا ہے: باب نوع الاخذ من الذکر والدعاء بین التکبیر والقرأة.

سوم: یہ کہ اعتدال والی روایت میں تیس سے اوپر فرشتوں کا ذکر ہے اور اس روایت میں ہے کہ لقد رایت اثنا عشر ملکا یبتدرونها ایهم یرفعها، یعنی بارہ فرشتوں کا ذکر ہے۔

چہارم: یہ کہ وہاں فرشتوں کے لکھنے کا ذکر ہے اور یہاں یرفع یعنی اوپر اٹھانے کا ذکر ہے بلکہ یہ تینوں روایتیں مستقل طور پر اپنے احکام بتاتی ہیں۔ پہلی میں دعائے اعتدال دوسری میں دعائے العطاس تیسری میں دعا حفظ النفس کا بیان ہے۔ ایک حدیث دوسری پر محمول اس وقت کی جا سکتی ہے جبکہ ہر ایک پر مستقل طور پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل متعذر ہو والا فلا ایک مسئلہ سے تین کا ثبوت اولیٰ ہے، کما تقرر فی الاصول اور امام نسائی تینوں احادیث کو الگ الگ ابواب میں لائے ہیں۔

تنبیہ: مجموعی روایات سے اس دعا کی فضیلت اور جہر کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

سوال ۹: ربنا لك الحمد تو آپ ﷺ سے ثابت ہے کیا زیادہ کلمات بھی آپ نے کہے ہیں؟

جواب: جس کام کو آپ پسند فرمائیں اور فضیلت بتا کر ترغیب دلائیں اور خود اس پر عمل نہ کریں ایسا گمان آپ سے کوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔

سوال: بیشک یہ چیز آپ کے شانِ اقدس کے خلاف ہے کیونکہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ: ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (الصف : ٢) ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ (البقرة: ٤٤) ﴿وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ﴾ (الشعراء: ٢٢٦) لیکن کیا آپ جہراً پڑھتے ہوں گے؟

جواب: آپ کی پسندیدگی جس کیفیت کے لیے تھی وہ جہراً ہی تھی اور آپ نے یہ استثناء بھی نہیں فرمایا کہ مجھے کہنا تو پسند ہے لیکن جہراً نہیں رجماً بالغیب، ایسی نسبت آپ کی طرف ناجائز ہے۔

سوال: کیا ایسا کوئی ثبوت ہے کہ صحابہ نے اس عمل کو جاری رکھا ہو؟

جواب: ہاں ایسا ثبوت موجود ہے اگلے باب میں پڑھیں۔

ثانیاً: عدم الذکر عدم الوجود کو مستلزم نہیں ہے۔

ثالثاً: آپ ﷺ کی اس ترغیب دلانے کے بعد صحابہ سے ایسا گمان کرنا درست نہیں ہے۔

رابعاً: بلکہ ایسا گمان ان میں قدح کا موجب ہے۔

خامساً: کیا جو مسئلہ آپ سے ثابت ہو گیا وہ کسی کے عمل کا محتاج رہتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

سادساً: جس نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تھی کیا وہ صحابی نہیں تھے؟ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ایک طرف صحابہ کا عمل ہو جس کے متعلق آپ کی ذات والا صفات سے کلمات تحسین بھی وارد ہوں وہ تو مسنون نہ ہو لیکن رفع الیدین فی قنوت الوتر جس کا ماسوائے ایک دو صحابہ کے اثر ❶ کے کسی مرفوع حدیث میں ذکر نہ ہو، اس پر بڑے اہتمام سے عمل کیا جائے۔ کیا یہ طرز عمل درست ہے؟ ❷

بریں عقل و دانش بباید گریست

❶ وتر کے قنوت میں ہاتھ اٹھانے کے لیے صحابہ سے صرف دو اثر وارد ہیں اور وہ بھی ضعیف ہیں۔ ایک حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے، جس کی سند میں لیث بن ابی سلیم ہے اور دوسرا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے، جس میں ابن لہیعہ ہے۔ یہ دونوں راوی ضعیف میں دیکھیں۔ تقریب و تهذیب.

❷ بلکہ جس طریقہ سے تراویح کے بعد میں قنوت پڑھی جاتی ہے مثلاً ہاتھ اٹھا کر امام جہراً پڑھے اور مقتدی آمین کہیں۔ ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ اس کا کسی حدیث میں ثبوت نہیں ہے۔ ہاں فرض نماز میں قنوت نازلہ کے لیے ایسا ذکر ہے اور مسئلہ مانحن فیہ کے لیے خاص نص موجود ہے۔ پھر کیسے دونوں برابر ہوں گے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سولھویں حدیث:

((قال البزار فی مسنده حدثنا عبدة بن عبدالله القسملی انا یزید عن ابی سعید بن المرزبان عن میمون عن عبدالله بن عمرو قام ﷺ صلواة فلما قال سمع الله لمن حمده قال رجل من خلفه اللهم ربنا لك الحمد حمدا كثیرا طیبا مباركا فیه. فلما انصرف رسول الله ﷺ قال من القائل الكلمة قال الرجل انا یا رسول الله ﷺ قال لقد رأیت نفرا من الملئكة اكتنفوها فعرجوا بها فنظرت الیها حتی تغیبت عنی)) ❶

"عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ نے سمع الله لمن حمده کہا تو آپ کے پیچھے کسی شخص نے کہا: اللهم ربنا لك الحمد حمدا كثیرا طیبا مباركا فیه، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ اس کلمہ کو کہنے والا کون تھا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں تھا۔ آپ نے فرمایا: کہ میں نے فرشتوں کی جماعت کو دیکھا کہ انہوں نے ان الفاظ کو گھیر لیا اور میں نے دیکھا کہ اوپر لے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہوگئے۔

سوال ۱: علامہ نورالدین ہیثمی مجمع الزوائد ۱/ ۸۷ قلمی میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ "فیه من لم اعرفه" یعنی اس میں ایسا راوی ہے جس کو میں نہیں پہچانتا۔

جواب: بحمداللہ ہم نے سب کو پہچان لیا ہے۔ ومن عرف الشی حجة علی من لم یعرفه، اور تفصیل وار اس کا حال بتاتے ہیں۔ چنانچہ (۱) بزار کے استاد ابوسہل الصفار الخزاعی البصری ہیں۔ تقریب ص ۳۹۹ میں ان کو ثقہ لکھا ہے اور تہذیب ۶/ ۴۶۰ میں ائمہ ابوحاتم۔ نسائی اور دارقطنی سے ان کی توثیق نقل کی گئی ہے اور امام ابن حبان نے ثقات ۴/ ۱۸۲ قلمی میں ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (۲) اور ان کے شیخ یزید بن ہارون السلمی ابو خالد الواسطی مشہور وثقہ محدث ہیں، جیسا کہ ان کے طبقہ سے ظاہر ہے اور تہذیب میں ان کا ذکر عبدة کے شیوخ میں کیا گیا ہے۔ یزید کی عام ائمہ حدیث مثلاً احمد، ابن المدینی، ابن معین، عجلی، ابوزرعہ، ابو حاتم، ابن سعد، ابن حبان، یعقوب بن شیبہ، ابن قانع سب نے توثیق کی ہے۔ کما فی التھذیب ۱۱/ ۳۶۷، ۳۶۹ ان کے شیخ سعید بن المرزبان العبسی ابوسعید البقال الکوفی الاعور ہیں۔ ان کی کنیت بعض جگہ ابوسعید مذکور ہوئی ہے، جیسے الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۲/ ۶۲ قسم اول کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے۔ اس پر جروح واقع ہیں مگر شہادت میں اس کی روایت معتبر ہوسکتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عدی کہتے ہیں: هو فی جمله صغار

❶ زوائد مسند البزار لابن حجر قلمی، ص: ٦٦ باب صفة الصلوٰة.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکوفة الذین یجمع حدیثهم ولا یترك ، ❶ یعنی یہ منجملہ ان ضعفاء میں سے ہیں جن کی روایتیں جمع کی جاسکتی ہیں اوران کو بالکل ترک نہیں کیا جائے گا اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ لا یحتج بحدیثه (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۲/ ۶۲ قسم اول) یعنی ان کی حدیث کو حجت نہیں بنایا جاسکتا جس کے معنی ہیں کہ مستقل طور پر نہیں بلکہ شہادت کے طور پر قابل قبول ہوسکتی ہے۔ نیز ص ۶۳ میں ابوزرعہ سے منقول ہے: لین الحدیث مدلس صدوق لا یکذب ، یعنی کمزور مدلس ہے، سچا ہے، جھوٹ نہیں بولتا۔ جس کا مطلب ہے کہ اس کی روایت دوسری روایتوں سے تائید پکڑ لے گی اور یہی معنیٰ امام بخاری کے قول منکر الحدیث کی ہے، یعنی وہ صاحب افراد ہے لیکن جہاں صحیح روایتوں سے اس کی حدیث کی تائید ہوتی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے ایسی کئی روایتیں ہیں، جن سے مسائل لیے جاتے ہیں۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں اس کی حدیثیں داخل کی ہیں اور ابو اسامہ نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ کما فی التہذیب

سوال ۲: ابوزرعہ کے قول سے معلوم ہوا کہ وہ مدلس بھی ہے؟

جواب: متابعت میں مدلس کی روایت کام دے سکتی ہے۔ ان کے استاذ میمون بن استاذ بصری ہیں، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ کبیر ۴/ ۳۳۹، ق ا، اور ابن ابی حاتم کے الجرح والتعدیل ۴/ ۲۳۳، ق ا، سے ظاہر ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن معین سے اس کی توثیق نقل کی ہے اور ابن حبان نے ثقات: ۴/ ۲۱۴ قلمی میں اس کو داخل کیا ہے۔

سوال ۳: تہذیب میں اس پر جروح وارد ہیں؟

جواب: وہ دوسرے راوی میمون اور عبداللہ مولیٰ ابن سمرۃ ہیں۔ امام بخاری، حافظ ابن ابی حاتم اور ابن حبان نے ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ اسی طرح ابن جوزی ضعفاء میں ابوعبداللہ کو لائے ہیں اور ابن اشاذ کو نہیں لائے۔ الحاصل یہ روایت قابل قبول ہے۔ بالخصوص اس میں فضیلت وثواب کا بیان ہے اور بموجب اصول ❷ خفیف ضعف والی روایت فضائل ❸ وترغیب میں معتبر ہوتی ہے۔ بشرطیکہ جس مسئلہ کو بیان کرے وہ کسی اصل عام کے تحت مندرج ہو کما فیما نحن فیہ اور اس حدیث سے یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہوا کہ یہ ایک ہی روایت ہے۔

سترھویں حدیث :

((قال صلی لنا رسول اللہ ﷺ فلما رفع راسه من الرکوع قال سمع اللہ لمن

❶ التهذیب: ٤/ ٨٠.

❷ اس کے متعلق ہم نے ایک رسالہ بنام "القول اللطیف فی الاحتجاج بالحدیث الضعیف" لکھا ہے، جس میں ائمہ محدثین کے اقوال جمع کیے ہیں۔ ۱۲ منہ

❸ صلوٰۃ التسبیح کی روایات سے یہ حدیث کئی حصہ زیادہ بہتر اور صحت کے قریب ہے۔ کما لا یخفی علی من له ادنی ممارسته بالفن، ۱۲ منه عفی عنه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمده، فقال رجل من خلفه ربنا ولك الحمد كثيرا طيبا مباركا فيه . فلما انصرف رسول الله ﷺ قال ثلاث مرات من المتكلم انفا؟ قال الرجل انا يا رسول الله. قال والذی نفسی بيده لقد رايت بضعة و ثلاثين ملكا يبتدرونها ايهم يكتبها اولا رواه الطبرانی فی الكبير)) ❶

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی دن نماز پڑھائی۔ جب رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو سمع الله لمن حمده کہا اور آپ کے پیچھے کسی نے ربنا ولك الحمد كثيرا طيبا مباركاً فيه کہا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے تین مرتبہ پوچھا کہ ابھی بولنے والا کون تھا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ) میں تھا۔ آپ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے تیس سے اوپر فرشتوں کو دیکھا کہ مبادرہ (ایک دوسرے سے جلدی) کر رہے تھے کہ پہلے کون لکھے۔''

سوال ۱: بقول صاحب مجمع الزوائد اس کی سند میں یسع بن طلحہ منکر الحدیث راوی ہے؟

جواب: ہم نے ایسا ہی اس روایت کو دوسری روایات کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ علماء اہل حدیث دوسری روایات کے ساتھ ایسی روایات کی شہادتیں لاتے ہیں۔

مثال اول:

۱۔ آٹھ تراویح کی جابر رضی اللہ عنہ والی روایت اس کی سند میں عیسیٰ بن جاریہؒ ہے جس کو نسائی نے منکر الحدیث کہا ہے، کما فی المیزان: ۲/ ۳۱۱ اور خود اسی یسع بن طلحہ کی کئی روایتیں دوسری روایات صحیح کے ساتھ شہادت میں کام آتی ہیں، مثلاً سورۃ اخلاص پڑھنے کا ثلث قرآن کے برابر ہونا۔

۲۔ مکہ میں بعد العصر نفل کا جائز ہونا۔

۳۔ دو رکعت تحیۃ المسجد۔

۴۔ شیر خوار بچہ کے پیشاب سے صرف پانی ڈالنا۔

یہ روایات میزان: ۳/ ۳۲۱ اور لسان المیزان ۶/ ۲۹۹ میں یسع کے ترجمہ میں مذکور ہیں۔

مثال دوم:

آمین کی آواز سے مسجد میں گونجنے کی حدیث ابن ماجہ ص ۶۲ میں موجود ہے۔ اس کی سند میں بشر بن رافع راوی ہے، جس کو ابوحاتم، دارقطنی اور عبدالبر نے منکر الحدیث کہا ہے۔ ❷

---

❶ مجمع الزوائد: ۲/ ۲۴۔ ۱۲۳۔ ومعجم الكبير للطبرانی: ۱۲/ ۴۳۸.

❷ تهذيب: ۱/ ۴۴۹.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال سوم:

یہودیوں کا آمین سے چڑنا اس باب میں بھی ابن عباس کی حدیث ابن ماجہ میں ہے۔اس کی سند میں طلحہ بن عمرو راوی ہے جو یسع سے بھی زیادہ مجروح ہے، اس کو ائمہ احمد، بخاری، نسائی نے متروک الحدیث کہا ہے۔ (میزان: ۱/ ۴۷۸) اور علماء فن جانتے ہیں کہ یہ لفظ اس لفظ سے کئی گنا سخت ہے۔ کیونکہ یہ لفظ جرح کے مرتبہ ثانیہ میں ہے۔ بلکہ بعض ائمہ مثلاً ابن ابی حاتم اور خطیب کے نزدیک مرتبہ اولی میں ہے اور ایسے راوی کی روایت کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہوتی۔ خواہ احتجاجاً ہو خواہ استشہاداً اور لفظ منکر الحدیث مرتبہ رابعہ میں ہے۔ ان کی روایت شہادت کے لیے کارگر ہو سکتی ہے۔ کذا قالہ العلامۃ عبدالحی لکھنوی فی الرفع والتکمیل ص ۱۲ نقلاً عن شرح الفیۃ للعراقی۔ پس اگر طلحہ کی روایت شہادت میں پیش ہو سکتی ہے تو یسع کی روایت پیش کرنے میں کیا حرج ہے۔

مثال چہارم:

وضع الیدین علی الصدر کی ایک روایت جو کہ بیہقی ۲/ ۳۰ میں مروی ہے، اس کی سند میں مومل بن اسماعیل راوی ہے جس کے متعلق حافظ ذہبی امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ منکر الحدیث ❶ (میزان ۴/ ۲۲۱) ان مثالوں کو ذکر کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو مسئلہ اور صحیح روایات سے ثابت ہو، وہاں ایسی روایات مسئلہ کو تقویت دینے کے لیے پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ایسا اعتراض وہی شخص کر سکتا ہے جو محدثین کرام کے ذوق اور طریقہ کار سے ناواقف ہو اور جو ان کے اصول وقواعد سے اچھی طرح واقف ہیں، وہ کبھی ایسی جرأت نہیں کر سکتے۔ فتنبہ ولا تکن من المفترین۔ الحمد للہ پہلا باب ختم ہوا۔

❶ دراصل اس کلمہ کا امام بخاری سے ثابت ہونے میں تامل ہے جیسا کہ ہم نے جزء رفع الیدین کی تعلیق جلاء العینین میں بیان کیا ہے اور ہم نے اس مثال کو یہاں الزاماً ذکر کیا ہے۔ ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آثار موقوفہ ومقطوعہ کے بیان میں

ناظرین! اگرچہ بارہویں، تیرہویں، سولہویں اور سترہویں احادیث سے صحابہ کا بھی عمل ظاہر ہوتا ہے، مگر تاہم مزید تسلی کے لیے صحابہ وتابعین کے آثار ذکر کیے جاتے ہیں۔

پہلا اثر:

((نا المعتمر عن ایوب عن الاعرج قال سمعت ابا هريرة يرفع صوته باللهم ربنا ولك الحمد)) ❶

''فقیہ عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ اللهم ربنا ولك الحمد سے اپنی آواز کو بلند کرتے تھے۔''

تشریح: یہ اثر ان سب اوہام کو باطل کر دیتا ہے جو کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے کسی صحابی کا مذکورہ دعا جہراً کہنا معمول نہیں رہا یا (۲) قولوا والی حدیث میں جہر کا حکم نہیں ہے یا آپ نے صرف دعا کو پسند کیا جہراً کہنے کو نہیں وغیرہ۔ نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خواہ امام تھے یا ماموم۔ صفوں میں صحابہ وتابعین کی جماعت کثیر موجود ہوگی مگر کسی نے اعتراض نہیں کیا کہ جہراً نہیں کہنا چاہیے اور ایسے ثبوت کو اکثر فقہاء کئی مسائل میں اجماع سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہم ایسا دعویٰ تو نہیں کرتے مگر اس سے مسئلہ کی مذکورہ صورت کو تقویت پہنچتی ہے۔

دوسرا اثر:

((حدثنا حمام ثنا ابن مفرح ثنا ابن الاعرابی ثنا الدبری ثنا عبدالرزاق عن ابن جريج اخبرني نافع ان عبدالله بن عمر كان اذا كان اماما قال سمع الله لمن حمده، اللهم ربنا لك الحمد حمدا كثيرا ثم يسجد لا يخطئه)) ❷

''حضرت عبداللہ بن عمر کا غلام نافع اپنے آقا سے روایت کرتا ہے کہ آپ جب امام ہوتے تھے تو سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد حمدا كثيرا کہنے کے بعد سجدہ کو جاتے تھے۔ ان کلمات کو آپ کبھی بھی نہیں چھوڑتے تھے۔''

تشریح: یہاں بھی جہراً کہنا صریحاً مذکور ہے کیونکہ دونوں جملے ملے ہوئے ہیں اور آدھے حصہ کو جہر پر اور باقی آدھے کو سر پر محمول کرنا بلا داعی یا دلیل درست نہیں ہے۔ نیز آپ کے پیچھے بھی علماء صحابہ وتابعین ہوں

❶ مصنف ابن ابی شیبة: ١/ ١٧١ قلمی.

❷ محلی لابن حزم: ٣/ ٢٦٢.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے لیکن کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ ایضاً ابن عمر کا اہتمام وشدت سے سنت پر عامل رہنا مشہور ومعروف ہے۔ اس لیے آپ کا یہ عمل بڑا معنی رکھتا ہے۔

تیسرا اثر:

((حدثنا ابوبكر حدثنا حفص عن ابن جريج عن الزهرى عن ابى سلمة عن ابى هريرة رضي الله عنه انه كان يقول اذا رفع رأسه اللهم ربنا لك الحمد)) ❶

''ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن مدنی تابعی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اللهم ربنا ولك الحمد کہتے تھے۔''

تشریح: یہ اثر بھی تائید کرتا ہے، اگرچہ صریحاً جہر کا ذکر نہیں، مگر دوسرے اثر سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

چوتھا اثر:

((اخبرنا ابوالقاسم عبدالعزيز بن عبدالله التاجر بالرى انبا ابو حاتم محمد بن عيسى انبا اسحاق بن ابراهيم عن عبدالرزاق عن الثورى عن سلمة بن كهيل عن ابى الاحوص عن عبدالله قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فليقل من خلفه ربنا لك الحمد)) ❷

''ابوالاحوص عوف بن مالک الکوفی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو جو ان کے پیچھے ہوں وہ ربنا لك الحمد کہیں۔''

سوال: یہاں واقعی قول کے ساتھ مطلقاً خطاب ہے جس سے جہر مراد ہے مگر ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۸۰ قلمی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ((انه كان يخفى بسم الله الرحمن الرحيم والاستعاذة وربنا ولك الحمد)) یعنی آپ یہ تینوں آہستہ پڑھتے تھے۔ یہ قرینہ بتاتا ہے کہ یہاں قول سے مراد آہستہ ہے۔

جواب اولاً: اس کی سند میں ابن ابی شیبہ کے استاذ ہشیم بن بشیر مدلس ہے۔ (تقریب: ۵۳۴) اور یہ اثر عن سے روایت کیا ہے لہٰذا معتبر نہیں ہے اور اس کی تدلیس مرتبہ ثالثہ کی ہے۔ (طبقات المدلسین لابن حجر: ۱۶)

ثانیاً: ان کے استاذ ابی سعید بن المرزبان ہیں، جس کا تذکرہ باب اول کی سولہویں حدیث میں گذرا۔ وہاں تائیداً اس کی حدیث لائی بہتر تھی مگر یہاں اس کی کوئی تائید نہیں ہے۔ اس لیے احتجاجاً نہیں پیش کی جا سکتی۔

---

❶ مصنف ابن ابی شيبة: ۱/ ۱۷ قلمی.

❷ بيهقی: ۲/ ۹۷۔ مصنف ابن ابی شيبة: ۱/ ۱۷٤ قلمی عن وكيع عن سفيان به.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثالثاً: یہ خود مدلس بھی ہے جیسا کہ اوپر ابوزرعہ کے قول سے معلوم ہوا اور یہاں معنعناً روایت ہے اور یہ بھی عدم حجیت کی دلیل ہے۔ پس ایسی روایت سے تخصیص اصولاً غلط ہے۔

پانچواں اثر:

وبه الى ابن جريج عن اسماعيل بن امية عن سعيد بن ابى سعيد المقبرى انه سمع اباهريرة وهو امام للناس فى الصلوٰة يقول سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لك الحمد كثيرا يرفع ذلك صوته ونتابعه معا)) ❶

ابوسعید مقبری سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ امام ہو کر نماز پڑھاتے اور کہتے تھے سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لك الحمد كثيرا، دعا سے اپنے آواز کو بلند کرتے تھے اور ہم (مقتدیوں نے) بھی آپ کے ساتھ متابعت کی۔''

تشریح: اس جگہ امام اور مقتدیوں کا جہراً کہنا ثابت ہوا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نبوی نماز خواہ صحابہ وتابعین کا یہی عمل تھا کیونکہ جماعت میں اصحاب وتابعین سب تھے۔

سوال: سعید وفات سے چار سال قبل مختلط ہو چکے تھے، كما فى التقريب: ۱۸۷ .

جواب: لیکن اختلاط کے بعد کسی نے اس سے حدیث نہیں سنی۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال ۳۸۲/۱ میں لکھا ہے کہ "ما احسب احدا اخذ عنه فى الاختلاط" یعنی میرے گمان میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس نے اس سے بحالت اختلاط حدیث لی ہو۔ پس یہ اثر بوجہ قبل الاختلاط ہونے کے صحیح ہے۔ فافهم

ساتواں اثر:

((حدثنا ابوبكرنا محمد بن فضيل عن مطرف عن عامر قال لا يقول القوم خلف الامام سمع الله لمن حمده و لكن ليقولوا اللهم ربنا ولك الحمد)) ❷

''مطرف بن عبداللہ عامری سے روایت ہے کہ امام عامر بن شراحیل شعبی نے کہا کہ قوم یعنی جماعتی امام کے پیچھے سمع الله لمن حمده نہ کہیں لیکن وہ اللهم ربنا ولك الحمد کہیں۔''

تشریح: یہاں امر خواہ نہی دونوں میں قول سے خطاب ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ مقتدی سمع الله لمن حمده جہراً نہ کہیں لیکن دوسرا جملہ جہراً کہیں اور یہ مطلب لینا غلط ہے کہ مقتدی پہلا جملہ بالکل ہی نہ کہیں۔ اس کی مزید تحقیق ان شاء اللہ خاتمہ میں آئے گی۔

---

❶ المحلى لابن حزم ٣/ ٢٦٢۔ بيهقى : ٢/ ٩٦.

❷ ابن ابى شيبة : ١/ ١٧٤ قلمى.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں اثر:

((حدثنا مقاتل ثنا عبدالله بن المبارك انا اسماعيل حدثني عبد ربه بن سليمان بن عمير قال رايت ام الدرداء رضی اللہ عنہا ترفع يديها في الصلوٰة حذو منكبيها حين تفتح الصلوٰة وحين تركع فاذا قالت سمع الله لمن حمده رفعت يديها وقالت ربنا ولك الحمد)) ❶

''عبدربہ بن سلیمان عمیر سے روایت ہے کہ میں نے ام الدرداء (حضری تابعیہ) کو دیکھا کہ وہ اپنے کندھوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھاتی تھیں، جس وقت نماز شروع کرتی، جس وقت رکوع کرتی اور جب سمع الله لمن حمده کہتی تو دونوں ہاتھ اٹھاتی اور ربنا ولك الحمد کہتی تھی۔''

سوال: عبدربہ کو میزان: ۲/ ۹۶ میں مجہول لکھا ہے؟

جواب: یہ مجہول نہیں ابن حبان نے ثقات ۳/ ۱۷۵ قلمی میں اس کو داخل کیا ہے اور امام بخاری نے اس کی روایت سے حجت لی ہے۔ نیز تہذیب ۶/ ۱۲۷ میں ابن حبان کی توثیق منقول ہے اور خلاصہ ۲۲۳ میں لکھا ہے کہ وثقہ ابن حبان نیز ذہبی میزان میں یہ لفظ اس پر استعمال کرتے ہیں جس پر ابن ابی حاتم نے کوئی کلام نہیں کیا ہو جیسے کہ مقدمہ میں اس نے تصریح کی ہے۔ سو واقعی ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل ۳/ ۴۳، میں ذکر کیا ہے لیکن اس پر کوئی جرح یا تعدیل ذکر نہیں کیا ہے مگر جبکہ وہ دوسروں کے ہاں معروف ہے تو پھر وہ مجہول نہیں رہا اسی لیے ذہبی نے میزان میں یوں کہا ہے، مجهول كما هو في الثقات لابن حبان آھ جس کا مطلب ہے کہ ذہبی بھی اس کو مجہول نہیں مانتے۔

الحاصل: آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمہم اللہ سے بھی مسئلہ اچھی طرح روشن ہوگیا اور یہاں پر دوسرا باب ختم ہوتا ہے۔

الخاتمة

بحمد للہ ومنہ وفضلہ وامتنانہ مسئلہ کو بخوبی واضح ومبرہن کر دیا ہے۔ اب چند مسائل ضرور یہ جو مسئلہ ہذا سے تعلق رکھتے ہیں بیان کیے جاتے ہیں۔

سوال ۱: اوپر حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بعض میں ربنا ولك الحمد اور بعض میں اللهم ربنا ولك الحمد اور بعض میں اللهم ربنا لك الحمد واو کے بغیر وارد ہے۔ ان میں کونسی دعا صحیح ہے؟

جواب: صحیح حدیثوں میں جو جو الفاظ وارد ہیں سب صحیح ہیں اور سب سنت ہیں۔ سب پر نوبت بنوبت

❶ جزء رفع اليدين للبخاری: ۷.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل کرنا چاہیے۔ بعض کو لینا، بعض کو ترک کرنا روا نہیں ہے۔

سوال ۲: ابتدائی نو حدیثوں سے بعض نے یہ استدلال کیا ہے کہ امام کو ربنا لك الحمد نہ کہنا چاہیے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: یہ استدلال غلط ہے۔

اولاً: اس لیے کہ ان احادیث میں یہ انکار نہیں۔

ثانیاً: بلکہ یہاں تو مقتدیوں کو دعا کا وقت بتانے کے لیے ایسا کہا گیا ہے نہ کہ تقسیم ہو رہی ہے۔

ثالثاً: اگرچہ یہاں صریحاً ذکر نہیں ہے مگر دسویں، گیارہویں اور چودھویں احادیث میں صراحت کے ساتھ بیان ہے کہ امام کو بھی کہنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ کے دو بڑے شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد اس کے قائل ہیں اور حنفی مذہب کے بہت بڑے عالم اور مجتہد طحاوی بھی اس کے قائل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

((فلما ثبت اتفاقهم ان المصلی وحده يقول بعد قوله سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد ثبت ان الامام ايضا يقولها بعد قوله سمع الله لمن حمده فهذا وجه النظر ايضا فی هذا الباب فبهذا ناخذ وهو قول ابی يوسف و محمد)) ❶

''جب اس پر اتفاق ثابت ہے کہ اکیلا نماز پڑھنے والا سمع الله لمن حمده کے بعد ربنا ولك الحمد کہے تو ثابت ہوا کہ امام بھی ان کلمات (ربنا ولك الحمد) کو سمع الله لمن حمده کے بعد کہے۔ اس باب میں یہی بات قرین قیاس ہے، ہم اس کو لیتے ہیں۔ یہی امام ابو یوسف اور امام محمد کہتے ہیں۔''

مثال: اس کی آمین کا مسئلہ ہے اس میں بھی یہ الفاظ ہیں: "اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين" اس سے بھی بعض نے یہ استدلال کیا ہے کہ امام کو آمین نہیں کہنی چاہیے۔ لیکن ان کا استدلال غلط ہے کیونکہ متعدد احادیث سے آپ (ﷺ) سے بحیثیت امام ہونے کے آمین کہنا ثابت ہے۔ اسی طرح یہ بھی استدلال غلط ہے۔ کیونکہ ثبوت یہاں بھی موجود ہے۔ کما مضی.

سوال ۳: بعض ان ہی روایات سے یہ بھی لیتے ہیں کہ مقتدی صرف ربنا ولك الحمد کہے اور سمع الله لمن حمده نہ کہے کیا یہ درست ہے؟

جواب: یہ بھی درست نہیں۔ مقتدیوں کو محل بتانے سے کب لازم آتا ہے کہ وہ خود سمع الله لمن حمده کہیں ہی نہیں؟

---

❶ شرح معانی الآثار: ۱/۱٤۱.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثانیاً: بلکہ آپ ﷺ کا دونوں کو جمع کرنا جیسے دوسری حدیثوں میں مذکور ہے صاف بتاتا ہے کہ ہر نمازی، امام، مقتدی اور منفرد سب ایسا ہی کریں کیونکہ حکم ہے کہ "صلوا کما رایتمونی اصلی" اور استثناء کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

ثالثاً: امام بخاری نے ایسی ہی ایک حدیث پر باب باندھا ہے کہ "باب ما یقول الامام ومن خلفه اذا رفع راسه من الركوع" ❶

رابعاً: یہ روایات ان روایات پر قاضیہ ہیں کیونکہ ذکر عدم الذکر پر مقدم ہوتا ہے۔

خامساً: بارہویں حدیث سے بھی عموم معلوم ہوتا ہے۔

سادساً: ایک حدیث میں ہے کہ:

((عن ابی هریرة قال کنا خلف النبی ﷺ فقال سمع الله لمن حمده قال من ورائه سمع الله لمن حمده)) ❷

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پیچھے پڑھتے تھے پھر آپ سمع الله لمن حمده کہتے تھے اور آپ کے پیچھے والے بھی سمع الله لمن حمده کہتے تھے۔"

اس روایت میں اگرچہ کلام ہے۔ مگر شہادت کے لیے کافی ہے اور یہاں قول خطا باواقع نہیں ہوا۔ لہٰذا محمول علی الجہر نہیں ہوسکتا ہے۔ ہاں آپ (ﷺ) کا کہنا جہر پر محمول ہوگا اس لیے کہ جہر کے بغیر مقتدیوں کو کیسی خبر لگے گی۔

سابعاً: جیسے کہ اگلے مسئلہ میں معلوم ہوگا۔

مثال اس کی وہی حدیث "اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین" ہے۔ کیا یہ استدلال کرنا کہ مقتدی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے صحیح ہوگا؟ ہرگز نہیں اس لیے کہ اس باب میں احادیث صریحہ موجود ہیں۔ اسی طرح یہ استدلال بھی درست نہیں۔ کیونکہ مقتدی کے کہنے کے لیے بھی دلائل موجود ہیں۔

سوال ٤: گیارہویں حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع سے پیٹھ سیدھی کرتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہا جائے اور پندرہویں روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدھا ہوکر پھر کہے صحیح طریقہ کونسا ہے؟

جواب: پندرہویں حدیث روایت مجمل ہے اور گیارہویں اس کا تفسیر وبیان ہے۔

ثانیاً: نیز دونوں حدیثوں میں تطبیق ممکن ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ:

---

❶ بخاری: ۱/ ۱۰۹.

❷ سنن دار قطنی: ۱/ ۲۹.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ویمکن الجمع بینهما بان معنی قوله فلما رفع راسه ابتدا القول المذکور واتمه بعد ان اعتدل)) ❶

''ان دونوں روایتوں پر اکٹھا عمل ہو سکتا ہے، اس طرح کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت یہ کلمہ (سمع الله لمن حمده) شروع کر کے سیدھے ہونے تک ختم کیا جائے۔''

ثالثا: بصورت دیگر یہ خرابی لازم آئے گی کہ انتقال من الرکوع الی القیام کے لیے کوئی ذکر یا تکبیر نہیں ہے۔ حالانکہ ہر انتقال کے لیے تکبیر جدا ہے اور رکوع سے اٹھنے کے لیے تکبیر کے بجاء سمع اللہ لمن حمدہ مشروع ہے۔ اب اگر سیدھے ہونے کے بعد کہیں گے تو پھر انتقال کے لیے آپ کو دوسری دعا ایجاد کرنی پڑے گی۔ جس کی بلا دلیل آپ کو اجازت نہیں ہے۔ الغرض انتقال کی دعا الگ ہے اور قیام کی الگ۔

الحمد للہ یہ رسالہ خیر وخوبی کے ساتھ اتمام کو پہنچا۔

❀❀❀❀

---

❶ فتح الباری: ۲/ ۲۲۷.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا

نماز کے جن مسائل میں اختلاف ہے ان میں سے ایک رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا ہے، شاہ صاحب رحمہ اللہ نے برہان قاطعہ سے ثابت کیا ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا ہی افضل عمل ہے اور یہی موقف شاہ صاحب رحمہ اللہ کا آخر تک رہا تھا، جن علماء نے بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ سے اختلاف کیا شاہ صاحب نے ان کو جواب ضرور دیئے ان کتب کی تعداد ایک درجن سے زائد ہے۔

(الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمد لله والسلام على عباده الذين اصطفىٰ . امابعد!

اس مختصر مقالہ میں نماز میں رکوع کے بعد کھڑا ہوتے وقت ہاتھ باندھنے کے بارے میں وضاحت کی جائے گی، کیونکہ بعض لوگوں کو یہ مغالطہ ہے کہ رکوع کے بعد کھڑا ہوتے وقت ہاتھ باندھنا کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں۔ اس لیے یہاں وضاحت کی جاتی ہے تاکہ طالب تحقیق کے لیے مذکورہ مسئلے کی صحیح صورتحال واضح ہو جائے۔

پیارے بھائیو! نماز میں ارسال یا ہاتھوں کو لٹکا کر کھڑے ہونے (قبل از رکوع یا بعد از رکوع) کا ثبوت کسی بھی حدیث کی کتاب میں رسول اللہ ﷺ خواہ آپ کے اصحاب میں سے کسی سے بھی نہیں ملتا۔ نیز نماز ایک عمل ہے اس میں وہ کام سرانجام دیتے ہیں، جو عمل ہونے کی حیثیت رکھتے ہوں اور ظاہر ہے کہ ارسال (ہاتھوں کو لٹکانا) کوئی عمل نہیں ہے۔ اس لیے ایسا عمل نماز میں داخل نہیں ہو سکتا اگر اس کو عمل قرار دیا بھی جائے تو بھی بغیر ثبوت کے اس کو نماز میں داخل کرنا درست نہیں ہے کیونکہ نماز توقیفی عبادت ہے، اس لیے ثبوت کے بغیر کسی بھی عمل کو اس میں داخل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ نیز نمازی اور غیر نمازی کے کھڑا ہونے کی حالت میں یہی فرق ہے کہ اگر اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں تو سمجھا جائے گا کہ وہ نماز کی حالت میں ہے۔ مثلاً: کوئی بھی کسی مخلوق کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ ہیئت نماز کے مشابہ ہے اگر وہ ہاتھ کھول کر کھڑا ہو گا تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ ہیئت نماز کی نہیں ہے۔ نیز علماء نے نماز میں ہاتھ باندھنے کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ ''اس طرح نماز میں ہاتھوں کو بے فائدہ حرکت سے روکا جا سکتا ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم جلد ا ص ۱۷۳ میں رقمطراز ہیں کہ:

((قال العلماء والحكمة فى وضع احداهما على الاخرى انه اقرب الى الخشوع ومنعهما من العبث))

''علماء نے ہاتھ باندھنے کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ یہ کام خشوع اور عاجزی کے قریب ہے اور اس طرح نمازی اپنے ہاتھوں کو عبث کام، یعنی بے جا حرکت سے روک سکتا ہے۔''

اسی طرح علامہ زرقانی رحمہ اللہ شرح موطا جلد ا ص ۳۲۲ میں رقمطراز ہیں کہ:

اس سے مراد غیر ارادی طور پر حرکت ہے کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ جب ہاتھ لٹکے ہوئے ہوتے ہیں تو سکون

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باوجود انگلیاں حرکت کرتی رہتی ہیں۔ باقی ارادی طور پر نماز میں حرکت سے تو مومن ہمیشہ اجتناب کرتا ہے اور اگر ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے تو یہ حرکت بھی نہیں رہے گی۔ پھر جبکہ یہ حالت رکوع سے پہلے والے قیام کے لیے ہی خاص نہیں بلکہ رکوع کے بعد کا قیام بھی رکن اور فرض ہے۔ اس میں طول کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ یقیناً اس قیام میں بھی ہاتھوں کی بے جا اور عبث حرکت کا امکان ہے، بلکہ عام طور پر اکثر لوگوں کو ہاتھ ہلاتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ علت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس قیام میں بھی ارسال (ہاتھوں کا کھولنا) درست نہیں ہے بلکہ ارسال نماز کی ہیئت ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں اس کی اجازت ہے۔ جس طرح حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ السَّدْلِ فِى الصَّلٰوةِ)) ❶

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ارسال (لٹکانے) سے منع فرمایا ہے۔"

یہاں یہ بیان نہیں ہے کہ کونسی چیز لٹکائی نہ جائے، حالانکہ عربی لغت خواہ شرعی اصطلاح میں اعضاء، بال خواہ کپڑوں وغیرہ کے لٹکانے کو "سدل" کہا جا سکتا ہے۔ حدیث خواہ لغت اور شروح احادیث میں سدل کے تین معانی مذکور ہیں جس طرح راقم الحروف کے عربی رسالہ "زیادۃ الخشوع" میں مذکور ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا حدیث میں کسی خاص چیز کا نام نہیں لیا گیا ہے، اس لیے ان تینوں (اعضاء، بالوں اور کپڑے وغیرہ) میں سے کسی بھی چیز کو نماز میں لٹکانا ممنوع اور درست کہا جائے گا۔

الحاصل یہ کہ نماز میں ہاتھ لٹکانا کسی طرح بھی مؤزوں نہیں ہے۔ نیز دنیا جانتی ہے کہ شیعہ نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد میں ہاتھ لٹکاتے ہیں اور ہم رکوع سے پہلے ان کی مخالفت کرتے ہیں اور رکوع کے بعد ان سے موافقت کرتے ہیں۔ تلك اذا قسمة ضيزى . یہ تو فیصلہ ہی الٹا ہے۔ حالانکہ رکوع کے بعد والا قیام (کھڑا ہونا) بھی ایک رکن ہے۔ اس کا مستقل حکم اور اس کی مستقل ہیئت اور حالت ہے، اسی لیے اس میں شیعوں کی مخالفت ضروری ہے۔ نیز جس کام کا قرآن وحدیث میں ثبوت نہیں اور وہ فعل کسی غیر قوم کے کسی بھی فرقہ کا شعار ہے تو اس فعل میں ان کی مخالفت ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ❷

"جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ ان میں سے ہوگا۔"

---

❶ ابوداود والترمذی، مشکاۃ : ۷۳.

❷ رواہ احمد، وابوداود، مشکوٰۃ ص ۳۷۵، الجامع الصغیر للسیوطی ۲/ ۱۵۱.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد۳ص ۵۴۷ میں فرماتے ہیں کہ:

''یہاں تشبہ اخلاق، اعمال اورلباس تمام کوشامل ہے۔''

پھراس طرح شیعوں سے مشابہت نامناسب ہے کیونکہ یہ کام (ہاتھوں کولٹکانا) قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ نماز میں قیام کی حالت (کھڑے ہونے کی حالت) کی مسنون ہیئت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر باندھ کرکھڑے ہو۔ذیل میں وہ احادیث درج کی جاتی ہیں:

دلیل اول:

((عن علقمة بن وائل عن ابيه قال رايت رسول اللهﷺ اذا كان قائما في الصلوٰة قبض بيمينه على شماله)) ❶

''علقمہ بن وائل اپنے باپ (وائل بن حجر) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب بھی نماز میں کھرے ہوتے تھے تو اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر کھڑے ہوتے تھے۔''

اس روایت سے ثابت ہوا کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت کی سنت ہاتھ باندھنا ہے کھولنا نہیں اور رکوع کے بعد بھی کھڑا ہونا ہے بیٹھنا اور سونا نہیں ہے۔اس لیے اس وقت بھی ہاتھ باندھنا سنت ہوا نہ کہ ہاتھ کھولنا۔کیونکہ راوی یہ نہیں کہتا کہ آپ ﷺ فلاں قیام میں ہاتھ باندھتے تھے اور فلاں قیام میں ہاتھ کھولتے تھے۔اس قسم کی تقسیم اور تفریق ہم اپنی طرف سے نہیں کر سکتے اور نہ ہی حدیث میں ایسے الفاظ بڑھا سکتے ہیں۔ بلکہ راوی کے الفاظ میں صاف بیان ہے کہ نماز کے اندر جب بھی آپ ﷺ کے قیام کی حالت ہوتی تھی تو آپ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے تھے، کیونکہ حدیث میں (في الصلوٰة) کا لفظ وارد ہے۔جس کا معنی ہے ''نماز میں''یعنی نماز کے اندر اور نماز الله اكبر سے شروع ہوتی ہے اور السلام عليكم ، کہنے کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ثابت ہوا کہ پوری نماز میں جتنی مرتبہ قیام ہوگا،اتنی ہی مرتبہ ہاتھ باندھے جائیں گے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے نمازی کی صفت (کیفیت) بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

((ثم يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع صلبه من الركعة ثم يقول وهو قائم ربنا لك الحمد)) ❷

''پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے اور جب قائم (کھڑے) ہوتے تو ربنا لک الحمد کہتے تھے۔''

❶ سنن نسائی: ۱/ ۹۰. ❷ مشکوٰۃ: ۷۶.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین! اس حدیث میں رکوع کے بعد سیدھے ہونے والے کو قائم کہا گیا ہے اور اوپر وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں قائم (کھڑے ہونے والے) کی سنت ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بتائی گئی ہے۔ اسی طرح اس مسئلہ کے لیے صحیح اور صریح دلیل ہے جیسا کہ ان دونوں دلائل کا نتیجہ بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ رکوع کے بعد سیدھے کھڑا ہونے والے کے لیے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا سنت ہے، نہ کہ ہاتھ چھوڑنا۔ اس کی مثال صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے کہ:

((عن ابن عمر ان رسول اللهﷺ قال کل مسکر خمر وکل خمر حرام)) ❶

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ لانے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ لانے والی شراب حرام ہے۔''

ان دونوں مقدموں کا نتیجہ ظاہر ہے کہ کل مسکر حرام یعنی ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔ امام ابن حزم ''النبذ ص ۱۰۱'' میں فرماتے ہیں کہ: ''یہ دلیل فی نفسہٖ نص ہے۔'' اس حدیث پر کچھ اعتراضات کیے جاتے ہیں، جن کو بمع جوابات ذکر کرتے ہیں۔

اعتراض اول: بعض کا خیال ہے کہ راوی علقمہ کا اپنے باپ سے سماع ثابت نہیں۔

جواب اولاً: جنہوں نے اس طرح کہا ہے، انہوں نے صرف اس بنا پر کہ ان کو اس کے سماع کا ثبوت نہیں ملا۔ البتہ جن کو اس سماع کا ثبوت ملا ہے انہوں نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ چنانچہ امام بخاری (جن کی اس مسئلہ کے بارے میں سب محدثین سے شرط سخت ہے) تاریخ کبیر جلد ۴ ص ۴۱ قسم اول میں لکھتے ہیں کہ: (سمع اباه) یعنی علقمہ نے اپنے باپ وائل سے (حدیث کو) سنا ہے۔ یعنی سماع ثابت ہے، نیز امام ترمذی اپنی سنن جلد ا ص ۱۶۵ میں لکھتے ہیں کہ:

((علقمة بن وائل بن حجر سمع عن ابيه))

''علقمہ نے اپنے باپ وائل سے احادیث سنی ہے۔''

ان ائمہ کا یہ دعویٰ اس بنا پر ہے کہ ان کو سماع کا ثبوت ملا ہے۔ اس لیے یہ شبہ باقی نہیں رہا کیونکہ من عرف الشیء حجة علی من لم یعرفه.

ثانیاً: خود علقمہ نے کئی احادیث میں حدثنی وغیرہ کے الفاظ استعمال کر کے اپنے باپ سے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ جس طرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۱، نسائی ج ا ص ۱۶۱ اور جزء رفع الیدین بخاری ص ۷ میں ایسی روایات موجود ہیں۔ پس اس قسم کے راوی کے سماع میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا جس طرح اصول حدیث کی کتب میں وضاحت سے بیان شدہ ہے۔

❶ مسلم مع النووی: ۶۷/۲.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثالثاً: صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابوعوانہ، صحیح حاکم، صحیح ضیاء المقدسی میں علقمہ کی اپنے باپ سے کئی مرویات درج ہیں۔ اس لیے ایسی روایات قابل قبول کہی جائیں گی۔ الغرض! یہ روایت بالکل صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ (پختہ اور معتبر) ہیں اور سند میں کسی ارسال یا انقطاع کا کوئی شبہ نہیں ہے۔

اعتـــــراض دوم: بعض یہ کہتے ہیں کہ وائل رضی اللہ عنہ کی مشکوۃ وغیرہ میں موجود روایت جس میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہیں، اس میں وہ صرف رکوع سے پہلے ہاتھ باندھنے کا ذکر کرتے ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد خاص وہ قیام ہے جو رکوع سے پہلے ہو۔

جواب اولاً: اس روایت میں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا انکار نہیں ہے اور نہ ہی راوی یہ کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد ہاتھ نہیں باندھتے تھے۔ اس حدیث میں عموم ہے جو ہر قیام کی حالت کو شامل ہے اور عموم میں زیادہ بیان اور سب حالات کا ذکر ہے۔ اس لیے اس حکم کو خاص نہیں کہا جائے گا۔

ثانیاً: اس روایت میں جس طرح رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کی منع نہیں ہے، اسی طرح ہاتھ کھولنے کا بھی ذکر نہیں۔ اس لیے یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ نمازی کو اس رکن میں کیا کرنا ہے؟ ہاتھ باندھنے ہیں یا کھولنے ہیں۔ اس الجھن کو اس روایت کا عموم قطعی فیصلہ کے ذریعے دور کرتا ہے۔ چونکہ یہ بھی قیام (کھڑا ہونا) ہے اور نماز میں قیام کے وقت ہاتھ باندھنا سنت ہے۔ اس لیے اس وقت بھی ہاتھ باندھے جائیں گے کھولے نہیں جائیں گے۔

ثالثاً: خود وائل رضی اللہ عنہ دوسری حدیث میں صاف طور پر رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا نقل کرتے ہیں۔ جیسا کہ دلیل ۷ میں آئے گا اس روایت میں ہاتھ کھولنے کا نہیں بلکہ باندھنے کا ذکر کرتے ہیں۔ تو کیا اس اعتراض کا سہارا لے کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہاتھ باندھنا صرف بعد کے قیام، یعنی رکوع کے بعد کھڑے ہونے کے ساتھ مخصوص ہے اور رکوع سے قبل والا قیام اس میں داخل نہیں؟ حاشا و کلا

رابعاً: وائل رضی اللہ عنہ کے ایک جگہ رکوع سے پہلے ذکر کرنے اور دوسری جگہ بعد میں ذکر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سنت رکوع سے پہلے، خواہ بعد کے قیام کے تمام حالات کے لیے ہے۔ **اعتراض سوم:** بعض کا قول ہے کہ یہ روایت شاذ ہے، کیونکہ دوسرے راویوں سے یہ الفاظ منقول نہیں ہیں۔

جواب: شاذ کے لیے شرط ہے کہ راویوں کی روایت میں اختلاف اور تعارض ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو۔ یہاں یہ بات نہیں ہے کیونکہ کسی بھی راوی نے اس طرح نہیں کہا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد والے قیام میں ہاتھ نہیں باندھے یا خود ارسال (ہاتھوں کو لٹکانا) کیا ہے اور نہ ہی کسی راوی نے یہ کہا ہے کہ آپ صرف اول قیام میں ہاتھ باندھتے تھے۔ صرف یہ کہا ہے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر آپ نے ہاتھ باندھے۔ اس روایت میں رکوع سے پہلے یا بعد میں ہاتھ باندھنے یا چھوڑنے کا کوئی ذکر نہیں ہے اور اس میں عموم ہے جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام قیام کا ذکر ہے، یعنی آپ جب بھی کھڑے ہوتے (قیام کرتے) تو ہاتھ باندھتے تھے۔ اس لیے دونوں میں کوئی اختلاف یا منافات نہیں ہے۔ پھر اس کو شاذ کہنا درست نہیں ہے جیسا کہ اصول حدیث کے علماء سے مخفی نہیں ہے۔

دلیل دوم:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اپنی کتاب الجامع الصغیر جلد۲ ص ۹۱ میں ایک حدیث اس طرح لائے ہیں کہ:

((کان اذا قام فی الصلوٰۃ قبض علی شماله بیمینه (طب) عن وائل بن حجر "ح"))

''جناب رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے بائیں ہاتھ پر دائیں ہاتھ کو رکھ کر پکڑ کر کھڑے ہوتے۔''

اس روایت کو علامہ سیوطی (ح) کا نشان دے کر حسن اور معتبر کہتے ہیں۔ اس روایت سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوا کہ نماز میں داخل ہونے کے بعد نمازی جتنی مرتبہ کھڑا ہوگا، ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگا اور جو لوگ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے خلاف ہیں وہ یا تو یہ کہیں کہ رکوع کے بعد کھڑا ہونا، نہیں ہے (قیام نہیں ہے) یا پھر یہ ثبوت پیش کریں کہ آپ ﷺ اس قیام کے وقت (یعنی رکوع کے بعد) ہاتھ کھول دیتے تھے۔ ولیس لهم الی ذلك سبیل .

بحمد للہ یقیناً وہ لوگ نہ تو یہ کہہ سکیں گے کہ یہ قیام (کھڑا ہونا) نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث دکھا سکیں گے کہ آپ ﷺ نے اس وقت ارسال کیا ہے۔ لہٰذا عام حکم اپنے عموم پر رہے گا اور یہ ہاتھ باندھنے والا حکم قیام (کھڑا ہونے) کی تمام حالات پر لاگو رہے گا۔

دلیل سوم:

((عن سهل بن سعد قال كان ناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعه الیسری فی الصلوٰۃ)) ❶

''سہل بن سعد سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں ہر آدمی اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے۔''

اس روایت میں امر کرنے والے خود رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں حکم کرنے والے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (الانعام، یوسف)

❶ موطا مالك: ٥٥۔ صحیح بخاری: ١/١٠٢.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حکم اورامر کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔''
اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں تک احکام پہنچانے والے صرف رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔
قال اللہ تعالیٰ:

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ﴾ (المائدة : ٦٧)

''اے رسول! تمہارے پاس جو بھی تمہارے رب کی طرف سے حکم آیا ہے اس کو لوگوں تک پہنچا دے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہاتھ باندھنے کا حکم اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا ہے۔ نیز اہل اصول کے نزدیک ایسی حدیث مرفوع کا حکم رکھتی ہے جس طرح اصول حدیث کی کتب۔ مثلاً: کفایۃ للخطیب، شرح النخبہ، مقدمہ ابن صلاح، تدریب الراوی اور فتح المغیث وغیرہ میں بیان شدہ ہے۔ یہ روایت اپنے مطلب میں بالکل واضح اور صاف ہے۔ اس میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ہے اور نماز کم از کم ایک رکعت کو کہا جاتا ہے، کیونکہ ایک رکعت وتر احادیث میں بیان شدہ ہے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، احمد، دارقطنی، بیہقی اور مروزی) اور صلاۃ الخوف بھی ایک رکعت ثابت ہے۔ (ابوداؤد، جزء رفع الیدین بخاری) اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ کھڑے ہو کر پھر رکوع کیا جاتا ہے۔ پھر نمازی کھڑا ہوتا ہے، پھر سجدہ کر کے بیٹھتا ہے، پھر دوسرا سجدہ کرتا ہے گویا کہ ہر رکعت سات ارکان کا مجموعہ ہے۔ یعنی دو قیام، دو سجدے، دو جلسے اور ایک رکوع اور مذکورہ بالا حدیث میں کسی کو خاص کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ مطلق نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ہے۔ جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم تمام حالات کیلئے ہے، یعنی ہر رکن میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا ہوا ہو، مگر جیسا کہ رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کیلئے جدا حکم وارد ہے۔ (ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ ص۷۲) اور جلسہ میں گھٹنوں اور رانوں پر ہاتھ رکھنے کے لیے بھی الگ حکم وارد ہے۔ (ابوداؤد ج۱ ص۱۰۵ مشکوٰۃ ۵۵) اور سجدے میں زمین پر ہاتھ رکھنے کے متعلق بھی الگ حکم وارد ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص۷۶) اس لیے رکوع، سجدہ اور قعدہ کی تمام حالات اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ باقی قیام (کھڑے ہونے) کے حالات رہتے ہیں، اس لیے یہ حکم ان سے لاگو کہا جائے گا اور رکوع کے بعد ہاتھوں کے لیے کسی اور قسم کا کوئی حکم وارد نہیں ہے۔ اس لیے یہ قیام بھی اسی حکم میں داخل ہوگا اور جو شخص اس کو اس حکم میں داخل نہیں سمجھتا اس پر لازم ہے کہ وہ کوئی بھی ایسی روایت پیش کرے جس میں رکوع یا سجدہ یا جلسہ کی طرح اس قیام کے بعد رکوع کے لیے ہاتھ باندھنے کے علاوہ کوئی اور حکم وارد ہو۔ ورنہ بصورت دیگر اس کو اس حکم سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ الحاصل یہ حدیث بھی یہی تقاضا کرتی ہے کہ نماز کے اندر جب بھی کھڑے ہونے کی حالت ہوگی تو اس میں ہاتھ باندھنے ہوں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل چہارم:

((عن هلب رضی اللہ عنہ قال كان رسول الله ﷺ يؤمنا فياخذ شماله بيمينه)) ❶

''سیدنا هلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری امامت کرتے تھے سو پکڑتے تھے اپنا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ سے۔''

اوپر بیان ہوا کہ رکوع، سجدہ اور جلسہ میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر باندھنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ ان حالات کے لیے ہاتھوں کے متعلق علیحدہ علیحدہ احکام بیان شدہ ہیں۔ اس لیے اس روایت میں صرف کھڑے ہونے کی تمام حالتوں میں ہاتھ باندھنا مراد ہے۔ تو کھڑا ہونا خواہ پہلی رکعت میں ہو یا دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں ہو۔ قبل از رکوع ہو یا بعد از رکوع۔ کیونکہ رکوع کے بعد بھی قیام (کھڑا ہونا) ہے۔ اس لیے کوئی اور حکم مذکور نہیں ہے۔

دلیل پنجم:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال سمعت نبی ﷺ يقول انا معشر الانبياء امرنا بتعجيل فطرنا وتاخير سحورنا وان نضع ايماننا على شمائلنا فى الصلوٰة)) ❷

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم انبیاء کی جماعت کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین کاموں کا) حکم ہوا ہے کہ (۱) افطاری میں جلدی کریں۔ (۲) سحری میں دیر کریں۔ (۳) نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں۔''

یہ حکم بھی ہر قیام کی ہر حالت کے لیے ہے۔ کیونکہ یہ بات بالکل محال اور ناممکن ہے کہ ہاتھ باندھنے کا یہ حکم صرف رکوع سے پہلی کی حالت کے لیے خاص ہو اور حکم کرنے والے (یعنی اللہ تعالیٰ) نے اس طرح واضح طور پر نہیں بتایا بلکہ مطلق قیام کے وقت ہاتھ باندھنے کا حکم دیا۔ حاشا و کلا

اس لیے اللہ تعالیٰ یا اللہ کے رسول ﷺ کا مطلق حکم قیام کی تمام حالات کو شامل ہوگا۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم آپ کے مشترکہ حکم میں تفریق کریں یا اس کو حصوں میں تقسیم کریں۔

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ (الشوریٰ: ۲۱)

''یا ان کے شریک اور معبود ہیں، جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین بنا رکھا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔''

---

❶ ترمذی: ۱/ ۵۵۔ بیهقی: ۲/ ۲۲۹۔

❷ رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح، مجمع الزوائد: ۲/ ۱۰۵۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر جو حکم اللہ تعالیٰ نے مشترکہ بنا کر بھیجا ہے، اس کو قرآن وحدیث کی حجت کے سوا، حصوں میں تقسیم کرنا کہ یہ حکم رکوع سے پہلے کے لیے ہے، بعد کے لیے نہیں ہے۔ یہ تو بعینہ اللہ تعالیٰ کی اذن کے بغیر شریعت میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالك

دلیل ششم:

((عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ قال رایت النبی ﷺ حین کبر رفع یدیه حذاء اذنیه ثم حین رکع ثم حین قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیه ورایته ممسکا یمینه علی شماله فی الصلواة)) [1]

''سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں، میں نے نبی کریم ﷺ کو تکبیر تحریمہ اور رکوع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے دیکھا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھتے تھے۔''

یہ روایت اس مسئلے کو صاف طور پر واضح کرتی ہے کیونکہ یہاں صحابی رسول ﷺ سے رکوع سے پہلے کی حالت میں ہاتھ باندھنا نقل نہیں کرتا، بلکہ رکوع سے پہلے خواہ بعد کی حالت میں رفع الیدین نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: ''میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھنے والے تھے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ رکوع سے پہلے، خواہ بعد کی دونوں حالتوں میں ہاتھ باندھتے تھے، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ حکم پہلے قیام کے لیے خاص نہیں ہے۔

دلیل ہفتم:

((عن وائل الحضرمی رضی اللہ عنہ قال صلیت خلف رسول اللہ ﷺ فکبر حین دخل ورفع یدیه وحین اراد ان یرکع رفع یدیه وحین رفع راسه من الرکوع رفع یدیه ووضع کفیه)) [1]

''سیدنا وائل حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو آپ ﷺ اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھایا (رفع الیدین کی) اور اسی طرح جب رکوع کا ارادہ کیا تو بھی دونوں ہاتھ اٹھائے اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھایا تب بھی اپنے ہاتھ اٹھائے اور دونوں ہاتھ رکھے (یعنی باندھے)۔''

اس حدیث میں رکوع کے بعد سیدھے ہو کر رفع الیدین کرنے کے بعد ہاتھوں کو رکھنے (یعنی باندھنے) کا بالکل وضاحت سے بیان ہے۔ اس کے بعد ائمہ دین، محدثین اور فقہائے دین سے اس کا ثبوت ذکر کیا جاتا ہے۔

---

[1] مسند احمد: ٤/٣١٦.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ائمہ دین سے ثبوت:

یہ کہا جاتا ہے کہ چاروں ائمہ میں سے کوئی بھی رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا قائل وعامل نہیں ہے۔ یہ بات بالکل غلط اور کم کتب بینی وعدم مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ بلکہ حقیقتاً ائمہ دین سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ چاروں ائمہ میں سے آخری امام جو باقی تین ائمہ کے بعد آئے اور ان کے اقوال ودلائل کی تحقیقات کو دیکھا ان میں تدبر وغور کیا اور جو بات برحق وصواب اور دلیل کے قریب نظر آئی، اس کو اختیار کیا اور دنیا کے سامنے اس کو ظاہر (پیش کیا) اور اسلام کی خاطر قربانیاں دیں اور ہر آنے والے فتنہ کا سینہ سپر ہو کر مردانہ وار مقابلہ کیا، یعنی محدثین فقہاء کے مقبول ومسلم بزرگ جناب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے قائل تھے۔ ❶ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ان کے فرزند صالح سوال کرتے ہیں:

((قلت كيف يضع الرجل يده بعد ما يرفع راسه من الركوع يضع اليمنى على الشمال ام يسدلهما؟ قال ارجو ان لا يضيق ذلك ان شاء الله)) ❷

''میں نے (اپنے والد امام احمد بن حنبل سے) پوچھا کہ جب نمازی رکوع سے سر اٹھائے تو کیا کرے؟ دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر باندھ کر کھڑا ہو یا دونوں ہاتھوں کو لٹکا دے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ ان میں کوئی تنگی نہیں ہے۔''

فقہ حنبلی سے ثبوت:

فقہ حنبلی کی مشہور کتب ''شرح الزاد المستقنع، منتهى الارادات اور كشاف القناع'' میں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا ذکر موجود ہے اور آج تک بہت سے حنبلی مذہب کے علماء اس پر عامل ہیں اور رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے تھے۔

دیگر ائمہ سے ثبوت:

اسی طرح امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف القاضی، امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہم اللہ سے ثابت ہے جیسا کہ فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب ''کبری شرح منیۃ المصلی ص ۳۱۲'' میں ہے:

((وذكر السيد الامام ابو الشجاع صاحب الملتقط انه ياخذ اليسرىٰ باليمنى فى تلك القومة على قولهما))

''کتاب ملتقط کے مصنف سید ابوشجاع ذکر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور ابویوسف کے قول کے مطابق اس قیام یعنی رکوع کے بعد بھی دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے۔''

---

❶ كشاف القناع فى متن الاقناع. ❷ مسائل الامام احمد برواية ابنه ابى الفضل صالح: ٢/٢٠٥.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح حنفی مذہب کے سرخیل عالم علامہ کاسانی جو ملک العلماء کے لقب سے مشہور ہیں، اپنی مشہور اور معتبر کتاب ''بدائع الصنائع ص۵۳۳ ج۲'' میں رقمطراز ہیں کہ:

((وکذلك روی عن ابی حنیفة ومحمد انه یضعهما کما یضع یمینه علی یساره فی الصلوٰة)) اھـ

''امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رکوع کے بعد بھی نمازی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو۔''

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین (ابو یوسف اور محمد) رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے قائل تھے۔

فقہ حنفی سے ثبوت:

بہت سے علماء حنفیہ بھی اس کے قائل وعامل تھے:

۱۔ ((وبه قال ابو علی النسفی والحاکم عبدالرحمٰن الکاتب واسماعیل الزاهد)) ❶

''علماء حنفیہ (۱) ابوعلی نسفی (۲) حاکم عبدالرحمٰن (۳) اسماعیل زاہد۔ تینوں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔''

۲۔ ((وفی الجامع الاصغر عن ابی سلیمة اذا رفع راسه من الرکوع یطمئن قائما ویضع یده الیمنی علی الیسری حتی ینحط للسجود)) ❷

''(فقہ کی کتاب) جامع اصغر میں ہے کہ نمازی جس وقت رکوع سے سیدھا کھڑا ہو تو سکون لے اور سجدہ کی طرف متوجہ ہونے تک دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر باندھ کر کھڑے ہو۔''

۳۔ ((والصحیح جواب ظاهر الروایة لقوله ﷺ انا معشر الانبیاء امرنا ان نضع ایماننا علی شمائلنا فی الصلوٰة من غیر فصل بین حال وحال فهو علی العموم الا ما خص بدلیل ولان القیام من ارکان الصلوٰة والصلوٰة خدمة الرب تعالی وتعظیم له والوضع فی التعظیم ابلغ من الارسال)) ❸

''اگرچہ ظاہر روایت میں ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں مگر اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کو نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ہے (جس طرح دلیل پنجم میں گزرا) یہ حکم بالکل عام ہے، جس میں کسی خاص حالت (رکوع سے پہلے یا بعد) کی کوئی تفصیل

❶ بنایہ شرح ھدایہ للعینی: ۱/ ۶۱۱۔ ❷ بنایہ للعینی ۱/ ۶۱۱۔ سعایہ شرح وقایہ: ۲/ ۱۵۷۔

❸ بدائع الصنائع: ۲/ ۵۳۳۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، اس لیے حکم عام رہے گا۔ (یعنی قیام کی تمام حالات کو شامل رہے گا) اور دلیل کے سوا کوئی بھی حالت اس میں سے خاص نہیں کی جا سکتی۔ نیز قیام نماز کا رکن ہے اور نماز اللہ تعالیٰ کی خدمت اور تعظیم کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ ہاتھوں کا باندھنا کھولنے کے مقابلے میں تعظیم وادب میں بڑھ کر ہے۔''

٤۔ ((وهو مختار السيد ابو الشجاع صاحب الملتقط)) ❶

''کتاب ملتقط کے مصنف سید ابو الشجاع حنفی نے بھی رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کو اختیار کیا ہے۔''

٥۔ ((وقال الطحاوی فی حواشی الدر المختار ظاهره يعم كل قيام)) ❷

''علامہ طحطاوی حنفی درمختار کے حاشیہ پر رقمطراز ہیں کہ ہاتھ باندھنے کا حکم قیام کی تمام حالات کو شامل ہے۔''

ہندوستانی علمائے احناف کے مایہ ناز عالم علامہ عبدالحئی لکھنوی اپنی کتاب ''السعایہ شرح الوقایہ ۱/۱۵۹'' میں طویل بحث کے بعد فیصلہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

((لا مضايقة فی اختياره بعد ظهور موافقة للاصول))

''رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے والے مذہب کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے کیونکہ یہ ہمارے اصول کے موافق ہے۔''

جب ائمہ وفقہاء سے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا ثابت ہے تو پھر یہ اعتراض کرنا کہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں، یہ بالکل غلط اور غیر صحیح ہے۔

محدثین سے ثبوت:

متقدمین میں سے کسی بھی محدث سے قولاً خواہ فعلاً رکوع کے بعد ارسال (ہاتھوں کا کھولنا یا لٹکانا) ثابت نہیں ہے۔ مثلاً امام شافعی، امام مالک، اوزاعی، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، لیث بن سعد، ابوثور، ابراہیم نخعی، اسحاق بن راہویہ مغیرہ، عطاء، حمیدی، ابن المدینی، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ، دارمی، محمد بن نصر مروزی، ابن خزیمہ، ابن تیمیہ، نووی، ابن حجر اور شوکانی رحمہم اللہ وغیرہم میں سے کسی نے بھی اس طرح نہیں لکھا کہ رکوع کے بعد ہاتھ نہیں باندھنے چاہئیں یا ہاتھ کھول دینے چاہئیں، بلکہ جس نے بھی لکھا ہے اس نے مطلقاً کھڑے ہونے کی حالت میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ہی لکھا ہے۔ بلکہ امام احمد بن حنبل جو کبار محدثین اور ائمہ اہل حدیث میں سے تھے۔ ❸ ان سے تو ثبوت ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اور امام ابن حزم اندلسی کتاب ''المحلی ۲/۱۱۲'' میں رقمطراز ہیں کہ:

---

❶ كبيری منية المصلی: ۱/ ۵۹.   ❷ سعاية: ۲/ ۱۵۹.

❸ منهاج السنه لابن تيميه: ۴/ ۱۴۳۔ مختصر طبقات الحنابله ص: ۸.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ونستحب ان یضع المصلی یده الیمنی علی رکوع یده الیسری فی الصلوٰة فی وقوفه کله))

''نمازی اپنے نماز کے قیام کے تمام حالات میں اس طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو کہ اس کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا ہوا ہونا چاہیے۔''

رکوع کے بعد ارسال کرنے والوں کے عذر:

عذر اول: بعض کہتے ہیں کہ اگر رکوع کے بعد ہاتھ باندھے ہوئے ہوں گے تو کوئی مسبوق نماز کے درمیان آ کر ملے اور اس کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ رکوع سے پہلے والا قیام ہے تو اس لیے وہ سورۃ الحمد پڑھے یا بعد والا ہے تو وہ دعا پڑھے۔

جواب: یہ عذر غلط ہے۔

اولاً: یہ عذر اس وقت مانا جائے گا جب مسبوق ہمیشہ اسی حالت میں رہے اور قراءت تمام نمازوں میں آہستہ پڑھی جائے اور ظاہر ہے کہ جہری نماز میں اس قسم کا شبہ آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ثانیاً: اس قسم کے شبہ آنے کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے، کیونکہ اگر امام اور جماعتی رکوع سے کھڑے ہوں گے تو جو شخص مسجد کی طرف نماز کے لیے جا رہا ہوگا، وہ یا تو نمازیوں کو رکوع سے اٹھتے ہوئے دیکھے گا یا اگر وہ پہلے سے رکوع سے اٹھے ہوئے ہوں گے تو جب تک مسجد کے دروازے تک پہنچے اور چند قدم آگے بڑھ کر صف سے جا کر ملے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہو، اس وقت تک امام اور جماعتی سجدے میں جا چکے ہوں گے، اس لیے یہ عذر درست نہیں ہے۔

ثالثاً: اگر فرضاً وتقدیراً مسبوق کو ایسا شبہ ہو بھی جائے تو بھی اس کے لیے شبہ سے نکلنے کا آسان راستہ یہ ہے کہ وہ سورۃ الحمد پڑھے۔ کیونکہ اگر رکوع سے پہلے ہوگا تو اس کا پڑھنا باموقعہ ومحل ہوگا، اور اس کی یہ رکعت ضائع ہونے سے بچ جائے گی اور اگر رکوع کے بعد ہوگا تو سورۃ الحمد اس کی اس دعا (جو رکوع کے بعد پڑھی جاتی ہے) کے عوض کافی ہو سکتی ہے۔ جس طرح حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ:

((ام القرآن عوض عن غیرها ولیس غیرها منها عوض)) [1]

''سورۃ الحمد شریف دوسری ہر چیز کی بدل ہو سکتی اور دوسری کوئی چیز (قراءت یا دعا) اس کا عوض یا بدل نہیں ہو سکتی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اس وقت اس نے دعا کے عوض سورۃ الحمد پڑھی تو بھی کافی ہوگا اور رکوع کے بعد قرآن پڑھنے کی کوئی ممانعت نہیں آئی ہے۔

[1] مستدرك حاكم: ١/ ٢٣٨.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض! اس طرح کی بہانہ بازی سے رسول اللہ ﷺ کے عام حکم کو جو قیام کے تمام حالات کو شامل ہے، ایک حالت سے خاص کرنا تحقیق والنصاف کے خلاف ہے۔

رابعاً: دلیل ۶ اور ۷ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ رکوع کے بعد بھی ہاتھ باندھتے تھے۔ جس سے ثابت ہوا کہ مسبوق کو ہرگز ایسا شبہ نہیں پڑ سکتا، ورنہ احادیث میں ضرور ایسا بیان آتا کہ فلاں فلاں صحابی کو شبہ پڑا۔ جب اس قسم کا کوئی ذکر ہی نہیں تو خواہ مخواہ اس طرح کے شبہ کا گمان کرنا صحیح نہیں ہے۔ ہم نے تو نہیں سنا کہ کبھی کسی کو اس طرح کا شبہ پیدا ہوا ہو۔

خامساً: صرف شبہ یا اس طرح کے شک کے امکان کی بنا پر اصل مسئلہ کو رد نہیں کیا جا سکتا، بلکہ شبہ کے امکان کی صورت میں اس کا حل تلاش کیا جاتا ہے اور بالفرض اگر اس قسم کا شبہ پیش آئے بھی تو اس کا حل موجود ہے جو جواب نمبر ۳ میں گزرا۔

الغرض! اس قسم کے عذروں سے مطلق حکم میں ترمیم یا تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

عذر دوم: بعض کہتے ہیں کہ نبوی نماز کی ترتیب میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ رکوع سے سیدھے ہوتے تھے تو ہر ایک ہڈی اپنے جوڑ کی طرف لوٹ آتی تھی۔ اس لیے ہاتھ کھولنے چاہئیں تاکہ کہنیاں اپنی اصل حالت میں واپس آ جائیں۔

جواب اولاً: یہاں یہ مراد نہیں ہے کیونکہ نماز میں ہر ایک عضو اور ہڈی کی جگہ متعین ہے۔ اس لیے رکوع کے بعد بھی کھڑا ہونا ہے۔ اس کے لیے اس وقت بھی جو کھڑے ہونے کی حالت میں ہاتھوں کی جگہ ہوگی، اسی جگہ لوٹ کر آئیں گے۔

ثانیاً: یہ ذکر ابو حمید ساعدی کی روایت میں ہے۔ اس روایت میں یہی الفاظ رکوع سے پہلے والی حالت کے لیے بھی آئے ہیں، جیسا کہ ابو حمید کی روایت میں ہے کہ:

((كان رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلوٰة يرفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه ثم كبر حتى يقر كل عظم فى موضعه معتدلا)) [1]

"رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ کاندھوں تک اٹھاتے تھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سیدھے ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ ہر ایک ہڈی اپنی جگہ پر قرار پکڑتی تھی۔"

پھر اگر ہڈیوں کا اپنے جوڑوں پر آنے سے مراد ہاتھوں کا چھوڑنا یعنی ارسال کرنا ہے تو پھر یہاں بھی یہی مطلب ہوگا کہ نماز شروع کرنے کے بعد رکوع سے پہلے بھی ہاتھ لٹکائے جائیں۔ حالانکہ اس کے تو وہ لوگ بھی قائل نہیں ہیں۔ وہ اس روایت سے رکوع کے بعد ہاتھ کھولنے کی دلیل لیتے ہیں۔ تو آدھی روایت پر عمل

---

[1] ابو داؤد: ۱/ ۱۰۶۔ بیہقی: ۲/ ۷۲.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آدھی روایت کا انکار، کیسے درست ہوگا۔

ثانیاً: اسی روایت میں پہلے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھنے کے وقت بھی یہی الفاظ مذکور ہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا کتب میں اس روایت میں بیان شدہ ہے کہ:

((ویفتح اصابع رجلیه اذا سجد ثم یسجد ثم یقول الله اکبر ویرفع ویثنی رجله الیسری فیقعد علیها حتی یرجع کل عظم الی موضعه))

"آپ ﷺ جب سجدہ کرتے تھے تو پاؤں کی انگلیوں کو کھلا رکھتے تھے، پھر اللہ اکبر کہتے اور سر اٹھاتے اور بائیں پاؤں کو ٹیڑھا کر کے اس پر بیٹھتے یہاں تک کہ ہر ہڈی حالت اعتدال میں اپنی جگہ آجاتی۔"

اب اگر ہڈیوں کا اپنے جوڑوں پر قرار پکڑنے سے مراد ہاتھوں کا لٹکانا ہے تو پھر کہا جائے گا دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت بھی ہاتھوں کو لٹکایا جائے۔ حالانکہ اس وقت ہاتھوں کو گھٹنوں اور رانوں پر رکھا جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس کا یہ مطلب ہی نہیں۔

رابعاً: بلکہ اس کے برعکس اس روایت سے ہاتھ باندھنا ہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ رکوع سے پہلے کھڑے ہونے کے وقت ہاتھ بندھے ہوئے سینے پر رکھے ہوئے تھے اور رکوع کی وجہ سے وہاں سے گھٹنوں پر آتے ہیں، جیسا کہ رکوع سے سیدھا ہونے کے بعد پھر قیام کی حالت ہوتی ہے۔ اس لیے ہاتھ اپنی پہلی حالت (رکوع سے پہلے والی) پر لوٹ کر آئیں گے۔ یعنی اس طرح رکھے اور باندھے جائیں گے۔

نیز ہاتھوں کے لوٹانے سے ہی ظاہر ہے کہ رکوع سے پہلے قیام میں ہاتھ کس جگہ پر تھے اور رکوع کی وجہ سے وہاں سے ہٹ کر گھٹنوں پر پہنچے۔ پھر جب قیام ہوا تو اپنی جگہ پر لوٹ کر آئیں گے۔

عذر سوم: بعض کہتے ہیں کہ رکوع کے بعد والے قیام میں قراءت نہیں ہے، اس لیے ہاتھ باندھے نہیں جائیں۔

جواب: ہاتھ باندھنا قیام کی حالت میں سنت ہے اور قراءت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، کیونکہ دلیل اول میں "کان قائما" کے لفظ ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کھڑے ہوتے وقت ہاتھ باندھتے تھے۔

ثانیاً: اگر اس طرح ہوتا تو حدیث کے الفاظ اس طرح ہوتے کہ:

((اذا کان قارئا فی الصلوٰۃ، الخ))

"یعنی آپ ﷺ نماز میں قراءت کرتے تھے تو ہاتھ باندھتے تھے۔"

مگر جب کہ اس طرح کے الفاظ نہیں ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی غلط نسبت کرنا کس قدر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست ہوگی؟ بلکہ اس طرح شریعت میں اپنی طرف سے الفاظ گھڑنا اور بڑھانا ہے۔ جس کی کسی کو ہرگز اجازت نہیں ہے۔

ثانیاً: اگر ہاتھوں کا باندھنا قراءت کے ساتھ مخصوص ہوتا تو نماز شروع ہوتے وقت ہاتھ نہیں باندھے جاتے بلکہ ثناء پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ شروع کرتے وقت ہاتھ باندھے جاتے۔ اسی طرح مقتدیوں کو بھی الحمد شریف پڑھنے کے فوراً بعد ہاتھ چھوڑ دینے چاہیے تھے، بلکہ حنفی مذہب کے مقتدیوں کو تو سرے سے ہاتھ باندھنے ہی نہیں چاہئیں کیونکہ وہ نہ تو امام کے پیچھے الحمد پڑھتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور سورت، حالانکہ وہ بالکل قراءت نہ کرنے کے باوجود بھی ہاتھ باندھے رہتے ہیں۔ نیز نماز جنازہ میں بھی دوسری تکبیر کے بعد ہاتھ کھول دینے چاہئیں، کیونکہ اس میں قراءت فقط پہلی تکبیر کے بعد ہے اور دوسری تکبیر کے بعد قرأت نہیں ہے، حالانکہ نماز جنازہ میں سلام پھیرنے تک ہاتھ باندھے جاتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ ہاتھوں کا باندھنا قیام کی حالت کی سنت اور ہیئت ہے نہ کہ قرأت کرنے سے۔ فافھم

عذر چھارم: بعض کہتے ہیں کہ ہاتھ ''قیام'' میں باندھے جاتے ہیں اور رکوع کے بعد ''قومہ'' ہے۔

جواب اولاً: رکوع کے بعد کھڑے ہونے کو ''قومہ'' کہنا متاخرین کی اصطلاح ہے اور حدیث شریف میں اس کا یہ نام نہیں ہے، بلکہ حدیث میں تو اس کو بھی ''قیام'' ہی کہا گیا ہے۔ ❶ نیز سلف صالحین میں بھی اس کا نام قیام ہی مشہور تھا، جیسا کہ امام ابن حزم کی کتاب المحلیٰ ص ۹۲ ج ۴ میں ہے:

((عن ابراهيم قال كان ابو عبيدة بن عبدالله بن مسعود يطيل القيام بعد الركوع)) الخ

''ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابوعبیدہ رکوع کے بعد کا قیام طویل کرتے تھے۔''

ثابت ہوا کہ رکوع کے بعد کھڑے ہونے کو حدیث یا سلف صالحین کے ہاں قیام ہی کہا گیا ہے نہ کہ قومہ، اور قیام کی سنت ہاتھ باندھنا ہے نہ کہ ہاتھ چھوڑنا۔ کما مضی

ثانیاً: دلیل نمبر اول میں بیان کیا گیا ہے کہ نماز جس وقت اپنی نماز میں قائم، یعنی کھڑا ہوتا ہے تو اسے ہاتھ باندھنے ہیں، حالانکہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونے والے کو بھی حدیث میں ''قائم'' کہا گیا ہے۔ ❷ ثابت ہوا کہ چونکہ وہ بھی قیام ہی ہے، اس لیے اس میں بھی ہاتھ باندھنا لازمی ہے۔

---

❶ بخاری: ۱/ ۱۰۳۔ مسلم: ۱/ ۱۸۹۔ نسائی۔

❷ بخاری: ۱/ ۱۰۵۔ مسلم: ۱/ ۱۶۹۔ نسائی: ۱/ ۱۶۵۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثالثاً: اگر اس کا نام ''قومہ'' تسلیم کیا جائے تو بھی ہاتھ باندھنے کے منافی نہیں ہے، حدیث شریف سے ظاہر ہوا کہ کھڑے ہونے کی حالت میں ہاتھ باندھنے چاہئیں اور قیام یا قومہ کا نام نہیں ہے۔ اس لیے نمازی جب بھی نماز میں کھڑا ہوگا، خواہ قیام کی حالت ہو یا قومہ کی، ہر حالت میں اس کو ہاتھ باندھنے ہیں، چھوڑنے نہیں۔

رابعاً: قیام اور قومہ دونوں ایک ہی باب کے مصدر ہیں، جیسا کہ کتاب المنجد ص ۷۰۴ طبع جدید میں ہے، کہ قام یقوم (۱) قوما (۲) وقومة (۳) وقیامة (٤) وقامة ، انتصب وقف. اسی طرح القاموس میں ج ۴، ص ۱۶۸۔ اور لغت کی دیگر کتب میں بھی ہے اب قیام کہیے یا قومہ، دونوں کے معنی کھڑے ہونا ہے اور کھڑے ہونے کی سنت ہاتھ باندھنا ہے نہ کہ چھوڑنا۔ فتدبر

عذر پنجم: بعض لوگ کہتے ہیں کہ رکوع کرنے کے بعد ہاتھ کھل جاتے ہیں۔ اب پھر رکوع کے بعد دوبارہ اسی جگہ پر کیسے آئیں گے؟

جواب اولاً: ہاتھ کا باندھنا کھڑے ہونے کی حالت سے خاص ہے، پھر جبکہ رکوع کے بعد پھر بھی کھڑے ہونے کی حالت دوبارہ آتی ہے، اس لیے دوبارہ بھی وہی حکم لوٹ کر آئے گا اور ہاتھ باندھے جائیں گے۔

ثانیاً: دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی ہاتھ باندھے جاتے ہیں، حالانکہ اس کے لیے کوئی جداگانہ ہیئت وارد نہیں، مگر صرف اس وجہ سے کہ قیام (کھڑے ہونے) کی حالت لوٹ کر آتی ہے۔

ثالثاً: تلاوت کرتے وقت سجدہ تلاوت آتا ہے تو سجدہ کیا جاتا ہے، جس میں ہاتھ کھل جاتے ہیں لیکن پھر بھی کھڑے ہونے کے بعد ہاتھ باندھے جاتے ہیں، جس سے ظاہر ہے کہ نماز میں جتنی مرتبہ بار بار کھڑے ہونے کی حالت لوٹ آئے گی، ہاتھ باندھنے ہوں گے۔

رابعاً: دلیل ہفتم میں صاف بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع سے سیدھے کھڑے ہونے کے بعد دوبارہ ہاتھ باندھے ہیں۔

خامساً: احناف، خواہ اہل حدیث حضرات ایک ہی رکعت میں کئی بار ہاتھ کھولنے کے بعد دوبارہ ہاتھ باندھتے ہیں، چنانچہ حنفی مذہب والے وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کے وقت رفع الیدین کرتے ہیں اور ہاتھ کھول کر اوپر اٹھاتے اور پھر باندھتے ہیں اور دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ اسی طرح اہل حدیث سورج، چاند گرہن کی نماز میں ہر ایک رکعت میں دو رکوع کرتے ہیں اور پہلے رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہو کر دوبارہ ہاتھ باندھتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ ہاتھ کھول کر دوبارہ باندھنے کا سوال ہی غلط ہے، بلکہ جب بھی کھڑے ہونے کی حالت آئے گی تو ہاتھ باندھنے چاہئیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سادساً: جو حدیث ان الفاظ کے ساتھ پیش کی جاتی ہے ((حتی یرجع کل عظم فی موضعه)) یعنی ہر ہڈی اپنی اپنی جگہ پر لوٹ کر آ جائے۔ یہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ہاتھوں کی ہڈیاں رکوع سے پہلے سینے پر رکھی ہوئی تھیں۔ رکوع کرنے سے وہاں سے ہٹ گئیں اور از سر نو سیدھے ہونے کے بعد اسی جگہ پر لوٹ آتے ہیں۔

الغرض! رکوع کے بعد ہاتھ کھولنے اور نہ باندھنے کے بارے میں کوئی عذر اور حیلہ بہانہ کارگر نہیں ہے بلکہ اس وقت ہاتھ باندھنے ہیں۔ یہی مسنون طریقہ اور حدیث شریف میں مذکور ہے، آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو صحیح راستہ دکھائے اور حق کی تحقیق نصیب فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله على خير خلقه محمد خاتم النبيين وعلى آله اجمعين ومن تبعهم بالاحسان الى يوم الدين.

وانا العبد المفتقر الى الله ابو محمد بديع الدين شاه الراشدى (رحمه الله)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری کی ایک حدیث اور مسئلہ

"وضع الیدین فی القیام بعد الرکوع"

رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا یہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا موقف تھا اس موقف کی تائید میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کافی کتب تحریر فرمائی اور جس نے بھی اعتراض کیا اس کا تشفی بخش جواب دیا۔ اس مقالہ میں شاہ صاحب نے بخاری شریف کی ایک حدیث سے ثابت کیا ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا ہی بہتر اور افضل عمل ہے اور تمام عقلی نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمد لله نحمده ونستعينه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسولله اللهم صل وسلم على نبيك واله وصحبه وجميع اهل طاعته . امابعد!

صحيح بخاری: ۱/ ۱۰۲ باب وضع اليمنى على اليسرى فى الصلوٰة میں یہ حدیث مذکور ہے۔

((عن سهل بن سعد الساعدى قال كان ناس يومرون ان يضع الرجل اليد اليمنى على ذراعه اليسرى فى الصلوة))

یعنی ''سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (زمانہ نبوی میں) لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں ہر ایک مرد اپنا دائیاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھے۔''

اس حدیث میں لفظ "فى الصلوٰة" ہے یعنی نماز میں اور نماز کی چار حالتیں ہیں (قیام کھڑا ہونا) رکوع، سجدہ اور جلدہ (بیٹھنا) بظاہر اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی سب حالتوں میں اسی طرح یعنی دائیاں ہاتھ بائیاں ہاتھ پر رکھنے اور باندھنے چاہئیں لیکن چونکہ تین حالتوں کے لیے الگ حکم وارد ہے چنانچہ رکوع کے لیے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے مروی ہیں۔ (ابوداؤد، دارمی بحوالہ مشکوٰۃ:۷۳) اور سجدہ کے لیے زمین پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے۔ (بخاری، مسلم کما فی المشکوٰۃ: ۷۶)

اور جلسہ میں گھٹنوں اور رانوں پر رکھے جائیں گے۔ (ابوداؤد: ۵۵، مشکوٰۃ: ۵۵) پس یہ تینوں حالتیں اس حکم داخل نہیں۔ صرف کھڑے ہونے کی حالتیں ہیں جن کے لیے یہ حکم ہے اور حافظ ابن حجر فتح الباری: ۲/۲۲۴ میں ''فی الصلوٰۃ'' کی شرح میں فرماتے ہیں ای فی مال القيام، یعنی یہ حکم کھڑے ہونے کی حالت کے لیے ہے۔ اور قیام (کھڑا ہونا) پہلی دوسری، تیسری یا چوتھی سب رکعتوں میں یہی حکم ہے اور رکوع سے قبل قیام ہو یا بعد سب کے لیے یہی حکم ہے کیونکہ لفظ عام وارد ہے۔ لہٰذا نماز میں کھڑے ہونے والے قبل الرکوع ہوں یا بعد ان کے لیے مسنون یہی ہے کہ ہاتھ باندھ لیں اور جو لوگ بعد الرکوع کے قیام میں ہاتھ کھولنے یا نہ باندھنے کے مدعی ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ ان تین حالتوں (رکوع، سجدہ اور جلسہ) کی طرح اس کھڑے ہونے کی حالت کے لیے کوئی جدا اور خاص حکم حدیث سے ثابت کریں اور ایسا جدا کوئی حکم وارد نہیں ہے لہٰذا کھڑے ہونے کی سب حالتوں کا ایک ہی حکم ہے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کے مجموعی اور ملائے ہوئے حکم کو تقسیم یا اس میں تفریق کرنا کہ یہ حکم فلاں قیام کے لیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے فلاں قیام کے لیے نہیں۔ یہ جائز نہیں ہے اور بعض کا خیال ہے کہ ہاتھ کھولنے پر اجماع ہے حالانکہ یہ غلط ہے یہ مسئلہ فقہ حنبلی کی مشہور کتاب کشاف القناع: ۱/ ۳۰۶ میں مذکور ہے اور "النکت والفوائد السنة علی مشکل المحرر لمجد الدین ابن تیمیه: ۱/ ٦٢ (فی ذیل المحرر) اور شرح الزاد المستقنع اور کتاب الفستمی الارادات وغیرھا کا مطالعہ کرنا چاہیے اسی طرح فقہ حنفی کی مشہور کتاب بدائع الصنائع: ۱/ ۳۵۱ اور عینی شرح ہدایہ: ۱/ ٦١١ اور کبیری شرح منیۃ المصلی: ۳۹۳ وغیرہ کتب دیکھنی چاہیے۔ بلکہ ان کتابوں میں امام ابوحنیفہ، امام محمد ابو یوسف تینوں سے ایک روایت میں رکوع کے بعد کھڑے ہونے کی حالت میں ہاتھ باندھنے کا حکم ایا ہے اور علامہ عبدالحئی لکھنوی سعایہ شرح وقایہ: ۲/ ۱۵۹ میں فرماتے ہیں کہ لا مضائقة فی اختیاره بعد ظهور موافقة للاصول یعنی ہمارے اماموں سے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے بارے میں جو قول منقول ہے اس کے اختیار کرنے میں کوئی حرج یا مضائقہ نہیں ہے کیونکہ وہ ہمارے اصول حنفیہ وقواعد کے مطابق ہے۔

اس طرح اور بعض کہتے ہیں کہ ارسال (لٹکانا) تواتر سے چلا آ رہا ہے حالانکہ یہ عذر بھی صحیح نہیں اولا تواتر کا ثبوت سماع یا مشاہدہ پر موقوف ہے یہاں اس قسم کا تسلسل ثابت کرنا ممکن ہے ثانیاً: عبارت فقہ سے واضح ہے کہ کئی اللہ تعالیٰ کے بندے رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے رہے پس تواتر کا دعویٰ غلط ہوا۔ ثالثاً: تواتر علی فی نفسہ کوئی دلیل نہیں کافر بھی تو اپنے مذہب کے لیے یہی دلیل دیتے تھے:

﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ﴾ (الزخرف: ۲۳)

یعنی ''ہم اپنے بڑوں کو ایک طریقہ پر چلتے دیکھتے آئے ہیں ہم بھی ان ہی کے راستے پر چلنے والے ہیں۔''

مگر ان لوگوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے دلیل کا مطالبہ کیا۔ اس طرح ہم بھی ان سے دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ ہم تو حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے صرف ہاتھ باندھنے کا ذکر پاتے ہیں اگر آپ نے کہیں کھولنے کا ذکر پایا ہے تو اس کو پیش کریں۔ اس کے بعد خواہ عمل کس طرح بھی جاری رہا ہو وہ کوئی حجت نہیں۔

بخاری: ۱/ ۷٦ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام زہری نے ان کو روتے ہوئے دیکھ کر سبب پوچھا تو فرمانے لگے کہ: هذه الصلوة قد ضعيت یعنی نماز کے بارے میں شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بھی ضائع کر دی گئی اور بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ الیس صنعتم ما صنعتم فیھا، یعنی تم لوگوں نے نماز میں بہت کچھ نہیں کیا ہے؟ مقام غور ہے کہ جب خود صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں ہی نماز میں تغیر وتبدل ہونے لگا تو پھر صدیوں کے بعد اب تواتر عملی کا نام لینا کہاں کی دانشمندی ہے اور بعض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں کہ یہ قومہ ہے اور ہاتھ قیام میں باندھے جاتے ہیں، حالانکہ یہ بھی عدم علمی کی بناء پر عذر ہے کیونکہ قومہ بھی کھڑے ہونے کو کہتے ہیں یہ ایک ہی باب کے مصادر ہیں۔ لغت کی مشہور کتاب القاموس: ۴/ ۱۶۸ میں ہے قام قوما وقومة وقياما وقامة انتصب فهو قائم ، پس چار طرح اس باب کی مصدر آتی ہیں اور سب کے معنی ہے کھڑے ہونا اور چاروں کا فاعل ایک ہی ہے یعنی قائم (کھڑا ہونے والا) اور اس کی حالت کو قیام کہو یا قومہ بہرحال ترجمہ ایک ہی ہوگا یعنی کھڑا ہونا اور کھڑے ہونے کو حدیث میں قیام کہا گیا ہے، دیکھو بخاری: ۱/ ۱۰۳، مسلم: ۱/ ۱۸۱ اور المحلی لابن حزم: ۴/ ۱۳۲ میں ہے کہ كان ابو عبيدة يطيل القيام بعد الركوع ، اسی طرح محمد سہیل کے ابواب بھی اس پر شاہد میں سنن نسائی ۱/ ۱۲۲ میں ہے عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رايت رسول الله ﷺ اذا كان قائما فى الصلوة قبض بيمينه على شماله ، یعنی وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں جب بھی کھڑے ہوتے تھے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر باندھ لیتے تھے، اس روایت سے ثابت ہوا کہ نماز میں ہر کھڑے ہونے کی حالت میں سنت یہی ہے کہ ہاتھ باندھے جائیں اور رکوع کے بعد بھی کھڑا ہوتا ہے نہ بیٹھنا ہے نہ سونا اور کلمہ اذا (جب) عموم کے لیے آتا ہے۔ دیکھو نور الانوار: ۱۴۶ اور البرہان فی علوم القرآن للزرکشی: ۴/ ۳۰۳ اور جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ۳۲۴ اور فتاوی ثنائیہ ۱/ ۳۶۷ وغیرہا نیز مشکوٰۃ ۱۸۴ میں بحوالہ بخاری حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوسعید بن المعلی کو پکارا تو اس نے جواب نہیں دیا کیونکہ نماز میں تھا بعد میں آپ نے اس کو سمجھایا:

﴿الم يقل الله استجيبوا لله وللرسول اذا دعا كم﴾ (الانفال)

یعنی "کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم نہیں دیا کہ اللہ کا رسول جب بھی تم کو پکارے تو اس کو جواب دو۔"

یعنی تم کو ہر حالت میں جواب دینا تھا خواہ نماز میں کیوں نہ ہو حالانکہ آیت میں نماز وغیرہ کا ذکر نہیں بلکہ کلمہ "اذا" ہے۔ یعنی اذا دعاكم (جب بھی تمہیں پکارے) اسی طرح اذا کا مفہوم عام لیا، لہٰذا یہاں بھی عام حکم ہوگا کیونکہ تخصیص کی کوئی دلیل نہیں جیسا کہ سب احادیث سے سمجھا جاتا ہے مثلاً اذا كبر الامام فكبروا "جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔" واذا ركع اسكن يديه من ركبتيه ، "اور جب رکوع کرتے تو ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑتے" اذا سجدت فضع كعبك وارفع مرفقيك ، "جب تم سجدہ کرو تو ہتھیلیوں کو زمین پر رکھو اور کہنیوں کو اوپر کرو۔" اذا رفع راسه من الركوع قال اللهم ربنا لك الحمد الخ ، "جب رکوع سے سر اٹھائے تو دعاء پڑھتے" کا اذا جلس فى الصلوة وضع يديه على ركبتيه ، "جب بھی نماز میں اٹھتے تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے" وغیرہ سب روایات میں کلمہ اذا سے عموماً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیتے ہیں یعنی سب تکبیریں سب رکوع سب سجدے اور تب جلسے اسی طرح اذا کان قائما فی الصلوٰۃ، ''جب بھی نماز میں کھڑے ہوتے۔'' یعنی نماز میں کھڑے ہونے کی جتنی حالتیں ہیں سب کو شامل ہے اور عام ہے نیز روایت اس مسئلہ میں نص صریح ہے کہ نماز کے اندر قائم کی سنت ہاتھ باندھنا ہے اور حدیث میں رکوع کے بعد کھڑے ہونے والے کو قائم ہی کہا گیا ہے۔

چنانچہ بخاری: ۱/ ۱۰۹ میں ہے:

ثم یقول وھو قائم ربنا لك الحمد. ''جب آپ رکوع سے پیٹھ مبارک اٹھاتے سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جب قائم ہوتے ربنا لك الحمد کہتے۔''

دونوں روایتوں کو سامنے رکھنے سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ رکوع کے بعد کھڑے ہونے والے کو قائم کہا گیا ہے اور قائم کی سنت ہاتھ باندھنا بتلائی گئی ہے۔ اب تعصب یا ہٹ دھری کے علاوہ کسی صورت میں بھی اعراض یا انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور بعضوں نے یہ سمجھا ہے کہ ہاتھ باندھنا صرف اس حالت میں ہے جب کہ قراءت موجود ہو اولاً یہ ان کی اپنی طرف سے ایجاد ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ اذا کان قائم، ''جب آپ کھڑے ہوتے'' نہ کہ اذا کان قارئا ''جب آپ قراءت کر رہے ہوتے۔'' اسی طرح حدیث میں تحریف لازم آتی ہے یا اس میں قراءت کا لفظ بڑھانا پڑتا ہے اور دونوں ناجائز ہیں۔

ثانیاً: وہ خود اس قاعدہ کے خلاف عمل کرتے ہیں کیونکہ ان کو بقول ان کے قراءۃ شروع کرنے سے پہلے ثنا پڑھتے وقت ہاتھ نہیں باندھنے چاہئیں، حالانکہ تکبیر تحریمہ کہتے ہیں ہاتھ باندھ لیتے ہیں اور مقتدی ہونے کی صورت میں ان کو جہری نماز میں فاتحہ پڑھنے کے بعد ہاتھ کھولنے چاہئیں لیکن وہ رکوع کرنے تک ہاتھ باندھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح جنازہ کی نماز میں دوسری تکبیر کے بعد ان کو ہاتھ کھول دینے چاہئیں۔ مگر ایسا نہیں کرتے الحاصل اس قسم کی تفریق و تقسیم حدیث کے الفاظ سے ہٹ کر کے جاتی ہے لہٰذا قابل قبول نہیں۔ کئی علماء سے سنتے ہیں کہ کسی مخلوق کے سامنے بالخصوص قبر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا جائز نہیں اس کے بابت کوئی آیت یا حدیث تو پیش نہیں کرتے لیکن یوں کہتے ہیں کہ یہ نماز کی ہیئت ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز میں بندہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اسی طرح کسی غیر اللہ مردہ یا زندہ کے سامنے اسی ہیئت سے کھڑا ہونا جائز نہیں بعض تو اس کو شرک تک قرار دیتے ہیں کوئی شک نہیں کہ یہ دلیل معقول و مسلم ہے لیکن اسی بناء پر ارسال (ہاتھ لٹکانا) بھی تو بقول ان کے نماز میں ہونے کا فعل ہے اور نماز کی ہیئت ہے پس اس طرح ہاتھ لٹکائے کسی مخلوق کے آگے کھڑا ہونا یا کھڑا ہو کر باتیں کرنا کیسے جائز ہوگا۔ اب یہ حضرات دو طریقوں سے ایک کو اختیار کریں یا تو مخلوق کے سامنے بھی ہاتھ باندھنے کو ناجائز نہ کہیں یا تو کسی مخلوق کے سامنے نہ ہاتھ باندھیں اور نہ کھولیں بلکہ کوئی اور طریقہ اختیار کریں جو کہ کسی طرح نماز کی ہیئت نہ بنتی ہو ؏

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن
مصلحت بیں و کار آساں کن

اور اگر یہ دونوں صورتیں منظور نہیں تو پھر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ دونوں قیاموں میں (رکوع سے پہلے اور بعد) ہاتھ باندھا کریں تا کہ اس چکر سے نکلیں اور کسی طرح قانون شکنی بھی نہ ہو بعض یہ کہتے ہیں چونکہ ہاتھ باندھنے کا حکم وارد نہیں لہٰذا ہاتھ کھولنے چاہئیں کیونکہ کھڑے ہونے کی اصلی حالت ہاتھ لٹکانا ہے اور یہ عذر بھی تار عنکبوت زیادہ مضبوط نہیں۔

اولاً: جب کہ عموماً ہاتھ باندھنے کا حکم ہے جو کہ سب قیاموں کو شامل ہے پس یہ کہنا کہ حکم وارد نہیں صحیح نہیں ہوا۔

ثانیا: جن حدیثوں میں آپ (ﷺ) کی نماز تفصیل وار مذکور ہے اس میں صرف پہلے سجدے کی کیفیت مذکور ہے، دوسرے کی نہیں۔

حالانکہ ایک رکعت میں دو سجدے ہیں اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ چونکہ سجدوں کی کیفیت ایک جیسی ہے اس لیے راویوں نے پہلے سجدے کی کیفیت بیان کی ہے اسی طرح یہاں بھی ایک قیام قبل الرکوع کی کیفیت ذکر کی ان دونوں میں جو فرق تھا وہ بتلا دیا یعنی قبل الرکوع کے قیام میں قراءت اور بعد والے میں دعا پڑھتے تھے اگر ہاتھ باندھنے یا کھولنے کا فرق ہوتا تو ضرور بتلاتے بلکہ راویوں کا ایک ہی قیام کی کیفیت پر اکتفا کرنا واضح دلیل ہے کہ ان قیاموں کی کیفیت ایک ہی تھی اور دونوں کا حکم ایک ہے پس یہ عذر کرنا کہ اصلی حالت پر رہنا ہے بے سود ہے کیونکہ حکم موجود ہے ایضاً یہ بتلائیں کہ ارسال (ہاتھوں کا لٹکانا) کوئی عمل بھی ہے یا لاعمل یعنی کوئی عمل نہیں پہلی صورت میں محتاج دلیل ہے کیونکہ نماز کے سب اعمال توقیفی ہیں، یعنی اس پر موقوف ہیں کہ کسی دلیل شرع سے اس کا ثبوت ہو اس کے بغیر نماز کے اندر کوئی داخل نہیں ہوسکتا ہے۔ دوسری صورت میں جو چیز عمل نہیں بن سکتی وہ نماز میں کیسے جائز ہوگی حالانکہ نماز خود افضل الاعمال ہے اور چونکہ وضع (ہاتھ باندھنا) عمل ہے اور حدیث میں صریحاً مذکور ہے اور علماء نے اس کو عجز اور خشوع کی دلیل بتلائی ہے پس اس کا نماز کے اندر ہونا عین اس کے مناسب ہیں ؏

نہ بینی کہ پیش خداوند جاہ
ستائش کناں دست بر بہ نہند

اور ارسال نماز کے لیے مناسب نہیں اور نہ اس کا ذکر کہیں حدیث میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہاتھ باندھنے کی صورت میں جو مسبوق بعد میں آتا ہے اس کو پتہ نہیں لگے گا کہ امام قبل الرکوع میں یا بعد میں تاکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءت کرے یا دعا پڑھے اس لیے ارسال سے فرق ہو جاتا ہے یہ بہانہ بھی کارآمد نہیں۔

اولاً: اس فرق کا حکم نہ اللہ نے دیا ہے اور نہ اس کے رسول ﷺ نے پھر کسی دوسرے کا اس طرح فرق کرنا نئی تشریح ہے، جو کسی طرح جائز نہیں ہے۔

ثانیاً: یہ عذر تب مانا جائے کہ مسبوق ہمیشہ اس حال میں آتا ہو اور سب نمازوں میں قراءت آہستہ پڑھی جاتی ہو بلکہ جہری نماز میں تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ سوال کسی حدیث پر مبنی نہیں بلکہ قیاسی ہے جس کا مدار ایک مفروضہ پر ہے جو قطعی اور ہمیشہ نہیں لہٰذا باطل ہو۔

ثالثاً: مسبوق کا آنا دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو جماعت کو رکوع سے سیدھے ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا اور یا تو سب مقتدیوں کو بالکل سیدھے ہو جانے کے بعد اس کی نظر ان پر پڑی ہوگی صورت اول میں تو عمل بالکل ظاہر ہے کیونکہ اس نے دیکھ لیا کہ قیام دوم میں کھڑے ہو رہے ہیں اور دوسری صورت میں اگر یہ قیام بعد الرکوع ہوگا تو بھی وہ آکر جب تک مسجد میں داخل ہوگا اور کچھ قدم چل کر صف کو پہنچے گا اور نیت باندھ اللہ اکبر کہے گا، اس اثناء میں وہ امام کی سجدہ کے لیے تکبیر سن لے گا یا مقتدیوں کو سجدہ کے لیے جھکتے دیکھ لے گا پس یہ اشتباہ کا عذر لنگ اور بے سود ہے۔

اور بعض یہ عذر کرتے ہیں کہ نماز نبوی کی ترتیب میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ رکوع کے بعد سیدھے ہوتے تھے تو ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی تھی اس لیے ہاتھ لٹکانے چاہیے تاکہ کہنیاں اپنی جگہ پر آجائیں۔ یہ بھی کوئی دلیل نہیں۔

اولاً: ہاتھ باندھنے کے لیے جو صریح حکم موجود ہے اس کے مقابلہ میں یہ...... بات قابل تسلیم نہیں۔

ثانیاً: اسی طرح کا ذکر قیام قبل الرکوع کے لیے بھی وارد ہے کہ:

((کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلوۃ یرفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ ثم یکبر حتی یقر کل عظم موضعہ معتدلا الحدیث)) (ابوداود: ۱/۱۵۶، بیہقی: ۲/۷۱)

یعنی ''آپ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے مونڈھیوں تک اٹھاتے پھر اللہ اکبر کہہ کر سیدھے ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آکر قرار لیتی۔''

تو کیا اب یہاں بھی یہی مفہوم لیا جائے گا کہ رکوع سے پہلے بھی ہاتھ لٹکائے جائیں؟ نہیں بلکہ یہاں بدن کے سیدھے ہونے کا ذکر ہے ہاتھ لٹکانے کا نہیں۔

ثالثاً: بلکہ اس سے تو ہاتھ باندھنا ہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ بعض روایات میں ہڈیوں کے بجائے عضو کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ذکر ہے اور یہ بات نماز کی ہو رہی ہے اور نماز کی ہر حالت میں عضووں کا محل وموضع معلوم ہے اور پھر لوٹنے کا بھی ذکر ہے سب کی تفصیل بیان ہو چکی ہے ثابت ہوا کہ ہاتھ رکوع کی وجہ سے اپنی جگہ (جو قیام میں ان کے لیے مخصوص تھی) اس سے ہٹ گئے اور جب قیام واپس آیا تو اپنی جگہ (سینہ پر) واپس آ ئیں گے۔

سعودی عرب کے کئی علماء بھی اس حدیث سے ہاتھ باندھنے پر استدلال کرتے ہیں بالخصوص علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز جو کہ ان میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں انہوں نے جو رکوع کے بعد کھڑے ہونی کی حالت میں ہاتھ باندھنے کے متعلق رسالہ لکھا ہے اس میں جو دلائل ذکر کیے ہیں ان میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے الغرض رکوع کے بعد بھی قیام ہے اور اس کی سنت ہاتھ باندھنا ہی ہے اور ارسال (ہاتھ لٹکانے) کے لیے نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی عذر معقول اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت پر عمل کرنے کی اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے۔آمین

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

ابو محمد بدیع الدین

شاہ الراشدی المکی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحفہ نماز مغرب

نفل نماز ایک ایسا تحفہ خدائی ہے کہ قیامت والے دن اگر کسی شخص کے فرائض میں کمی واقع ہوگی تو اس کی نفل نماز سے پورا کیا جائے گا اس لیے آپ ﷺ نے فرض نماز سے پہلے نفل یا سنت آداء کرنے کی ترغیب دلوائی ہے انہی سنتوں میں سے دو رکعت نماز مغرب سے پہلے کی بھی ہے جن کو اکثر لوگوں نے ترک کیا ہوا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نماز مغرب سے پہلے کوئی نفل یا سنت نہیں ہے تو اس مقالہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے دس (۱۰) احادیث صحیحہ اور ۲۸ آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مذاہب اربعہ سے ثابت کیا ہے کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنا سنت ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہید

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على امام المرسلين وعلى اله واصحابه والتابعين الى يوم الدين.

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر رات دن میں پنج وقتہ نماز فرض کی ہے اور فرض نماز ہر حال میں طوعاً وکرہاً پڑھنی ہے اور فرض نماز جیسی اہم عبادت حضور قلبی کے بغیر مکمل نہیں ہوگی۔ اسی لیے ہر فرض نماز سے پہلے نفلی نماز مسنون اور مشروع کی گئی ہے اس لیے کہ اضطراری عبادت (یعنی جو فرض ہے اور ہر حال میں پڑھنی ہے) سے پہلے اختیاری عبادت (یعنی جو فرض نہیں ہے بلکہ صرف حصولِ اجر اور شوق دل کی خاطر پڑھی جاتی ہے) ضروری ہے تاکہ دل کا شوق اور قرب الٰہی کا جذبہ حاصل کر کے پھر آدمی کو فرضی نماز شروع کرنی چاہیے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز سے پہلے سنت پڑھتے تھے اور پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ مگر دیکھنے میں آرہا ہے کہ دوسری فرض نمازوں سے پہلے تو سنتیں پڑھی جاتی ہیں مگر مغرب کی فرض نماز سے پہلے اکثر مساجد میں سنتیں نہیں پڑھی جاتی بلکہ کچھ لوگوں سے تو یہاں تک سنا گیا ہے کہ مغرب سے پہلے کوئی سنت نہیں ہے اور کچھ لوگ تو ان سنتوں کا اہتمام کرنے والوں کو حقارت کی نظر سے بھی دیکھتے ہیں حالانکہ یہ سنت عہد نبوی ﷺ اور دور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ میں رائج تھی اور اہل علم اس کے قائل وعامل تھے۔

یہ مختصر رسالہ اسی سنت کے بارے میں تصنیف کر کے ہدیہ ناظرین کیا جارہا ہے تاکہ جو بھی بے خبری کی وجہ سے اس سنت سے محروم ہے وہ اس سنت پر عمل کر کے قرب الٰہی حاصل کر سکے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب اور محبت صرف رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران: ۳۱)

”کہہ دیجیے! اے نبی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

السید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی المکیؒ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث نبوی ﷺ

حدیث : 01 ، بروایت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ:

((عن عبدالله بن المغفل قال قال رسول الله ﷺ بين كل اذانين صلوة بين كل اذانين صلاة ثم قال الثالثة لمن شاء)) (متفق عليه)

''عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر دو اذانوں (اذان واقامت) کے مابین نماز ہے۔ دو مرتبہ اسی طرح فرمانے کے بعد تیسری مرتبہ فرمایا جو چاہے (پڑھے)۔''

یہاں دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے کیونکہ اقامت کو بھی اذان کہا جاتا ہے، اسی لیے امام نسائی نے اپنی ''سنن'' میں اس حدیث پر اس طرح باب قائم کیا ہے۔ "الصلوٰة بين الاذان والاقامة" یعنی ''اذان اور اقامت کے درمیان نماز کا بیان'' اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''فتح الباری: ۲/ ۱۰۷'' میں اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

((قوله (بين كل اذانين) اى اذان واقام رحمہ اللہ علیہ))

یعنی ''اس سے مراد اذان اور اقامت ہے'' قسطلانی شرح بخاری: ۲/ ۱۳ میں بھی اسی طرح ہے۔

سوال : بظاہر اذان سے مراد تو اذان ہی ہوتی ہے؟

جواب : اس طرح تو اس حدیث کے معنی لغو اور بے فائدہ ہو جائیں گے۔ ''فتح الباری'' صفحہ مذکورہ میں ہے کہ ((ولا يصح حمله على ظاهره لان الصلوة بين الاذانين مفروضة والخبر ناطق بالتخيير لقوله لمن شاء)) یعنی ''اس سے ظاہری مراد یعنی اذان سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ دو اذانوں کے درمیان تو فرضی نماز ہوتی ہے اور یہاں یہ الفاظ ہیں کہ لمن شاء یعنی جو چاہے (پڑھے) اس لیے یہاں اذان مراد نہیں ہے کیونکہ حدیث سے اختیاری نماز یعنی سنت مراد ہے۔

سوال: اقامت کو اذان کس مناسبت سے کہا گیا ہے؟

جواب: قسطلانی شرح بخاری ۲/ ۱۳ میں ہے کہ:

((اى الاذان والاقامة فهو من باب التغليب او الاقامة اذان بجامع الاعلان فالاول للوقت والثانى للفعل))

یعنی ''اس سے مراد اذان اور اقامت ہے اور یہاں اقامت کو اذان تغلیباً کہا گیا ہے۔'' (یعنی دو چیزوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ایک چیز کا نام استعمال کرنا مثلاً: سورج اور چاند کو القمرین یا القمران کہنا۔ مغرب اور عشاء کو العشائین یا ظہر اور عصر کو العصرین کہنا وغیرہ) یا پھر اس لیے (اقامت کو اذان کہا گیا ہے) کہ لفظ اذان کے معنی ہیں معلوم کرانا یا اطلاع دینا اور چونکہ اذان نماز کا وقت بتانے کے لیے اور اقامت نماز کے شروع ہونے کو بتانے کے لیے ہوتی ہے لہٰذا اقامت کو اذان کہا گیا ہے۔

ناظرین! اس حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر اذان اور اقامت کے مابین نماز پڑھنی چاہیے اور اس میں مغرب کی اذان اور اقامت بھی داخل ہیں کیونکہ حدیث عام ہے مغرب کو خاص یا مستثنیٰ کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے اور بغیر دلیل کے خاص کرنا خلاف اصول ہے اور غلط ہے اس لیے ثابت ہوا کہ مغرب کے فرض سے پہلے بھی سنت ہے۔

سوال: حدیث میں الفاظ ہیں کہ لمن شاء یعنی جو چاہے (پڑھے) اس لیے یہ سنت دوسری سنتوں جیسی نہیں رہی؟

جواب: یہ غلط فہمی ہے، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسلسل تین بار کہا کہ دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ تو اس بڑی تاکید سے کوئی اس کو لازمی اور فرض نہ سمجھنے لگ جائے اس لیے آپ ﷺ نے یہ الفاظ فرمائے۔ نیز یہ صرف مغرب کے لیے نہیں بلکہ سب نمازوں کے لیے فرمان ہے، پھر اس قسم کا سوال کرنے والا دوسری نمازوں کی سنتوں کو بھی غیر ضروری کہے گا اور اگر نہیں تو صرف اس ایک سنت کو کیوں؟

الغرض! مومن کے لیے آپ ﷺ کا تین بار دہرا کے فرمانا کافی ہے اور وہ حتی الامکان اس سنت کو ترک نہیں کرے گا۔

حدیث : 02 ، بروایت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ:

((اخرج ابن حبان فی صحیحه عن عبدالله بن زبير رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ما من صلوة مفروضة الا وبين يديها ركعتان)) (موارد الظمان: ١٦٢، سنن الدار قطنی: ١/ ٩٩، مختصر قیام اللیل المروزی: ٢٦، نصب الرایه للزیلعی: ٢/ ١٤٢)

''سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر فرضی نماز سے پہلے دو رکعتیں ہیں۔''

صحت حدیث: اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں داخل کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے اور امام مروزی نے اس کو ثابت مانا ہے اور علامہ سیوطی نے ''الجامع الصغیر: ٢/ ١٥٠'' میں اس کو حسن کہا ہے اور ''نصب الرایہ: ٢/ ١٤٢'' کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ ((رجال الدار قطنی ثقات)) یعنی ''دارقطنی کی سند کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توضیح: اس روایت میں ہر فرض کا ذکر ہے جس میں مغرب نماز بھی شامل ہے، اس لیے اس فرمان نبوی ﷺ کے مطابق اس سے پہلے بھی دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ اس حدیث کو حافظ زیلعی نے ''نصب الرایہ'' میں نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کے ثبوت کے لیے ذکر کیا ہے۔ اس طرح امام مروزی اور امام دارقطنی نے اس حدیث سے اسی سنت کا ثابت ہونا مراد لیا ہے۔

حدیث : 03 ، بروایت عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ:

((عن عبدالله المزني ، عن النبي ﷺ قال صلوا قبل المغرب قال في الثالثة لمن شاء كراهية ان يتخذ ها الناس سنة)) (رواه البخاري في صحيحه ١/١٥٧)

''عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ نماز مغرب سے پہلے سنت پڑھو۔ تیسری مرتبہ فرمایا کہ جو چاہے (پڑھے) اس لیے کہ کوئی اس کو لازمی نہ سمجھ لے یعنی فرض نہ جان لے۔''

توضیح: اس حدیث میں صریح حکم موجود ہے اس لیے کسی بھی مسلمان کو اس سنت سے عار محسوس نہیں کرنی چاہیے اور اس پر عمل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں برتنی چاہیے اور یہاں بھی آپ ﷺ نے لمن شاء فرمایا تا کہ کوئی اس کو فرض نہ سمجھ بیٹھے کیونکہ سنت شریعت میں واجب کو بھی کہا جاتا ہے جیسے فقہ حنفی کی مشہور کتاب الشامی: ۲/ ۱۷۸ میں ہے اور یہاں آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ کوئی اس کو سنت نہ سمجھ لے اس سے مراد ''واجب'' اور ''فرض'' ہے صرف ''مستحب'' مراد نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کے مسلسل تین بار حکم دینے سے گمان ہوسکتا تھا کہ ''فرض'' ہے اور علماء اصول کے نزدیک حکم ''فرض'' اور ''واجب'' کے لیے ہوتا ہے اور نبی ﷺ کی نافرمانی کرنے والے کے لیے سخت وعید آئی ہے۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ٥﴾ (النور: ٦٣)

''جو بھی رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں وہ کسی بڑے فتنے یا دردناک عذاب میں گرفتار ہو سکتے ہیں۔''

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ''فرض'' ہوتا ہے جب تک اس کے لیے دوسرا کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو کہ اس کی وجہ سے حکم کے اصلی معنی نہ رہیں بلکہ وہ استحباب کے لیے ہو جائے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے یہاں بھی لمن شاء فرمایا کہ یہ حکم ''فرضیت'' کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ جملہ اس حکم کے لیے قرینہ صارفہ ہے کہ اس کو ''فرض'' نہ سمجھ لیا جائے باقی اس کے سنت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس لیے مسلمان جیسے دوسری سنتوں کو ادا کرتے ہیں اسی طرح اس سنت کے ادا کرنے میں بھی کوئی کوتاہی نہ کریں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: اس حدیث میں مطلق نماز کا ذکر ہے اور رکعات کی تعداد بیان نہیں ہوئی؟

جواب: اسی صحابی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ''دو'' رکعات کا ذکر ہے، جیسے ''حدیث نمبر۵'' میں آئے گا۔ ان شاء اللہ اور نیز ''حدیث نمبر۲'' میں بھی ''دو'' رکعت کی تعیین ہے۔

حدیث : 04 ، بروایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

((عن مختار بن فلفل عن انس بن مالك رضي الله عنه ركعتين بعد غروب الشمس قبل صلوٰة المغرب فقلت له اكان رسول الله ﷺ صلاهما؟ قال كان يرانا نصليهما فلم يامرنا ولم ينهانا)) (رواه المسلم فی صحيحه: ۱/ ۲۷۸ مع النووی)

''مختار بن فلفل انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے دور میں نماز مغرب سے قبل دو رکعت سنت پڑھا کرتے تھے، میں نے ان (انس بن مالک رضی اللہ عنہ) کو کہا کیا رسول اللہ ﷺ بھی یہ ''دو'' رکعتیں پڑھتے تھے، کہنے لگے آپ ﷺ ہمیں پڑھتے دیکھتے تھے، پس نہ ہمیں مزید حکم دیتے اور نہ منع کرتے۔''

توضیح: اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ عہد نبوی میں مسجد نبوی ﷺ میں اس سنت پر عمل جاری تھا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ مسجد نبوی والا یہ طریقہ اپنی مساجد میں جاری رکھیں۔

سوال: اس روایت سے معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ خود نہیں پڑھتے تھے؟

جواب: اس حدیث میں ایسا کوئی ''انکار'' نہیں ہے ''حدیث نمبر۹'' میں ان شاء اللہ بیان ہوگا کہ آپ ﷺ بھی یہ سنت پڑھتے تھے، نیز جس کام کے بارے میں آپ ﷺ حکم کریں اور ترغیب دلائیں اور پھر خود اس پر عمل نہ کریں ایسا سمجھنا آپ ﷺ کی ''شان اقدس'' میں ''سوء ظن'' اور ''بدگمانی'' ہے اور آپ ﷺ اس طرح کیسے کر سکتے ہیں، حالانکہ جو قرآن آپ ﷺ پر نازل ہوا اس میں خطاب ہے کہ:

﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (الصف: ۲۔۳)

''تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے اللہ کو اس پر بہت بڑی ناراضگی ہوتی ہے کہ تم دوسروں سے کہو اور خود عمل نہ کرو۔''

اس لیے یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم کریں خود عمل نہ کریں۔ ایضاً اگر رسول اللہ ﷺ یہ سنت نہ پڑھتے ہوتے تو عام صحابہ رضی اللہ عنہم بھی قطعاً نہ پڑھتے۔

سوال: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم نہیں دیا ہے؟

جواب: اس حدیث میں اس کا انکار نہیں ہے بلکہ راوی کہتا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ''حکم'' دیا نہ ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''منع'' فرمایا: اس جملے سے یہ مطلب اخذ کرنا غلط ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم نہیں دیا کیونکہ اس موقع پر حکم دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لیے کہ حکم اس وقت دیا جاتا ہے جب عمل نہ ہوتا ہو جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے عمل ہو رہا تھا، تو حکم دینے کی کیا ضرورت؟ بلکہ جب حکم کے بارے میں احادیث اوپر گزریں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی تعمیل کی اور اس سنت کو معمول بنایا بس اس کے سنت ہونے کے لیے یہی کافی ہے، کیونکہ سنت کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ قولی: یعنی رسول اللہ ﷺ کسی کام کے بارے میں حکم یا ترغیب دیں۔

۲۔ فعلی: جو کام رسول اللہ ﷺ سے عملاً ثابت ہو۔

۳۔ تقریری: جس کام کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ خاموش رہیں منع نہ فرمائیں۔ اور یہ ''سنت'' تینوں طریقوں قولاً، فعلاً، تقریراً ثابت ہے۔ اس لیے اس کے سنت ہونے میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہی۔

حدیث : 05 ، بروایت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ:

((عن عبدالله بن بريدة عن عبدالله المزنى قال قال رسول الله ﷺ صلوا قبل المغرب ركعتين ثم صلوا قبل المغرب ركعتين لمن شاء خشية ان يتخذها الناس سنة)) (رواه ابوداود، فى سننه/ ١/١٨٣۔ والدارقطنى فى سننه: ٩٩ وقال فيه ثلاثا)

''عبداللہ بن بریدہ عبداللہ المزنی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔ نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرو (تیسری مرتبہ فرمایا) جو چاہے (پڑھے) اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ ناپسند تھا کہ کوئی اس کو واجب یا فرض سمجھ لے۔''

صحت حدیث: اس حدیث پر امام ابوداؤد نے کوئی جرح نہیں کی اور امام دارقطنی و امام مروزی نے اس کو ''صحیح'' کہا ہے۔

حدیث : 06 ، بروایت مرثد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:

((عن مرثد بن عبدالله المزنى قال اتيت عقبة بن عامر الجهنى فقلت الا اعجبك من ابى تميم ركع ركعتين قبل صلوٰة المغرب فقال عقبة انا كنا نفعله على عهد رسول الله ﷺ قلت فما يمنعك الآن قال الشغل)) (رواه البخارى فى صحيحه ١/١٥٨۔

والدار قطنى فى سننه: ١/١٠٠ وفيه ان ابا تميم الجيشانى قام فركع ركعتين قبل صلوٰة المغرب)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مرثد بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کہا میں آپ کو ابوتمیم کی عجیب بات بتاؤں کہ وہ مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھتے ہیں (جواب میں (عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے) کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں (یہ دو رکعتیں) پڑھتے تھے۔ تب میں نے کہا کہ پھر اب آپ کو کس نے روکا ہے کہنے لگے ''الشغل'' یعنی مشغولیت نے۔''

توضیح: شغل سے مراد ضروری مصروفیات ہیں، اس لیے کہ اس وقت یہ صحابی (عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ) مصر کے گورنر تھے اور عوام کے مسائل میں زیادہ مصروف رہتے تھے۔ (بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی: ۴/ ۱۲۷) اور اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عہد نبوی ﷺ میں یہ سنت مروجہ تھی۔''

سوال: صحابہ رضی اللہ عنہم کے نہ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سنت نہیں ہے؟

جواب: جو فعل رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں رائج ہو وہ سنت ہی ہوتی ہے اور اسی لیے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ابوتمیم کے بارے میں ان دو رکعتوں کے پڑھنے کی خبر سننے کے بعد ان پر کوئی اعتراض اور انکار نہیں کیا بلکہ اس کے مسنون ہونے کا ثبوت فراہم کیا اور اپنی کوتاہی تسلیم کی۔

حدیث : 07 ، بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

((عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کنا بالمدینة فاذا اذن المؤذن لصلوٰة المغرب ابتدروا السواری فرکعوا رکعتین حتی ان الرجل الغریب لیدخل المسجد فیحسب ان الصلوٰة قد صلیت من کثرة من یصلیها)) (رواہ مسلم فی صحیحه : ۱/ ۲۷۸۔ مع النووی وابن ماجة فی سننه : ۷۳ نحوه)

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مدینہ میں ہوتے تھے جب مغرب کی اذان ہوتی تھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلدی جلدی ستونوں کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھتے تھے، یہاں تک کہ باہر سے آنے والے مسافر بہت سارے لوگوں کو سنت پڑھتے دیکھ کر یہ خیال کرتے کہ شاید فرض نماز پڑھی جا چکی ہے۔''

توضیح: اس حدیث سے بھی بالتفصیل معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مسجد نبوی ﷺ میں یہ عمل عام تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے کہ وہ بھی اپنی مساجد کو مسجد نبوی جیسا نمونہ بنائیں اور نبوی رواج کو اپنے وقت میں رائج کریں۔'' اللھم اٰمین

حدیث : 08 ، بروایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

((عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ یقول کان المؤذن یؤذن علی عهد رسول اللہ ﷺ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لصلوٰۃ المغرب فیبتذر لباب اصحاب رسول اللہ ﷺ السواری لیصلون الرکعتین قبل المغرب حتی یخرج رسول اللہ ﷺ وھم یصلون)) (رواہ الامام محمد بن نصر المروزی فی قیام اللیل: مختصر قیام اللیل، ص ٢٤)

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب موذن مغرب کی اذان دیتا تھا تب بڑے اور خاص صحابہ رضی اللہ عنہم بسرعت ستونوں کے پیچھے جا کر فرض نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلتے اور وہ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔''

توضیح: اس حدیث سے معلوم ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ سنت مرغوب اور پسندیدہ تھی اور ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کی یہ کوشش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پسند تھی۔''

حدیث : 09 ، بروایت سیدنا عبداللہ المزنی رضی اللہ عنہ:

((عن عبداللہ المزنی ان رسول اللہ ﷺ صلی قبل المغرب رکعتین ثم قال صلوا قبل المغرب رکعتین ثم قال عند الثالثۃ "لمن شاء" خاف ان یحسبھا الناس سنۃ)) (رواہ المروزی فی قیام اللیل: ٢٨)

''سیدنا مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمانے لگے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرو۔ پھر تیسری بار فرمانے لگے جو چاہے (پڑھے) اس ڈر سے کہ کوئی اس کو فرض نہ سمجھ لے۔''

صحت حدیث: علامہ احمد بن علی مقریزی نے ''مختصر قیام اللیل'' میں اس حدیث کے بعد لکھا ہے کہ ((ھذا اسناد علی شرط مسلم)) یعنی ''اس حدیث کی اسناد صحیح مسلم کی شروط پر صحیح ہیں۔'' نیز امام ابن حبان نے اس کو اپنی ''صحیح'' میں ذکر کیا ہے۔ موارد الظمآن: ١٦٢، ١٦٣۔ اس لیے یہ حدیث ان کے نزدیک بھی صحیح ہے۔

توضیح: اس حدیث کے مطابق یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً دونوں طرح ثابت ہے۔ ''سبل السلام شرح بلوغ المرام: ٢/٥'' میں ہے کہ ((فثبت مشروعیتھما بالقول والفعل)) یعنی ان دو رکعتوں کا مشروع ومسنون ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً دونوں طرح ثابت ہے۔ اسی طرح جد امجد صاحب الخلافۃ کا بھی فرمان ہے جیسا کہ آخر میں آپ کی عبارت بھی ذکر کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

ناظرین! اس حدیث سے یہ وہم دور ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ سنت نہیں پڑھی کیونکہ اس حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ سنت پڑھی پھر دوسروں کو حکم فرمایا اس سے اس سنت کی بڑی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شان ظاہر ہوئی اور اس کے خلاف تمام عذر ختم ہو گئے۔

حدیث : 10 ، بروایت ابو امامہ رضی اللہ عنہ:

((عن ابی امامة رضی اللہ عنہ قال کنا لا ندع الرکعتین قبل المغرب فی زمن رسول الله ﷺ)) (رواہ بیہقی : ٢/ ٤٧٦)

”سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نماز مغرب سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا ترک نہیں کرتے تھے۔“

توضیح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ دائمی اور راتبہ سنت ہے اور کچھ لوگوں کا یہ کہنا غلط ہوا کہ کبھی پڑھنی چاہیے اور کبھی ترک کر دینی چاہیے۔

ناظرین! ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ یہ سنت پڑھتے تھے اور دوسروں کو تاکید فرماتے تھے اور عہد نبوی ﷺ میں اس پر عمل تھا نیز رسول اللہ ﷺ کے خادم جو عمر کے آخری دس سال آپ ﷺ کی خدمت میں رہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے دیگر صحابہ عقبہ بن عامر، ابو امامہ باہلی وغیرہم رضی اللہ عنہم بھی اس سنت پر عامل تھے۔ مزید تاکید کے لیے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار بیان کیے جاتے ہیں۔

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ

اثر نمبر 1 ، رغبان مولی حبیب رحمہ اللہ:

((عن رغبان مولی حبیب بن مسلمة قال لقد رأیت اصحاب رسول الله ﷺ یحبون الیهما کما یحبون الی المکتوبة یعنی الرکعتین قبل المغرب)) (رواہ المروزی فی قیام اللیل: ٥٧- وابن حبان فی الثقات: ٢/ ٦٣- قلمی)

”رغبان، حبیب بن مسلمہ کے غلام سے روایت ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کے لیے ایسی خوشی اور شوق سے اٹھتے تھے جیسے فرض نماز کے لیے اٹھتے تھے۔“

توضیح: اس اثر سے اس سنت کی بھلائی اور اس کا مؤکد ہونا معلوم ہوا نیز معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سنت پڑھتے تھے کیونکہ راوی نے کسی ایک کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا کہ وہ نہیں پڑھتا تھا۔

اثر نمبر 2، از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ:

((عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال ادرکت اصحاب محمد رسول الله ﷺ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وهم يصلون عند كل تاذين)) (رواہ المروزی : ٤٧)

''عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ تابعی کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا اور وہ ہر اذان کے وقت (یعنی اس کے بعد) سنت پڑھتے تھے۔''

توضیح: اس روایت میں مطلق نماز کا ذکر ہے لہٰذا ہر نماز سے پہلے سنت ہے اور مغرب بھی اس میں داخل ہے اور راوی عبدالرحمٰن بن ابی لیلی مشہور تابعی ہے جس کی ایک سو بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی ہے۔ (تہذیب التھذیب: ۲/۲۶۱) ان میں سے اٹھائیس کے نام ''تہذیب'' میں مذکور ہیں:

(۱) آپ کے والد ابو لیلیٰ	(۲) امیر المومنین عمر فاروق	(۳) عثمان غنی
(۴) علی المرتضیٰ	(۵) سعد بن ابی وقاص	(۶) حذیفہ بن الیمان
(۷) معاذ بن جبل	(۸) مقداد بن الاسود	(۹) عبداللہ بن مسعود
(۱۰) ابوذر غفاری	(۱۱) ابی بن کعب	(۱۲) بلال بن رباح (موذن
(۱۳) سہل بن حنیف	(۱۴) عبداللہ بن عمر	(۱۵) عبداللہ بن ابی بکر
(۱۶) قیس بن سعد	(۱۷) ابوایوب انصاری	(۱۸) کعب بن عجرہ
(۱۹) ابوسعید الخدری	(۲۰) ابوموسیٰ اشعری	(۲۱) انس بن مالک
(۲۲) براء بن عازب	(۲۳) زید بن ارقم	(۲۴) سمرہ بن جندب
(۲۵) صہیب رومی	(۲۶) عبدالرحمٰن بن سمرہ	(۲۷) اسید بن حضیر
(۲۸) ام ہانی بنت ابی طالب (رضی اللہ عنہم اجمعین)		

ثابت ہوا کہ یہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سنت پڑھتے تھے۔

اثر نمبر 3، از راشد بن یسار رحمہ اللہ:

((عن راشد بن يسار اشهد عن خمسة ممن بايع تحت الشجرة انهم كانوا يصلون ركعتين قبل المغرب)) (رواه البيهقى: ٢/٢٧٦۔ المروزی: ٤٧۔ ابو نعيم فى معرفة الصحابة: ٢/ ٤٦۔ قلمى فى ترجمة مرداس رضي الله عنه)

''راشد بن یسار سے روایت ہے کہ بیعت الرضوان میں شریک پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ نماز مغرب سے قبل دو رکعتیں سنت پڑھتے تھے۔''

توضیح: یہ درخت وہی ہے جس کے نیچے صلح حدیبیہ کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی جسے بیعة الرضوان کہا جاتا ہے۔ جس کی شان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ٤٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے راضی ہوگیا جنہوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی۔''

اتنی شان والوں کا اس سنت کو ادا کرنا اس کی بڑی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

اثر نمبر 4، از سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ:

((عن عبدالرحمن بن عوف قال كنا نركعهما اذا قمنا يعنى بين الاذان والاقامة فى المغرب)) (رواه البيهقى: ٤٧٦/٢۔ وللمروزى: ٤٧۔ وابن حزم فى المحلى)

''سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (صحابہ رضی اللہ عنہم) مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں سنت پڑھتے تھے۔''

توضیح: عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ برگزیدہ شخصیت ہیں، جن کے پیچھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ (ابن ماجہ: ۸۸) اور وہ نہ صرف اپنی بلکہ عام صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے بھی عمل کرنا بیان کر رہے ہیں۔

اثر نمبر 5، از زر بن حبیش رحمہ اللہ:

((عن زر قال قدمت المدينة فلزمت عبدالرحمن بن عوف وابى بن كعب فكانا يصليان ركعتين قبل صلوٰة المغرب لا يدعان ذالك)) (المروزى واللبيهقى: ٢٧٦/٢ نحوه)

''زر بن حبیش تابعی فرماتے ہیں کہ میں مدینے آیا پھر عبدالرحمٰن بن عوف اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کی صحبت میں رہا یہ دونوں مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے انہیں ترک نہیں کرتے تھے۔''

توضیح: ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مشہور حافظ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔

اثر نمبر 6، از عبداللہ بن عمرو ثقفی رحمہ اللہ:

((عن عبدالله بن عمرو الثقفى رايت جابر بن عبدالله يصلى ركعتين قبل المغرب)) (المروزى: ٤٥)

''عبداللہ بن عمرو ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھتے تھے۔''

اثر نمبر 7، از عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال صلوٰة الاوابين مابين الاذان واقامة المغرب))

(المروزى)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مفسر قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صلوٰۃ الاوابین (یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنے والے بندوں کی نماز) نماز مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان میں ہے۔"

اثر نمبر 8 ، از ابن عمر رضی اللہ عنہ:

((وسأل رجل عن ابن عمر رضی اللہ عنہ فقال ممن انت قال من اهل الكوفة قال من الذين يحافظون على ركعتي الضحى فقال وانتم ممن تحافظون على الركعتين قبل المغرب فقال ابن عمر كنا نتحدث ان ابواب السماء تفتح عند كل اذان)) (المروزی: ٤٧)

"کسی شخص نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کوئی مسئلہ پوچھا تب ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تو کہاں کا باشندہ ہے؟ کہنے لگا کوفے کا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم وہی ہو جو ہمیشہ ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھتے ہو تب اس شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ وہی ہو جو مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھتے ہو۔ تب ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے نزدیک یہ حدیث رائج تھی کہ ہر اذان کے وقت (قبولیت اور رحمت نازل ہونے کے لیے) آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔"

توضیح: ان دونوں روایتوں سے اس سنت کی فضیلت اور اہمیت معلوم ہوئی نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سنت ہمیشہ پڑھتے تھے۔

آثار نمبر 9، تا 28، از صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین کرام رحمہم اللہ:

٩۔ ((عن خالد بن معدان انه كان يركع ركعتين بعد غروب الشمس قبل صلوٰة المغرب، لم يدعهما حتى لقي الله وكان يقول ان ابا الدرداء كان يركعهما ويقول لا ادعهما و ان ضربت بالسياط......))

"خالد بن معدان تابعی ہمیشہ مغرب سے قبل دو رکعتیں سنت پڑھتے تھے اور تاوفات ترک نہیں کیں اور ابو درداء رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ مجھے کوڑے مارے جائیں تب بھی یہ سنت نہیں چھوڑوں گا اور پڑھتے رہے۔

١٠۔ ((وعن يحيىٰ بن سعيد انه صحب انس بن مالك الى الشام فلم يكن يترك ركعتين عند كل اذان......))

"اور یحییٰ بن سعید انصاری انس بن مالک کے ساتھ سفر میں تھے وہ (انس رضی اللہ عنہ) ہر اذان (مغرب کی یا دوسری) کے بعد دو رکعتیں پڑھنا ترک نہیں کرتے تھے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ ((وسئل سعید بن المسیب عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رأیت فقیها یصلیهما لیس سعد بن مالك......))

''اور سعید بن میّب تابعی سے پوچھا گیا تو کہنے لگے سعد بن مالک (ابوسعید خدری) کے علاوہ کسی بھی اہل علم کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

۱۲۔ ((وفی روایة کان المهاجرون لا یرکعون الرکعتین قبل المغرب وکانت الانصار یرکعو نهما وکان انس یرکعهما......))

''اور دوسری روایت میں کہا کہ مہاجر نہیں پڑھتے تھے اور انصار پڑھتے تھے اور انس رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔''

۱۳۔ ((وعن مجاهد قالت الانصار لا نسمع اذانا الا قمنا فصلینا......))

''اور مجاہد تابعی سے روایت ہے کہ انصاری کہتے تھے کہ ہم اذان سنتے تھے تو کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔''

۱٤۔ ((وعن الحسن بن محمد بن الحنفیه انه یقول ان عند کل اذنین رکعتین......))

''حسن بن محمد بن حنیفۃ کہتے ہیں کہ ہر اذان (مغرب کی خواہ دوسری) کے بعد دو رکعتیں ہیں۔''

۱۵ – ((وسئل قتاده عن الرکعتین قبل المغرب فقال کان ابو برزة یصلیهما......))

''اور قتادہ تابعی سے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے ابو برزہ نضلہ بن عبید رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔''

۱٦۔ ((وعن سوید بن غفلة کنا نصلی الرکعتین قبل المغرب و هی بدعة ابتدعنا ها فی امرة عثمان......))

''اور سوید بن غفلۃ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو خلافت عثمانیہ رضی اللہ عنہ میں رائج کیا۔''

۱۷۔ ((وعن عبدالله ابن بریدة، کان یقال ثلث صلوٰة صلوٰة الاوابین وصلوٰة المنیبین وصلوٰة التوابین وصلوٰة الاوابین رکعتین قبل صلوٰة الصبح وصلوٰة المنیبین صلوٰة الضحیٰ وصلواة التوابین رکعتین قبل المغرب......))

''عبداللہ بن بریدہ تابعی کہتے ہیں کہ (صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں) اس طرح کہا جاتا تھا کہ صلوٰۃ الاوابین (اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی نماز) فجر کی سنت ہے اور صلوٰۃ المنیبین (اللہ کے سامنے جھکنے والوں کی نماز) ضحیٰ کی نماز ہے اور صلوٰۃ التوابین (عنداللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توبہ کرنیوالوں کی نماز) مغرب سے پہلے دو رکعتیں ہیں۔

۱۸ ، ۱۹۔ ((وكان عبدالله بن بريدة ويحى بن عقيل يصليان قبل المغرب ركعتين......))

''عبداللہ بن بریدۃ اور یحیٰی بن عقیل نماز مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھتے تھے۔''

۲۱۔ ((وسئل الحسن عنهم فقال حسنتين والله جميلتين لمن اراد الله بهما......))

''اور حسن بصری سے اس سنت کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے اللہ کی قسم یہ دو رکعتیں دو نیکیاں اور دو بہترین خصلتیں ہیں، مگر جو اللہ کے لیے پڑھے۔''

۲۲۔ ((وعن سعيد بن المسيب حق على مؤمن اذا اذن ان يركع ركعتين......))

''اور سعید بن میبّب ومکحول شامی فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر حق ہے کہ ہر اذان کے بعد دو رکعتیں پڑھے۔''

۲۳۔ ((وكان الاعرج وعامر ابن عبدالله بن الزبير يركعهما......))

''اعرج اور عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی یہ رکعتیں پڑھتے تھے۔''

۲٤۔ ((و اوصى انس بن مالك ولده ان لا يدعوهما وعن مكحول على الموذن ان لا يركع ركعتين على اثر التاذين......))

''اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ یہ دو رکعتیں ترک نہ کریں۔''

۲۵۔ ((وعن الحكم ابن الصلت رايت عراك بن مالك اذا اذن المؤذن بالمغرب قام فصلى سجدتين قبل الصلوٰة......))

''حکم بن صلت سے روایت میں نے عراک بن مالک کو دیکھا جب موذن مغرب کی اذان دیتا تو وہ کھڑے ہوکر دو رکعات نماز مغرب سے پہلے اداء کرتے۔''

۲٦۔ ((وعن السكن بن حكيم رأيت علباء بن احمر اليشكرى اذا غربت الشمس قام فصلى، ركعتين قبل المغرب......))

''سکن بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے علباء بن احمد الیشکری کو دیکھا جب غروب شمس ہوتا وہ کھرے ہوتے اور مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے۔''

۲۷۔ ((وعبيدالله ابن عبدالله بن عمر ان كان المؤذن ليؤذن بالمغرب ثم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقرع المجالس من الرجال يقومون يصلونهما......))

''امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ مغرب کی اذان ہوتے ہی مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگ کھڑے ہو جاتے اور دو رکعتیں پڑھتے حتیٰ کہ مجلسیں اور بیٹھکیں خالی ہو جاتی تھیں یعنی کوئی بھی پڑھنے سے پیچھے نہیں رہتا تھا۔''

۲۸۔ ((وعن الفضل بن الحسن انه يقول الركعتان اللتان تصليان بين يدى المغرب صلوٰة الاوابين)) (المروزی: ٤٨٤٧)

''اور فضل بن حسن کہتے تھے کہ مغرب سے قبل دو رکعتیں سنت ''صلوٰۃ الاوابین'' ہے۔''

توضیح: ان آثار اور روایات سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خواہ تابعین میں اس سنت پر عمل عام تھا اور ان کے نزدیک یہ سنت موکدہ تھی کیونکہ اپنی اولاد کو وصیت کر رہے تھے، کہیں یہ سنت ترک نہ ہو جائے اور کوڑے برداشت کرنا قبول کر رہے تھے مگر اس سنت کو چھوڑنے پر تیار نہ تھے اور اس کی تعریف کر رہے تھے، نیز اس کا اجر بتا کر اس کی اشاعت اور تبلیغ کر رہے تھے۔

سوال: سعید بن میتب کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری کے علاوہ دوسرے کسی اہل علم کو (یہ دو رکعت) پڑھتے نہیں دیکھا؟

جواب: یہ سعید بن میتب کے دیکھنے کی بناء پر ہے حالانکہ دوسرے بہت سارے علماء صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ ثبوت موجود ہے مثلاً عبدالرحمٰن بن عوف، ابی بن کعب، ابو ایوب انصاری، ابن عمر، جابر بن عبداللہ، ابو درداء، ابن عباس، انس بن مالک، ابو امامہ رضی اللہ عنہم وغیرہم یہ سب علماء فقہاء تھے، بلکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا قول حدیث نمبر ۸ میں گذرا کہ لب لباب صحابہ رضی اللہ عنہم یعنی خاص صحابہ رضی اللہ عنہم پڑھتے تھے اور اثر نمبر ۳ میں گذرا کہ بیعۃ الرضوان والے پڑھتے تھے۔

((فمن عرف الشيء حجة على من لم يعرفه))

ثانیاً: خود سعید بن المسیب بھی اس سنت کے قائل ہیں کیونکہ فرما رہے ہیں کہ اس سنت کا پڑھنا مسلمانوں پر حق ہے۔

سوال: ابن المسیب مہاجرین کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ وہ (یہ سنت) نہیں پڑھتے تھے؟

جواب: یہ ان کی معلومات کے تحت ہے عبدالرحمٰن بن عوف، ابن عمر رضی اللہ عنہم یہ سب مہاجر تھے، جن سے ثبوت اوپر گذر چکا۔ نیز عثمان رضی اللہ عنہ بھی مہاجر ہیں اوپر گذرا کہ ان کے دور خلافت میں یہ سنت پڑھی جاتی تھی۔ ایضاً عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے اثر نمبر ۲ میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثبوت گذرا، ان میں یہ نام بھی ہیں، علی المرتضیٰ، سعد بن ابی وقاص، مقداد بن اسود، ابن مسعود، بلال (مؤذن) عبداللہ بن ابی بکر، ابو موسیٰ،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صہیب رومی، عبدالرحمن بن سمرہ اور یہ تمام کے تمام مہاجر تھے، نیز بیہقی: ۲/ ۴۷۶ میں ابو ایوب کی حدیث ہے کہ ابوبکر صدیق اور عثمان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں یہ سنت پڑھی جاتی تھی یہ بھی مہاجر تھے۔

سوال: سوید بن غفلہ کے قول سے معلوم ہوا کہ یہ سنت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں رائج ہوئی اس سے قبل نہ تھی؟

جواب: اس سنت کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلفاء کے دورِ خلافت میں مل چکا ہے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اس سنت پر عمل کرنے کا ثبوت مل چکا ہے، لہٰذا اس کی اصل ثابت ہے۔

مگر امیر عمر رضی اللہ عنہ سورج کے سرخ ہونے کے بعد نماز پڑھنے والوں پر سختی کرتے تھے اور ان کو کوڑے مارتے تھے، اس ڈر سے لوگ مغرب سے قبل کی دو رکعتیں بھی نہیں پڑھتے تھے، لیکن امیر عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک بار زید بن وہب نے یہ سنت پڑھی تو انہوں نے کوئی انکار نہیں کیا۔ (مختصر قیام اللیل: ٤٩)

لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اکثر لوگ یہ سنت ادا کرتے تھے، اس بناء پر سوید بن غفلہ نے کہا ہے کہ یہ سنت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں رائج ہوئی اسی طرح "امام بیہقی نے صفحہ ۴۷۶ جلد ۲ میں اشارہ کیا ہے۔

الغرض یہ سنت مشہور و معروف ہے۔

اثر نمبر ۲۹، از ابن عمر رضی اللہ عنہ:

((عن ابن بريدة لقد ادركت عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ يصلى تينك الركعتين لا يدعهما على حال)) (دارقطنی: ٩٩ طبع هند)

"ابن بریدہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھتے تھے اور کبھی بھی ترک نہیں کرتے تھے۔"

ناظرین! احادیث و آثار کے بعد مذاہب اربعہ کی کتب سے ثبوت پیش کیے جاتے ہیں۔

مذاہب اربعہ

حنفی مذہب سے ثبوت:

۱۔ علامہ جمال الدین زیلعی نے نصب الرایہ: ۲/ ۱۴۰ میں اس سنت کی نفی میں روایت لا کر اس پر جرح کی ہے اور سنداً و متناً اس کو خطاء مانا ہے نیز ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس روایت کو موضوع روایات میں شامل کیا ہے اور صفحہ نمبر ۱۴۱ جلد ۲ میں اس سنت کے ثبوت کے بارے میں روایات نقل کی ہیں، نیز صفحہ نمبر ۱۷۳ میں اس طرح فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ

((ان رواية المثبت مقدمة على النافى مع ان رواية الاثبات اصح))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ثبوت والی روایت نفی والی روایت پر مقدم ہے نیز ثبوت والی روایت اصح ہے۔''

۲۔ علامہ ابن نجیم ((البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۱/۲۶۶ میں لکھتے ہیں کہ

((وفی صحیح البخاری انه ﷺ قال صلوا قبل المغرب رکعتین و هو امر ندب وهو الذی ینبغی اعتقاده فی هذه المسئلة والله الموفق وما ذکروه فی الجواب لا یدفعه))

''اور صحیح بخاری میں حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ مغرب سے قبل دو رکعت پڑھا کرو۔ آپ ﷺ کا یہ حکم استحباب کے لیے ہے اور اس مسئلے کے لیے یہی عقیدہ رکھنا چاہیے کہ (عمل کے لیے) توفیق اللہ دینے والا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اس حدیث کے لیے جو جواب دیا جاتا ہے وہ اس کے حکم کو رد نہیں کرسکتا۔''

۳۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی ''عمدہ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ: ۲/۱۳۲ اس سنت کو مباح اور جائز کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:

((لو صلی رکعتین خفیفتین بحیث لم یلزم تاخیر المغرب لم یکره))

''اگر یہ سنت دو رکعتیں ہلکی کر کے پڑھی جائیں کہ مغرب فرض نماز میں تاخیر نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔''

علامہ ابن الہمام ''فتح القدیر شرح الہدایہ: ۱/ ۳۱۸ میں اسی طرح لکھتے ہیں کہ دو رکعتیں کم وقت لیتی ہیں اس لیے فرض نماز میں تاخیر نہیں ہوگی۔

مالکی مذہب سے ثبوت:

۱۔ امام ابوالولید باجی جو کہ مالکی مذہب کے بڑے مشہور عالم ہیں۔ وہ ''المنتقی شرح الموطا : ۱/ ۲۶۷'' میں لکھتے ہیں کہ:

((واما قبل المغرب فقد روی عن انس کنا نصلی علی عهد رسول الله ﷺ رکعتین بعد غروب الشمس قبل صلوٰة المغرب فقلت له اکان رسول الله ﷺ صلاهما قال کان یرانا نصلیهما فلم یأمرنا ولا ینهانا وهذا یدل علی جواز ذالك))

''نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں ''سنت'' کے بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں پڑھتے تھے پھر راوی نے پوچھا رسول اللہ ﷺ بھی پڑھتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے؟ کہنے لگے آپ ﷺ ہمیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے، پس آپ ﷺ نہ ہمیں منع کرتے نہ حکم کرتے تھے۔ (یہ حدیث نمبر ۴ میں گذری) اور یہ حدیث اس سنت کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے۔''

۲۔ علامہ ابن العربی ''شرح الترمذی: ۲/ ۳۰۰'' میں لکھتے ہیں کہ:

((الحديث فيه صحيح عن ﷺ فی كل صحيح مسند))

''اس سنت کے ثبوت کے بارے میں حدیث کی ہر صحیح اور مسند کتاب میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث موجود ہے۔''

شافعی مذہب سے ثبوت:

۱۔ امام النووی ''شرح مسلم ۱/ ۲۷۸'' میں فرماتے ہیں کہ:

((والمختار استحبا بما لهذه الاحاديث الصحيحه الصريحة وفی صحيح البخاری عن رسول الله ﷺ صلوا قبل المغرب قال فی الثالثة لمن شاء واما قولهم يودی الی تاخير المغرب فهذا خيال منا بذ للسنة فلا يلتفت اليه ومع هذا فهو زمن يسير لا تتاخر به الصلوة عن اول وقتها و اما من زعم النسخ فهو مجازف لان النسخ لا يصار اليه الا اذ اعجزنا عن التاويل والجمع بين الاحاديث وعلمنا التاريخ وليس هنا شئی من ذالك والله اعلم))

''مختار مذہب کے مطابق مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا مستحب (موجب اجر) ہے اور صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ مغرب سے پہلے نماز پڑھو۔ الخ (حدیث نمبر ۳) باقی یہ کہنا کہ فرض میں تاخیر ہو جائے گی فضول خیال اور خلاف سنت ہے نیز (دو رکعتیں پڑھنے) سے فرض نماز اول وقت سے مؤخر نہیں ہوتی اور جو اس کے منسوخ ہونے کا گمان رکھتے ہیں وہ خلاف حق ہے اس لیے کہ منسوخ'' کہنا تب صحیح ہوگا جب روایات ایک دوسرے کے متعارض ہوں اور ان میں تطبیق دینا ناممکن ہو۔ ایضاً تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کونسی روایت مقدم ہے اور کونسی مؤخر یہاں یہ دونوں شرطیں ناپید ہیں اس لیے اس سنت کا حکم منسوخ نہیں محکم ہے۔''

۲۔ فقہ شافعی کی مشہور کتاب ''الانوار لاعمال الابرار'' مصنفہ علامہ یوسف اردبیلی: ۱/ ۸۰ میں ہے کہ:

((واستحب ركعتان قبل المغرب بين الاذانين))

''نماز مغرب سے پہلے اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔''

۳۔ علامہ ابن سید الناس ''شرح الترمذی (المصور)'' میں حدیث نمبر ا کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فيه استحباب ركعتين قبل المغرب))

''اس حدیث سے نماز مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھنا مستحب ثابت ہوتا ہے۔''

۴۔ امام ابوالاقاسم الرافعی ''فتح العزيز شرح الوجيز: ٤/ ١٨۔ ٢٠ (في ذيل المجموع شرح المهذب) میں لکھتے ہیں کہ:

((وبهذا الوجه قال ابو اسحاق الطوسي وكذالك ابو الزكريا))

''شافعی مذہب کے دو بڑے امام ابواسحاق طوسی اور ابوزکریا سکری اس سنت کو مستحب کہتے ہیں۔''

((واما ركعتان قبلها بين اذان المؤذن واقامة المؤذن على سبيل المبادرة فقد نقل عن جماعة من الصحابة كابي بن كعب وعباده بن الصامت وابي ذرو زيد بن ثابت))

''مغرب سے پہلے اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں جلدی پڑھ لینا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ ابی بن کعب، عبادہ بن الصامت، ابوذر غفاری اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔''

حنبلی مذہب سے ثبوت:

ا۔ ''فتاویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ'' میں ہے کہ:

((فاذا كان المؤذن يفرق بين الاذان مقدار ذالك فهذه صلوٰة حسنة))

''جب مؤذن اذان اور قامت کے مابین مسنون طریقے سے ٹھہرے تو یہ سنت بہتر اور موجب اجر ہے۔''

۲۔ فقہ حنبلی کی معتبر کتاب ''شرح الزاد المستقنع: ٦٠'' میں ہے کہ:

''نماز مغرب سے قبل دو رکعتیں جو چاہے اس کے لیے سنت ہیں۔''

اور صفحہ ۲۸۲ جلد ا میں ہے کہ:

((وفيهما اى (الركعتين) قبل المغرب (ثواب) قلت هذا يدل على استحبابهما))

''مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا باعث اجر ہے لہٰذا ان کا پڑھنا مستحب ہے۔''

۴۔ فقہ حنبلی کی مشہور کتابوں ''المغني: ١/ ٧٦٦'' اور ''الانصاف: ١/ ٤٢٢'' میں مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کو جائز اور مباح کہا گیا ہے۔

راشدی خاندان کا اس بارے مسلک:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین! سندھ میں راشدی خاندان کا کافی اثر ہے اور اس خاندان کی دینی، علمی خدمات کی وجہ سے سندھ کے اکثر لوگ اس کے معتقد ہیں اور بحمد اللہ، ہمارے (راشدی) خاندان میں اس سنت پر عمل اور اس کی ترغیب دلانا رائج رہا ہے، چنانچہ راشدی خاندان کے مورثِ اعلیٰ مشہور بزرگ عالم اور فاضل سید محمد راشد شاہ بن سید محمد بقا شاہ الحسینی العلوی المتوفی ۱۲۳۴ ہجری رحمہ اللہ جن کی طرف راشدی خاندان منسوب ہے۔ آپ سے یہ سنت قولاً وعملاً ثابت ہے یہاں آپ کے خاندان اور معتقدین کی عبرت کے لیے ایک واقعہ تحریر کیا جاتا ہے، آپ کی مشہور ملفوظات ہے جو کہ آپ کے مشہور خلیفہ محمود نظامانی نے جمع کی ہے جو اصل میں ''مجمع الفیوضات'' کے نام سے شائع شدہ ہے۔ اس کے صفحہ نمبر ۳۴۳-۳۴۴ باب دوم نقل نمبر ۲۸ میں ہے کہ ناقل یعقوب فقیر نے دیکھا کہ ایک بار آپ نے درگاہ مبارک والی مسجد شریف میں نماز مغرب سے پہلے اذان کے بعد فرمایا کہ:

''اے دوستو! ہم آج نبی کریم ﷺ کی متابعت کریں گے۔''

یہ فرما کر فرض نماز ادا کرنے سے پہلے دو رکعتیں نفل نماز شروع کر دی شہر کی جماعتوں میں سے جو بھی آ رہا تھا وہ سوال کر رہا تھا کہ فرض نماز ہو چکی؟ پھر جب آپ نفل نماز سے فارغ ہو چکے تب جماعت کے ساتھ مل کر فرض نماز ادا کی۔ پھر فرمانے لگے یہ بھی نبی کریم ﷺ کی سنت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کریم ﷺ نے مغرب کی اذان کے بعد نفل پڑھے تھے پھر جو صحابی آ رہا تھا، یہی سوال کر رہا تھا کہ فرض نماز ہو چکی؟ الحمد للہ اس سے یہ متابعت بھی پوری ہوئی۔

ناظرین! اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ان دو رکعتوں کا سنت ہونا خاندانِ راشدیہ کے نزدیک مسلم ہے، نیز آپ کے پرپوتے ہمارے جد امجد سید ابو التراب رشد اللہ شاہ المعروف ''بصاحب الخلافۃ و بصاحب الشریعۃ'' آپ کی علمی تحقیق اور فن سنت میں مہارت علماء کے نزدیک مسلم ہے۔ مخدوم مولوی محمد عثمان نورنگ زادہ اپنی مشہور تفسیر ''تنویر الایمان: ۱/۳'' میں آپ کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں کہ:

((عالم افضل مربی مکمل اکمل بے مثل فاضل اجل بیعدیل مفسر آیاتِ قرآنی محدث لاثانی فقیہ ربانی مجمع اشتات علوم نقلیہ منبع فهوم عقلیہ وارث علوم رسول اللہ آیۃ من آیات اللہ داعی الخلق الی اللہ))

اور علامہ عبید اللہ سندھی کہتے ہیں کہ:

''ان سے صحبتیں رہیں، علم حدیث کے بڑے جید عالم اور صاحب تصنیف تھے۔'' (ماہنامہ شریعت سکھر سوانح حیات نمبر مطبوعہ ۱۴۰۱ ہجری، ۱۹۸۱ء صفحہ ۴۰۹)

آپ اپنی کتاب ''ثمر آخرت: ۱۱۱'' میں فرماتے ہیں کہ اس سنت کا ثبوت جس طرح آپ ﷺ سے قولاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملتا ہے اسی طرح فعلاً بھی ملتا ہے۔ جیسے ''صحیح ابن حبان'' اور ''قیام اللیل'' میں محمد بن نصر سے صحیح سند سے مروی ہے، اس وجہ سے ''سبل السلام'' میں لکھتے ہیں کہ:

((فقد ثبت مشرعیتهما بالقول والفعل))

پس اس حدیث کی وجہ سے نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا مستحب و مندوب ہے۔ اسی طرح علماء صوفیہ خواہ احناف کے مسلم برگزیدہ بزرگ شیخ ابن عربی الحاتمی الطائی الصوفی اپنی مشہور کتاب ''الفتوحات المکیہ: ۱/ ۶۲۱'' میں مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کو سنت کہتے ہیں اور یہی مذہب اپنے اساتذہ سے نقل کرتے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی سنت کی محبت عطاء فرمائے اور اس کو سمجھنے اور عمل کی توفیق بخشے۔

ویرحم الله عبدا قال آمینا

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین وصلی الله تعالی علی رسوله ونبیه و صفیه وخلیله اکرم الاولین والآخرین وعلی اٰله وصحبه اجمعین وعلی التابعین واتباعهم الی یوم الدین.

وانا العبد

السید ابو محمد بدیع الدین شاه الراشدی المکی

غفره له ولو الدیه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلوٰۃ الوتر اور اس کے مسائل

شاہ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کی مایہ ناز تفسیر "بدیع التفاسیر" جو کہ سندھی زبان میں ہے جس سے اردو طبقہ استفادہ سے محروم ہے۔ راقم الحروف نے اس تفسیر میں سے ایک مقالہ اردو زبان میں نقل کر کے قارئین کے لیے پیش کیا ہے، جس سے اردو طبقہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر کتنی جامع اور مفصل ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلوٰۃ الوتر کے بارے میں عام کتابوں میں یہ پڑھنے کو ملتا ہے کہ وتر کی نماز واجب یا فرض ہے اور آج کل ہمارے خطباء حضرات اس بات کو ببانگ دہل بیان کرتے ہیں، جب کہ اس بابت کہیں بھی ذکر نہیں۔ اور اسی بات کو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے اس مقالہ میں ذکر کیا ہے۔ (یعنی وتر کی نماز فرض یا واجب نہیں)

وتر واجب یا فرض نہیں:

مسئلہ ۱: وتر واجب یا فرض نہیں ہے کیونکہ اس بحث کے شروع سے معلوم ہوا کہ پانچ فرض نمازوں کے علاوہ ساری نمازیں نفلی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کو سواری پر پڑھتے تھے، ظاہر ہے کہ فرضی نماز سواری پر بلاوجہ نہیں پڑھی جاتی ہے۔ ترمذی نسائی اور حاکم میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((لیس الوتر بحتم کھیئة المکتوبة ولکن سنة سنها رسول الله ﷺ)) ❶

''وتر فرض نماز کی طرح لازم نہیں ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔''

نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا وتر واجب ہے؟ جواب میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھا ہے اور مسلمانوں نے بھی پڑھا ہے، بار بار یہی سوال کیا گیا کہ وتر واجب ہے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہی جواب دیتے رہے۔ ❷

یعنی وتر کو واجب کہنے کی جرأت نہیں کی۔

نماز وتر کا وقت:

مسئلہ ۲: وتر کا وقت عشاء نماز کے بعد شروع ہوتا ہے، طلوع فجر تک ختم ہو جاتا ہے:

((عن خارجة بن حذافة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ان الله امركم بصلاة هي خيرلكم من حمر النعم قلنا وماهي يا رسول الله قال الوتر مابين صلاة العشاء الى طلوع الفجر)) ❸

''خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر مہربانی کرتے ہوئے تمہارے لیے نماز زیادہ کر دی ہے جو کہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کونسی نماز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ وتر نماز

❶ بلوغ المرام ص: ۷۵.

❷ رواه مالك في الموطا، مشكوٰة: ۱۱۳.

❸ رواه الخمسة الا النسائي وصححه الحاكم، بلوغ المرام: ۷۵.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس کا وقت عشاء کے بعد طلوع فجر تک ہے۔''

اس حدیث سے وتر کا وقت اور اس کی فضیلت و بھلائی معلوم ہوتی ہے۔

وتر کس وقت میں پڑھنا افضل ہے؟

مسئلہ ۳: وتر نماز رات کے پچھلے یا آخری دونوں حصوں میں پڑھنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے چنانچہ غضیف بن حارث کے سوال پر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ربما اوتر فی اول اللیل وربما اوتر فی آخرہ کبھی آپ ﷺ وتر نماز رات کے پچھلے حصہ میں پڑھا کرتے تھے کبھی آخری حصے میں مناسب یہ ہے کہ جس آدمی کی تہجد پر اٹھنے کی عادت ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ تہجد نماز کے بعد پڑھے، جس کو آخری حصے میں اٹھنے کا یقین نہ ہو تو وہ سونے سے پہلے اول حصے میں پڑھ کر سوئے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اولہ ومن طمع ان یقوم آخرہ فلیوتر آخر اللیل فان صلوۃ آخر اللیل مسعودۃ وذالك افضل))

''جس شخص کو رات کے آخری حصے میں نہ اٹھنے کا ڈر ہو تو وہ رات کے شروع والے حصے میں وتر پڑھ کر سوئے اور جس کو آخری حصے میں اٹھنے کی امید ہو تو وہ آخری حصے میں تہجد کے بعد پڑھے کیونکہ رات کے آخری حصے میں نماز حاضر کی ہوئی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ ہی طریقہ افضل ہے۔''

نیز صحیح مسلم میں عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((اجعلوا آخر صلاتکم باللیل وترا)) ''رات کی آخری نماز وتر کرو۔''

صحیح بخاری مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ساری رات اول درمیان اور آخر رات کے ان سب حصوں میں وتر پڑھا ہے اور بعد میں وتر آخری رات کے حصے میں پڑھنے لگے۔ ❶

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رات کے آخری حصے میں وتر پڑھنا افضل ہے۔

ایک رات میں دو وتر پڑھنا منع ہے:

مسئلہ ٤: جس شخص نے رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لیا ہے، پھر وہ شخص رات کے آخری حصے میں تہجد کے لیے بیدار ہو جاتا ہے تو وہ شخص تہجد کے بعد وتر نہیں پڑھے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(لا وتران فی لیلۃ واحدۃ) ❷ ''یعنی ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔''

---

❶ مشکوٰۃ: ۱۱۱، ۱۱۲.

❷ رواہ احمد وثلاثۃ، وصححہ ابن حبان من حدیث طلق بن علی رضی اللہ عنہ بلوغ المرام: ۷۷.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتر کی تعداد رکعات:

مسئلہ ۵: وتر کی رکعتیں، رسول اللہ ﷺ سے ایک رکعت پڑھنے کے بارے میں زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے۔ صحیحین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صلاۃ اللیل مثنی مثنی فاذا اخشع احدکم الصبح صلی رکعة واحدة توتر له ما قد صلی))

"یعنی رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں جب صبح ہونے کا وقت قریب ہو تو ایک رکعت پڑھ لے جو کہ ساری نماز کو وتر (اکی) بنا دیتی ہے۔"

صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((الوتر رکعة من آخر اللیل)) ❶

"وتر آخر رات میں ایک رکعت پڑھنی ہے۔"

امام محمد بن نصر مروزی قیام اللیل میں ایک مستقل باب رکھا ہے، باب وتر النبی ﷺ برکة . یعنی نبی کریم ﷺ کا ایک رکعۃ وتر پڑھنے کے بارے میں اسی کے تحت احادیث نقل کرتے ہیں۔

(۱) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو رات کو گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے یوتر منها واحده . ان میں صرف ایک رکعت وتر ہوتی تھی۔ (۲) ابومجلز تابعی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وتر کے بارے میں پوچھا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (الوتر رکعة من اٰخر اللیل) یعنی "وتر رات کے آخری حصے میں ایک رکعت ہے۔"

پھر میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا اس نے بھی یہ ہی جواب دیا۔ (۳) فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک رات نبی کریم ﷺ کے پاس ٹھہرا اس وجہ سے کہ میں دیکھوں آپ علیہ السلام نماز کیسے پڑھتے ہیں! آپ علیہ السلام اٹھے اور پانی کے لٹکے ہوئے برتن میں سے وضو کیا (جو کہ برتن چمڑے کا بنا ہوا تھا) پھر دو دو رکعتیں کر کے پڑھیں، اسی طرح دس رکعتیں پڑھیں (ثم قام مصلی سجدة فاوتربها) "پھر اٹھ کر ایک رکعت وتر پڑھی۔"

(۴) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صلی رسول الله ﷺ مثنی مثنی و اوتر بواحدة . "رسول اکرم ﷺ نے دو دو رکعت کر کے نماز پڑھی اور وتر ایک رکعت پڑھی۔"

(۵) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((کان النبی ﷺ اذا صلی العشاء صلی بعدها اربعا ثم اوتر بسجدة ثم نام

---

❶ مشکوٰۃ: ۱۱۱.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حتی یصلی بعدها صلاة اللیل))

''رسول اللہ ﷺ عشاء کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے' پھر ایک رکعت وتر پڑھتے تھے، پھر آرام فرمایا کرتے تھے۔ پھر رات کو اٹھ کر تہجد پڑھا کرتے تھے۔''

اس کے علاوہ کتنی ہی احادیث صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین سے ایک رکعت وتر پڑھنا نقل کی ہیں۔

مثلاً: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابن عمر، جابر، ابن عباس، ابی بن کعب، ابودرداء، فضالہ بن عبید، معاذ بن جبل، حذیفہ بن یمان، ابن مسعود، ابوہریرہ، عبداللہ بن زبیر، ابوموسیٰ اشعری، رضی اللہ عنہم۔ تابعین میں سے معاذ قاری، جابر بن زید، عطاء، سعید بن جبیر، محمد بن سیرین، حسن بصری، زہری رحمہم اللہ وغیرہم یہ سب کے سب ایک رکعت وتر پڑھنے کے قائل وفاعل تھے۔

وتر تین یا پانچ رکعتیں پڑھنا سنت ہے:

((عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ ﷺ الوتر حق علی کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدة فلیفعل)) ❶

''ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وتر نماز پڑھنا ہر مسلمان پر حق ہے، پس جو چاہے پانچ پڑھے یا تین پڑھے یا ایک پڑھے، حدیث میں وتر تین رکعت پڑھنے کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام کرے اس کے بعد ایک رکعت جدا پڑھے۔''

جس طرح (مسند احمد میں صفحہ ۸۳، ۸٤ ج٦ الباغندی صفحہ نمبر ۲۰ مع تعلیقا السمط الابرین) میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((کان یوتر بثلاث یسلم فی الرکعتین سلاما یسمعنا یقوم فیصلی رکعة))

یعنی ''آپ علیہ السلام تین رکعت وتر اس طرح پڑھتے تھے، دو رکعتیں پڑھ کر سلام کرتے تھے جس کی آواز ہمیں سنائی دیتی تھی، پھر اٹھ کر تیسری رکعت پڑھتے تھے۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

((کان رسول اللہ ﷺ یصلی یفرق بین الشفع والوتر وانا فی البیت اسمع تسلیمه))

یعنی ''آپ ﷺ وتر کی دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے درمیان فرق کرتے تھے کیونکہ میں گھر میں سلام کی آواز سنتی تھی۔''

❶ رواہ ابوداود، والنسائی، وابن ماجه.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنن ابن ماجہ ص ۸۳ میں ام المومنین سے روایت ہے:

((کان رسول اللہ ﷺ یسلم فی کل رکعۃ ویوتر بواحدۃ))

''رسول اکرم ﷺ ہر دو رکعت کے بعد سلام کرتے تھے اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔''

اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مسند احمد ۲/ ۷۶ میں حدیث ہے کہ:

((کان رسول اللہ ﷺ یفصل بین الوتر والشفع بتسلیمۃ ویسمعناھا))

یعنی ''آپ علیہ السلام وتر کی ایک رکعت اور دو رکعتوں میں سلام پھیر کر دونوں کے درمیان جدائی کرتے تھے اور ہم سلام کی آواز سنتے تھے۔''

یہ روایت صحیح ابن حبان میں بھی موجود ہے۔(موارد الظمآن ۱۷۵) نیز دارقطنی ۱/ ۷۶ طبع ھند میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((ان رجلا سال النبی ﷺ عن الوتر فقال افصل بین الواحدۃ واثنین بالسلام))

''ایک شخص نے آپ ﷺ سے وتر کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو فرمایا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھ پھیرو، سلام کرو پھر ایک رکعت پڑھو۔''

یہ عمل سلف میں عام تھا چنانچہ امام زہری فرماتے ہیں:

((کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یسلمون فی رکعتی الوتر))

یعنی ''آپ ﷺ کے اصحاب وتر کی دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے۔''

اسی طرح سیدنا ابن عباس، ابن عمر، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم وتر کی دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں معاذ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کی رمضان میں تراویح نماز میں امامت کرتے تھے، وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر کر ایک رکعت جدا پڑھتے تھے، جماعت میں کتنے ہی اصحاب رسول اللہ ﷺ موجود ہوتے تھے مگر کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا تابعین میں محمد بن سیرین، حسن بصری اور عطا بن ابی رباح رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

مختصر قیام اللیل للمروزی ۲۰۵/۶ مصنف عبدالرزاق ۳۷/۳ میں ابوموسیٰ اشعری، ابوہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ یہ وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر کر پھر ایک رکعت پڑھتے تھے، یعنی وتر کی تین رکعت میں تیسری سے پہلے سلام پھیرتے تھے۔ وتر کی دوسری صورت یہ ہے تین رکعتیں اکٹھی پڑھی جائیں بیچ میں تشہد یا التحیات کے لیے نہ بیٹھا جائے۔

مستدرک الحاکم ۱/ ۳۰ (مع التلخیص للذھبی) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((قالت کان رسول اللهﷺ یوتر بثلاث لا یقعد الافی اخرهن وهذا وتر عمر اخذه اهل المدینة))

یعنی ''رسول اللہ ﷺ تین رکعتیں وتر پڑھتے تھے بیچ میں قعدہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ کا وتر بھی آخر میں اس طرح تھا جس کو مدینے والوں نے لیا۔''

باقی تیسری صورت جو عام طرح پڑھی جاتی ہے، یعنی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد التحیات میں بیٹھ کر بغیر سلام کے کھڑے ہو کر تیسری رکعت پڑھنا اس طریقہ کا رسول اکرم ﷺ سے کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ اسی طرح پڑھنے سے مغرب نماز سے مشابہت ہوتی ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے اسی طرح پڑھنے سے منع کیا ہے۔

مستدرک حاکم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((قال قال رسول اللهﷺ لا توتروا بثلاث تشبهوا بصلاة المغرب))

یعنی ''وتر کو تین رکعت مغرب نماز کی طرح نہ پڑھو۔''

یہ حدیث دارقطنی ۲/ ۲۵ میں بھی ہے اور فرماتے ہیں کہ: (کلهم ثقات) ''یعنی اس کے سارے روای ثقہ ہیں۔'' نیز بیہقی ۳/ ۳۱ میں یہ حدیث ہے۔

مصنف عبدالرزاق ۳/ ۳ میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((ان رسول اللهﷺ قال الوتر حق ولیس کالمغرب))

''وتر حق ہے مگر مغرب نماز کی طرح نہیں ہے۔''

اسی لیے پہلے والے دونوں طریقے صحیح ہیں ان میں سے پہلے والا طریقہ زیادہ افضل ہے۔

کیونکہ پہلے طریق بابت زیادہ احادیث ہیں۔ پانچ رکعتیں ایک ساتھ پڑھنا بغیر تشہد کے ایک ہی سلام کے ساتھ بیچ میں تشہد کے لیے نہیں بیٹھنا ہے۔ جس طرح بخاری، مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((کان رسول اللهﷺ یصلی من اللیل ثلاث عشرة رکعة یوتر من ذالك بخمس لا یجلس فی شیء الا فی اخرها)) ❶

یعنی ''رسول اکرم ﷺ رات کی نماز میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے جس میں سے پانچ رکعت وتر ہوتی تھی۔ ان پانچ رکعتوں کے درمیان بیٹھا نہیں کرتے تھے بلکہ آخر میں بیٹھتے تھے۔''

مختصر قیام اللیل المروزی ص ۲۰۷ میں ابن عباس اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح کی احادیث مروی ہے۔

سات رکعتیں بھی ثابت ہیں مگر اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ صورت ہے کہ سات رکعتیں ایک ساتھ صرف آخر میں ہی بیٹھ کر سلام پھیر دیا جائے بیچ میں کہیں نہ بیٹھیں، دوسری صورت یہ ہے کہ چھ رکعت ایک ساتھ

❶ مشکوٰۃ، ص: ۱۱۱۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر میں بیٹھ کر سلام پھیر کر، پھر ساتویں رکعت جدا پڑھی جائے یہ دونوں صورتیں سنن نسائی میں ۱/ ۱۷۷ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ہے۔ دوسری صورت بیہقی ۳/ ۳۰ میں بھی مروی ہے۔

نو رکعتیں بھی ثابت ہیں ان کے پڑھنے کی یہ صورت ہے کہ آٹھ رکعتیں ایک ساتھ آخر میں قعدہ کر کے بغیر سلام کے نویں رکعت کھڑا ہو کر پڑھی جائے، اس کے بعد سلام پھیرا جائے۔ جیسے صحیح مسلم ۱/ ۲۵۶ (مع النووی) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ جس میں گیارہ اور تیرہ رکعات کا ذکر ہے۔ مشکوٰۃ ص ۱۱۲ میں بحوالہ ابوداود، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، گیارہ اور تیرہ کے بارے میں مگر اس میں کہیں بھی قعدہ کا ذکر نہیں ہے، اس لیے ساری رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنی چاہئیں۔

وتر کی دعا:

مسئلہ ٦: وتر کے آخر میں دعائے قنوت مسنون ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّمَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ))

بیہقی ۳/ ۳۹، سنن نسائی ۱/ ۱۷۹ میں اس کے بعد یہ الفاظ زیادہ ہیں وصلی الله علی النبی محمد.

''اے اللہ! ہدایت دے مجھے اور ان میں داخل کر جن کو آپ نے ہدایت دی اور بخش دے مجھے اور ان میں داخل کر جن کو آپ نے بخش دیا ہے اور مجھے دوست بنا اور ان میں داخل کر، جن کو آپ نے دوست بنایا ہے اور برکت فرما میرے لیے ہر اس چیز میں جو آپ نے عطا کی ہے اور بچا دے مجھے اس تکلیف اور برائی سے جس کا آپ نے فیصلہ کر رکھا ہے۔ پس آپ فیصلہ کرتے ہیں نہیں فیصلہ کیا جاتا آپ کے فیصلہ کے خلاف۔ نہیں ذلیل ہوتا ہے وہ جس سے آپ محبت کریں اور نہیں عزت پا سکتا ہے وہ جس سے آپ دشمنی رکھیں۔ برکت والے ہیں، اے ہمارے رب اور بلند ہیں۔ اللہ رحمت بھیجے اپنے نبی پر۔''

نیز نسائی صفحہ مذکورہ اور مستدرک حاکم ۱/ ۳۰۶ میں علی رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءَ عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَ أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ))

''اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غصہ سے اور تیری معافی کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے ہی ہاں پناہ مانگتا ہوں میں آپ کی تعریفیں گن نہیں سکتا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیری وہ تعریف ہے، اے اللہ جیسے آپ نے بیان کی ہے۔"

دونوں دعائیں سنت ہیں پڑھنی چاہئیں۔ مگر رکوع کے بعد پڑھنا بہتر ہے۔ کیونکہ مستدرک حاکم اور بیہقی ۳/۳۹ میں حسن رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ:

((علمني رسول اللهﷺ في وتري اذا رفعت راسي ولم يبق الا السجود اللهم اهدني فيمن هديت))

یعنی "مجھے رسول اللہ ﷺ وتر میں یہ دعا پڑھنا سکھائی، اس وقت پڑھوں جب رکوع سے سیدھا ہو کر کھڑا ہوں اور باقی سجدہ رہیں۔"

اگر چہ رکوع سے پہلے بھی ثابت ہے۔ جیسے نسائی ۱/۱۷۵ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے مگر رکوع کے بعد والی حدیث قولی ہے اس لیے اس کو ترجیح ہے۔

عام طور پر یہ جو دعائے قنوت اللهم نستعينك ونستغفرك الخ پڑھی جاتی ہے، اس کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ البتہ امیر عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت یعنی اپنا عمل مروی ہے اور یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے بلکہ منقطع ہے۔ قنوت کے لیے ہاتھ اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہتے ہیں جس کے بارے میں حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے اور ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھنے کا بھی حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے، اس کے بارے آپ علیہ السلام سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

صرف دو صحابہ ابن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بیہقی ۳/۱۷ میں احادیث مروی ہیں مگر وہ بھی صحیح ثابت نہیں ہیں۔ پہلی روایت لیث بن ابی سلیم اور دوسری روایت عبداللہ بن لہیعہ راوی ہیں جو کہ دونوں ہی ضعیف ہیں۔ ان کا ترجمہ تہذیب تقریب اور میزان میں دیکھنا چاہیے۔

اس لیے اس وقت ہاتھ اٹھانا سنت کے خلاف ہیں۔ مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۲۳۰ میں ابن شہاب زہری سے منقول ہے کہ لم يكن ترفع الايدي في الايتار في رمضان. رمضان میں وتر نماز میں دعا قنوت کے لیے ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے تھے۔

وتر کے بعد کونسی دعا بلند آواز سے پڑھنی چاہیے:

مسئلہ ۷: ((عن ابي بن كعب قال كان رسول اللهﷺ اذا سلم في الوتر قال سبحان الملك القدوس، رواه ابوداود والنسائي، وزاد ثلاث مرات يطيل وفي رواية للنسائي عن عبدالرحمن ابن ابزى عن ابيه قال كان اذا سلم سبحانك الملك القدوس ثلثا ويرفع صوته بالثالثة)) ❶

❶ مشکوٰۃ: ۱۱۲.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کے سلام پھیرنے کے بعد تین بار سبحان الملک القدوس کہتے تھے اور تیسری بار جہر کرتے اور بلند آواز سے کہتے تھے، یہ حدیث دارقطنی ۲/۳۱ میں ہے اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں رب الملائکۃ والروح کہ یہ الفاظ بھی آپ ﷺ کہتے تھے۔''

وتر کے بعد دو رکعت پڑھنا سنت ہے:

مسئلہ ۸: وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا سنت ہے:

((عن ام سلمة ان النبی ﷺ کان یصلی بعد الوتر رکعتین، رواہ ترمذی وزاد ابن ماجه خفیفتین وھو جالس))

''ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ وتر کے بعد دو رکعت مختصر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔''

صحیح مسلم میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس میں اماں عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے وتر کے بارے میں ذکر کرتی ہیں کہ ((ثم یصلی رکعتین بعد ما بعد وھو قاعد)) ''الحدیث'' یعنی آپ علیہ السلام وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

((عن ابی امامة عن النبی ﷺ کان یصلیھما بعد الوتر وھو جالس یقرا فیھما اذا زلزلت وقل یا ایھا الکافرون، رواہ احمد))

''ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے ان میں سے پہلی رکعت میں اذا زلزلت اور دوسری میں قل یآ ایھا الکٰفرون پڑھتے تھے۔''

بعض لوگ ان دو رکعتوں سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث مسئلہ نمبر ۳ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مسلم والی حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ رات کی آخری نماز وتر کرو۔ مگر یہ حدیث اس کے معارض نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ہے کہ تہجد پڑھتے وقت وتر تہجد کے آخر میں پڑھا جائے اور یہ دو رکعتیں وتر کا تتمہ ہیں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد ۱/۸۷ میں فرماتے ہیں:

((والصواب ان یقال ان ھاتین الرکعتیں تجری مجری السنة وتکمیل الوتر فان الوتر عبادة مستقلة ولا سیما ان قیل بوجوبه فتجری الرکعتان بعده مجری سنة المغرب من المغرب فانھا وتر النھار والرکعتا بعدھا تکمیل لھا فکذالك الرکعتان بعد وتر اللیل، واللہ اعلم))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''صحیح بات یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں پڑھنا سنت اور وتر کا تتمہ ہیں جیسا کہ وتر ایک مستقل عبادت ہے۔ مغرب نماز دن کا وتر ہے اس کے بعد دو رکعتیں ہیں۔ اسی طرح وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھنی چاہیے۔''

نیز اس حدیث سے دلیل لینے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وتر کے بعد کوئی بھی نماز نہیں ہے، پھر جب کوئی اول اللیل میں وتر پڑھے کیونکہ اول لیل میں وتر پڑھنا سنت ہے، جیسے اوپر گزرا۔ پھر تو وہ شخص تہجد نہ پڑھے کیونکہ اس کے تحت وتر کے بعد نماز نہیں ہوتی ہے۔

کچھ لوگ تاویل کرتے ہیں کہ اول اللیل میں وتر پڑھ کر سونے والا آدمی جب تہجد کے لیے اٹھے تو پہلے ایک رکعت پڑھ کر پہلے والی وتر کے ساتھ ملائے، وہ دو ہو جائیں اس کے بعد تہجد پڑھے، پھر وتر پڑھے مگر یہ سوال بالکل غلط ہے کیونکہ ایک رات میں دو وتر پڑھنا منع ہے جیسا کہ مسئلہ نمبر ۴ میں حدیث بیان کی گئی ہے۔

جو شخص وتر پڑھنا بھول جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ ۹: جس شخص کو وتر پڑھنا بھول جائے یا نیند آ جائے تو اس کو چاہیے کہ جس وقت یاد آئے یا جس وقت جاگے تو پڑھ لے۔ جیسے احمد، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من نام عن وترہ او نسیه فلیصل اذا ذکرہ)) ❶

''جس کو نیند آ جائے اور اس کا وتر رہ جائے یا بھول جائے تو جب اس کو یاد آئے یا جب جاگے تو پڑھ لے۔''

وتر پڑھنے کا طریقہ:

مسئلہ ۱۰: تین رکعات پڑھنے کی حالت میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سبح اسم اور دوسری رکعت میں قل یایھا الکفرون اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد پڑھے جیسے مسند احمد میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور دارمی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے۔ ❷

---

❶ الجامع الصغیر ۲/ ۱۸۱.

❷ مشکوٰۃ: ۱۱۲.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دس اہم سوالات کے جوابات

صوبہ سندھ کے مشہور پیر نصیر الدین خان صاحب نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کو سن ۱۹۵۲ء کو دس سوالات ارسال کیے اور شاہ صاحب رحمہ اللہ سے اس کے جوابات طلب کیے تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان سوالات کے جواب بڑے علمی انداز میں دیئے۔ مولانا منیر احمد سلفی صاحب نے سندھی سے اردو قالب میں بڑے سہل انداز میں ڈھالا ہے جو کہ ہدیہ قارئین پیش خدمت ہے۔ (الازہری)

نوٹ: یہ کتاب انتہائی بوسیدہ حالت میں تھی جس کو بڑی مشکل سے موجودہ صورت میں پیش کیا ہے۔۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال ۱ : یہ بتائیں کہ آپ کا لقب کون سا ہے، غیر مقلد، موحد، اہل حدیث، وہابی، لامذہب یا دوسرا کوئی ہے جس سے مقلب ہونا آپ کو پسند ہو؟ اور کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس لقب سے پکارے جاتے تھے یا نہیں؟ اگر ہاں تو اس کا معتبر ثبوت دیں، دوسری صورت میں آپ کا کسی لقب کو پسند کرنا یا اس سے ملقب ہونا بدعت ہوا یا نہیں؟

سوال ۲ : قرآن کریم اور حدیث کا مطلب کس طریقے سے سمجھنا چاہیے اگر آپ کا جواب ہے کہ لغت سے سمجھیں تو پھر لغت کی تقلید لازم ہوگی، تو یہ کس دلیل شرعی سے جائز ہے؟

سوال ۳ : بخاری شریف کی احادیث کو صحیح سمجھتے ہو یا نہیں، اگر ہاں تو پھر اس کے رواۃ کا ثقہ یا معتبر ہونا اصحاب جرح وتعدیل کی تقلید لازم ہوگی تو پھر اس تقلید کے جواز کے لیے کیا دلیل ہے؟

سوال ٤ : حق تعالیٰ جل جلالہ یا حضور اکرم ﷺ نے ائمہ اربعہ میں سے کسی کی بھی تقلید شرعی سے منع کیا ہے یا نہیں؟

سوال ۵ : قرآن کریم اور احادیث سے قیاس واجماع کا حرام ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

سوال ٦ : حضور ﷺ نے سات طریقوں سے قرآن پڑھنے کی اجازت دی ہے جس طرح حدیث ہے ((انزل القرآن علی سبعة احرف)) پھر تم نے ایک ہی قراءت کو کیوں خاص کیا ہے؟

سوال ۷ : غیر اللہ کو نافع یا ضار کہنا مطلقاً شرک ہے یا مستقل بالذات ماننا مطلقاً شرک ہوا تو پھر جو شخص ''زہر'' کو ضار اور ''شہد'' کو نافع مانے وہ مشرک ہے یا نہیں؟

سوال ۸ : باری تعالیٰ کو علیم، بصیر، سمیع، حیی مانا جاتا ہے اور جو نہیں مانتا وہ کافر ہے، آپ کا بھی اعتقاد ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو پھر تم انسان کو بھی علیم، بصیر، سمیع مانتے ہو تو یہ شرک ہوا یا نہیں؟

سوال ۹ : اگر کسی صفت کا اثبات مخلوق کے لیے ثابت کیا جائے تو وہ شرک ہوگا یا نہیں؟ اور جو ایک کے واسطے مانے دوسرے کے وسطے نہ مانے وہ مشرک ہوا کہ نہیں؟

سوال ۱۰ : غیر اللہ سے امداد طلب کرنا خواہ زندہ ہو یا مردہ، ذوی العقول ہو یا غیر ذوی العقول مطلقاً شرک ہے یا مستقل بالذات سے امداد طلب کرنا مطلقاً شرک ہے تو پھر دینی کاموں میں ایک دوسرے سے مدد طلب کرنا یا بیماری کے وقت حکیم اور ڈاکٹر کی مدد لینا، مقدمہ میں ڈپٹی کلیکٹر کو فریاد کرنا اور کنویں میں گرا ہوا غیر اللہ سے مدد لے کر باہر نکل آئے تو مشرک ہوا یا نہیں؟

بینوا بالبرهان توجروا عند الله.

❀❀❀

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذى انزل على حبيبه فرقانا يفرق بين الحق والباطل وسماه قرآنا ويعطاه مثله معه وجعله له بيانا لكل شيء تبيانا ليتم حجته على اعدائه ويكون برهانا وارسل رسوله وملأ صدره حكمة وايمانا فارانا سبيل ربه عيانا وزجرنا عن السبل واخبر ان على كل منها شيطانا يدعو اليه يامران نعبد او ثانا ونتبع اخبارا فمن اطاعه فازو يدخل جنانا ومن عصى خاب وخسر فى الدنيا والآخرة اللهم صل عليه وسلم ما ادمت زمانا واثبت اكوانا.

ہر عام وخاص کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے پاس کسی پیر بے خطیر کہلوانے والے کی طرف سے ایک اشتہار بے اعتبار جو لغویات سے بھرا ہوا، ناموزوں مضمون ولائق حقارت عبارت کے ساتھ چند سوالات لکھے ہیں، اپنے خیال کے مطابق اس نے اپنے آپ کو بڑا معترض پیش کیا ہے لیکن فی الحقیقت وہ متمرض اور مرض ہے۔ اس کے سوالات کے جوابات کی کوئی ضرورت تو نہیں تھی لیکن چند اخیار کی طرف سے اصرار ہوا کہ اس سرار کا اظہار کیا جائے، جس کے لیے قلم کی نوک سے چوک دے کر لوک کے سامنے اس اوک کی روک کی جاتی ہے، اور اس مختصر رسالہ نافعہ اور عجابہ شافعہ کا نام "الاجوبة الفاصلة عن الاسئلة العشرة الكاملة" رکھا جاتا ہے۔ اللهم اهدنى لما اختلف فيه من الحق باذنك الى صراط مستقيم.

سوال ۱: آپ کا لقب کون سا ہے؟ غیر مقلد، مؤحد، اہل حدیث، وہابی، لا مذہب یا دوسرا کوئی! مطلب کہ جس لقب سے ملقب ہونا آپ کو پسند ہو پھر کیا اس لقب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پکارے جاتے تھے یا نہیں؟ اگر ہاں تو اس کا معتبر ثبوت پیش کریں، دوسری صورت میں آپ جس لقب سے ملقب ہیں، یہ بدعت کے زمرے میں آئے گا یا نہیں؟

جواب: اقول بالله التوفيق، ہمارا لقب وہی ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حج کے اندر کیا ہے، یعنی ﴿هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ﴾ (الحج: ۷۸) ''اسی نے تمہارا نام رکھا مسلمان پہلے سے۔'' اب ہمارے اس لقب سے بڑھ کر دوسرا کون سا لقب بہتر ہوسکتا ہے۔ باقی وہ القاب جو کہ سوال کے اندر لکھے گئے ہیں ان کے متعلق ترتیب وار عرض کیا جاتا ہے۔

۱- **غیر مقلد**: اس جملہ سے مراد ہے، تقلید نہ کرنے والا اور تقلید کی تعریف ہے ''کسی غیر نبی کی تابعداری کرنا بغیر کسی دلیل وثبوت کے'' جس طرح آپ ہی کی کتاب ''مسلم الثبوت، ص:۲۲۴'' میں ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((التقلید هو بعمل لقول الغیر من غیر حجة)) کسی دوسرے کی بات پر بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید کہلاتا ہے اور آپ لوگوں کے پاس دلیل چار چیزیں ہیں۔ (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) اور قیاس۔

اور مذکور بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ ایک مقلد کو ان چار چیزوں کا علم نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اسی کتاب میں یوں بھی لکھا ہوا ہے کہ ((واما المقلد فمستنده قول امامه)) مقلد کی دلیل فقط اس کے امام کا قول ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ کوئی بھی علم والا آدمی تقلید کو ہرگز قبول نہیں کرے گا چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں صاف لکھا ہے کہ ((ان کان للضلالة اب فالتقلید ابوها)) ❶ ''اگر گمراہی کا کوئی باپ ہوتا تو وہ تقلید ہوتی۔'' نیز علامہ شاہ ولی اللہ الدہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۱۵۲ میں لکھتے ہیں: ((اعلم ان الناس کانوا قبل المائة الرابعة غیر مجمعین علی التقلید الخاص لمذهب واحد بعینه)) یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ ایک مخصوص مذہب کی تقلید پر متفق نہ تھے۔ اس سے تھوڑا آگے لکھتے ہیں: ((ذهبوا یمینا وشمالا وحدث فیهم امور)) اس سے معلوم ہوا کہ جب وہ اسلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر چوتھی صدی تک یعنی ائمہ اربعہ کے ادوار سے بھی کافی بعد تک کسی کے بھی مقلد نہیں تھے۔ بلکہ غیر مقلد تھے، کیونکہ جس طرح دو متضاد چیزوں کا اجتماع ناممکن ہے، اسی طرح ان کا ارتفاع بھی ممنوع ہے......

علاوہ ازیں قرآن وحدیث میں ائمہ اربعہ سمیت کسی بھی غیر نبی آدمی کی بات کو حجت ماننا ممنوع ہے۔ جس کی تفصیل سوال نمبر ۴ کے جواب میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ) فستعلمون من هو فی ضلل مبین۔

۲- موحّد: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ (البینة: ٦) ''مشرکین دوزخ کی آگ میں ہوں گے۔'' قاعدہ ہے، ((الاشیاء یعرف باضد ادها)) موحد جنتی ہے اور یہی اس کا لقب ہے۔ آپ ذرا ایمان سے بتائیں کہ کیا آپ اپنے آپ کو موحد نہیں کہلائیں گے، تو کیا مشرک کہلائیں گے؟ رضینا قسمة الجبار فینا

کیا نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آپ کو موحد نہیں کہلاتے تھے؟ یا کچھ اور کہلاتے تھے؟ تو پھر اوپر والی آیت کے مطابق ان کی کیا شان ہوگی؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۳- اهل حدیث: یہ لقب حدیث سے زیادہ شغف رکھنے والوں اور اس کے رواۃ کے لیے مشہور ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی مشہور لقب یہی تھا۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں امام شعبی رحمہ اللہ تابعی سے نقل کرتے

---

❶ روح المعانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ((لو استقبلت امری ما استدبرت ما حدثت الا بما اجمع علیه اهل حدیث)) ❶
صرف یہ نہیں بلکہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کو بھی اسی لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ جس طرح آپ کی کتاب شامی شریف
/ ۴۸ میں ہے: ((فقد صح الحدیث فهو مذهبی وقد حکی ذالك ابی حنیفة وغیره من
الائمة)) اور کتاب اصول الدین میں ہے کہ: ((واصل ابی حنیفة فی الکلام کاصول
اصحاب الحدیث الا فی مسئلتین)) صحیح مسلم ۱/ ۵۹ میں ہے: ((ائمة اهل الحدیث مثل
مالك بن انس وشعبة وسفیان ویحیی وغیرهم)) اور کتاب اصول الدین: ۱/ ۱۶۳ میں ہے
((والامام مالك کان امام اهل الحدیث فی عصره)) اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب
منہاج السنہ ۴/ ۱۴۳ میں لکھتے ہیں: ((ثم ان الامام الشافعی اخذ عن مالك ثم کتب اهل
العراق واخذ مذهب اهل حدیث واختاره لنفسه)) اور اسی کتاب کے اسی صفحہ پر یہ بھی ہے کہ
((واما احمد فکان علی مذهب اهل الحدیث)) علاوہ ازیں اس لقب کی معنیٰ ہے (حدیث
والے) پھر اگر آپ اہل حدیث نہیں ہیں تو پھر کس کے اہل ہیں؟

کسی کا ہو کے رہے کوئی، نبی کے ہو کے رہیں گے ہم

٤- وھابي: اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ الوہاب تو اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہے، پھر تو یہ نسبت اللہ
تعالیٰ کی طرف ہوگی۔ اس سے اگر آپ کی مراد کوئی دوسری ہے۔
تو اس کی تصریح کریں، اگر آپ یہ کہیں گے کہ یہ نسبت عبدالوہاب نجدی کی طرف جاتی ہے تو یہ
نسبت غلط کہی جائے گی کیونکہ یہ عبدالوہاب نجدی تو حنبلی مذہب کے مقلد لکھے جاتے ہیں، جس طرح آپ کی
کتاب "شامی شریف" میں مذکور ہے تو لہٰذا یہ عبدالوہاب نجدی آپ کا بھائی کہلائے گا، اور اس نسبت والے
وہابی آپ ہی ہوئے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

٥- لا مذھب: اس سے آپ کی کیا مراد اس کی صراحت کریں؟ ہمارا مذہب تو اسلام ہے، اور رب
اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اور رہبر وامام و نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور کتاب ہماری قرآن وحدیث ہیں
اور قبلہ ہمارا کعبۃ اللہ ہے۔ باقی اگر آپ کے متفرق اور مشتت مذہب بنے ہوئے ہیں تو ان سے ہمارا اختلاف
ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء:
۹۲) "بے شک یہ امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس میری عبادت کرو۔"

❶ تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۸۳.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب آپ کے کہنے کے مطابق کل مذہب چار ہیں، اب رب تعالیٰ کے کلام کو برحق مانو یا خودساختہ کہانی کو۔ تعلیس السوال ۔

ہم سے آپ نے پوچھا لیکن ذرا یہ بھی مہربانی کر دیں کہ آپ اپنے لیے کس لقب کو پسند کریں گے، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی یا کوئی اور پھر دکھاؤ کہ ہے کوئی ثبوت اس کا قرآن وسنت میں؟ ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

کیا صحابہ رضی اللہ عنہم بھی انہی القاب سے مقلب تھے؟ یا جب تک ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید نہیں تھی تو اس سے پہلے مسلمانوں کا کیا لقب تھا۔ ان عندکم من سلطان بھذا أتقولون علی الله مالا تعلمون.

سوال ۲: قرآن کریم اور حدیث کا مطلب کس طریقہ سے سمجھنا چاہیے اگر کہیں گے لغت تو پھر لغت کی تقلید لازمی ہوگی، تو یہ کس دلیل شرعی سے جائز ہے؟

جواب: اقول باللہ التوفیق ، قرآن اور حدیث ایک دوسرے کے واضح اور تفسیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍo﴾ (هود: ۱)

''یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیات محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے۔''

﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ﴾ (النساء: ۱۱۳)

''اور اللہ نے تجھ پر کتاب وحکمت اتاری ہے۔''

﴿اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗo فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗo﴾ (القیامة: ۱۷-۱۸)

''اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے اوپر ہے ہم جب اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کے در پے ہوں۔''

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ﴾ (النحل: ٤٤)

''اور کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے تاکہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے وہ کھول کھول کر بیان کریں۔''

نیز علامہ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر ۱/۴ میں لکھتے ہیں:

((ان اصح الطریق فی ذالك ان یفسر القرآن بالقرآن فما اجمل فی مکان فانه، قد بسط فی موضع آخر فان اعیاك ذالك فعلیك بالسنة فانها شارحة للقران وموضحة له))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب لفظی تحقیق کے لیے عربی لغت کی کتب کارآمد سمجھی جاتی ہیں، یہ عربی لغت کی تقلید ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کے لیے نقلاً اور عقلاً دلائل موجود ہیں۔

نقلاً: جیسے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا﴾ (یوسف : ۲)

''اور یقیناً ہم نے آپ پر قرآن کو نازل فرمایا ہے۔''

﴿وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ﴾ (النحل : ۱۰۳)

''یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے۔''

﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ (الدخان : ۵۸)

''بے شک ہم نے اس کو آسان کر دیا ہے تیری زبان کے ساتھ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

نیز اس کے متعلق احادیث بھی موجود ہیں، مثلاً تفسیر الدر المنثور: ۴/۴ میں طبرانی وغیرہ سے منقول ہے کہ:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہ احب العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی وکلام اهل الجنة عربی))

تو اس حدیث میں عربی عبارت سیکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

((یا ایها الناس علیکم بدیوانکم لا تغلوا قالوا وما دیواننا قال شعر الجاهلیة فیه تفسیر کتابکم))

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ:

((اذا خفی علیکم فاتبعوه فی الشعر فانه، دیوان العرب)) (تفسیر کبیر)

تابعی کا کہنا ہے کہ:

((لا یحل لاحد یومن باللہ والیوم الآخر ان یتکلم فی کتاب اللہ اذا لم یکن عالما بلغات العرب))

عقلاً: جس طرح کہ تواتر حکمی سے ثابت ہے کہ اہل لغت کے کتب عربوں کی اصل زبان کے محاورات اور منقولات پر دلالت کرتے ہیں تو پھر یہ ایک حقیقت کو تسلیم ماننا ہے نہ کہ در پردہ نامعلوم چیز کی تقلید ہے جس طرح آپ کا کہنا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے قبول کرنے میں اصل اختلاف ہی نہیں ہے اور اس طرح کا اجماع بھی آپ کے پاس مسلمہ حجت ہے۔ علاوہ ازیں خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر عربی لغت کا چرچہ موجود تھا، جس طرح اوپر ذکر ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال ۳: بخاری شریف کی احادیث کو صحیح سمجھتے ہو یا نہیں؟ اگر ہاں تو پھر ان کے رواۃ کے ثقہ یا معتبر ہونے میں اصحاب جرح وتعدیل کی تقلید لازی ہوگی پھر اس تقلید کے جواز کے لیے کیا دلائل ہیں؟

جواب: اقول باللہ تعالیٰ التوفیق، پیر صاحب کو بھی تقلید کا لفظ طوطے کی طرح زبان پر پکا ہو چکا ہے، اس لیے ہر بات کو اسی سے ملانے کی کوشش کرتا ہے، پھر جس آدمی کو تقلید کی ماہیت کا پتہ نہیں ہے اس میں اعتراض کرنے کی جرأت کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ تقلید میں بغیر ثبوت اور دلیل کے بات کو لیا جاتا ہے اور اس جرح وتعدیل کے فن سے غیر واقف شخص کی خدمت میں عرض ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل کا کسی راوی میں کیا گیا کلام دلائل کے ساتھ پرکھنا محدثین کا اصول ہے بغیر وجہ بیان کی ہوئی جرح قبول نہیں ہوگی۔

علاوہ ازیں قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾ (الحجرات: ٦)

''اگر تمہیں کوئی فاسد خبر دے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذاء پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔''

تو ظاہر ہے کہ جب تک اس مخبر کے حال کی تفتیش نہ کی جائے گی تب تک پتہ نہیں چلے گا کہ وہ فاسق ہے یا غیر فاسق لہٰذا لازم ہے کہ اولاً ہر مخبر اور راوی کے حال سے واقفیت ہونی چاہیے۔ اور خصوصاً حضور پاک ﷺ کی حدیث شریف جیسے علم میں۔ اگر بیچارے پیر صاحب کا کبھی اسماء الرجال کے فن سے واسطہ پڑتا تو حقیقت معلوم ہو جاتی بلکہ ﴿وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ کی طرح دور سے شور شرابہ کر کے اپنی علمیت ظاہر کرنے کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ بخاری شریف کی تمام احادیث صحیح ہیں، لیکن ہم ایک بھی حدیث کی صحت کو بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں کرتے اگر پیر صاحب کو شک ہے تو کچھ وقت ہمارے ساتھ گذاریں ہم اس کے متعلق اس کو ہر چیز سمجھا دیں گے، پھر اس کے لیے حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ ہر صورت ہم بادلائل بات تسلیم کرتے ہیں یا بغیر دلیل۔ علاوہ ازیں آپ کی کتاب نور الانوار میں جرح وتعدیل کے متعلق اصول اور دلائل لکھے ہوئے ہیں، وہاں سے بھی اگر دیکھ لیتے تو اعتراض کرنے کی ہمت اور نوبت ہی نہ آتی۔ لیکن افسوس کہ تعصب کی پٹی نے اپنا گھر تلاش کرنے کا بھی موقعہ نہ دیا۔ فلیبك علی الاسلام من کان باکیا۔

سوال ٤: حق تعالیٰ عزوجل یا حضور اکرم ﷺ نے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی بھی تقلید شرعی سے منع فرمائی ہے یا نہیں؟

جواب: اقول وباللہ التوفیق، جی ہاں! قرآن پاک میں ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ﴾ (الاعراف : ۳)

''تم لوگ اس کی اتباع کرو جو تمہارے رب سے آئی ہے اور اللہ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کی اتباع مت کرو۔''

اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فقط قرآن مجید اور حدیث شریف نازل شدہ ہیں نہ کہ کوئی دوسری چیز جس طرح قرآن شریف میں ہے:

﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ (النساء: ۱۱۳)

''اور اللہ نے تجھ پر کتاب وحکمت کو نازل فرمایا ہے۔''

اور حدیث شریف میں ہے:

((الا انی اوتیت القرآن مثله و معه)) (مشکوٰة، بحواله ابوداود)

اور ان دو چیزوں کے علاوہ تیسری چیز اصل نہیں ہو سکتی۔ اور آپ کی فقہ تو اس وقت پیدا ہوئی جس وقت نہ تو کوئی پیغمبر موجود تھا اور علمائے کرام کے تفکرات اور استنباطات تھے انہوں نے اپنی آراء اور قیاسات سے مسائل لکھے مگر محققین ان کو اصل یعنی قرآن وحدیث پر کھتے پھر جو عین موافق نظر آتا اس کو قبول کرتے اور جو اس کے مخالف نظر آتا اس کو چھوڑ دیتے۔ تمہاری طرح احادیث اور آیات میں تاویلات کر کے مروڑ تروڑ کے اپنے حق میں نہیں کرتے جس طرح تم اپنے اماموں کے اقوال سے ملانے کی کوشش کرتے ہو۔ فالی الله المشتکی

سورۂ نساء میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ (النسآء: ۵۹)

''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں اولی الامر ہیں ان کی بھی پھر اگر کسی چیز میں تنازع ہو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔''

اور اس سے ظاہر ہے جتنے بھی ائمہ تھے ان کے استنباطات ضرور مختلف طریقوں سے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ ان ماخذ اور طریقہ اخذ اور مسائل کے متعلق فتویٰ ایک غیر مختلف فیہ ہو اور اس کو قبول کرو اور اگر ان کے کسی معاملہ کے متعلق اختلاف ہو تو اس کو اصل یعنی قرآن وحدیث سے موازنہ کرو، پھر جس بھی امام یا عالم کی رائے اصل کے موافق ہو تو اس کو قبول کرو اور اگر نہیں تو اس کو چھوڑ دو۔ اس سے تو آپ کی تقلید کا بیج بھی نہیں رہا کیونکہ آپ کا کہنا ہے کہ چاروں امام برحق ہیں اگر چہ ان میں اختلاف ہو، کیونکہ امت کا اختلاف نہیں ہے، اس لیے ان چاروں میں سے کسی ایک امام کی تقلید جس نے کی وہ حق پر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ صاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرما رہا ہے کہ اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ جبکہ حدیث میں صاف وضاحت ہے کہ ((ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله)) (الاحکام لابن حزم واصله في المؤطا للامام مالكؒ)

جب نبی کریم ﷺ نے ہمیں دو چیزیں عطا کیں ہیں تو ان کے بعد دوسرا کون ہوسکتا ہے جو ہمارے لیے تیسری چیز کو پیدا کرے کیا انہوں نے وہ مسائل اکٹھے کیے ہیں جو (نعوذ باللہ) نہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھے اور نہ ہی ان کے رسول مقدس ﷺ کو ان کے متعلق علم تھا۔ لیکن خبردار اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ کی عمر کے آخری حصہ میں سورۂ مائدہ کی یہ آیت نازل فرمائی تھی:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة: ٣)

"آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام پر راضی ہوگیا۔"

اور اس سے بڑھ کر صراحت طبرانی کی حدیث میں ہے:

((عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ اياكم وثلاثة زلة عالم وجدال منافق بالقرآن ودنيا تقطع اعناقهم فاما زلة العالم فان اهتدى فلا تقلدوه دينكم)) (الحديث، الطبراني في الاوسط: ٩/٣٢٧، رقم الحديث: ٨٧١٥)

نیز طبرانی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ليس احد الا يوخذ من قوله ويدع غير النبي ﷺ)) (طبرانی: ١١/٢٦٩، رقم الحديث: ١١٩٤١)

نیز طبرانی میں ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((لا يقلدن احدكم دينه رجلا فان آمن آمن وان كفر كفر))

"دین میں کسی کی بھی تقلید نہ کرو اگر وہ مومن ہے تو تم بھی مومن بن جاؤ گے اور اگر وہ کفر پر ہے تو تم کفر پر چل پڑو گے۔"

اور ائمہ اربعہ کی فتویٰ بھی سنو! امام شعرانیؒ "میزان کبریٰ: ۱/ ۵۱، امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لا تقلدونی ولا تقلدن مالکا ولا الاوزاعی والنخعی ولا غیرھم وخذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنة))

"تم نہ میری نہ مالک کی نہ اوزاعی اور نخعی کی اور نہ ہی کسی اور کی تقلید کرو بلکہ کتاب وسنت پر عمل کرو۔"

امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے کہ:

((قال الربیع یا ابا اسحق لا تقلدنی فی کل ما اقول وانظر فی ذالك لنفسك فانه دین)) ❶

اور امام ناصر السنة الغلانی کتاب الایقاظ:۲۵ میں امام مالک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

((ایاك ان تقلد الناس قلادة سوء وکان یقول الاصحابة انظرو فیه فانه، دین وما من احد الا وماخوذ من کلامه)) ومردوه الا صاحب ہذہ الروضة محمد رسول اللہ ﷺ اور صفحہ ۲۷ میں امام ابوحنیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ((حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی لکلامی)) ❷ جو شخص میری دلیل سے واقف نہ ہو اس کے لیے میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی مقولات شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے کتاب عقد الجید اور حجۃ اللہ البالغہ میں نقل کیے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی دوسری کتاب پڑھنا بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ (لسان المیزان) اور اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جیسے پیران پیر (بادشاہ پیر) کہتے ہیں اور جس کے نام پر حلوے کے بڑے بڑے تھالے ہڑپ کر جاتے ہو ان کی فتویٰ بھی سنو انہوں نے اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین:۱/ ۷۵" میں لکھا ہے: ((واما الفرقة الناجیة فھی اھل الحدیث)) اور کتاب "الآداب الشرعیۃ:۱/ ۲۲۸" میں امام شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ((علیکم باھل الحدیث فانھم اکثر صوابا عن غیرھم)) بس اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو ہدایت دے اور مہربانی کر کے آخر میں یہ بتائیں کہ تقلید شرعی اور غیر شرعی کیا کیا ہیں یہ تقسیم پہلے بھی تھی یا آپ نے کی ہے۔

قتل عاشق معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر تیرے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

سوال ۵: قرآن کریم اور حدیث سے قیاس اجماع کا حرام ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: وباللہ التعالیٰ التوفیق، قیاس کے متعلق قرآن مجید میں صاف صاف موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰهِ الۡاَمۡثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ۝﴾ (النحل: ۷۴)

"بس اللہ کے لیے مثالیں مت بناؤ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تم نہیں جانتے۔"

اور حدیث شریف میں بھی ہے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

❶ میزان شعرانیی: ۵۰۔ ❷ صفة صلوٰة النبی ﷺ للالبانی: ۲۵۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((تفترق امتی علی بضع وسبعین فرقة اعظمها فتنة تعیبون الدین برایهم یحرمون ما احل الله ویحللون ما حرم الله)) (اعلام الموقعین لابن قیم)

اور طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((ما من عام الا الذی بعده شر منه ولا عام خیر من عام ولا امة خیر من امة ولکن ذهاب علمائکم وخیارکم یحدث قوم یقیسون الامور برایهم فینهدم الاسلام دینکم))

''تم پر جو بھی سال آئے گا وہ پہلے سے برا ہوگا پہلے سال کے بہتر ہونے یا دوسری کے مقابلے پہلی قوم کے بہتر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے بہترین فوت ہو جائیں پھر ایک قوم پیدا ہوگی جو معاملات کو قیاس سے طرے گی تو اس سے اسلام منہدم ہو جائے گا۔''

علاوہ ازیں اہل قیاس سے پوچھتے ہیں کہ تم قیاس کس صورت میں کرتے ہو اگر کہیں اس صورت میں کہ جب قرآن وحدیث میں کوئی دلیل اس کے متعلق مذکور نہ ہو تو پھرے بات باطل اور لغو کہی جائے گی کیونکہ سورۃ مائدہ والی آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چھوٹی بڑی چیز کو ہمارے لیے واضح کر دیا ہے:

﴿وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾ (القمر: ۵۳)

''اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔''

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام: ۳۸)

''ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔''

﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل: ۸۹)

''ہر شئے کا شافی بیان ہے۔''

پیر صاحب کو ہمارا چیلنج ہے کہ وہ کوئی بھی ایسا مسئلہ پیش کرے جو قرآن مجید میں نہ ہو: فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا.

پھر بتائیں قیاس کی کیا ضرورت ہے اور اگر وہ کہیں کہ نص کی موجودگی میں بھی قیاس کیا جائے گا، تو پھر یہ بات عقیدہ اہل اسلام کے برخلاف ہوگی کیونکہ قیاس اور کھوکھلی اٹکل کو قرآن وحدیث پر ترجیح دینا کھلم کھلا کفر نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ کوئی بھی کلمہ گو مسلمان اس طرح ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ کیا آپ لوگوں کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور مسلک بھول گیا ہے کہ ''حدیث ضعیف مقدم علی القیاس'' یہ ہمت تم بعد والوں میں ہے کہ کہتے پھر رہے ہو کہ حدیث کو قیاس پر پرکھا جائے گا۔ بلکہ عقل اور قیاس کو قرآن وحدیث سے پرکھو گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام جعفر صادق کا مقولہ ہے چنانچہ کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں ان سے منقول ہے کہ: ((اول من قاس ابلیس)) (دراسات اللبیب: ۳۳) ''سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس ہے۔'' رب کو معلوم اب تک اس کی پیروری نے کتنے گل کھلائے ہیں۔

باقی رہا اجماع کا مسئلہ تو وہ تین طرح کا ہوتا ہے مجموعی، سکوتی اور اکثری۔ اول کا تو دنیا میں وجود ہی نہیں ہے کیونکہ ہر مسئلہ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا اس کے بارے میں اختلاف موجود ہے، حتیٰ کہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات کے وجود کے بارے میں بھی اختلاف ہے کیونکہ ایسے بدعقیدہ لوگ بھی موجود ہیں جو باری تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔ اگر کہا جائے، ہمارے مسلمانوں کا اجماع مراد ہے تو پھر تو تمہارا دین ہی کسی قدر مشکوک ہو جائے گا، کیونکہ تمہارے اجماع کو ختم تسلیم کیسے کرے گا اس لیے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ ((من ادعی الاجماع فھو کاذب)) (اعلام الموقعین لابن قیم) ''جو بھی کسی مسئلے کے متعلق اجماع امت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔''

اس صورت میں معتبر ہے جس وقت کتاب وسنت کی رو سے اجماع کا ماخذ مستند ہو اور جس وقت اس کے ساتھ نص شامل ہو جائے۔

''سبیل المومنین'' اور قرآن پاک میں ہے:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النساء: ۱۱۵)

''جو شخص راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود رسول کے خلاف کام کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر خود متوجہ ہوا اور دوزخ میں ڈال دیں گے۔''

اجماع اکثری تو بالکل حجت نہیں ہے کیونکہ اکثریت دلیل شرعی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اکثریت کی جا بجا مذمت بیان کی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے فرامین مبارک ہیں:

﴿وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (یوسف: ۲۱)

''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

﴿وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ (یونس: ۶۰)

''لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔''

﴿وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۱۱)

''لیکن اکثر لوگ جاہل ہیں۔''

﴿وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (النحل: ۸۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اکثر لوگ کافر ہیں۔''

﴿وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾ (الشعراء: ۲۲۳)

''اور اکثر جھوٹے ہیں۔''

﴿وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ﴾

(الاعراف: ۱۰۲)

''اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم جانا۔''

﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ (یوسف: ۱۰۶)

''ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ مشرک ہیں۔''

بلکہ اکثریت کی اتباع سے تو اللہ رب العزت نے سخت ڈانٹ کی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۱۶)

اس کے علاوہ آپ دیکھیں کہ نمازی زیادہ ہیں یا بے نمازی، اچھے اخلاق والے زیادہ ہیں یا برے اخلاق والے، حلال کھانے والے زیادہ ہیں یا حرام کھانے والے زیادہ ہیں، اشراف زیادہ ہیں یا کمینے زیادہ ہیں۔ (كفى بنفسك اليوم عليك حيبًا) باقی اجماع کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کرنا کہ ((لا تجتمع امتی علی ضلالة)) بالکل بے سود ہے کیونکہ مفہوم مخالف .... حجۃ نہیں ہے ذرا اپنے اصول کا بھی خیال رکھو علاوہ ازیں اس روایت اجماع سے بالکل تعلق ہی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری امت بالکل ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ اگرچہ گمراہی بڑھ جائے گی لیکن پھر بھی کچھ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین پر عمل کرنے والے ہوں گے، جس طرح ایک حدیث ہے:

((امة قائمة بامر الله لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى ياتى امر الله......))

بھلا یہ بتائیں کہ حدیث ((لا تجتمع امتی علی ضلالة)) علمائے منطقہ کے ہاں قضیہ دائمہ مطلقہ سالبہ ہے اور ''الاجماع حجۃ بالضرورۃ، قضیہ ضروریہ مطلقہ ہے۔ اب آپ ذرا علمائے منطقہ سے صلاح مشورہ کر کے بتائیں کہ قضیہ دائمہ مطلقہ سالبہ کی قضیہ ضروریہ مطلقہ پر کون سی دلالت ہے۔ مطابقی یا تضمنی یا التزامی سوچ سمجھ کر جواب دیں گے۔

سوال ٦: حضور ﷺ نے سات طریقوں سے قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ جس طرح حدیث ہے: ((انزل القرآن علی سبعة احرف)) پھر تم نے ایک قرآن کو کیوں خاص کیا ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: اقول باللہ تعالیٰ التوفیق، حدیث شریف میں لفظ "سبعة احرف" سبع معان نہیں ہے اس کے علاوہ قرآن پاک کا یہ شرف ہے کہ اول تو وہ ایک ہی نسخہ ہے ایک ہی قرأت پر موجود ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ باقی قرأتیں منسوخ کی گئی ہیں جس طرح احادیث میں ہے کہ کتنی ہی ایسی آیات تھیں جن کی تلاوت منسوخ کی گئی جس طرح للشوکانی: ۱/ ۱۰۹ پر ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ((سورة فقام من الليل فقام بها فلم يقدر عليها و قام عليها وقام آخر فلم يقدر عليها فاصبحوا فاتوا رسول الله ﷺ فاجتمعوا عندهٗ، فاخبرو فقال نسخت البارحة)) علاوہ ازیں جن جن مفسرین نے سات قرأتیں مانیں ہیں وہ فقط بعض لفظی ہیر پھیر کے ساتھ ہیں جس سے معنیٰ میں بھی کوئی تفاوت نہیں ہوتا مثلاً کوئی قاری پڑھتا ہے "یعلمون" تو کوئی "تعلمون" پڑھتا ہے، تو اس لحاظ سے سات قرأت مشہور ہیں۔ كما لا يخفى على من له ادنى سمارسة فى التفسير . باقی اس سے مذاہب کا تعدد ثابت کرنا ایک بے کار اور لغو کوشش ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۝﴾ (المومنون : ٥٢)

سوال ۷: غیر اللہ کو نافع اور ضار کہنا مطلقاً شرک ہے یا مستقل بالذات ماننے سے اگر مطلقاً شرک ہے تو پھر جو زہر کو ضار اور شہد کو نافع مانے وہ مشرک ہوا یا نہیں؟

جواب: اقول باللہ تعالی التوفیق، غیر اللہ کوئی بھی ہو اس کو مطلقاً نافع یا ضار کہنا یا اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا شرک اور کفر ہے، قرآن مجید میں ہے:

﴿قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا﴾

(الرعد: ١٦)

"کہہ دیجئے کیا تم پھر بھی اس کے علاوہ اوروں کو حمایتی بنا رہے ہو جو خود اپنی جان کے برے بھلے کا اختیار نہیں رکھتے۔"

دوسری جگہ پر فرمایا:

﴿قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾ (المائدة: ٧٦)

"کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے کسی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔"

﴿قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۝﴾ (الزمر: ٣٨)

"کہہ دیجئے بھلا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو کیا یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہیں کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔''

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ (الاعراف : ۱۸۸)

''میں اپنی جان کے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہیے۔''

﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ (النساء : ۸۷)

''اور ان کو اگر کوئی اچھائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ تو آپ کی طرف سے ہے کہہ دیجئے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔''

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ﴾ (الفاطر : ۲)

''اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے جو رحمت کھولتے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور اگر روک دے تو اس کے بعد کوئی بھیجنے والا نہیں ہے۔''

پیر صاحب! کان کھول کر سن لے کہ شہد یا کسی دوسری چیز کو نافع جاننا اور زہر وغیرہ کو ضار ماننا بھی کھلم کھلا کفر وشرک ہے، ہاں ان اشیاء میں ضر یا نفع رکھا ہوا ضرور ہے مگر ''ضار'' (یعنی نقصان دینے والا) یا نافع (فائدہ دینے والا) صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ لا ثانی معه ولا ثالث

اور شہد کے اندر لوگوں کے لیے شفا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح ہرگز نہیں فرمایا کہ یہ شہد لوگوں کے لیے شفا دینے والی ہے نہ کہ فرمایا کہ (هو شافي للناس) تعالى الله عما يقولون بالسنتهم.

اور کسی بھی چیز کے بارے میں یہ تسلیم کرنا کہ اس میں ضرر ہے تو یہ دوسری بات ہے اور اگر یہ کہنا کہ یہ خود نافع یا ضار ہے یہ دوسری بات ہے اس کی مثال یوں سن لو کہ لوہے کے ہتھوڑے میں کوٹنے اور توڑنے کا اثر موجود ہے مگر وہ خود تو نہ کسی چیز کو توڑ سکتا ہے اور نہ ہی کاٹ سکتا ہے، بلکہ وہ تو کوئی دوسرا ہوتا ہے اور دوسری مثال یوں سمجھو کہ میں ان صاحب کے سر پر کلہاڑی سے وار کرتا ہوں اور ان کا سر مبارک پھٹ جاتا ہے اور ذرا انصاف کریں کہ سر میں نے پھوڑا یا اس نامراد کلہاڑی نے۔ ضرور کہیں گے کہ یہ توڑنے پھوڑنے کا اثر کلہاڑی میں ہے تو تمہارے اندر بھی ہے۔ پھر ایمان سے بتائیں کہ سر مبارک کے پھوڑنے کا کیس کورٹ میں میرے اوپر کرو گے یا اس کلہاڑی پر۔ امید ہے کہ اچھی طرح سمجھ جاؤ گے۔

تیسری مثال یوں سمجھو کہ بندوق یا توپ کسی بھی جاندار چیز کو لگے گی تو اس کا کیا حشر کرے گی خود سمجھ سکتے ہو۔ مگر یہ فائر کرنے والا کون ہے؟ کیا تم قصاص توپ وغیرہ سے لو گے یا اس توپ زن سے لو گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور چوتھی مثال یوں سمجھو کہ ایک دانہ میں تاثیر ہے کہ زمین میں داخل ہونے سے پھوٹ پڑتا ہے اور اس سے کئی قسم کے پھول اور پودے اگ پڑتے ہیں پھر غور کریں کہ ان کو پیدا کرنے والا کون ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَفَرَاَیْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَO ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَO﴾

(الواقعة: ٦٣۔٦٤)

''اچھا پھر یہ بھی بتاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو اسے تم ہی اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔''

پانچویں مثال یوں سمجھ لو کہ آگ میں جو چیز آئے گی اس کا کیا حشر بنے گا تو اس آگ کو جلانے والا کون ہے؟ قرآن میں ہے: ﴿استوقد نارا﴾

چھٹی مثال کہ مثلاً کوئی آدمی کسی دشمنی کی بنا پر کسی کے گھر کو جلا ڈالے اور وہ گھر راخ بن جاتا ہے تو اس کا ہرجانہ کس سے لوگے آگ سے یا آگ لگانے والے سے حالانکہ گھر جلایا تو آگ نے ہے نہ کہ آدمی نے۔ تو آپ کہیں گے کہ کبھی کبھی آدمی کے بغیر اتفاقی طور پر بھی آگ لگ جاتی ہے، پھر بھی گھر جلتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اس صورت میں بھی تم کسی نہ کسی کو شک کی بنا پر گھسیٹتے ہو۔ بلکہ جس سے تھوڑی بہت دشمنی ہوتی ہے اسی کو ہی مرتکب ٹھہراتے ہو۔ محض اس لیے کہ آگ میں تحریق جلانے کا اثر موجود ہے مگر ''موقد'' جلانے والا کوئی دوسرا ہوتا ہے۔

ساتویں مثال اس طرح سمجھو کہ پنکھا ہوا دینے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس لیے ہمیں اس کی ہوا سے فرحت حاصل ہوتی ہے، مگر ہوا دینے کے لیے اس کو ہلانے والی چیز دوسری ہے۔

آٹھویں مثال کہ اگر ریل گاڑی (ٹرین) موٹر گاڑی یا دوسری کسی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو جائے جس سے کسی آدمی کی موت واقع ہو جائے تو آپ قصور وار کس کو ٹھہراؤ گے یا سزا مقدر کرنے والا کس پر سزا مقرر کرے گا اس گاڑی پر یا اس کے چلانے والے پر یعنی (ڈرائیور) پر حالانکہ اس غریب کا تو اس کو ہاتھ بھی نہیں لگا تھا بلکہ گاڑی لگی تھی۔

پیر جی! ان مغالطوں سے حق کو دبایا نہیں جا سکتا۔

توحید کی امانت سینو میں ہے ہمارے
آسان نہیں مٹانا نام و نشان ہمارا

شہد میں شفا ہے لیکن شافی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، زہر میں ضرر ہے لیکن ضار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، ایسی کھلی بات کو تم بہانوں اور اندازوں سے ہرگز دبا نہیں سکتے۔

اس سے بڑھ کر ذہن نشینی کے لیے یوں سمجھئے کہ جو کوئی آدمی یہ کہے کہ شہد نے مجھے ٹھیک کیا یا زہر نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلاں کو مار دیا تو وہ مشرک اور کافر ہوا کیونکہ شفا دینے والا اور مارنے والا فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، جس طرح قرآن شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ موجود ہے کہ انہوں نے فرمایا:

﴿الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ٥ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ٥ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ٥﴾ (الشعراء: ۷۸-۸۰)

''کہ وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا پھر مجھ کو وہی راستہ دکھاتا ہے، وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا۔''

بلکہ اس طرح کہنے میں بھی حرج نہیں ہے کہ میں نے شہد کھایا تو بچ گیا اور فلاں نے زہر پیا تو وہ مر گیا کیونکہ اس کا اعتقاد یہی ہے کہ مارنے والا اور زندہ کرنے والا یا مرض سے شفا دینے والا فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اور اسی نے ہی بعض اشیاء میں ضرر تو بعض میں شفا رکھی ہے۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون

سوال ۸: باری تعالیٰ کی ذات کو علیم، بصیر، سمیع مانا جاتا ہے جو نہیں مانتا وہ کافر ہے، تمہارا یہ اعتقاد ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو پھر جو شخص انسان کو بھی علیم بصیر اور سمیع مانتا ہے وہ بھی مشرک ہوا یا نہیں؟

جواب: اقول باللہ تعالیٰ التوفیق، جی ہاں! ہمارا نہیں بلکہ ہر کلمہ گو مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کیونکہ نص قرآنی موجود ہے، باقی مخلوق کے لیے یہ صفات تسلیم کرنا شرک یا برابر شرک ہرگز نہیں ہیں کیونکہ شرک تب ہوتا جب ان کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کے مشابہ ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کی کیفیت اور ہیئت معلوم ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی ذات ہر ایک صفت کی کیفیت وہیئت معلوم کرنے سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ (الانعام: ۱۰۳)

''آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں لیکن وہ سب کا ادراک کر لیتا ہے۔''

دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ٥﴾ (الشوریٰ: ۱۱)

''اس کی مانند کوئی چیز نہیں ہے وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

اس کے علاوہ جس طرح وہ خود قائم اور دائم ہے اس طرح اس کی صفات بھی ہمیشہ قائم ودائم ہیں، ان کے لیے زوال محال ہے برخلاف غیر اللہ کے کیونکہ اس کی صفات بہت جلد زائل ہو جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں مخلوق کی صفتیں اسی ذات کے قبضے میں ہیں۔

اور اس کی صفتیں کسی کے قبضہ سے بالکل پاک ہیں قرآن مجید میں ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ (یونس : ۳۱)

"کہہ دیجئے! پس کون ہے وہ جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے یا کون ہے جو تمہارے سننے اور دیکھنے کا مالک ہے اور کون ہے جو زندہ کو مردے سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ اور کام کی تدبیر کون کرتا ہے، پس وہ کہیں گے کہ وہ تو اللہ ہے، تو آپ کہیں پھر ڈرتے کیوں نہیں ہو؟"

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِہِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰہُمْ عَلٰی مَکَانَتِہِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّلَا یَرْجِعُوْنَ﴾ (یٰسٓ : ۶۶۔۶۷)

"اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھیں ناپید کر دیں پس وہ آگے پکڑیں گے راہ کو لیکن وہ کہاں سے دیکھیں گے اور اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کی جگہوں پر مسخ کر دیں جس کے بعد وہ چل پھر بھی نہ سکیں۔"

نیز خود سائل بعطاء الٰہی لکھ رہا ہے پھر معطی کی معطیٰ لہ سے شرکت کس طرح ہو سکتی ہے وہ مخلوق اور اس کی صفتیں اور اعضاء تخلیق شدہ ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہو اور اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت کے متعلق مخلوق ہونے کا خیال کرنا بھی کفر ہے جس طرح قرآن کریم میں ہے:

﴿اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ﴾ (النحل : ۱۷)

"پس کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس کی مانند ہو سکتا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا، پھر کیوں نہیں نصیحت پکڑتے ہو۔"

نیز اللہ تعالیٰ سورہ طٰہٰ کے اندر ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی﴾ (طٰہٰ : ۸)

"اسی کے واسطے اچھے نام ہیں، اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْہِ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا﴾ (الدھر : ۲)

"تحقیق ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا۔ ہم اس کی آزمائش چاہتے ہیں، پس ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔"

اور ظاہر ہے کہ جاہل اور مجہول میں بالکل نمایاں فرق ہے، باقی اس پر قیاس کرنا کہ باقی بزرگوں کو بھی بعطائے الٰہی اختیارات ہیں، تو یہ قطعاً غلط اور مشرکانہ عقیدہ ہے، کیونکہ اول تو خود قیاس دلیل شرعی نہیں ہے۔ کما مر

علاوہ ازیں اگر تمہارے پاس حجت ہے بھی تو اس کا تمہیں فائدہ نہیں ہوگا اس لیے کہ بقانون مناظرہ خصم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اپنا دعویٰ تسلیم کرانے کے لیے اس کے ہی مسلمات میں سے کوئی ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ قیاس بالکل مع الفارق ہے کیونکہ اس کے سمیع بصیر اور علیم ہونے کے لیے دلیل وارد ہے کہ اس کو یہ صفتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں جس طرح قرآن شریف میں ہے:

﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ﴾ (ملک: ۲۳)

''پس پیدا کیا تمہارے واسطے سننا دیکھنا اور دل۔''

اور فرمایا:

﴿عَلَّمَ الْاِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ٥﴾ (العلق: ۵)

''اور سکھایا انسان کو وہ جس کو نہ جانتا تھا۔''

﴿وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ﴾ (البقرة: ۲۸)

''پس تم مردہ تھے، پس اس نے تم کو زندہ کیا۔''

الٰہی اختیارات اور تصرفات میں سے کسی کو کچھ عطا نہیں ہوا ہے اس کے متعلق سائل مکلّف ہے کوئی کتاب وسنت سے دلیل پیش کرے بلکہ دلیل اس کی فطرت وارد ہے جس طرح قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ٥﴾ (یٰس: ۸۳)

''پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور اسی کی طرف پھیر لے جاؤ گے۔''

دوسری جگہ پر فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ٥ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ٥﴾ (المومنون: ۸۸-۸۹)

''کہہ دیجیے وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہی پناہ دیتا ہے لیکن اس کے برخلاف کوئی پناہ نہیں دیا جاتا اگر ہو تم جانتے۔ اگر کہیں گے کہ یہ سب اللہ کے لیے ہے تو کہو پھر کہاں سے سحر کیے جاتے ہو۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا٥﴾ (بنی اسرائیل: ۱۱۱)

''اور کہہ دیجیے کہ تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ ہی اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کا کوئی دوست ہے ذلت سے بچانے والا اور اسی کی ہی بڑائی بیان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے رہنا۔"

اسی طرح سورۂ یونس میں فرمایا:

﴿وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (یونس: ۱۰۷)

"اگر اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ برائی لگانا چاہے تو اس کے علاوہ اور کوئی ہٹانے والا نہیں ہے اور اگر بھلائی کا ارادہ چاہے تو اس فضل کو کوئی پھیرنے والا نہیں ہے، اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے اس تک کو پہنچا دیتا ہے۔"

سوال ۹: اگر کسی صفت کا اثبات مخلوق میں سے کسی ایک کے لیے ثابت کیا جائے تو وہ مشرک ہوگا یا نہیں؟ اور جو ایک کے واسطے مانے اور دوسرے کے واسطے نہ مانے تو وہ مشرک ہوا یا نہیں؟

جواب: اقول وباللہ تعالیٰ التوفیق، اسی سوال کے متعلق جواب پچھلے سوال کے جواب میں آ گیا ہے یعنی مخلوق کی ہر ایک صفت معلوم الحال اور مکلّف ہے، برخلاف ذات باری تعالیٰ کے اس کی تمام صفتیں تحدید اور تکییف سے پاک ہیں، اس کی بعض صفات کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے والے کے لیے بالکل وعید ہے جس طرح قرآن میں ہے:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ (البقرۃ: ۸۵)

"کیا پس تم ایمان لاتے ہو بعض کتاب کے اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو پس تم میں سے جو یہ کام کرے اس کی کیا سزا ہے، مگر دنیا کی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن سخت عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں گے۔"

فیما نحن فیہ اس طرح ہرگز نہیں ہے بلکہ جو صفتیں مخلوق کے لیے ثابت ہیں وہ خالق کی صفات کے ہرگز مشابہہ نہیں ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون

سوال ۱۰: غیر اللہ سے امداد طلب کرنا، خواہ زندہ ہو یا مردہ ذوی العقول ہو یا غیر ذوی العقول مطلقاً مشرک ہے یا مستقل بالذات امداد طلب کرنا، مطلقاً شرک ہے، تو پھر دینی کاموں میں ایک دوسرے سے مدد طلب کرنا یا بیماری میں حکیم یا ڈاکٹر کی مدد لینا، مقدمہ میں ڈپٹی کلیکٹر کو فریاد کرنا یا کنویں میں گرے تو غیر اللہ سے مدد لے کر باہر آنے سے مشرک ہوا یا نہیں؟

جواب: اقول باللہ تعالیٰ التوفیق، پیر صاحب کان کھول کر سن لے تو ہمیں مغالطے میں رکھ کر ہرگز دبا نہیں سکتے کانوں سے یہ روئی نکال دے اور تعصب کی یہ پٹیاں آنکھوں سے اتار دے پھر یہ سن کہ اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبارک وتعالیٰ جو کام کرتا ہے۔ وہ اس کے لیے خاص ہیں، ان میں اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا کھلم کھلا شرک اور سیاہ (کالا) کفر ہے چاہے وہ مستقل بالذات ہو یا مطلقاً ذرا اوپر آسمانی گولوں کی طرف تو دیکھو۔

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ٥﴾ (الفاتحة : ٤)

''تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔''

﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ٥﴾ (آل عمران : ١٢٦)

''اور نہیں کوئی مدد مگر اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے۔''

﴿فَـلَا غَالِبَ لَكُمْ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ﴾ (آل عمران : ٦٠)

''اگر اللہ تمہاری مدد کرنا چاہیں نہیں ہے کوئی تمہارے واسطے غالب آنے والا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو کون ہے، اس کے بعد تمہاری مدد کرے۔''

﴿وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ﴾ (البقرة : ١٠٨)

''اللہ کے علاوہ نہ تمہارا کوئی ولی ہے اور نہ ہی کوئی مددگار۔''

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ آلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ٥ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ٥﴾ (يٰسٓ : ٧٤-٧٥)

''اور انہوں نے الٰہ پکڑے ہیں اللہ کے علاوہ شاید کہ وہ مدد کیے جائیں۔ نہیں مدد کرسکیں گے ان کی وہ اور ان کے واسطے لشکر حاضر کیے جائیں۔''

﴿وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ٥﴾ (الاعراف : ١٩٧)

''اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی اپنے لیے کوئی مدد کرتے ہیں۔''

﴿وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا٥﴾ (الكهف : ٤٣)

''اللہ کے علاوہ ان کے واسطے کوئی جماعت نہیں ہے جو مدد کرے اور نہ ہی وہ خود اس کا مقابلہ کرسکتا۔''

بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق واقعات بھی نقل فرمائے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ٥﴾ (محمد : ١٣)

''اور کتنی ہی ایسی بستیاں تھی جو تیری بستی سے جس نے تجھے نکال دیا قوت میں زیادہ تھیں، ہم نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو ہلاک کیا پس ان کے واسطے کوئی مددوالانہیں تھا۔"

بلکہ انہوں نے جن مصنوعی معبودوں کو وسیلہ سمجھ رکھا تھا، وہ ان کے کسی کام نہیں آئے۔ جس کا طرح ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ○ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ○﴾ (الاحقاف: ۲۷-۲۸)

"اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کی بستیاں تمہارے اردگرد ہم نے پھیر پھیر کر نشانیاں بیان کی کہ شاید وہ رجوع کریں پس کیوں نہ مدد کی ان کی انہوں نے جن کو وہ اللہ کے علاوہ تقرب کے واسطے معبود بناتے تھے بلکہ کھوئے گئے ان سے یہ ان کا جھوٹ ہے اور جو کچھ وہ باندھتے ہیں۔"

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِيْدٌ○ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَ مَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ○﴾ (ھود: ۱۰۰-۱۰۱)

"یہ بعض بستیوں کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ پر بیان کرتے ہیں بعض ان میں سے قائم اور بعض جڑ سے کٹی ہوئی ہیں، ہم نے کسی پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، پس ان کو ان معبودوں نے کفایت نہ کی جن کو وہ اللہ کے علاوہ پکارتے تھے، جب تیرے رب کا حکم آیا اور نہ زیادہ کیا تیرے رب نے ان کو سوائے ہلاک کرنے کے۔"

اب جو معاملات مخلوق کے ہیں یا جن میں وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں ان کا موزانہ اللہ تعالیٰ کے تصرفات کے ساتھ نہ کیا جائے۔ لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ: ۲)

"کہ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو لیکن گناہ اور دشمنی کے کاموں پر ایک دوسری کی مدد نہ کرو۔"

پس ان باتوں کو اوپر والی باتوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○﴾ (النحل: ۴۳)

"اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو اہل ذکر سے سوال کرو۔"

اور علاج کرانے کے متعلق فرمان الٰہی ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فِیهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ (النحل: ٦٩)

''اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔''

اور فریاد وغیرہ کے لیے وارد ہے کہ:

﴿وَ تُدْلُوا بِهَآ اِلَی الْحُكَّامِ﴾ (البقرة: ١٨٨)

''کہ معاملہ کو حکام تک پہنچاؤ۔''

تو کیا ''نعوذ باللہ'' اللہ تعالیٰ نے تمام ترغیبات شرک کی دی ہیں؟ حاشا وکلا۔ خبردار یہ کام شرک ہرگز نہیں ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی آسمان پر نہ کوئی ہسپتال ہے اور نہ ہی پنسار کی کوئی دکان ہے اور نہ ہی کوئی آفس بنی ہوئی ہے بلکہ جو بھی اس کے مخصوص کام ہیں ان کا اختیار کسی کو بھی نہیں سونپا گیا ہے مثلاً مارنا، زندہ کرنا، بیماری سے شفا دینا۔ رزق دینا، اولاد دینا، بارش برسانا، ہوا کا بھیجنا، مصیبت میں پھنسے ہوئے کی دعا سننا وغیرہ وغیرہ جیسے کاموں کے متعلق کسی کو بااختیار سمجھنا یا اس سے مدد مانگنا شرک ہے۔ باقی جو کام بندوں کے آپس میں تقسیم شدہ ہیں۔ یا جن میں ان کو ایک دوسرے کی حمایت و تعاون کی ضرورت ہوتی ہے، ان میں ایک دوسرے کی مدد کو شرک نہیں کہا جائے گا، اور نہ ہی ان سے کوئی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں آنچ آئے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کام اپنے لیے مخصوص کیے ہیں، ان میں کسی کی بھی شرکت کو وہ پسند نہیں کرتا۔ اب آپ نے جو مقالات اپنے دعوے کے ثبوت کے لیے پیش کیے ہیں ان کے متعلق مہربانی کر کے بتائیں گے کہ بیماری کے وقت حکیم سے اور مقدمہ کے وقت ڈپٹی کلیکٹر سے مدد مستقل بالذات کی طرح ہوتی ہے یا کسی دوسری طرح۔ ہے کوئی مولوی صاحب اس مسئلہ کے متعلق فتویٰ دینے والا، اور ہے کوئی مناظر اس اشکال کے متعلق حل پیش کرنے والا یا ہے کوئی ہے منطقی اس معمہ کا ڈراپ سین کرنے والا ''فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون في الارض''

پیر صاحب! عمر بھر کا تمہیں چیلنج ہے کہ اول تو ان چکروں سے نکلو پھر ایسے مثال پیش کرنے کی جرأت کرو بھلا جن مثالوں کی حقیقت سے تم بے خبر ہو ان کو معرض میں دلیل و حجت سمجھ کر کیسے پیش کرتے ہو۔

﴿كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴾ (العنكبوت: ٤١)

یہ اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی طلب امداد سے سختی سے ٹوکا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ﴾ (الشعراء: ٢١٣)

''اللہ کے ساتھ کسی اور الٰہ کو مت پکارو معذبین میں سے ہو جاؤ گے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ (القصص : ۸۸)

''اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اس کی ذات علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔''

﴿قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ﴾ (الانعام: ۷۱)

''کہہ دیجئے کیا ہم اللہ کے علاوہ اس چیز کو پکاریں جو نہ ہمیں فائدہ دے سکے اور نہ ہی نقصان، اور کیا ہم پھر جائیں اپنی ایڑھیوں کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو پانے کے بعد۔''

﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المومنون : ۱۱۷)

''جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو بلاتا ہے، اس کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوئی اس کے ساتھ اس کا حساب اللہ کے پاس ہے، بیشک وہ کافروں کو کامیاب نہیں کرتا۔''

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (الاحقاف : ۵)

''اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے، جو اللہ کے علاوہ کسی ایسے شخص کو پکارتا ہے، جو قیامت کے دن تک اس کو جواب نہیں دے گا وہ اس کی دعا سے بے خبر ہو۔''

پیر جی! ہم نے آپ کے سوالات کے جوابات عرض کر دیئے۔ اب ہمارے چند سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں گے:

سوال ۱: بتائیں کہ چاروں مذاہب حق پر ہیں یا نہیں اگر ہاں تو اختلاف والی صورت میں کیا کرو گے، مثلاً ایک ہی وقت میں ایک امام ایک چیز کو حلال کو دوسرا اس کو حرام کہے یا ایک ہی وقت میں ایک امام ایک چیز کو جائز اور دوسرا نا جائز کہتا ہے تو پھر یہ تو اجماع الضدین ہوا اور اشکال کا حل ڈھونڈیں۔

سوال ۲: آپ کی فقہ حنفی میں کبھی مفتی بہ قول ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہوتا ہے اور کبھی اس کے شاگردوں میں کسی ایک کا مثلاً ابو یوسف محمد زفر کا قول ہوتا ہے حالانکہ یہ تو امام صاحب کے قول کے برخلاف ہوتا ہے، پھر یہ امام صاحب کی تقلید کس طرح ہوئی اور اس طرح یوں کہنا بھی غلط ہوگا کہ یہ بھی امام صاحب کے مذہب پر ہیں کیونکہ وہ تو کتنی ہی باتوں میں اس کی مخالفت کرتے ہیں، آپ کی شامی شریف میں لکھا ہوا ہے کہ میراث میں ''دو تہائی'' ابو یوسف کی فتویٰ ہے۔

سوال ۳: ائمہ اربعہ کے پیدا ہونے سے قبل کون سا مذہب تھا اور وہ اس دور میں رائج کیوں نہیں ہوتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے تبدیل کرنے کے کون سے عوارض پیش آئے۔

سوال ٤: ائمہ اربعہ سے پہلے یا بعد میں کوئی ایسا آدمی پیدا ہوا ہے یا نہیں کہ جو ان سے افضل یا اعلم ہو اگر نہیں تو یہ نسو رو دروغ ہے فروغ ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قطعاً ان سے اعلم تھے۔ اگر ان کے اعلم ہونے کو قبول کرتے ہو تو پھر ان کی تقلید کیوں نہیں کرتے ہو، اور اگر کہیں گے ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس میں اختلافات تھے اور ہمارے امام بعد میں آئے جنہوں نے ان سب کے اقوال کو دیکھ کر اور چھان بین کر کے صحیح راستہ ڈھونڈا ہے'' تو پھر ہمارا کہنا یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا بھی تو کئی مسائل میں اختلاف ہے اس لیے ان کے بعد آئے ہوئے کسی پانچویں امام کی تلاش کیوں نہیں کرتے ہو۔

سوال ٥: آپ مقلد ہیں یا غیر مقلد۔ اگر مقلد ہیں تو پھر اپنے سوالات میں یہ سوال نمبر ٦ میں حدیث "انزل القرآن علی سبعة احرف" سے استدلال کیوں لیا ہے؟ کیونکہ مقلدین کو تو دلیل کا علم ہی نہیں ہونا چاہیے فقط اپنے معین امام کا ہی قول پیش کرنا چاہیے۔ کما مر، اور اگر غیر مقلد ہو تو اس طرح کے سوالات کی تکلیف گوارا کیوں کی؟

سوال ٦: آپ کی فقہ میں کن چیزوں کو مشکوک قرار دیا گیا ہے، مثلاً گدھا اور خچر کا جھوٹا وغیرہ اس کے متعلق سمجھاؤ گے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو اس کے متعلق علم نہیں تھا؟ یا تھا اور بتایا نہیں؟ قرآن میں تو ارشاد فرما دیا ہے کہ ﴿وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ (الانعام : ١٢٠) ''جو تمہارے لیے حرام کیا اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا۔'' یا کیا اللہ نے تو بتا دیا لیکن نبی کریم ﷺ سے بھول گیا؟ جبکہ قرآن شریف میں تو ہے ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ﴾ (الاعلیٰ : ٦) ''عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں گے جس کو آپ نہیں بھولیں گے۔ یا انہوں نے عمداً اس کو چھپایا۔ حاشا وکلا

یا فقیہ کو اس کے متعلق خبر نہ ہوئی تو پھر محدثین سے پوچھ کر تو بتا سکیں گے۔ کیا فقہاء کا قیاس بھی وہاں پر بیکار ہو گیا۔ سوچ سمجھ کر جواب دیں۔

سوال ٧: اب چند مسائل لکھے جاتے ہیں ان کے متعلق قرآن وحدیث سے کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

١۔ لو ذبح مالا یوکل لحمه یطهر لحمة وشحمه . (تنویر الابصار)

٢۔ اذا ذبح کلبه وباع لحمه جاز . (فتاویٰ عالمگیری : ٣/ ١٦)

٣۔ لو صلّی وفی عنقه قلادة فیها سن کلب او ذئب تجوز صلوته .

(عالمگیری : ١/ ٧٥)

٤۔ لو رعف فکتب الفاتحة بالدم علی جبهته وانفسه جاز للاستسفاء .

(شامی : ١/ ١٥٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٥۔ وبالبول ایضاً. (شامی: ١/ ١٣٦)

٦۔ فلوا تزوج صغیرة لا تشتھی فدخل بھا فطلقھا وانقضت عدتھا وتزوجت بالآخر جاز للاول التزوج ببنتھا. (الدر المختار: ٢/ ٢٧٧)

یہ تمام مسائل آپ کی معتبر کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں، سوچ سمجھ کر جواب دیں۔

سوال ٨: نبی اکرم ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ جاری ہے یا نہیں اگر ہاں تو پھر ختم نبوت کون سی کہانی ہے۔ اور اگر نہیں تو قرآن وحدیث نے کیسے مسائل بیان کیے ہیں جو ائمہ یا فقہاء نے ظاہر کیے ہیں اور وحی کے بغیر کس طرح ظاہر کیا۔

سوال ٩: اپنے آپ کو کسی امام کی طرف منسوب کرنا مثلاً: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بہتر ہے یا محمدی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے آپ کو کسی خلیفہ کی طرف منسوب کیا تھا۔ مثلاً صدیقی، عمری (فاروقی) عثمانی یا علوی کہہ کر پکارے جاتے تھے یا نہیں؟

سوال ١٠: بخاری شریف ٢/ ٩٢٦ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ:

((علمنی النبی ﷺ وکفی بین کفیه التشھد کعلمنی السورة مد القرآن التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیك ایھا النبی ورحمة الله و برکاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین اشھد ان لا اله الا الله واشھد ان محمدا عبده ورسوله، وھو بین اظھرنا...... قلنا السلام علی یعنی علی النبی ﷺ))

اور مجمع الزوائد میں طبرانی سے ایک روایت مروی ہے کہ:

((عن الاسود بن سریع ان النبی ﷺ اتی باسیر فقال اللھم انی اتوب الیك ولا اتوب الی محمد فقال النبی ﷺ عرف الحق لا ھله)) (مجمع الزوائد: ١/ ٢٨٦)

ان صحابہ کے متعلق تمہارا کیا فتویٰ ہے، ان عقائد کے متعلق تمہارا کیا کہنا ہے۔ تلك عشرة عاملة وبھا تکون لما اردناه نھایة فلحمد لله الذی ھدانا الی طریق الحق ھدایة، ومن الذلة الوقایة وعن الخطا صیانة والف صلوٰة والسلام علی رسوله مع اله واھله مادامت قراء ة وما ذالت کتابة.

وانا العبد الفقیر الراجی الی رحمة ربه القدیر

ابو محمد بدیع الدین شاہ عفی اللہ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعافاه عنه...... آمین

نقلهٗ منیر احمد جونیجو

۳/۲/۱۱

❁❁❁❁

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

3

متفرق مسائل

قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

موجودہ دور میں میت کے ایصال ثواب کے لیے ''قرآن خوانی'' کی جاتی ہے اوران کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ہم قرآن ہی تو پڑھ رہے ہیں جو کہ باعث ثواب ہے، شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کا مسکت جواب دیا ہے اور قرآن وحدیث اور مفسرین ومحدثین کی شہادات سے ثابت کیا ہے کہ یہ عمل قرآن وسنت کے مخالف ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلَّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ اَمَّا بَعْدُ:

انسان کی اس دنیا میں آمدورفت ایک فطری نظام ہے جس کے تحت جو بھی اس دنیا میں آیا ہے اس کو ضرور یہاں سے جانا ہے لہٰذا جس طرح یہاں آنے والے نومولود کے متعلق شریعت اسلامیہ نے احکام و آداب دیئے ہیں اسی طرح دنیا سے کوچ کرنے والے کے بارے میں بھی احکام و آداب عطا کئے ہیں تاکہ مومن و مسلم کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کی رضا و اطاعت میں گزرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بے چوں چرا اطاعت ہی دنیا میں حقیقی سکون اور آخرت میں نجات کی ضامن ہے لیکن بعض لوگ نادانی یا جوش جذبات میں ایسے کام شروع کر دیتے ہیں جو درحقیقت مطلوب و محمود نہیں ہوتے۔ ایسے کاموں میں سے ایک کام ''مروجہ قرآن خوانی'' ہے یوں تو اس موضوع کے متعدد پہلو تحقیق طلب ہیں لیکن زیر نظر مضمون میں صرف ایک پہلو پر بحث کی گئی ہے اور وہ ہے آیا ''ایصال ثواب کی خاطر قرآن خوانی'' قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا کہ نہیں؟ بس اسی موضوع کو ہم نے قرآن و حدیث سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور حسب ضرورت مفسرین و محدثین کرام رحمہم اللہ کی علمی اور مایہ ناز وضاحتیں بھی بطور شہادت پیش کی ہیں کیونکہ ہر فن کی صحیح تعبیر کرنے کا حق صرف اصحاب فن کو ہوتا ہے۔ ناتجربہ کار اور نادان لوگوں کی باتیں کسی معقول دنیا میں حجت و سند نہیں مانی جاتیں چنانچہ یہ مسئلہ ہماری تحقیق و مطالعہ سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں پایا گیا اور نہ ہی کسی صحابی رسول رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مندرجہ ذیل آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: [1]

﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۝﴾ (النجم: ۳۹)

''اور انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔''

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۴/۲۵۸.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيْمَةِ اسْتَنْبَطَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَبِعَهُ اَنَّ الْقِرَائَةَ لَا يَصِلُ اِهْدَاءُ ثَوَابِهَا اِلَى الْمَوْتٰى لِاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَمَلِهِمْ وَلَا كَسْبِهِمْ وَلِهٰذَا لَمْ يَنْدُبْ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُمَّتَهُ وَلَا حَثَّهُمْ عَلَيْهِ وَلَا اَرْشَدَهُمْ اِلَيْهِ بِنَصٍّ وَلَا اِيْمَاءٍ وَلَمْ يُنْقَلْ ذٰلِكَ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَلَوْ كَانَ خَيْرًا لَسَبَقُوْنَا اِلَيْهِ وَبَابُ الْقُرْبَاتِ يُقْتَصَرُ فِيْهِ عَلَى النُّصُوْصِ وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيْهِ بِاَنْوَاعِ الْاَقْيِسَةِ وَالْاٰرَاءِ فَاَمَّا الدُّعَاءُ وَالصَّدَقَةُ فَذَاكَ مُجْمَعٌ عَلَى وُصُوْلِهِمَا وَمَنْصُوْصٌ مِنَ الشَّارِعِ عَلَيْهِمَا. وَاَمَّا الْحَدِيْثُ الَّذِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ.

ایصال ثواب کے لیے کون سا عمل کیا جائے؟

((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ مِنْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ اَوْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ مِنْ بَعْدِهٖ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ." [1]

فَهٰذِهِ الثَّلَاثَةُ فِي الْحَقِيْقَةِ مِنْ سَعْيِهٖ وَكَدِّهٖ وَعَمَلِهٖ، كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ: "اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ وَاِنَّ وَلَدَهٗ مِنْ كَسْبِهٖ" وَالصَّدَقَةُ الْجَارِيَةُ كَالْوَقْفِ وَنَحْوِهٖ هِيَ مِنْ آثَارِ عَمَلِهٖ وَوَقْفِهٖ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ (یٰس:١٢) وَالْعِلْمُ الَّذِيْ نَشَرَهٗ فِي النَّاسِ فَاقْتَدٰى بِهٖ هُوَ اَيْضًا مِنْ سَعْيِهٖ وَعَمَلِهٖ وَثَبَتَ فِي الصَّحِيْحِ: "مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يُنْقَصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا." [2]

''امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کی اتباع کرنے والوں نے اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ استنباط فرمایا ہے کہ قرآن کا ثواب فوت شدگان کو ہدیہ نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ وہ ان کی محنت وکوشش کا نتیجہ نہیں ہے اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مستحب قرار نہیں دیا اور نہ صحابہ کو کسی ظاہری حکم یا اشارے سے اس کی طرف رہنمائی کی ہے اور یہ طریقہ کسی صحابی سے بھی منقول نہیں۔ اگر اس میں کوئی نیکی ہوتی تو وہ ضرور ہم سے پیش قدمی کرتے اور نیک کاموں کے متعلق صرف شرعی احکام (کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم) پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کسی کے ذاتی قیاس ورائے سے اس میں حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ البتہ دعا وصدقہ کا ثواب پہنچنے پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم کی

[1] صحيح مسلم، كتاب البر الوصية، باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد موفاته: ١٦٣١.

[2] صحيح مسلم، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة اوسيئة ومن دعا الى بعد أو ضلالة، رقم: ٢٦٧٤.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے واضح ارشاد موجود ہے۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب انسان اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ اس کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے۔''

۱: نیک اولاد جو میت کے لیے دعا کرے۔

۲: اس کے بعد جاری رہنے والا صدقہ

۳: ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کریں۔

یہ تینوں چیزیں درحقیقت اس کی اپنی محنت وکوشش کا نتیجہ ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان کے لیے سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اس نے اپنی محنت سے کمایا ہو اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی کا حصہ ہے اور صدقہ جاریہ بھی وقف کی طرح ہے اور وقف اس کے کام اور محنت کی باقی ماندہ نشانیاں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''ہم یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں جو کچھ افعال انہوں نے کیے ہیں اور جو آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں وہ سب لکھتے جا رہے ہیں۔

اور وہ علم جو اس نے لوگوں میں پھیلایا پھر لوگوں نے اس کے بعد بھی اس کی پیروی کی یہ عمل بھی اس کی اپنی محنت وکوشش کا نتیجہ ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے: ''جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی اس کے لیے اتنا ہی اجر ہے جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا اور ان کے اپنے عمل میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔''

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:

قرآن خوانی کا ثبوت نہ رسول اللہ ﷺ سے صراحتاً ملتا ہے اور نہ اشارۃً، نہ آپ نے خود ایسا عمل کیا اور نہ امت کو ایسا کرنے کی تعلیم دی۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی یہی بات بیان فرمائی ہے۔ ❶

حالانکہ آپ ﷺ سے قبل کئی انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ فوت ہو چکے تھے۔ آپ کی زندگی میں کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین فوت ہوئے۔ حتیٰ کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جن کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ .)) ❷

''سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش بھی جھوم اُٹھا۔'' ❸

اور آپ ﷺ کے کئی قریبی رشتہ دار اور پیارے دوست آپ کی موجودگی میں فوت ہوئے اور بعض

---

❶ کتاب الروح ص: ۱۷۵. ❷ صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۸۰۳۱۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، رقم: ۲۴۶۶.

❸ اِهْتَزَّ کے معنی خوشی سے جھومنے کے ہیں کیونکہ صالح روح سے عرش کو خوشی ہونی چاہیے نہ کہ غم۔ اس لیے اِهْتَزَّ کا معنی کانپنا کرنا مناسب نہیں مزید وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل حوالوں کو دیکھیے: قال النضر بن شمیل وهو امام اهل اللغة، ⇦⇦⇦

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہید بھی ہوئے مثلاً آپ کے محترم چچا سیّدنا حمزہ بن عبد المطلب، چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب، رضاعی بھائی (دودھ شریک بھائی) عثمان بن مظعون، ایمن، ابوسلمہ اور ازواج مطہرات میں سے سیّدنا خدیجہ، زینب بنت خزیمہ، آپ کی ساس ام رومان زوجہ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ دوسری ساس زینب بنت مظعون والدہ سیّدتنا حفصہ بنت عمر، آپ کے فرزندان قاسم، طیب، ابراہیم، بیٹیاں رقیہ، ام کلثوم، زینب آپ کے نواسے علی بن زینب، عبد اللہ بن رقیہ اور آپ کا منہ بولا بیٹا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سب آپ کی زندگی میں رحلت فرما گئے۔ لیکن کسی ایک کے لیے بھی آپ نے قرآن خوانی نہیں کی اور نہ دوسروں کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح غزوات میں کئی صحابہ شہید ہوئے مگر کسی کے لیے بھی قرآن خوانی نہیں کی اور نہ کرنے کی توجہ دلائی۔

پس جو عمل آپ کے زمانے میں نہ تھا وہ آج شریعت میں کیسے داخل ہوسکتا ہے؟ حالانکہ شریعت آپ ﷺ پر مکمل ہوچکی ہے۔ قرآن حکیم میں یہ حقیقت واضح طور پر موجود ہے کہ:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

''آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنا احسان تمام کردیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کرلیا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((هٰذِهِ اَكْبَرُ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ حَيْثُ اَكْمَلَ تَعَالٰى لَهُمْ دِيْنَهُمْ فَلَا يَحْتَاجُوْنَ اِلٰى دِيْنٍ غَيْرِهٖ وَلَا اِلٰى نَبِيٍّ غَيْرِ نَبِيِّهٖ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَلِهٰذَا جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ وَبَعَثَهٗ اِلَى الْاِنْسِ وَالْجِنِّ فَلَا حَلَالَ اِلَّا مَا اَحَلَّهٗ وَلَا حَرَامَ اِلَّا مَا حَرَّمَهٗ وَلَا دِيْنَ اِلَّا مَا شَرَعَهٗ.

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ طَلْحَةَ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهٗ: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" هُوَ الْاِسْلَامُ اَخْبَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ ﷺ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهٗ قَدْ اَكْمَلَ لَهُمُ الْاِيْمَانَ فَلَا يَحْتَاجُوْنَ اِلٰى زِيَادَةٍ اَبَدًا وَقَدْ اَتَمَّهُ اللّٰهُ فَلَا يَنْقُصُهٗ اَبَدًا وَقَدْ رَضِيَهٗ فَلَا يَسْخَطُهٗ اَبَدًا.))

''اللہ تعالیٰ کی اس امت پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کے لیے ان کا دین مکمل کردیا ہے۔ اب وہ کسی دوسرے دین کے محتاج نہیں ہیں اور نہ کسی دوسرے نبی کے (صلوات اللہ علیہم اجمعین)

⇦⇦ اھتز فرح ذکرہ الذھبی فی سیر الاعلام النبلاء جلد ۱ ص ۲۱۲، لسان العرب جلد ۵ ص ۴۲۴، النھایة فی غریب الحدیث لابن الاثیر جلد ۵، ص ۲۶۲، مجمع بحار الانوار جلد ۳ ص ۴۸۳ وغیرہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا اور جن و انس کی طرف مبعوث فرمایا۔ اب جس چیز کو آپ ﷺ نے حلال فرمادیا وہی حلال ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز حلال نہیں اور جس چیز کو آپ نے حرام قرار دیا وہی حرام ہے اور جس کو آپ نے دین مقرر فرمایا وہی دین ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز دین نہیں۔"

اور علی بن طلحہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ سے مراد اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور مومنوں کو بتایا ہے کہ اس نے مسلمانوں کا دین مکمل کر دیا ہے چنانچہ انہیں اس میں کبھی اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اللہ عزوجل نے اسے پورا بھی کر دیا ہے۔ اب وہ اسے کبھی کم نہیں کریں گے۔ اللہ نے اسے پسند بھی فرمالیا ہے۔ اب وہ کبھی ناپسند نہیں کریں گے۔"

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ تَمَّ هٰذَا الْاَمْرُ وَاسْتَكْمَلَ فَاِنَّمَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّتَّبَعَ آثَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا يُتَّبَعُ الرَّأْيُ فَاِنَّهٗ مَتٰى اُتُّبِعَ الرَّأْيُ جَاءَ آخَرُ اَقْوٰى فِي الرَّأْيِ مِنْكَ فَاتَّبَعْتَهٗ فَاَنْتَ كُلَّمَا جَاءَ رَجُلٌ عَلَيْكَ اتَّبَعْتَهٗ اَرٰى هٰذَا لَا يَتِمُّ .)) [1]

"جب رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت یہ دین ہر طرح سے مکمل ہو چکا تھا بہتر صورت اب یہ ہے کہ صرف رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کی پیروی کی جائے اور رائے کی پیروی نہ کی جائے کیونکہ جب رائے کی پیروی شروع ہو جائے تو صورتحال یہ پیدا ہو جائے گی کہ جب تمہاری رائے کے مقابلہ میں کسی اور کی طاقتور رائے آ جائے گی تو پھر تم اس کی پیروی کرو گے چنانچہ جب بھی تجھ سے زیادہ مضبوط آدمی آئے گا تو تم اس کی پیروی کرو گے، میرے خیال میں یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔"

جب آپ ﷺ نے بھلائی کی سب باتیں بتادیں تو اگر یہ کام اللہ کی طرف سے ہوتا یا اس میں ہمارے لیے کوئی بھلائی ہوتی تو آپ ﷺ ضرور بتا دیتے۔ بلکہ اس کام کا جائز یا کارثواب سمجھنا، رسول اللہ ﷺ پر خیانت کا الزام لگانا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو مکمل شریعت نہیں بتائی چنانچہ سیّدنا امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا فَقَدْ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَانَ الرِّسَالَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ

[1] ایقاظ همم اولی الابصار للفلانی ص: ۱۸ نقلا عن تهذیب الآثار للطبری.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا .)) ❶

''جس نے اس امت میں نئی چیز ایجاد کی جس کو سلف صالحین نے نہیں کیا تو گویا کہ اس کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (معاذ اللہ) ادائیگی رسالت میں خیانت کی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ'' میں نے آج کے دن تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند فرمالیا پس جو چیز اس دن دین کا حصہ نہیں تھی وہ آج دین کیسے بن گئی؟''

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَاتَّفَقُوْا اَنَّهٗ مُذْ مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَكَمُلَ الدِّيْنُ وَاسْتَقَرَّ وَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّزِيْدَ شَيْئًا مِنْ رَأْيِهٖ بِغَيْرِ اِسْتِدْلَالٍ مِّنْهُ وَلَا اَنْ يَّنْقُصَ مِنْهُ شَيْئًا وَلَا اَنْ يُّبَدِّلَ شَيْئًا مَّكَانَ شَيْءٍ وَلَا اَنْ يُّحْدِثَ شَرِيْعَةً وَاَنَّ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ صَارَ كَافِرًا .)) ❷

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی ہے تو وحی بھی بند ہوگئی ہے، دین بھی مکمل ہوگیا ہے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اپنی رائے سے کچھ زیادہ کرے بغیر کسی شرعی استدلال کے اور نہ ہی اس سے کچھ کم کرسکتا ہے اور نہ ہی ایک چیز کو دوسری چیز سے بدل سکتا ہے اور نہ ہی شریعت میں کوئی چیز ایجاد کرسکتا ہے اور جو شخص یہ کام کرتا ہے وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔''

اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ تلاوت اس لیے کی جاتی ہے کہ میت کو ثواب پہنچے۔ ثواب پہنچانا دین کا مسئلہ ہے اور جب یہ کام نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں دین نہ تھا تو اب یہ دین کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسی چیزوں کو نبی اکرم ﷺ نے مردود کہا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .)) ❸

''جس نے ہمارے دینی معاملے میں نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے (ناقابل قبول ہے)۔''

❶ الاعتصام للشاطبی جلد : ۱، ص: ۱۵.

❷ مراتب الاجماع ص : ۱۷٤.

❸ صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود ۲۶۹۷۔ صحیح مسلم کتاب الاقضیة باب نقض الاحکام الباطلة، رقم: ۱۷۱۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَفِی رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) ❶

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ:

''جس نے ایسا کام کیا جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔''

وفی لفظ ابی داود:

((مَنْ صَنَعَ أَمْرًا عَلٰی غَيْرِ أَمْرِنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) ❷

اور ابوداؤد میں ہے کہ:

''جس نے ہمارے حکم کے علاوہ کوئی اور کام کیا تو وہ مردود ہے۔''

اور جب یہ عمل آپ کے عہد مبارک میں نہ تھا، نہ حضور ﷺ نے اس کا حکم فرمایا اور نہ ہی اس کی ترغیب دلائی تو پھر اس کے مردود ہونے میں کیا شک ہے نیز سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا مندرجہ ذیل خطبہ موجود ہے:

((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) ❸

''اما بعد! بلاشبہ سب سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور بہترین ہدایت محمد ﷺ کی رہنمائی ہے اور بدترین کام بدعت (دین میں نئی بات ایجاد کرنا) ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور دوسری روایت میں اس طرح فرمایا:

((وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) ❹

''(دین میں) نئی باتوں سے بچتے رہیں کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

پس دین میں ہر نیا نکالا ہوا کام بدعت وضلالت ہے۔

بدعت کی تعریف اہل اصطلاح کے نزدیک یہ ہے:

((قَالَ الشَّاطِبِيُّ: "طَرِيقَةٌ فِي الدِّينِ مُخْتَرَعَةٌ تُضَاهِي الشَّرْعِيَّةَ يُقْصَدُ بِالسُّلُوكِ عَلَيْهَا الْمُبَالَغَةُ فِي التَّعَبُّدِ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ."

❶ صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة، رقم: ١٧١٨

❷ سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب لزوم السنة، رقم: ٤٦٠٦

❸ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة، رقم: ٨٦٧

❹ سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم: ٤٦٠٧

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَهٰذَا عَلٰى رَأْيِ مَنْ لَا يُدْخِلُ الْعَادَاتِ فِي مَعْنَى الْبِدْعَةِ وَإِنَّمَا يَخُصُّهَا بِالْعِبَادَاتِ وَأَمَّا عَلٰى رَأْيِ مَنْ اَدْخَلَ الْاَعْمَالَ الْعَادِيَةَ فِي مَعْنَى الْبِدْعَةِ فَيَقُوْلُ: "اَلْبِدْعَةُ طَرِيْقَةٌ فِي الدِّيْنِ مُخْتَرَعَةٌ تُضَاهِي الشَّرْعِيَّةَ يُقْصَدُ بِالسُّلُوْكِ عَلَيْهَا مَا يُقْصَدُ بِالطَّرِيْقَةِ الشَّرْعِيَّةِ.")) ❶

''امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ دین میں ایسا نیا طریقہ ایجاد کرنا جو شرعی کاموں کے برابر ہو، اس پر عمل کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ کرنا ہو۔''

یہ تعریف ان لوگوں کے نزدیک ہے جو عام کاموں کو بدعت میں شامل نہیں کرتے اور اسے صرف عبادت تک محدود رکھتے ہیں اور جو لوگ عام کاموں کو بھی بدعت میں شمار کرتے ہیں وہ تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ: ''بدعت دین میں ایسا طریقہ ہے جو شریعت میں ایجاد کیا گیا ہو جو شرعی کاموں کے مانند ہو، اس پر عمل کرنے کا بھی وہی مقصد ہو جو شرعی احکام پر عمل کرنے کا مقصد ہوتا ہے۔''

اسی بناء پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی اس عمل (قرآن خوانی) کو مخترع بناتے ہیں۔

((هٰذَا مُخْتَرَعٌ مِنْ مُتَاَخِّرِي الْقُرَّاءِ لَا اَعْرِفُ لَهُمْ سَلَفًا.)) ❷

''یہ بعد کے قراء کی ایجاد ہے اس سے پہلے کسی کے بارے میں مجھے علم نہیں۔''

یہ فعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ میں قطعاً موجود نہ تھا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا سابقہ قول بھی اس پر دلیل ہے۔ نیز ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی اس انداز کی وضاحت فرمائی ہے۔ ❸

السید الجرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلْبِدْعَةُ هِيَ الْاَمْرُ الْمُحْدَثُ الَّذِي لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ وَلَمْ يَكُنْ مِمَّا اِقْتَضَاهُ الدَّلِيْلُ الشَّرْعِيُّ.)) ❹

''بدعت وہ نیا کام ہے جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ نے عمل نہ کیا ہو اور نہ وہ کسی شرعی دلیل کے تقاضے کے مطابق ہو۔''

اور علامہ رشید رضا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((فَعُلِمَ مِمَّا شَرَحْنَاهُ اَنَّ كُلَّ مَا جَرَتْ بِهِ الْعَادَةُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْاَذْكَارِ وَاهْدَاءِ ثَوَابِهَا اِلَى الْاَمْوَاتِ وَاسْتِئْجَارِ الْقُرَّاءِ وَحَبْسِ الْاَوْقَافِ عَلٰى ذٰلِكَ

---

❶ الاعتصام جلد ۱، ص: ۱۹۔ ❷ تفسیر المنار جلد: ۸ ص: ۲۶۳۔

❸ کتاب الروح ص: ۷۵، ۷۶۔ ❹ کتاب التعریفات للجرجانی ص ۳۵۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِدَعٌ غَيْرُ مَشْرُوْعَةٍ مِثْلُهَا مَا يُسَمُّوْنَهُ إِسْقَاطُ الصَّلٰوةِ وَلَوْ كَانَ لَهَا أَصْلٌ فِي الدِّيْنِ لَمَا جَهِلَهَا السَّلَفُ وَلَوْ عَلِمُوْهَا لَمَا أَهْمَلُوْا الْعَمَلَ بِهَا وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ قَبِيْلِ مَالَا شَكَّ فِيْ جَوَازِهِ وَوُقُوْعِهِ فِيْ كُلِّ زَمَنٍ مَنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى بَعْضِ النَّاسِ بِمَا لَمْ يُؤْثَرْ عَمَّنْ قَبْلَهُمْ مِنْ حِكَمِ الدِّيْنِ وَأَسْرَارِهٖ وَالْفَهْمِ فِيْ كِتَابِهٖ كَمَا قَالَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيُّ الْمُرْتَضٰى كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ إِلَّا أَنْ يُّؤْتِيَ اللّٰهُ عَبْدًا فَهْمًا فِي الْقُرْآنِ بَلْ هُوَ مِنَ الْعِبَادَاتِ الْعَمَلِيَّةِ الَّتِيْ يَهْتَمُّ النَّاسُ بِأَمْرِهَا فِيْ كُلِّ زَمَانٍ وَلَوْ فَعَلَهَا الصَّحَابَةُ لَتَوَفَّرَتِ الدَّوَاعِيْ عَلٰى نَقْلِهَا بِالتَّوَاتُرِ الْاِسْتِفَاضَةِ)) [1]

"چنانچہ جو ہم نے وضاحت کی ہے اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ جو بھی قرآن پڑھ کر اور ذکر اذکار کر کے اس کا ثواب مردوں کی طرف بھیجنے کی عادت بن گئی ہے اور اسی طرح پڑھنے والوں کو اجرت پر لانا اور اس مقصد کے لیے جائداد وقف کرنا بدعت ہے جس کی شریعت میں گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح نمازیں معاف کردینے والا حکم ہے۔ اگر اس کام کی دین میں کوئی حقیقت ہوتی تو سلف صالحین (صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین) اس سے ناواقف نہ رہتے اور جب اس کو جان لیتے تو عمل کے معاملہ میں کوتاہی نہ کرتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر زمانے میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ نے دین کی کچھ حکمتوں اور اسرار کی سمجھ عطا فرمائی ہے اور انہیں قرآن مجید میں ایسے نکات سمجھ آئے جو گزشتہ علماء سے منقول نہ تھے۔ جیسے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قرآن کی سمجھ عطا فرمائے۔" بدعت اس میں شامل نہیں ہے بلکہ وہ تو ان عملی عبادات سے تعلق رکھتی ہے جن کا لوگ ہر زمانے میں اہتمام کرتے ہیں۔ اگر صحابہ کرام نے یہ کام (قرآن خوانی) کیا ہوتا تو اس کے ہم تک تواتر سے پہنچنے کے اسباب بھی پائے جاتے۔"

اس عمل کے باطل و مردود ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ عہد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نہ تھا تاہم سب صحابہ کرام کا اس سے بے خبر ہونا صاف بتاتا ہے کہ یہ "مُخْتَرَعٌ وَمُحْدَثٌ فِي الدِّيْنِ" ہے۔ اگر شریعت کے اندر اس کے متعلق ذرا سا بھی اشارہ ہوتا تو کسی نہ کسی صحابی سے قولاً یا عملاً اس کی بابت منقول ہوتا حالانکہ نہ کسی صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن خوانی کی نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے کسی نے کی چنانچہ خلافت صدیق میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو یہ فعل نہ خلیفۃ المسلمین سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا اور نہ خود سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اگر شرعی کام ہوتا یا اس سے ثواب پہنچنے کی امید ہوتی تو وہ اس کے سب سے زیادہ حقدار تھے کیونکہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ آپ کے شوہر تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی بھی تھے۔ اس طرح

---

[1] تفسیر المنار جلد : ۸، ص : ۲۴۹.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے زمانہ میں کئی نیک لوگوں کی وفات ہوئی مگر کسی کے لیے اس طرح ایصال ثواب نہیں کیا گیا بلکہ یہ عمل تابعین میں مروج نہ اتباع تابعین میں حتیٰ کہ "اَلْقُرُوْنُ الْمَشْهُوْدُ لَهَا بِالْخَيْرِ" میں سے کسی سے منقول نہیں ہے بلکہ سلف تو یہاں تک محتاط تھے کہ

الحافظ ابن وضاح الاندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قَالَ حَدَّثَنَا اَسَدٌ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ صَبِيْحٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ كَانُوْا يَجْتَمِعُوْنَ فَاَتَاهُمُ الْحَسَنُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا اَبَا سَعِيْدٍ مَا تَرَىٰ فِي مَجْلِسِنَا هٰذَا قَوْمٌ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ لَا يَطْعَنُوْنَ عَلٰى اَحَدٍ نَجْتَمِعُ فِي بَيْتِ هٰذَا يَوْمًا وَفِي بَيْتِ هٰذَا يَوْمًا فَنَقْرَأُ كِتَابَ اللّٰهِ وَنَدْعُوْا رَبَّنَا وَنُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَدْعُوْ لِاَنْفُسِنَا وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ: فَنَهَى الْحَسَنُ عَنْ ذٰلِكَ اَشَدَّ النَّهْيِ)) ❶

"حافظ ابن وضاح الاندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں سیّدنا اسد نے حدیث سنائی انہوں نے ربیع بن صبیح رحمہ اللہ سے روایت کی۔ انہوں نے یونس بن عبید رحمہ اللہ سے سنی انہوں نے فرمایا: "کچھ لوگ جمع تھے، ان کے پاس سیّدنا حسن رحمہ اللہ تشریف لائے۔ ایک آدمی نے ان سے عرض کی کہ جناب ابوسعید صاحب! ہماری اس مجلس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ (ہم) اہلسنّت والجماعت میں سے کچھ افراد ہیں جو کسی پر تنقید نہیں کرتے اور ایک دن اس شخص کے ہاں جمع ہوتے ہیں۔ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اپنے رب سے دعا کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں، اپنے لیے بھی دعا کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کے لیے بھی، (اس پر) سیّدنا حسن رحمہ اللہ نے انہیں اس کام سے سختی سے منع کیا۔"

ایسے کام کو کار خیر کہنا یا اچھا سمجھنا بھی درست نہیں کیونکہ اگر کار خیر ہوتا تو ضرور رسول اللہ ﷺ ہم کو بتاتے کیونکہ آپ ہی قرآن کریم کے مفسر اور بیان کرنے والے اور اس پر عمل کرنے اور کرانے والے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (النحل: ٤٤)

"اور یہ ذکر آپ پر ہم نے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح وتوضیح کرتے جائیں جو ان کے لیے اتاری گئی ہے۔"

﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾ (النحل: ٦٤)

"اور ہم نے یہ کتاب آپ پر اس لیے نازل کی ہے کہ آپ ان اختلافات کی حقیقت ان پر کھول

❶ كتاب البدعة والنهى عنها ص: ١٠، باب ما يكون بدعة (قلمى نسخه)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں۔"

پس جو بھی قرآن کریم میں حکم آیا ہے اس کا طریقہ آپ نے اچھی طرح بتا دیا چنانچہ:

﴿اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (البقرہ: ٤٣)

"نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔"

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ (البقرہ: ١٨٣)

"تم پر روزے فرض کر دیے گئے۔"

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ﴾ (آل عمران: ٩٧)

"اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ بیت اللہ کا حج کریں۔"

اور ایسی دیگر آیات کا عملی طریقہ آپ ﷺ نے واضح بیان کر دیا ہے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ﴾ (الحج: ٧٧)

"اور نیکی کے کام کیا کریں۔"

تو جو بھی خیر و بھلائی کا کام تھا وہ آپ نے کر کے بتا دیا یا اس کی طرف اشارہ کر کے توجہ دلا دی، اگر مروجہ قرآن خوانی بھی خیر کا کام ہوتا تو آپ ﷺ ہرگز بخل نہ فرماتے کیونکہ آپ ﷺ کے متعلق قرآن مجید نے شہادت دی ہے:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ (التکویر: ٢٤)

"اور وہ غیب کی باتیں (وحی) بتانے میں بخل نہیں کرتے۔"

اور خاص طور پر فرمایا:

﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (التوبہ: ١٠٣)

"اور ان کے حق میں دعائے رحمت فرمائیں کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہوگی۔"

اور میت کے لیے دعا کے جو بھی طریقے تھے وہ سب آپ نے بتلا دیئے۔ اگر یہ طریقہ بھی اللہ کے نزدیک مقبول ہوتا اور اس میں بھی میت کے لیے نفع ہوتا تو آپ ضرور بیان فرما دیتے اور اس کو ہرگز نہ چھپاتے کیونکہ اس بارے میں قرآنی وعید آپ کے پاس آ چکی تھی کہ:

﴿يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾

(المائدہ: ٦٧)

"اے پیغمبر (ﷺ) جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ وَاللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ: "يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ".)) ❶

''جو آدمی یہ خیال کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ میں سے کچھ حصہ چھپالیا ہے تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا الزام لگایا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اے پیغمبر (ﷺ) جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا۔''

نیز اگر یہ نیکی کا کام ہوتا تو صحابہ کرام جو ہر نیکی میں سبقت لے جانے والے تھے وہ ہرگز اس سے محروم نہ رہتے اور یہ بھی محال ہے کہ خیر و بھلائی کا کام ہم تو کرلیں اور جو ابتدائی مسلمان تھے وہ اس سے محروم رہیں۔ (حاشا وکلا)

حالانکہ وہ قرآن کریم سنتے اور پڑھتے رہتے تھے جس میں یہ حکم ہے:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ (البقرہ: ۱۴۸)

''نیکی کے معاملہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔''

﴿سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (آل عمران: ۱۳۳)

''اور اپنے رب کی طرف سے بخشش کی طرف لپکو۔''

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾

''دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی بخشش کی خاطر۔''

﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ﴾ (الحجر: ۲۴)

''اور ہم تم میں سے پہلے گزرے اور پیچھے رہنے والوں کو جانتے ہیں۔''

امام شافعی نے اس کام کو غیر شرعی طریقہ قرار دیا ہے اور یہی رائے ہے۔

امام ابن القیم ❷، امام موفق الدین ابن قدامہ ❸، امام شمس الدین بن قدامہ ❹، امام شوکانی ❺، امام خازن ❻، امام سیوطی ❼ رحمہم اللہ۔ نیز امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ تعالی: "ولقد رآہ نزلۃ اخریٰ" وھل رای النبی ﷺ ربہ لیلۃ الاسرا، رقم: ۱۷۷

❷ کتاب الروح، ص ۱۴۵۔

❸ المغنی جلد:۲، ص:۴۲۸۔

❹ الشرح الکبیر جلد ۲، ص: ۴۲۵۔

❺ نیل الاوطار جلد ۴، ص ۹۹۔

❻ لباب التاویل جلد ۲، ص ۲۲۳۔

❼ الاکلیل ص : ۲۰۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام شافعی اور امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے کہ اس طریقے (قرآن خوانی) سے میت کو ثواب نہیں پہنچتا۔''

اسی طرح امام ابن ہمام حنفی ❶ اور ملا علی القاری حنفی ❷ اور شارح العقیدۃ الطحاویۃ ❸ نے بھی نقل کیا ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں، ایک میں بدعت شمار کیا ہے۔ کتاب الفروع میں امام ابن مفلح امام احمد کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

((بِدْعَةٌ لِاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ فِعْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِعْلِ اَصْحَابِهِ فَعُلِمَ اَنَّهُ مُحْدَثٌ وَسَئَلَهُ عَبْدُ اللّٰهِ (أَيْ اِبْنُهُ) يَحْمِلُ مُصْحَفًا اِلَى الْمَقْبُرَةِ فَيُقْرَءُ عَلَيْهِ؟ قَالَ بِدْعَةٌ)) ❹

''یہ کام بدعت ہے اس لیے کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ بعد کی ایجاد ہے۔ عبداللہ نے اپنے والد (امام احمد بن حنبل) سے دریافت کیا کہ اباجان! قرآن مجید کو قبرستان میں لے جا کر اسے قبر پر پڑھا جائے پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا یہ تو بدعت ہے۔''

مختصر یہ کہ شیخ الاسلام بھی اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے کیونکہ ان کا ''لَا يَنْبَغِي'' (مناسب نہیں) کہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ نہ کرنا ہی افضل ہے اور ہمارے لیے اتنی اس کی شہادت کافی ہے کہ یہ عمل سلف میں نہیں تھا اور امام ترمذی اہل علم کا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

((يَقُوْلُوْنَ لَيْسَ شَيْءٌ يَصِلُ اِلَى الْمَيِّتِ اِلَّا الصَّدَقَةُ وَالدُّعَاءُ.)) ❺

''اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ صدقہ اور دعا کے علاوہ میت کو کسی چیز کا ثواب نہیں پہنچتا۔''

پس یہ بات واضح ہوگئی کہ محدثین اور ائمہ دین کا یہی مسلک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اختلاف کی صورت میں یہی حکم دیا ہے۔

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (الشوریٰ: ۱۰)

''اور جس کسی بات میں بھی تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔''

❶ فتح القدیر جلد۲، ص ۲۰۸.

❷ شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۳۱.

❸ شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص: ۴۴۹.

❹ تفسیر المنار جلد ۸، ص ۳۶۸.

❺ سنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی الصدقۃ عن المیت، رقم: ۶۶۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قَالَ ابْنُ الْجَوْزِی رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَیْ مِنْ اَمْرِ الدِّیْنِ." ❶

"یعنی دینی معاملے میں۔"

"وَقَالَ الْقُرْطُبِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِهٖ: وَاُمُوْرُ التَّشْرِیْعِ اِنَّمَا تُتَلَقّٰی مِنْ بَیَانِ اللّٰهِ." ❷

"شرعی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی وضاحت قبول کی جائے گی۔"

"وَقَالَ النَّسَفِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَیْ حُکْمُ ذٰلِكَ الْمُخْتَلَفِ فِیْهِ مُفَوَّضٌ اِلَی اللّٰهِ." ❸

"یعنی اس مختلف فیہ معاملے کا حکم اللہ کے سپرد ہے۔"

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَیْ مَهْمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنَ الْاُمُوْرِ وَهٰذَا عَامٌّ فِیْ جَمِیْعِ الْاَشْیَاءِ فَحُکْمُهٗ اِلَی اللّٰهِ اَیْ هُوَ الْحَاکِمُ فِیْهِ بِکِتَابِهٖ وَسُنَّةِ نَبِیِّهٖ ﷺ.)) ❹

"یعنی خواہ تمہارا جس معاملہ میں بھی اختلاف ہو جائے یہ حکم تمام اشیاء میں عام ہے کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے یعنی وہ اپنی کتاب میں یا اپنے نبی ﷺ کی سنت سے اس کا فیصلہ فرمائے گا۔"

امام شوکانی ❺ کی بھی یہی رائے ہے نیز فرمایا:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء: ٥٩)

"اگر تمہارے درمیان کسی بات میں جھگڑا ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پلٹا دو۔"

یہاں بالاتفاق قرآن وحدیث کی طرف رجوع مراد ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ ❻ اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ ❼ فرماتے ہیں:

((هٰذَا اَمْرٌ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِاَنَّ کُلَّ شَیْءٍ تَنَازَعَ النَّاسُ فِیْهِ مِنْ اُصُوْلِ الدِّیْنِ وَفُرُوْعِهٖ اَنْ یُرَدَّ التَّنَازُعُ فِیْ ذٰلِكَ اِلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُهٗ اِلَی اللّٰهِ﴾ فَمَا حَکَمَ بِهِ الْکِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَشَهِدَلَهٗ

❶ زاد المسیر ج: ٧، ص ٢٧٥.

❷ احکام القرآن للقرطبی جلد٦ ص: ٧.

❸ المدارك ج: ٤، ص ١٠١.

❹ تفسیر القرآن العظیم جلد ٤، ص١٠٨.

❺ فتح القدیر جلد ٤، ص٥١٣.

❻ اعلام الموقعین ج١، ص ٤٩.

❼ تفسیر القرآن العظیم ج١، ص ٥١٨.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالصِّحَّةِ فَهُوَ الْحَقُّ وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ وَلِهٰذَا قَالَ: ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ اَيْ رُدُّوا الْخُصُوْمَاتِ وَالْجَهَالَاتِ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ، فَتَحَاكَمُوْا اِلَيْهِمَا (فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ مَنْ لَّمْ يَتَحَاكَمْ فِيْ مَحَلِّ النِّزَاعِ اِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَلَا يَرْجِعُ اِلَيْهِمَا فِيْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مُؤْمِنًا بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ.))

''یہ اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ لوگ آپس میں جس کسی چیز میں اختلاف کریں خواہ اختلافات اصول دین سے متعلق ہوں یا فروع دین سے، اس اختلاف کے فیصلے کے لیے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(تمہارا جس چیز میں اختلاف ہو جائے اس کا حکم اللہ کی طرف ہے) اور جو فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کردے۔ صرف وہی حق ہے اور حق کے علاوہ جو کچھ ہے صرف گمراہی ہی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اگر واقعی تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یعنی اختلاف اور نادانی کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے تلاش کرو پھر ان دونوں سے اس کا فیصلہ کراؤ۔ اگر واقعی تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جو آدمی اختلاف کے موقع پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ نہیں کرواتا اور نہ ہی اس معاملہ میں ان کی طرف رجوع کرتا ہے گویا کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔''

اب اس فیصلے کے لیے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں چنانچہ قرآن کریم نے یہ خبر دی ہے کہ دین کامل ہے اور حدیث شریف نے یہ خبر دی ہے کہ کوئی نئی چیز دین میں داخل نہیں ہوسکتی پس فیصلہ کی صورت بھی یہی ہوگی کہ جو لوگ یہ کام کرتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں وہ قرآن وحدیث سے ثبوت پیش کریں اور ظاہر ہے کہ ایسا ثبوت موجود نہیں لہٰذا حق پر صرف وہی ہیں جو اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ اس فعل کا انکار کرنے والے ہیں۔

﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ﴾ (یونس: ۳۲)

''حق کے بعد گمراہی کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے۔''

لہٰذا اقوال پر قناعت کرنا ہمارا مذہب نہیں ہے بلکہ ہم مامور ہیں کہ ہر اختلاف کے وقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کی بات کو نہ لیں۔

چنانچہ اصحاب القول میں سے کوئی بھی دوسرے کی بنسبت اتباع کا زیادہ مستحق نہیں ہے بلکہ اصل یعنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب وسنت کی طرف رجوع کریں۔ چنانچہ:

صدقہ اور دعا کا بھیجنا شرعی دلیل سے ثابت ہے جبکہ "قرآن خوانی" کے بارے میں نصوص کے اندر کوئی اشارہ تک نہیں۔ پس اس مسئلہ میں ایسے اقوال پیش کرنا قیاس ہے نہ کہ استدلال ہے اور محدثین کے نزدیک قیاس شرعی دلیل نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کتاب الاعتصام میں متعدد ابواب قیاس کے رد میں تحریر فرمائے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے کتاب الاحکام اور النبذ لابن حزم اور ارشاد الفحول للشوکانی وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

: یہ ایک اعتقادی مسئلہ ہے اور قیاس ظن ہے جس سے اعتقادیات پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔

: یہ قیاس نصوص کے خلاف ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) اور ایسا قیاس بالاجماع باطل ہے۔

: یہ قیاس مع الفارق ہے۔ دعا مانگنے والے کا کام مخصوص میت کے حق میں دعا کرنا ہے نہ کہ اس دعا کا ثواب میت کو ارسال کرنا ہے۔ اور قیاس مع الفارق سب کے نزدیک نا قابل قبول ہے۔

: قائلین قیاس ہر اس مسئلہ میں قیاس کرتے ہیں جو کہ شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو جبکہ یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ سب مسائل قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل: ٨٩)

"جو چیز کی صاف وضاحت کرنے والی ہے۔"

پس ایصال ثواب کے طریقے قرآن وحدیث سے ثابت ہے لہٰذا قیاس کی ضرورت نہیں رہی۔

جن کاموں کے کرنے پر ثواب یا چھوڑنے پر گناہ لازم آتا ہو ان کا قرآن و حدیث سے ثبوت ملنا ضروری ہے چونکہ اس مسئلہ میں کوئی نص نہیں اور نہ ہی کوئی ثبوت ہے لہٰذا یہ نا قابل قبول ہے۔

اس کا ثابت نہ ہونا ہی اس کے لیے ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے۔

فَمَنِ ادَّعٰى خِلَافَ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ بِالْبُرْهَانِ.

ایسے اعمال میں قیاس وآرا کا تصرف نہیں چل سکتا لہٰذا صدقہ یا دعا پر اس کو قیاس کرنا نا قابل قبول ہے کیونکہ یہاں نص کی ضرورت ہے اور وہ موجود نہیں ہے۔

اس فعل کو مندوب یا مستحب کہنا بھی تشریع (نئی شریعت بنانا) ہے کیونکہ مستحب کی تعریف امام جرجانی رحمہ اللہ نے یہ فرمائی ہے۔

"اَلْمُسْتَحَبُّ اِسْمٌ لِمَا شَرَعَ زِيَادَةٌ عَلَى الْفَرْضِ وَالْوَاجِبَاتِ" وَقِيلَ "الْمُسْتَحَبُّ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا رَغَّبَ فِیْهِ الشَّارِعُ وَلَمْ یُوْجِبْهُ." ❶

"مستحب شریعت کے اس کام کو کہتے ہیں جو فرض اور واجب سے زائد ہو۔"

اور دوسری رائے یہ کہ "مستحب سے مراد وہ کام ہیں جن کی شارع ﷺ نے ترغیب دلائی اور ان کو واجب قرار نہ دیا ہو۔"

اور امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((وَالنَّدَبُ اَمْرٌ یَتَخَیَّرُ فِیْ التَّرْكِ اِلَّا اَنَّ فَاعِلَهٗ مَأجُوْرٌ)) ❷

"مستحب وہ کام ہے جس کے چھوڑنے کی تو اجازت ہو لیکن کرنے والے کو ثواب بھی ملے۔"

اور کسی چیز کا ثواب بتانا نبی اکرم ﷺ کا ہی کام ہے نہ کہ کسی دوسرے کا اور آپ کا عمل ہی موجب ثواب ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

"درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کا امیدوار ہے۔"

اور جو بھی ثواب کے کام تھے وہ سب آپ نے قولاً یا فعلاً تفصیل سے بتا دیئے پس جب ایسے کام کے لیے ثبوت نہیں ہے اب کسی کو حق نہیں کہ اس کو مرغوب یا موجب ثواب سمجھے۔ ایسا کرنا شریعت بنانا ہے اور نبی کے علاوہ کسی اور کے کہنے یا اس کے عمل کو مستحب یا کار ثواب کہنا مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی زد میں آتا ہے:

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ (الشوریٰ: ۲۱)

"کیا ان لوگوں نے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کو دین کا وہ راستہ بتاتے ہیں جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔"

ہر ایک کو اپنا ہی عمل کام آئے گا لہٰذا قرآن مجید پڑھ کر ثواب بخشنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسئلہ ایصال ثواب میں دراصل بعضوں نے افراط کیا اور بعضوں نے تفریط چنانچہ معتزلہ نے بالکل ہی انکار کر دیا کہ کسی چیز کا بھی ثواب نہیں پہنچتا۔ اسی طرح خوارج کے ایک فرقہ "الاخنسیة" کا بھی کہنا ہے۔ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں یہی رائے نقل کی ہے ❸ اور اس کے برعکس اہل رائے نے تو یہ فیصلہ دیا ہے کہ ہر چیز کا

---

❶ التعریفات ص: ۱۲۳.

❷ الاحکام ص ۴۰.

❸ تلبیس ابلیس ص ۲۰.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثواب پہنچ جاتا ہے اور سب جائز ہے۔ اول الذکر گروہ نے صرف ان دلائل کو لیا جن سے ثواب پہنچنے کی نفی ہوتی ہے اور ایسے دلائل پر غور نہیں کیا جن سے وصول ثواب ثابت ہوتا چنانچہ:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (البقرہ: ۸۵)

''کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے اور بعض حصے سے انکار کرتے ہو؟''

اس خطاب کے تحت آتے ہیں۔ اسی طرح اہل الرأی نے صرف چند ایسے دلائل جن میں بعض اشیاء کے ثواب پہنچنے کا ذکر ہے ان کو دیکھ کر عام دروازہ کھول دیا ہے اور ایسے دلائل کا لحاظ نہیں کیا جن سے ممانعت ثابت ہوتی ہے بلکہ ان کی بیکار تاویلات کیں جبکہ سب دلائل کو ماننا اور سب پر عمل کرنا ہی صحیح اور حق مذہب ہے۔ اب ہم ابتداء میں وہ دلائل پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک کو اپنا ہی عمل نفع دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝﴾ (النجم: ۳۹۔ ۴۱)

''ہر انسان کے واسطے صرف وہی کچھ ہے جس کی اس نے محنت وکوشش کی اور عنقریب ان کی محنت و کوشش دیکھی جائے گی پھر اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔''

یہ آیت اس باب میں نص ہے کہ کسی بھی دوسرے کا عمل فائدہ نہ دے گا۔ صرف اس کا اپنا عمل جو اس کی اپنی کوشش ہے وہی کام آئے گا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''يَقُوْلُ جَلَّ ثَنَائُهٗ: اَوَلَمْ يُنَبَّأْ اَنَّهٗ يُجَازِيْ عَامِلٌ اِلَّا بِعَمَلِهٖ خَيْرًا كَانَ اَوْ شَرًّا۔''❶

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس آدمی کو نہیں بتایا گیا تھا کہ ہر کام کرنے والے کو اس کے اپنے ہی کام کا بدلہ ملے گا خواہ اچھا کرے یا برا کرے؟''

اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اَيْ كَمَا لَا يُحْمَلُ عَلَيْهِ وِزْرُ غَيْرِهٖ كَذٰلِكَ لَا يَحْصِلُ مِنَ الْاَجْرِ اِلَّا مَا كَسَبَ هُوَ لِنَفْسِهٖ۔''❷

''جس طرح وہ کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا اسی طرح وہ اپنی محنت کے علاوہ کوئی اجر بھی نہیں پاتا۔''

---

❶ تفسیر طبری جلد: ۲۸ ص: ۴۴۔

❷ ابن کثیر جلد ۴، ص: ۲۵۸۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امام القرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"وَقَالَ اَكْثَرُ اَهْلِ التَّاوِيْلِ هِیَ مُحْكَمَةٌ وَلا يَنْفَعُ اَحَدًا عَمَلُ اَحَدٍ وَاجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّهٗ لا يُصَلِّی اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ." ❶

"اکثر اہل علم کہتے ہیں یہ آیت محکم ہے (منسوخ نہیں) کسی کے کام کرنے سے دوسرے کو فائدہ نہیں ہوسکتا اسی طرح ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کوئی کسی دوسرے کی طرف سے نماز ادا نہیں کرسکتا۔"

امام جلال الدین المحلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اَیْ اَنَّـهٗ لا تُحْمَلُ نَفْسٌ ذَنْبَ غَيْرِهَا وَاَنْ اَیْ اَنَّهٗ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی مِنْ خَيْرٍ فَلَيْسَ لَهٗ مِنْ سَعْیِ غَيْرِهٖ لِلْخَيْرِ شَیْءٌ." ❷

"کوئی ذات بھی کسی دوسرے کے گناہ برداشت نہیں کرے گی اور انسان کے حصے میں صرف وہی کچھ ہے جس کی اس نے محنت کی یعنی کہ نیک کام کیا کسی دوسرے کی نیکی سے اسے کچھ نہ ملے گا۔"

اور امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالْمَعْنٰی لَيْسَ لَهٗ اِلَّا اَجْرَ سَعْيِهٖ وَجَزَاءُ عَمَلِهٖ وَلا اَحَدًا عَمَلُ اَحَدٍ." ❸

"اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو صرف اپنی محنت کا اجر ملے گا۔ اپنے ہی عمل کی جزاء اور کسی کا عمل کسی دوسرے کو فائدہ نہیں دے گا۔"

اور یہی آیت کریمہ: "وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" امام شافعی رحمہ اللہ کی اس مسئلہ پر سب سے بڑی دلیل ہے جس کا تذکرہ ابتداء بحث میں گزر چکا ہے۔ واضح رہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی شخصیت ہر لحاظ سے مسلم ہے جیسا کہ اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل قول سے واضح ہے۔

"امام شافعی چار چیزوں کے فلاسفر تھے: لغۃ، اختلاف الناس، علم معانی اور فقہ ❹ اور یہ آیت عام ہے اور حکم بھی واضح ہے کہ کسی کا علم کسی دوسرے کو کام نہیں آسکتا جب تک اس کا اپنا عمل یا کوشش نہ ہو۔ متعدد دیگر آیات سے بھی یہی مفہوم واضح اور روشن ہوجاتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (الانعام: ۱۶۵)

❶ تفسیر احکام القرآن للقرطبی جلد ۱۷، ص ۱۱۴۔ ❷ جلالین جلد ۲، ص ۲۲۲، (المصری)

❸ فتح القدیر جلد ۵، ص: ۱۱۱، یہی مفہوم فتح البیان جلد ۹، ص ۱۴۲ میں ہے۔

❹ معرفة السنن والآثار جلد ۱، ص ۳۲ قلمی نسخه۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہر نفس نے جو عمل کیا وہ اس پر ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

"اَیْ لَا یُؤْخَذُ سِوَاهَا بِعَمَلِهَا وَقِیْلَ الْمَعْنٰی اِلَّا عَلَیْهَا عِقَابُ مَعْصِیَتِهَا وَلَهَا ثَوَابُ طَاعَتِهَا." ❶

علامہ مراغی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"وَالْخُلَاصَةُ اَنَّ الدِّیْنَ اَرْشَدَ فَاَنْ نَجْرِیْ عَلٰی مَا اَوْدَعَتْهُ الْفِطْرَةُ فِی النُّفُوْسِ مِنْ اَنَّ سَعَادَةَ النَّاسِ وَشِقَاءَهُمْ فِی الدُّنْیَا بِاَعْمَالِهِمْ وَالْعَمَلُ یُؤَثِّرُ فِی النَّفْسِ التَّاثِیْرَ الَّذِیْ یُزَکِّیْهَا اِنْ کَانَ صَالِحًا اَوِ التَّاثِیْرُ الَّذِیْ یُدَسِّیْهَا وَیُفْسِدُهَا اِنْ کَانَ مُسِیْئًا وَالْجَزَاءُ مَبْنِیٌّ عَلٰی هٰذَا التَّاثِیْرِ فَلَا یَنْتَفِعُ اَحَدٌ وَلَا یَتَضَرَّرُ بِعَمَلِ غَیْرِهٖ." ❷

خلاصہ یہ ہے کہ:

''دین نے ہماری اس بات کی طرف رہنمائی کی ہے کہ ہم حسب فطرت عمل کریں کیونکہ لوگوں کی سعادت وشقاوت ان کے عملوں پر منحصر ہے اور عمل ہی نفس انسان میں ایسی تاثیر پیدا کرتا ہے جس سے وہ پاک ہو سکے بشرطیکہ وہ عمل نیک ہو اور اگر عمل برا ہو تو یہی نفس کو خراب بھی کرتا ہے اور جزاء کا دارومدار اسی تاثیر پر مبنی ہے لہٰذا کوئی آدمی کسی دوسرے کے عمل سے نہ فائدہ اٹھاتا ہے اور نہ نقصان۔''

﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ﴾ (البقرہ: ۱٤۱)

''یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی ان کے اعمال ان کے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ۔''

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لَهَا عِنْدَ اللّٰهِ مَا کَسَبَتْ مِنْ خَیْرٍ فِیْ اَیَّامِ حَیَاتِهَا وَعَلَیْهَا مَا کَسَبَتْ مِنْ شَرٍّ لَا یَنْفَعُهَا غَیْرُ صَالِحِ اَعْمَالِهَا وَلَا یَضُرُّهَا اِلَّا سَیِّئُهَا." ❸

''اس نے جو اپنی زندگی میں نیک کام کیا اس کا اجر اس کے لیے ہے اور جو برائی کی اس کی ذمہ داری بھی اسی کے ذمے ہے۔ اسے صرف اپنے نیک عمل کا اجر ملے گا اور اپنے ہی برے اعمال نقصان دیں گے۔''

امام رازی فرماتے ہیں:

---

❶ زاد المسیر جلد ۳، ص ۱٦۲.

❷ تفسیر المراغی جلد ۸، ص ۹۲.

❸ تفسیر ابن جریر ج ۱، ص ۵۷٦.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ كَسْبَ كُلِّ اَحَدٍ يَخْتَصُّ بِهِ وَلَا يَنْتَفِعُ بِهِ غَيْرُهُ." ❶

"یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر آدمی کی محنت کا فائدہ اسی کو ہوگا کوئی دوسرا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔"

امام راغب نے فرمایا:

"فَلَيْسَ لَكُمْ ثَوَابُ فِعْلِهِمْ وَلَا عَلَيْكُمْ عِقَابُهُ." ❷

"چنانچہ نہ تو تمہیں ان کے اعمال کا ثواب ملے گا اور نہ ہی ان کے کام کی سزا تمہیں مل سکتی ہے۔"

اور تفسیر نسفی میں ہے:

"اَىْ اَنَّ اَحَدًا لَا يَنْفَعُهُ كَسْبُ غَيْرِهٖ مُتَقَدِّمًا كَانَ اَوْ مُتَاَخِّرًا فَكَمَا اَنَّ اُولٰئِكَ لَا يَنْفَعُهُمْ اِلَّا مَا كَسَبُوْا فَكَذٰلِكَ اَنْتُمْ لَا يَنْفَعُكُمْ اِلَّا مَا كَسَبْتُمْ وَذٰلِكَ لَا بِافْتِخَارِ اٰبَاءِهِمْ." ❸

"یعنی کسی دوسرے کا عمل فائدہ نہیں دے گا خواہ وہ پہلے آئے یا بعد میں۔ اسی طرح ان کو فائدہ نہیں دیتا مگر جو کچھ انہوں نے کمایا۔ اسی طرح تمہیں بھی صرف تمہارا اپنا کیا کام آئے گا۔ اسی لیے باپ دادا کی بنا پر کوئی فخر نہیں۔"

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بَيَانٌ لِحَالِ تِلْكَ الْاُمَّةِ وَحَالِ الْمُخَاطِبِيْنَ بِاَنَّ لِكُلٍّ مِّنَ الْفَرِيْقَيْنِ كَسْبُهٗ وَلَا يَنْفَعُهٗ كَسْبُ غَيْرِهٖ وَلَا يَنَالُهٗ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَا يَضُرُّهٗ ذَنْبُ غَيْرِهٖ وَالْمُرَادُ اِنَّكُمْ لَا تَنْتَفِعُوْنَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَلَا تُؤْخَذُوْنَ بِسَيِّاٰتِهِمْ." ❹

"یہ اُس امت اور مخاطب امت کا حال ہے ہر گروہ کے لیے اس کی اپنی کمائی ہے۔ دوسرے کی محنت کا اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے کوئی حصہ ملے گا اور نہ دوسرے کے گناہ سے اس کا نقصان ہوگا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نہ تمہیں ان کی نیکیوں سے فائدہ ہوگا اور نہ ہی ان کے گناہوں کی وجہ سے تمہیں پکڑ ہوگی۔"

امام شوکانی رحمہ اللہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"اَفَادَتْ اَنَّ اَحَدًا لَا يَنْفَعُهٗ كَسْبُ اَحَدٍ بَلْ هُوَ مُخْتَصٌّ بِهٖ اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ

---

❶ تفسير الرازى ١/٥٤٧. ❷ تفسير القاسمى ٢/٢٧٨.

❸ النسفى ١/٨٦. ❹ فتح القدير ١/١٢٦.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَرًّا فَشَرٌّ . "❶

''مطلب یہ ہے کہ کسی کو دوسرے کی کمائی کا فائدہ نہ ہوگا بلکہ وہ اس کے ساتھ خاص ہے۔ اگر نیک کام کیا تو نتیجہ بھی نیک اور اگر برا کام کیا تو نتیجہ بھی برا۔''

قَالَ جَلَّ ثَنَاءُهٗ: ﴿وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۷۲)

''اور جو کچھ تم بھلائی (مال) سے خرچ کرو پس تمہاری جانوں کے لیے نفع اور فائدہ ہے۔''

امام نسفی رحمہ اللہ اس تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

"فَهُوَ لِاَنْفُسِكُمْ لَا يَنْتَفِعُ بِهٖ غَيْرُكُمْ . "❷

''اس کا ثواب تمہارے لیے ہے کسی دوسرے کے لیے نہیں۔''

"وَالْحَالُ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ (مَالٍ) فَلِاَنْفُسِكُمْ عَوْدُهٗ لَهَا لَا لِمَا عَدَاهَا . "❸

''تم بہتر مال سے جو خرچ کرو گے اس کا فائدہ صرف تمہیں ملے گا کسی دوسرے کو نہیں۔''

﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا﴾ (الاسراء: ۷)

''اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنی جانوں کے لیے بھلائی کرو گے اور اگر برائی کرو گے تو وہ بھی انہیں کے واسطے ہے۔''

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لِاَنَّكُمْ اِنَّمَا تَنْتَفِعُوْنَ بِفِعْلِكُمْ مَا تَفْعَلُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ اَنْفُسَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ . "❹

''اس لیے کہ جو کام بھی تم خود کرو گے دنیا اور آخرت میں اس سے خود ہی فائدہ اٹھاؤ گے۔''

امام القرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اَيْ نَفْعُ اِحْسَانِكُمْ عَائِدٌ عَلَيْكُمْ . "❺

''تمہاری نیکی کا بدلہ تمہاری طرف ہی پلٹ آئے گا۔''

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

---

❶ فتح القدیر ۱/۱۲۶.

❷ تفسیر النسفی ۱/۱۳۶ یہی مفہوم تفسیر بیضاوی ص ۱۷۲ اور تفسیر الجمل ۱/۲۳۵ میں موجود ہے۔

❸ تفسیر الفیضی ص ۷۷.

❹ تفسیر ابن جریر ۱۵/۳٤.

❺ احکام القرآن للقرطبی ۱۰/٤۱۷ یہی رائے امام شوکانی نے ج۳/۲۰۲ میں بیان کی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اَیْ عَاقِبَةَ الطَّاعَةِ لَكُمْ." ❶

"اطاعت کا انجام تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

صاحب خازن فرماتے ہیں کہ:

"یَعْنِیْ لَهَا ثَوَابُهَا وَجَزَاءُ حَسَنَاتِهَا." ❷

"ہر ذات کو اسی کی نیکیوں کا ثواب ملے گا۔"

اور امام النسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالصَّحِیْحُ اَنَّهَا عَلٰی بَابِهَا لِاَنَّ اللَّامُ لِلاخْتِصَاصِ وَالْعَامِلُ مُخْتَصٌّ بِجَزَاءِ عَمَلِهٖ حَسَنَةً كَانَتْ اَوْ سَیِّئَةً یَعْنِیْ اِنَّ الْاِحْسَانَ وَالْاِسَاءَةَ كِلَاهُمَا مُخْتَصٌّ بِاَنْفُسِكُمْ لَا یَتَعَدَّی النَّفْعُ وَالضَّرَرُ اِلٰی غَیْرِكُمْ." ❸

"صحیح یہی ہے کہ یہاں لام اپنے اصل معنی میں استعمال ہوا ہے اس لیے کہ لام میں خاص کر دینے کے معنی پائے جاتے ہیں یعنی کام کرنے والے کو ہی اس کی جزاء ملے گی خواہ کام نیک ہو یا برا۔ یعنی برائی اور اچھائی تمہارے ہی لیے ہے۔ اس کا نفع یا نقصان کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔"

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْهَا﴾ (الجاثیه: ١٥)

"جو کوئی اچھا کام کرتا ہے وہ اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے اور جو کوئی برا کام کرتا ہے اس کا وبال اسی پر ہوگا۔"

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فَلِنَفْسِهٖ عَمِلَ ذٰلِكَ الصَّالِحَ مِنَ الْعَمَلِ وَطَلَبَ خَلَاصَهَا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاَطَاعَ رَبَّهٗ لَا لِغَیْرِ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ لَا یَنْفَعُ ذٰلِكَ غَیْرَهٗ وَلَمْ یَضُرُّ اَحَدًا سِوٰی نَفْسِهٖ." ❹

"اس نے اپنی ذات کی خاطر یہ نیک عمل کیا اور اللہ کے عذاب سے نجات چاہی اور اپنے رب کی اطاعت کی کسی اور مقصد کے لیے نہیں بلکہ صرف اپنے مقصد کی خاطر...... اور اپنے سوا کسی دوسرے کا نقصان نہیں کر سکتا۔"

امام الشوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فَثَوَابُ ذٰلِكَ رَاجِعٌ اِلَیْهِ وَنَفْعُهٗ خَاصٌّ بِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْهَا اَیْ عِقَابُ اِسَاءَتِهٖ

❶ زاد المسیره ٥/١٠، تفسیر خازن ٤/١١٨.

❷ تفسیر خازن ٤/١١٨.

❸ تفسیر النسفی ٣/٧٢، یہی مفہوم تفسیر الجمل ٢/٦١٦ میں ہے۔

❹ تفسیر ابن جریر ٢٥/١٤٥.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِ لا عَلٰی غَيْرِهٖ.“

”اس کا ثواب بھی اسی کی طرف پلٹے گا اس کا فائدہ بھی اسی کو پہنچے گا اور جو برا کام کرے تو اس کا نقصان بھی اسی کو ہوگا یعنی برائی کی سزا بھی خود اسی کو ملے گا کسی دوسرے کو نہیں۔“

ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ہر عامل کا عمل خواہ اچھا ہو یا برا۔ اس کا بدلہ اس کے اپنے لیے ہے یہ عام اور جنرل قانون ہے کہ اگر کسی آیت یا صحیح حدیث میں کسی چیز کے نفع پہنچنے کا ذکر ہے تو وہ اس عموم سے خاص سمجھا جائے گا اور یہ محدثین وفقہاء کا اصول ہے بشرطیکہ وہ حدیث صحیح ہو۔

امام القرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اِتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّهٗ لا يَجُوْزُ تَخْصِيْصُهٗ (كِتَابَ اللّٰهِ) بِحَدِيْثٍ ضَعِيْفٍ. “[1]

”اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کی تخصیص ضعیف حدیث سے جائز نہیں۔“

ہاں اگر حدیث صحیح ہے تو وہ حکم اس عام حکم سے مخصوص سمجھا جائے گا۔

امام الشوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[2]

”وَالْمَعْنٰی لَيْسَ لَهٗ اِلَّا اَجْرُ سَعْيِهٖ وَجَزَاءُ عَمَلِهٖ وَلا يَنْفَعُ وَالْمَعْنٰی لَيْسَ لَهٗ اِلَّا اَجْرُ سَعْيِهٖ وَجَزَاءُ عَمَلِهٖ وَلا يَنْفَعُ اَحَدًا عَمَلُ اَحَدٍ وَهٰذَا الْعُمُوْمُ مَخْصُوْصٌ بِمِثْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَبِمِثْلِ مَا وَرَدَفِيْ شِفَاعَةِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمَلَائِكَةِ لِلْعِبَادِ وَشُرُوْعِيَّةِ دُعَاءِ الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَلَمْ يُصِبْ مَنْ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مَنْسُوْخَةٌ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ الْخَاصَّ لا يَنْسَخُ الْعَامَّ بَلْ يَخُصُّهٗ فَكُلُّ مَا قَامَ الدَّلِيْلُ عَلٰی اِنَّ الْاِنْسَانَ يَنْتَفِعُ بِهٖ هُوَ مِنْ غَيْرِ سَعْيِهٖ كَانَ مُخَصَّصًا لِمَا فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ مِنَ الْعُمُوْمِ وَهٰكَذَا قَالَ النَّوَابُ صِدِّيْقُ حَسَنْ خَانَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. “[3]

”اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو صرف اپنی محنت وکوشش کا صلہ ملے گا اور اپنے کام کی جزاء ملے گی۔ کوئی کسی دوسرے کے کام سے فائدہ نہیں اٹھاسکتا یہ عموم اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ خاص ہوگیا (اور ہم نے ان کے بچوں کو بھی ان سے ملادیا) اور اسی طرح انبیاء اور فرشتوں کی بندوں کے حق میں سفارش اور زندوں کا مردوں کے حق میں دعا کرنے کا حکم خاص ہے اور اس آدمی کی بات درست نہیں جو یہ کہے کہ ان امور کی وجہ سے یہ آیت منسوخ ہوچکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خاص، عام کو منسوخ نہیں کرسکتا

[1] احکام القرآن للقرطبی ۲/۲۰۰.
[2] فتح القدیر للشوکانی ۵/۱۱۱.
[3] نیل المرام ص ۲۵۸.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ خاص کر دیتا ہے جس جگہ بھی یہ بات ثابت ہو جائے کہ انسان کسی دوسرے کے کام سے فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ اس عام آیت سے مخصوص ہوگا۔نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔"

یعنی اصل عام حکم منع کے لیے آیا ہے اور جس عمل کے لیے دلیل آ جائے گی اس کو عام سے خاص کیا جائے گا اور اگر دلیل نہیں ہوگی تو تخصیص نہیں کی جا سکتی۔اسی قاعدے کی بنا پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لِأَنَّ الْأَصْلَ النِّيَابَةُ فِي الْعِبَادَةِ الْبَدْنِيَّةِ وَلِأَنَّهَا عِبَادَةٌ لَا تَدْخُلُهَا النِّيَابَةُ فِي الْحَيَاةِ فَكَذٰلِكَ فِي الْمَوْتِ إِلَّا مَا وَرَدَ الدَّلِيْلُ فَيَقْصُرُ عَلَى مَا وَرَدَ فِيْهِ وَيَبْقَى الْبَاقِيْ عَلَى الْأَصْلِ وَهٰذَا هُوَ الرَّاجِحُ." [1]

"اصل اور قاعدہ تو یہ ہے کہ بدنی عبادت میں نیابت نہیں ہو سکتی اس لیے کہ یہ ایسی عبادت ہے جس کی زندگی میں نیابت نہیں ہو سکتی اور اسی طرح موت کے بعد بھی، الا یہ کہ دلیل آ جائے اور جس قدر دلیل ہوگی وہاں تک معاملہ رہے گا اور باقی اپنے اصل پر رہے گا اور یہی طریقہ راجح ہے۔"

اس قاعدہ کی بناء پر فیصلہ یہ رہا کہ چونکہ اس عمل (قرآن خوانی) کا کسی آیت یا حدیث سے ثبوت نہیں ملتا لہٰذا اس عموم کے تحت رہے گا اور اس کا کرنا ناجائز اور قوانین الٰہیۃ کے تحت ناممکن سمجھا جائے گا اور جو اس کے قائل ہیں ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ کسی صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا عمل کیا یا بتلایا ہے ورنہ ان کی بات بلا دلیل ہوگی اور شریعت کا کوئی حکم بلا دلیل ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ [2]

جو حدیث امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے نقل کی ہے جس میں تین کاموں (اولاد کی دعا، صدقہ جاریہ اور علم) کا ذکر ہے وہ کام بھی حقیقت میں اس کے اپنے کسب وعمل کا نتیجہ اور ثمرہ ہیں۔اس کے علاوہ کچھ اور اشیاء بھی احادیث میں مذکور ہیں جن کو جلال الدین رحمہ اللہ نے نظم کیا ہے فرمایا: [3]

---

[1] فتح الباری ١٩٤/٤ باب من مات وعليه الصوم.

[2] اس بارے میں جتنی روایات بیان کی جاتی ہیں وہ تمام ضعیف بلکہ موضوع ہیں مثلاً:

۱۔ ہدایۃ الحرمین کی روایت کہ آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر کھجور، دودھ اور جو کی روٹی پر آپ نے سورہ فاتحہ اور سورۃ الاخلاص تین مرتبہ پڑھ کر اُسے تقسیم کرنے کا حکم دیا......الخ

یہ تمام قصہ موضوع اور من گھڑت ہے جس کا کہیں ثبوت نہیں اور ہدایۃ الحرمین میں بھی اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ سے اس قصہ کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ قصہ جو ہدایۃ الحرمین میں لکھا ہے محض غلط ہے کتب معتبرہ میں اس کا کوئی نشان نہیں۔(واللہ اعلم)

۲۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اَبلہ شہر والوں کو کہا:

کون شخص اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ میرے لیے مسجد عشاء میں دو یا چار رکعت پڑھے اور یہ کہے کہ ابوہریرہ کے لیے ہیں۔

یہ روایت سند کے اعتبار سے انتہائی ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابراہیم بن صالح بن درھم ضعیف راوی ہے۔نیز اس میں ایصال ثواب نہیں بلکہ نیابت ہے اور وہ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حکم اور وصیت پر اور نیابت کو اہداء پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

[3] دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين لابن. اعلان الصديقي ٤٢١/٣.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِذَا مَـاتَ ابْـنُ آدَمَ لَيْـسَ يَجْرِیْ
عَلَيْـهِ مِـنْ أَفْـعَـالٍ غَيْـرُ عَشْـرِ
عُـلُـوْمٌ بَثَّهَـا وَدُعَـاءُ نَـجْـلٍ
وَغَرْسُ النَّخْلِ وَالصَّدَقَاتِ تَجْرِیْ
وَرَثَةُ مُصْحَفٍ وَرِبَـاطُ ثَـغْـرٍ
حَـفْـرُ الْبِـئْـرِ أَوْ إِجْـرَاءُ نَهْـرٍ
وَبَيْـتٌ لِـلْـغَـرِيْـبِ بَنَاهُ يَأْوِیْ
إِلَيْـهِ أَوْ بِـنَـاءُ نَـحَـلِّ ذِكْـرٍ

وَزَدْ اَيْضًا قَالَ:

وَتَـعْـلِيْـمُ لِـقُـرْآنٍ كَـرِيْـمٍ
فَـخُـذْهَـا مِـنْ أَحَادِيْـثٍ بِحَصْرٍ

خلاصہ:

''جب انسان مر جاتا ہے تو دس کاموں کے علاوہ کسی کام کا اجر جاری نہیں رہتا:

(۱) علم پھیلایا ہوا،

(۲) اولاد کی دعا ہو،

(۳) (سائے کے لیے) درخت لگائے ہوں۔

(۴) جاری صدقات

(۵) قرآن کے نسخے میراث میں ہوں

(۶) اسلامی سرحد پر صف بستہ رہا ہو۔

(۷) کنواں کھودا ہو

(۸) نہر جاری کی ہو

(۹) مسافر کے لیے رہائش گاہ بنائی ہو

(۱۰) ذکر واذکار کے لیے جگہ (مسجد وغیرہ) بنائی ہو

اور ایک دوسرے شعر میں فرمایا:

(۱۱) قرآن کی تعلیم دی ہو! بس یہی کام حدیث سے ثابت ہیں۔

ان گیارہ اشیاء پر سیوطی رحمہ اللہ نے حصر کا حکم لگایا ہے اور یہ سب دراصل اس کے اپنے اعمال وسعی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کے الفاظ "انقطع عمله" بھی اس کا تقاضہ کرتے ہیں کہ بلا دلیل صریح عموم سے کسی امر کو خاص نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بغور مطالعے سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ انسان کو صرف اپنا عمل ہی فائدہ دے سکتا ہے اور وہی نجات کا سبب بن سکتا ہے۔

زندگی بھر قرآن و حدیث کی بے لوث خدمت کرنے والے مفسرین و محدثین کرام رحمہم اللہ کے اقوال نے اس بات کو مزید واضح کر دیا ہے۔

لہٰذا دوسروں کی کمائی ہوئی نیکیوں پر بے جا بھروسہ کرنے کی بجائے انسان خود اپنی نجات کی خاطر عمل کرے اور زندگی کے آخری لمحے تک پورے خلوص کے ساتھ نیکیوں کے انبار جمع کرنے کی فکر میں رہے اور خاص طور پر ایسے اعمال پر توجہ دے جو اس کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں تاکہ نیکیوں کا یہ سلسلہ قائم رہے اور تا قیامت اس کے حساب میں نیکیاں جمع ہوتی رہیں۔ ایسے سدا بہار اور زندہ رہنے والے کاموں کا تذکرہ حدیث میں موجود ہے۔

انبیاء و رسل کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مقرب بندے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگیاں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ احکام کو پورا کرنے میں گزار دیں اور کسی کام کو از خود ایجاد کر کے دین کا حصہ نہیں بنایا کیونکہ یہی راستہ ہر خطرے سے خالی ہے لہٰذا ہمیں بھی انہی کے طرز عمل کو اپناتے ہوئے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو سینے سے لگانا چاہیے اور ہر طرح کی بدعات و رسومات سے دور رہنا چاہیے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ وَصَلَّى اللّٰهُ
عَلَى النَّبِیِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ.
وَاجْعَلْنَا مَعَهُمْ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ...... آمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

۱۹۷۷ء کے بعد شاہ صاحب رحمہ اللہ کچھ عرصہ کے لیے بیت اللہ شریف میں جا کر مقیم ہو گئے تھے اور حرم شریف میں درس قرآن اور درس حدیث دیا کرتے تھے تو ان دنوں ۱۷ ربیع الاول ۱۹۷۸ء کو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک تاریخی خطاب عید میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر کیا جس کو افادہ عام کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ○﴾

(محمد: ۳۳۔۳٤)

محترم دوستو! نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے دین کو ہم تک پہنچایا۔ ہر ایک نبی کا مذہب یہی تھا کہ وہ امت تک اللہ کے دین کو پہنچائیں۔ نبی ﷺ سب سے آخر میں آئے اور دین آخری اور کامل پیش کیا۔

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

''حکم دیا کہ آپ لوگوں کو بتلا دیجئے کہ مجھے اللہ نے سب لوگوں کے لیے بھیجا ہے۔''

﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (سبا: ۲۸)

''جا کر ان لوگوں کو ڈراؤ اور بشارت دو۔''

قرآن مجید کا نزول ہوتا رہا، احکام شرع بیان ہوتے رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ قرآن کی دس آیتیں نازل ہوتی تھیں ابھی دوسری آیتیں نازل نہیں ہوتی تھیں کہ ان پر عمل ہو جاتا تھا۔ ادھر قرآن نازل ہو کر پورا ہوا، عمل بھی پورا ہوا قرآن و عمل دونوں مکمل ہو گئے۔ جو چیزیں ہمارے لیے بھلائی کی تھیں ہمارے لیے فائدہ مند تھیں ان سب کو ہمارے سامنے ظاہر کیا اور بتلا دیا جو چیزیں ہمارے لیے نقصان دہ تھیں اور موجب غضب الٰہی تھیں ہم کو ان سب سے آگاہ کیا اور متنبہ کیا۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس سے ہم فائدہ اٹھا سکیں، اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کر سکیں یا آخرت میں اس کے بدلے میں کوئی نیکی اور ثواب حاصل کر سکیں۔ ایسا کوئی کام ہم سے پیچھے نہیں رکھا بتلا ہی دیا اور واضح کر دیا نیز اللہ کا حکم بھی یہی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾

''اے رسول! اللہ نے جو کچھ تیری طرف نازل کیا وہ لوگوں تک پہنچا دے، ان میں سے کوئی چیز باقی نہ رکھ۔ اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔''

چنانچہ آپ بیان کرتے رہے۔ جب حجۃ الوداع کا موقع آیا تو حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے آخری خطبہ فرمایا اور اسی وقت قرآن کی آیت کا نزول ہوا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدۃ: ۳)

''لوگو! آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور نعمت کو مکمل کر دیا ہے جو بھیجنا تھا وہ بھیج دیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اسی دین اسلام کو پسند کیا ہے۔''

اس وقت دوستو نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن آپ سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا کہ میں نے تم تک اللہ کے دین کو مکمل طور پر پہنچا دیا یا نہیں تو آپ کیا جواب دو گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یکسو یک زبان فرمایا: آپ نے دین کو کما حقہ پہنچا دیا۔ امت کی خیر خواہی کر دی۔ ❶ ثابت ہوگیا، دین جو کچھ تھا بیان ہوگیا اور اللہ تعالیٰ اس وحی کی صفت بیان کرتا ہے۔ تبیان لکل شيء ''کہ ہم نے ہر چیز کو بیان کر دیا ہے۔'' وتفصیلا لکل شيء ''ہر چیز کو بیان کر دیا۔'' وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ''اور تیرے رب کو بھول نہیں ہوتی کہ کسی مسئلے کو بھلا دیا ہو۔'' کتاب وسنت کو اگر سامنے رکھا جائے تو دین کے سب مسائل معلوم ہو جاتے ہیں۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ دنیا سے رحلت فرما گئے۔ وحی بند ہوگئی اب اس کے بعد نہ کوئی امر ہے اور نہ کوئی نہی ہے۔ سمجھ میں آئی بات۔ جب یہ بات ہے تو اب رسول اللہ ﷺ کے بعد جو کام بھی دنیا میں ایسا آئے جس کا ارشاد آپ ﷺ نے نہیں دیا آپ کے دور میں وہ استعمال نہیں ہوا۔ وہ عمل میں نہیں آیا کیا وہ دین ہوسکتا ہے؟ ماننا پڑے گا ان دو کاموں میں سے ایک کام یا ان میں سے ایک باطل غلط خلاف شرع موجب عذاب الٰہی اور شریعت میں زیادتی کہیں گے یا پھر کہیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے دین پورا نہیں پہنچایا۔ اس میں یہ نقص تھا ہم نے یا ہمارے بڑوں نے یہ پورا کیا اور یہاں سے کوئی تیسری صورت سمجھ میں نہیں آتی۔

فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء: ٦٤)

ہم نے جس رسول اللہ ﷺ کو بھیجا مقصد یہی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ جب آخری رسول ﷺ ہیں تو اس کی اطاعت فرض ہے تو لازم اس کا دین کامل ہونا چاہیے۔ ورنہ انسان کسی اور کی اطاعت کا محتاج بن جائے گا اور ساتھ یہ فرمایا شریعت کو دو باتوں میں بند کر دیا:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ٧)

''جس بات کا حکم رسول اللہ (ﷺ) دے دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کر دیں باز آ جاؤ۔''

اب ان کے جانے کے بعد کوئی حکم دینے والا نہیں اور کوئی منع کرنے والا نہیں۔ یہ ہے صحیح بات ہم نے شریعت کی شکل کو بدلا۔ میں اس کی مثالیں اگر آپ کے سامنے رکھوں تو ساری مثالیں تو بیان نہیں کر سکتا لیکن کچھ ایک آدھی مثال بیان کرتا ہوں غور کریں تو ہم نے اس دین کو بدل کر کہاں تک چھوڑا، جس دین کو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم کے ساتھ ہم تک پہنچایا اور واضح فرمایا اپنی زبان مبارک سے، اپنے عمل سے دکھلایا کہ دین کا طریقہ یہی ہے اور آپ مکمل دین کر کے چلے گئے اب اس کے بعد ہم نے اس کو بالکل بدل دیا۔ دیکھئے نبی ﷺ کے آداب جو ہمیں سمجھائے گئے ہیں ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ جب بھی آپ کا نام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنو تو اس وقت آپ پر درود بھیجا کریں، یہ ایک ادب سکھایا گیا جب آپ کا نام سنیں تو درود پڑھیں اور نبی ﷺ نے یہ بھی کہا ہے:

((اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ ذکرت عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْهَا)) ❶

"سب سے بڑا بخیل وہی ہے جو میرا ذکر سننے کے بعد درود نہ پڑھے میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔"

ہم نے وہ چیز بدل دی اس کے بجائے ایک اور طریقہ نکال دیا۔ ادھر دیکھو درود کے بجائے انگوٹھے چومنا ابھی ان سے پوچھو یہ بات آئی کہاں سے! کیا اس کا ثبوت ہے کیا اس کا اساس ہے۔ قرآن میں حکم ہے یا اللہ کے رسول ﷺ نے بتلایا، یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کیا یا آپ کے بعد کسی نے کیا یہ کہاں سے نکالا؟ مؤذن اذان دیتا ہے پوری اذان کو جھٹلایا جا رہا ہے۔ مؤذن کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر معنی سب سے بڑا اللہ ہے۔ ہم اللہ سے مُردوں کو زیادہ بڑا مانتے ہیں۔ جھٹلایا کہ نہیں جھٹلایا کیسے؟ چور پکڑا گیا یا اس پر شبہ ہے، شبہ میں پکڑا گیا فیصلہ ہو رہا ہے۔ وہ نہیں مانتا کہ میں نے چوری نہیں کی اچھا تو نے اگر چوری نہیں کی تو قسم کھا کر بتلا۔ ہاں میں قسم کھانے کو تیار ہوں وضو کر لیا مسجد میں داخل ہو گیا۔ قرآن پاک کو سر پر رکھ لیا، کہتا ہے اللہ کی قسم اللہ گواہ ہے میں نے نہ دیکھا نہ میں نے چوری کی۔ اس مال کو نہ میری آنکھوں نے دیکھا اور نہ میرے ہاتھوں نے چرایا۔ میں نے چوری نہیں کی۔ اب اس سے زیادہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کے اور یہ بات کہہ گیا اور اللہ کے کلام کو سر پر اٹھا کے اور مسجد میں داخل ہو کر یہ بات کرتا ہے۔ چلو جی جب یہ بات ہوئی تو ایک کہتا ہے کہ نہیں۔ سننے والا کہتا ہے کہ بھئی کیا کروں مسلمان کو تو قسم پر اعتبار کرنا چاہیے۔ وہ کہتا ہے کہ نہیں حضرت کے مزار پر چل کر یہ بات کرے اگر ہے پنجاب کا تو چلے علی ہجویری کی قبر پر جس کا نام تم نے داتا گنج بخش رکھا ہے یا پھر ملتان کے بہاؤ الدین کے پاس چلے۔ اگر ہے سندھی تو شاہ عبداللطیف بھٹائی ہے، اگر ہندوستانی ہے تو نظام الدین ہے، اجمیری ہے یا کوئی نہ کوئی تو ہوگا چل کے اس کے مزار پر یہ کہے کہ میں نے چوری نہیں کی مجھے کوئی پتہ نہیں تو کہتا ہے کہ مجھے شرم آتی ہے واقعی میرا کالا منہ ہو گیا ہے۔ میں نے چوری کی ہے اب بتلاؤ اس نے اللہ کو بڑا مانا یا اس مردے کو بڑا مانا۔

مؤذن کا یہ قول ہے اللہ اکبر جھٹلایا کہ نہیں جھٹلایا صحیح ہے جھٹلایا۔ مؤذن کہتا ہے: اشهد ان لا اله الا الله اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کو بھی جھٹلایا، اللہ کے ساتھ اس نے کئی طاغوت کھڑے کر دیئے ہر ایک چیز کے ساتھ عرفات میں تمہیں جمع ہونے کا حکم اللہ نے دیا۔ تم نے بھی سال میں تاریخ مقرر کر دی۔ مزار پر

❶ اخرجه الترمذی، فی الجامع کتاب الدعوات باب، رغم انف رجل ذکرت عند رقم الحدیث: ٣٥٤٦۔ قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن غریب.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی نہ کسی مزار پر ہر سال جتنے میلے ہوتے ہیں سب حج کے مقابلے میں ہوتے ہیں جس طرح بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے اسی طرح قبروں کا طواف کیا جاتا ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ پر بھی کوئی ایمان نہیں اس کو جھٹلایا۔ مؤذن پھر کہتا ہے: اشھد ان محمدا رسول اللہ اس کو بھی ماننے کے لیے تیار نہیں، کہتے ہیں اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہم تو وہی کریں گے جو داتے نے کہا ہے ادھر حکم ہوا ہے تم درود پڑھو نام سن کر انہوں نے انگوٹھے چومنے شروع کر دیئے۔ یہ کس کی سنت ہے کس کا طریقہ ہے کوئی جواب نہیں۔ جواب کیا دیتے ہیں کوئی حدیث پیش نہیں کریں گے، قرآن کی آیت پیش نہیں کریں گے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل پیش نہیں کریں گے، کہیں گے تمہیں کیا خبر تمہیں محبت کا کوئی پتہ نہیں، یہ وہ چیز ہے جو ایک عظیم حکمت ہے وہ کیا ہے جو ان انگوٹھوں میں محمد ﷺ کا نور ہے ہم ان کو چومتے ہیں یہ آپ کو کس نے بتایا قرآن کہتا ہے کوئی حدیث کہتی ہے کس کو تم نے دیکھا کس کا یہ قول ہے۔ اجی اس کی بھی ضرورت نہیں اگر انگوٹھے میں نور ہے محمد ﷺ کا تو پھر طہارت کس سے کرتے ہو، اسی نور سے۔ وہی نور آنکھوں پر، وہی نور ہونٹوں پر، وہی نور استنجا پر یہی بات ہے، مؤذن کہتا ہے: حی علی الصلاۃ ۔ آجاؤ آتے ہی نہیں۔ مؤذن کہتا ہے: حی علی الفلاح ۔ چھٹکارا یہاں ملے گا، نہیں مانتے چھٹکارا تو یہیں پر ملتا ہے جہاں پر مشغول ہیں، غرض مقصد کیا ہے ساری شریعت کو ہم نے بدل دیا۔ نبیوں کو اللہ نے بھیجا۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (النساء: ٦٤)

اس کی اطاعت کی جائے۔ یہ ہے حق نبی ﷺ کا۔ دو لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کا حق بتلا دیا کہ اس کی اطاعت کی جائے، اس کی پیروی کی جائے، اس کی تابعداری کی جائے، اس کے طریقے کے مطابق عمل کیا جائے، یہ ہے اس کا حق۔ ہم نے اس کو بدل دیا سال میں کتنے مہینے ہیں ۱۲ مہینے۔ ۱۱ مہینے میں ہم کو کوئی اس کا حق یاد نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ جنہوں نے ہم تک دین پہنچایا، سمجھایا، شریعت پہنچائی، ہمیں ہدایت کا راستہ بتلایا، ہلاکت اور بربادی کا راستہ بتلایا خوف دلایا۔ یہ چیز تو ہمارے ذہن میں گیارہ مہینے نہیں ہے، آپ کا نام بارہویں ایک مہینہ جو ابھی چل رہا ہے آپ ﷺ کا نام یاد آگیا وہ بھی کس بات کے لیے کھانے کے لیے، کھلانے کے لیے، مجلس بنانے کے لیے جسے آج کل میلاد کہتے ہیں۔ میلاد پوچھو ان سے کہ یہ میلاد کہاں سے لائے ہو تم؟ اللہ نے حکم دیا، رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا۔ نبی ﷺ کے بعد خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں یہ واقعہ ہوا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے بعد عثمان، علی، حسن اور پھر معاویہ رضی اللہ عنہم کس کی خلافت میں یہ واقعہ ہوا کسی ایک نے یہ طریقہ اپنی زندگی میں اختیار کیا یہ اور بات ہے کہ تمہیں خود معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے آیا مجھے پتہ ہے یہ کہاں سے پارسل ہو کر آیا ہے یہ تو بیان ہوگا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ DAY منانا اسلام میں ہے۔ ہر ایک کی ولادت کا دن منواتے ہو۔ میں پوچھتا ہوں جا کر مولویوں سے پوچھو۔ آدم سے لے کر نبی کریم ﷺ تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی ایک پیغمبر کی ولادت منائی گئی ہو۔ کسی ایک بندے کی ولادت منائی گئی ہے۔ قرآن میں ہے پوچھو اندھی تقلید نے بیڑا غرق تمہارا کر دیا دشمن تم پر مسلط ہو گئے۔ اور جو اسلامی چیز تھی وہ تم سے چھین لی یہ میلاد دے کر تمہیں راضی کر دیا یہ کہاں سے تم میلاد لائے ہو آدم علیہ السلام ابو الخلق ان کو اللہ نے پیدا کیا ان کی پیدائش کا بھی کوئی دن ہوگا یا نہیں یہ بارہ مہینے تو پہلے سے تھے۔

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ (التوبۃ: ٣٦)

یہ بارہ ماہ اس وقت سے ہیں جب سے اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا تو انسان تو بعد میں پیدا ہوا، زمین و آسمان تو پہلے تھے۔ تو ثابت ہوا کہ سال کے مہینے تو پہلے سے تھے۔ تو آدم علیہ السلام کی پیدائش کا کوئی تو دن ہوگا۔ کوئی تو میلاد کا دن ہوگا۔ بتاؤ کس تاریخ میں آدم علیہ السلام نے کیا اور اس کی اولاد نے کیا حقدار تو وہی تھا جس سے انسان کا وجود پیدا ہوا۔ پھر اس سے اس کی بیوی بنائی یہ عجیب قدرت تھی:

﴿وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ (النساء: ١)

''اسی میں سے اس کی بیوی کو بنایا۔''

وہ دن تھا اسی دن کو منایا جاتا۔ پھر اس کے بعد نوح علیہ السلام اولوالعزم پیغمبر جس کو اللہ نے نجات بخشی کشتی بنانے کا حکم دیا ظالموں نے اس کو تنگ کیا۔ تنگ ہو کر چیخ نکلتی ہے:

﴿فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ﴾ (القمر: ١٠)

''اے میرے مولا! میں عاجز آ چکا ہوں میری مدد کر اور ان سے انتقام لینا تیرا کام ہے۔''

میں اس سے عاجز ہو چکا ہوں اور مسلسل ۹۵۰ سال ان کی گالیاں برداشت کرتا رہتا ہے۔ اذیتیں سہتا رہتا ہے اگر یہ میلاد اسلام میں ہوتا اس نوح علیہ السلام کے لیے کیا جاتا، پھر ابراہیم علیہ السلام جس پر خاص نوازشیں ہوئیں ہر امتحان میں وہ شخص کامیاب ہوا۔ فرمایا:

﴿وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾

(البقرۃ: ١٢٤)

''اور ابراہیم کو کئی باتوں میں آزمایا، امتحان لیا اور وہ کامیاب اترا اللہ نے فرمایا دنیا کا امام تو ہے۔''

اب یہ میلاد امام الدنیا کے لیے ہے، اسلام میں یا ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں یہ رواج تھا بتلا سکتے ہو۔ انتہائی قربانیاں بیٹے کی قربانی کرنے کا حکم ملا تو حاضر۔ بیوی، چھوٹے بچے کو جنگل میں چھوڑ کر آیا کوئی آبادی نہیں، کوئی رہنے والا نہیں۔ میدان میں پانی نہیں، کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں۔ حکم ملا جنگل میں چھوڑ کر چلے آؤ، حاضر۔ جب چھوڑ کر جاتا ہے پیچھے نہیں دیکھتا۔ بیوی کہتی ہے کہ حضرت یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو اپنی مرضی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یا اللہ کے حکم سے؟ فرمایا: اللہ کے حکم سے اور کچھ نہیں۔ لوگ دنیا مجبور کرتی ہے باپ گھر سے نکالتا ہے۔ کہا نکل جاؤ اور پوری قوم اذیت پہنچانے اور مخالفت کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں:

﴿قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ﴾ (الانبیاء: ٦٨)

''اب وقت ہے کہ اپنے معبودوں کی مدد کی جائے اور ظالم کو ختم کیا جائے جلا دو اس کو۔''

﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ﴾ (العنکبوت: ٢٤)

اس کو ختم کیے بغیر جان نہیں چھوٹ سکتی یا اس کو قتل کر دو یا اس کو آگ میں جلا دو، پھر نمایاں خدا کی مہربانی، آگ میں پھینکتے ہیں آگ اس کو نہیں جلاتی، یہ بات مسلم ہے یا نہیں۔ یہ شخص حقدار نہیں کہ اس کی میلاد کی جائے۔ اس کو یاد کیا جائے یا عمل ہوتا ہے ولادت کوئی چیز نہیں۔ یادداشت عمل سے ہوتی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کی اللہ نے اس کو سنت بنا دیا۔ فرمایا:

﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ○ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○﴾ (الصافات: ٣-٨)

''جب ابراہیم اور اس کا بیٹا اسماعیل دونوں تیار ہو گئے۔ باپ ذبح کرنے کے لیے بیٹا ذبح ہونے کیلئے۔ دونوں تیار ہو گئے تو ہم نے کہا بس تو نے خواب پورا کر دیا امتحان میں پورا اتر گیا، وعدہ پورا کر دیا تو ہم نے جانور ذبح کرنے کے لیے بھیج دیا اور اس سنت کو بعد والوں کے لیے جاری رکھ دیا۔''

ابراہیم کی ولادت کو نہیں ابراہیم کے عمل کو جاری رکھا۔ یہ حرکت یہودیوں اور نصرانیوں کی ہے کہ عمل کو تو چھین لو اور ان کی ولادت کو یاد رکھو، سمجھ آئی بات کہ نہیں۔ ولادت کو نہیں بلکہ اس کے عمل کو جاری رکھا دیکھتے ہو لاکھوں لوگ اس قربانی کو یہاں کرتے ہیں یہ وہی سنت چلی آتی ہے۔ یہ نہیں کہ اس کی تاریخ منائی جاتی ہے۔ یادداشت کا مطلب جو ہوتا ہے وہ عمل سے ہوتا ہے۔ وہ عمل کرو اور اس کو یاد کرو کہ آپ نے یوں کیا، آپ نے یوں کیا، ہم بھی یوں کرتے ہیں۔ اگر اس کے بعد دیکھنا ہے تو وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں جو ذبح ہونے کے لیے تیار ہو گئے لیٹ گئے زمین پر۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○﴾ (الصافات: ٢)

''اے ابا جی! یہ اللہ کا حکم ہے تو پورا کر دیجئے۔ میرے ذبح کرنے کا حکم ہے تو پرا کر دیجئے میں حاضر ہوں اللہ نے چاہا تو میں ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے ہوں گا۔''

تو اس کی شخصیت تھی اسماعیل علیہ السلام کی کہ اس کی ولادت کو یاد کیا جائے یہ بھی بڑی شاندار ولادت تھی جو ناامیدی میں امید کر دی فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ (ابراهيم: ٣٩)

''یا اللہ! کیسے بچہ ہوگا میری عورت تو بانجھ بن گئی میں سخت بوڑھا ہو گیا ہم میں کوئی چیز نہیں رہی، بچہ کیسے ہوگا۔''

﴿قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾ (مريم: ٩)

''ویسے کے ویسے میں دوں گا اور یہ میرے لیے آسان بات ہے۔''

اللہ نے بچہ دے دیا اور صفت سنو اس بچے کی:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (آل عمران: ٣٩)

''فرشتوں نے آ کر مبارکباد دی نماز میں، زکریا مبارک ہو! اللہ تمہیں بچہ دینے والا ہے۔ اللہ ایسے بچے کی خوشخبری دے رہے ہیں جو اللہ کے کلام کو، اللہ کے فرمان کو سچا ماننے والا ہوگا۔ قوم کا سردار ہوگا۔''

فرمایا:

﴿وَّ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَ لَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا وَ سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ (مريم: ١٤-١٥)

''ہم نے کتاب بھی ان کو دی بچپن میں نبی بنا دیا اور نہایت مہربان، نہایت رحمدل، صالح بندہ، پرہیز گار پاکیزہ انسان نیکوکار ماں کی خدمت کرنے والا، کوئی اس کے اندر بدبختی نہیں کوئی اس کے اندر سرکشی نہیں، اللہ کی سلامتی سے پیدا ہوا اللہ کی سلامتی سے مرے گا اللہ کی سلامتی سے اٹھے گا۔''

کیا یہ شخصیت میلاد کے لائق نہیں تھی اگر اسلام میں میلاد ہوتا۔ بتاؤ مجھے؟ جا کر لوگوں سے پوچھو۔ کتنے سال زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا میلاد منایا، پھر یحییٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اپنا میلاد منایا نہیں کوئی ثبوت نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام برگزیدہ پیغمبر اللہ کا خاص پیغمبر جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ خاص انعام ہے۔

﴿وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ (النساء: ١٦٤)

''اللہ نے ان سے کلام کیا۔''

فرمایا:

﴿يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَ بِكَلَامِيْ﴾ (الاعراف: ١٤٤)

''میں نے تمہیں چنا ہے۔ رسول بنایا ہے دنیا میں اور میں نے تجھ سے کلام کیا ہے۔''

یہ تو بڑا یادگار انسان ہے، کون موسیٰ علیہ السلام جس کے ہاتھوں اللہ نے ایک مظلوم قوم کو آزادی بخشی جن کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ بیٹے ذبح کیے جاتے تھے ان کی لڑکیوں پر قبضہ کیا جاتا تھا۔

﴿یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَ کُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَ کُمْ﴾ (البقرة: ٤٩)

کیا ان کو غلامی سے نجات ملی یا نہیں؟ یہ کس نتیجے سے؟ یہ موسیٰ علیہ السلام کے جہاد کا نتیجہ تھا۔ دعوت کا نتیجہ تھا اور اس کے جہاد اور دعوت نے وہ کامیابی حاصل کی کہ ایسی قوم جس کی کوئی عزت نہ تھی ان کو اللہ نے نجات بخشی۔ فرمایا:

﴿وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا وَ تَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَ دَمَّرْنَا مَا کَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا کَانُوْا یَعْرِشُوْنَo﴾ (الاعراف: ١٣٧)

''فرعون ان کو ہمیشہ اذیتیں دیتا رہا، تکلیفیں دیتا رہا اور ان کے بچے ذبح کرتا رہا اور ان کو ہلاک کیا جہاں جائیں ان کو کمزور سمجھا جائے جہاں جائیں ان کو حقیر سمجھا جائے۔ اللہ نے ایسی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے پورے خزانوں اور مال کا وارث بنایا۔''

موسیٰ علیہ السلام کوئی معمولی شخصیت نہیں حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے زمین میرے لیے پھٹے گی اور میں نکلوں گا اور دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کو تھامے ہوئے کھڑا ہے۔ معمولی شخصیت نہیں ہے کیا اس کا میلاد ہوا۔ اس نے کیا اس کے بھائی ہارون نے کیا۔ اس کی قوم نے کیا اسلام نے کیا نہیں کوئی صورت نہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی۔ عیسیٰ علیہ السلام خاص اللہ کی کرامت ہے بغیر باپ کے اللہ نے اس کو پیدا کیا:

﴿فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّاo یٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا کَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا کَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّاo﴾ (مریم: ٢٧۔٢٨)

''مریم علیہا السلام گود میں بچے کو لا رہی ہیں جب انہوں نے دیکھا ایک کنواری لڑکی بچے کو لا رہی ہے یہ بچہ کہاں سے آیا۔ نہ اس کی شادی ہوئی ہے؟ کہا اے مریم! تو نے تو دونوں خاندانوں کی ناک کاٹ دی۔ نہ تیرا باپ ایسا تھا نہ تیری ماں ایسی تھی، یہ کہاں سے لائی۔''

﴿فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ﴾

''ان سے بات کرو۔''

کہنے لگے واہ! ان سے بات کرو۔

﴿قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّاo﴾ (مریم: ٢٩)

''ایک تو بغیر خاوند کے بچہ لائی ہے، پھر اس سے کہتی ہے کہ بچے سے بات کرو۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے عیسیٰ کو زبان دی۔"

اور فرمایا:

﴿قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا ۙ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ وَ اَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا ۪ۖ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیۡ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡنِیۡ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَ یَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا﴾

(مریم: ۳۱-۳۳)

"کہنے لگا: میں تو اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ نے کتاب دے کر نبی بنایا ہے۔ مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے مجھے تو اپنی ماں کا فرمانبردار بنایا ہے مجھے کوئی سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ اس کی سلامتی کے ساتھ میں پیدا ہوا ہوں۔ اسی کی سلامتی کے ساتھ مروں گا اور اسی کی سلامتی کے ساتھ میں قیامت میں اٹھوں گا۔"

اتنی عظیم شخصیت کیا اس کی میلاد ہوئی۔ مسلمانوں نے کی، نبی نے کی ہے، نہیں۔ یعنی اسلام کے اندر کوئی مثال نہیں یہ انگریزوں اور نصرانیوں کا رواج نکالا ہوا ہے۔ تاکہ اصلی چیز تم سے ختم ہو جائے اب آ ؤ نبی ﷺ کی زندگی پر۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہجری اور اسلامی سن کونسا ہے۔ بتاؤ ۱۳۹۸ اس کو ہجری کیوں کہتے ہیں۔ یعنی ہجرت کے بعد شروع ہوا اگر میلاد ہوتی تو سال بھی آپ کی ولادت سے شروع ہوتا کیونکہ ولادت کے بعد ہم کو آپ ﷺ پر ایمان لانے کا حکم نہیں تھا۔ آپ پر ایمان کا جب حکم ہوا جب آپ ﷺ کو نبوت ملی ۴۰ سال کے بعد ایمان لانے کا حکم ہوا ۴۰ سال سے قبل ہمیں ایمان لانے کا کوئی حکم نہیں نہ ان کو کوئی خبر تھی۔

﴿وَ مَا کُنۡتَ تَرۡجُوۡۤا اَنۡ یُّلۡقٰۤی اِلَیۡکَ الۡکِتٰبُ﴾ (القصص: ۲۸)

"تمہیں یہ گمان بھی نہیں تھا کہ یہ کتاب میرے پاس آئے گی۔"

﴿وَ کَذٰلِکَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ مَا کُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡکِتٰبُ وَ لَا الۡاِیۡمَانُ﴾

(الشوریٰ: ۵۲)

"ہم نے تمہیں کتاب اور ایمان دیا اس سے پہلے آپ کو معلوم ہی نہیں تھا کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے۔"

نبی ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک محمد بن عبداللہ (ﷺ) دوسری محمد رسول اللہ ﷺ یعنی اللہ کے رسول۔ یہ لوگ پہلی حیثیت کو مانتے ہیں دوسری حیثیت کو نہیں مانتے، یعنی یہ مانتے ہیں کہ محمد ﷺ عبداللہ کا بیٹا ہے یہ نہیں مانتے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اگر رسول اللہ کو مانتے اس کے طریقے کو لیتے اس کے دین کو لیتے۔ اس کے مقابلے میں دین بنا لیے، اس کے طریقے کے مقابلے میں طریقے بنا لیے، اس کی گدی کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں گدیاں بنالیں۔ ان کے مقابلے میں اور کئی نئی چیزیں بنالیں۔ اب یہ رسول اللہ کو نہیں مانتے بلکہ محمد بن عبداللہ کو مانتے ہیں۔ صحابی آپ کو رسول اللہ مانتے تھے، اس لیے انہوں نے ہجرت کو جاری رکھا، ہجرت کی تھی۔ جب آپ کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ تشریف لائے۔ ہجرت کے بعد اسلامی قانون کا نفاذ ہوا، اسلامی سلطنت کا قیام ہوا۔ ورنہ وہ اپنی ولادت سے سال کی تاریخ رکھتے، نہیں رکھا۔ رکھا تو ہجرت سے رکھا جہاں سے اسلامی نظام قائم ہوا۔ اسلامی جھنڈا بلند ہوا۔ شرعی حدود نافذ ہونے لگیں۔ قتل وقتال ہوا، لڑائیاں ہوئیں جہاد ہوا جیسے ایک اسلامی سلطنت میں ہوتا ہے۔ یہ تھا یادگار دن مسلمانوں کے لیے۔ ہم کہتے ہیں کہ کیا تاریخ ہے ہم کہتے ہیں کہ آج ۱۷ تاریخ شروع ہوگئی۔ ربیع الاول کی ۱۳۹۸ سال کی یہ کہاں سے چلی ہے۔ جب آپ نے اسلامی حکومت قائم کی تھی۔ نہ کہ آپ کی ولادت سے بلکہ ولادت کے وقت تو مشرک بھی آپ کے خلاف نہیں تھے، یہودی آپ کے خلاف نہیں تھے، مشرک بتوں کو پوجنے والے آپ کے خلاف نہیں تھے، مداح تھے۔ لیکن جب اسلام کا نام لیا تو وہ آپ کے خلاف ہوگئے، الگ ہوگئے۔ اور تم بھی اصل اسلام کے مخالف ہوگئے ہو تم ان سے ملنا چاہتے ہو اگر یہ چیز اسلام میں ہوتی تو نبی ﷺ خود کرتے نبوت کے بعد ۲۳ سال تک زندہ رہے۔ مکہ میں تیرہ سال رہے کبھی ایک دن میلاد کی مدینہ میں دس سال رہے، کبھی ایک دن میلاد کی پھر دو سالہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور عمر رضی اللہ عنہ کی دس سالہ خلافت اور پھر دوسرے خلیفہ آئے، آپ کے اقرباء آئے، علی رضی اللہ عنہ کی خلافت آئی آپ کے وہ قریبی رشتہ دار تھے کیا انہوں نے میلاد منائی۔ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہماری محبت ہے یہ محبت نہیں دھوکہ ہے یہ محبت کا معیار نہیں یاد کرلو یہ نصرانیوں کی محبت ہے مسلمانوں کی محبت نہیں۔ مسلمانوں کی محبت کا معیار پیغمبر کی تابعداری آپ نے خود فرمایا:

((مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ اَحَبَّنِي وَمَنْ اَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ)) ❶

جس کو میری سنت سے محبت ہے اس کو مجھ سے محبت ہے۔ سنت سے تم جلتے ہو سنت کے ساتھ تمہیں موت آتی ہے۔ چڑتے ہو سنت سے غصہ کھاتے ہو اور پھر مسلمان کہلواتے ہو تم کو شرم نہیں آتی۔ ڈوب کے مرنا چاہیے تم لوگوں کو جو اپنا مذہب بناتے ہو ڈوب کے مرو۔ اگر تمہیں محمد ﷺ سے محبت ہوتی تو آپ کے طریقے کے بعد کسی طریقے کی ضرورت نہ ہوتی، آپ کے مذہب کے بعد کسی مذہب کی ضرورت نہ ہوتی۔ مقابلے میں طاغوت تو بنالیے اور محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔ لے دے کے پورے سال میں ایک مہینہ تمہاری محبت کا رہ گیا۔ کہاں سے لائے ہو؟ بتاؤ، ہے اسلام میں اس کا وجود۔ جواب دیتے ہیں۔ جی ابولہب اتنا دشمن تھا اس کے مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا ان کے دلائل پڑھتے جاؤ سوچتے جاؤ۔ خواب میں دیکھا کہ اس کی دو انگلیوں میں ایک میں دودھ دوسری میں شہد لگا ہوا ہے اور وہ کھا رہا ہے۔ پوچھا یہ کہاں سے نعمت

❶ اخرجه الترمذي في الجامع كتاب العلم باب، ماجاء في الاخذ بالسنة واجتناب البدعة، رقم الحديث: ٢٦٧٨

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملی؟ کہا کہ جب محمد ﷺ پیدا ہوا تھا اس کی خوشی میں ایک لونڈی آزاد کر دی تھی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ؟ خواب کوئی شریعت ہے؟ نہیں۔ پھر کہتا کون ہے ابولہب؟ قرآن کہتا ہے۔ قرآن جھوٹا ابولہب سچا۔ فرمایا:

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝﴾ (الھب : ۱۔۳)

ابولہب خود ہلاک ہوا اس کے مال نے اس کو کوئی فائدہ نہیں دیا اب یہ لونڈی اس کا مال تھا کہ نہیں۔ قرآن کہتا ہے کوئی نفع نہیں دیا! تم کہتے ہو نفع دیا اب تم کو مانیں یا قرآن کو مانیں۔ اب تم جھوٹے اور تمہارے نقل کرنے والے جھوٹے اتنا تو مان گئے کہ یہ سنت ابولہب کی ہے۔ جزاك الله

لیکن اصل ہے کہاں، وہ میں بتلاؤں گا، میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ ہے کہاں؟ اسلام میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور گیا تابعین، تبع تابعین کسی ایک سے ثابت ہوتی ہے۔ تم نے چار مذاہب بنائے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور جعفری ان میں سے کسی ایک نے میلاد منائی ہو تو لاؤ ایک لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔ پانچ اماموں میں سے کسی ایک سے ہی ثابت کر دو۔

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

کوئی تمہاری بنیاد نہیں پھر دور گیا تیسری صدی میں محدثین فقہاء تھے۔ کسی ایک سے ثابت ہے۔ پھر چوتھی صدی میں کسی ایک سے ثابت ہے۔ چار سو سال گذر گئے پھر پانچویں صدی آئی اس میں کئی فتنے اور جھگڑے بھی شروع ہو گئے تھے لیکن یہ بدعات پھر بھی نہیں آئی تھیں بتلا سکتے ہو کہ پانچویں صدی ہجری میں کسی ایک مسلمان نے یہ کام (یعنی میلاد) کیا۔ چھٹی صدی ہجری میں بنیاد نکالتا ہوں چھٹی صدی ہجری میں ایک بادشاہ نے یہ رواج نکالا۔ سیوطی رحمہ اللہ الحاوی کے اندر لکھتے ہیں۔ ایک بادشاہ نے یہ رواج میلاد کا نکالا ایک مولوی کو پتہ چل گیا کہ اب داؤ اچھا لگ سکتا ہے۔ مولوی نے چھوٹا سا رسالہ لکھ بھیجا کہ یہ اچھا کام ہے بادشاہ نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ آپ ﷺ کی یادگاری ہوتی ہے محفل ہوگی ذکر کی محفل ہوگی بہت سے یتیم مسکین کھانا کھائیں گے۔ اس لیے بادشاہ نے یہ بہت اچھا اور خیر کا کام کیا ہے، یہ رسالہ لکھ کر بادشاہ کو بھیج دیا۔ بادشاہ نے دو ہزار اشرفیاں مولوی کو انعام میں بھیج دیں، نتیجہ یہ ہوا کہ گھر بیٹھے اس جانور اور شیطان مولوی کو سال کا خرچہ مل گیا، گھر گھر یہ بدعت جاری ہوگئی اس نیکی کے کام کا نہ اللہ کو خبر نہ رسول ﷺ کو خبر۔ سمجھ آئی؟ یہ ہے وہ اصل کہانی جس کو تم نے اصل اسلام سمجھ رکھا ہے۔ جس کو تم نے دین کا بہت بڑا کام سمجھ رکھا ہے جو نہ مانے وہ اسلام سے خارج وہ مسلمان نہیں۔ بادشاہ نے یہ رواج نکالا بادشاہ اس بدعت کو کہاں سے لایا۔ اس کی حقیقت بھی پڑھ لو۔ اس نے پہلے پہلے تو بائبل نکالو یہ فرعون کی سنت ہے۔ اس کا میلاد ہوتا تھا اب بھی بائبل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھا ہوا ہے کہ تیسرے سال فرعون کا میلاد ہوا اتنے لوگ جمع ہوئے یہ فرعونی سنت ہے۔ اسی دور میں موسیٰ نبی تھا اسی دور ہارون نبی تھے اسی دور میں دوسرے نبی بھی تھے۔ قرآن بیان کرتا ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المائدۃ: ٤٤)

انبیاء اور بہت انبیاء موجود تھے۔ نبیوں کو قتل کرنے میں اس کا قرآن ذکر کرتا ہے۔ مستشرقین ذکر کرتے ہیں کہ ایک ایک دن سینکڑوں پیغمبروں کو قتل کر دیتے تھے۔ پیغمبروں کی کافی تعداد تھی، اٹھاؤ بائبل مسلمانوں کی کتابیں اٹھاؤ۔ کہیں ذکر ہے کہ کسی ایک پیغمبر کی میلاد ہوئی۔ فرعون کا ذکر ہے نبیوں کا ذکر نہیں ہے، اس لیے یہ فرعونی سنت ہے نبیوں کی سنت نہیں ہے اور اس کے بعد اس کو عیسائیوں نے لے لیا یہ عیسائیوں کی سنت ہے۔ اب تک وہ میلاد مناتے ہیں۔ ایک بہت بڑا مناظر عیسائی مولوی پادری برکت اللہ گذرا ہے اس کی کتاب طوی رسول ہے۔ طوی نامی ایک رسول تھا اس کی سیرت لکھی ہے، اس میں لکھتا ہے جب تک اس کی مزار پر ہم موجود تھے ہم اس کی میلاد کرتے تھے۔ لوگ جمع ہوتے تھے اتنے خیمے لگتے تھے۔ ہزاروں کا اجتماع ہوتا تھا لیکن جب اس علاقے پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو ہمارا عرس اور میلاد بند ہو گیا۔ اب بتاؤ میلاد مسلمانوں کا مذہب ہے یا عیسائیوں کا۔ نبی ﷺ کے بعد تمہارے پیروں نے جو تم نے طور طریقے بنائے ہیں۔ سہروردی نقشبندی چشتی یہاں پر بھی گئی ہیں۔ عبدالقادر جیلانی نے میلاد کیا۔ کہاں سے تم لائے ہو وہ بھی پانچویں صدی کا آدمی تھا۔ یہ ہے تمہارا اسلام اصل بات کیا تھی۔ اصل محبت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں تھی، پیروی میں تھی، آپ کی اطاعت میں تھی، آپ کے طریقے میں تھی وہ چیز ہم سے چھڑا دی گئی۔ ہمیں اس کے بدلے میں یہ چیز دے دی گئی کہ ہمیں نبی ﷺ سے بہت محبت ہے سال بھر میں ایک دن حلوہ پکا کر کھا کر چلے گئے، پھر چاہیں کچھ بھی کریں۔ کیا صحابہ کا یہ ایمان تھا، تابعین کا یہ ایمان تھا، نیک لوگ جتنے بھی گزرے ہیں سب کا ایمان یہی تھا؟ غلط بالکل غلط! ہاں تم لوگ یہ کہو گے کہ فلاں بزرگ نے کہا، فلاں بزرگ نے کہا۔ بزرگ کا قول شریعت نہیں ہے۔ شریعت قول ہے محمد الرسول ﷺ کا۔ کسی اور کا قول شریعت نہیں ہے۔

میرے دوستو! اسلام میں کوئی چیز ایسی موجود نہیں ہے، یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر محمد الرسول اللہ ﷺ تک کوئی واقعہ ایسا موجود نہیں ہے۔ یہ فرعون اور نصرانیوں میں ملے گی۔ یہ میلاد فرعونیوں اور نصرانیوں کی سنت ہے، مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ کی محبت وہ ہے آپ کی پیروی میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کرنے والے کوئی ہیں کسی ایک سے ثابت کریں۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے، علی و

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے، امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے کسی ایک سے میلاد ثابت کریں تو ماننے کے لیے تیار ہیں۔ جس چیز کا ثبوت نہ ہو وہ کیسے شریعت ہو سکتی ہے۔ یہ ہے ہمارا حال آج ہم نے بالکل شریعت کو بدل دیا بالکل تبدیل کر دیا، پھر اس سے کئی چیزوں کے دروازے کھلے کبھی عورتیں مرد اکٹھے نہ ہوئے۔ اٹھو اٹھو محمد الرسول اللہ ﷺ آ گئے۔ اللہ کے بندو! ہزاروں لوگ ایک ہی وقت میں میلاد مناتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ سب کے پاس کیسے آ سکتے ہیں۔ کس کے پاس آتے حالانکہ رسول اللہ ﷺ تو کسی کے گھر بغیر دعوت کے نہیں جاتے تھے۔ پھر کیسے آتے ہیں اور تم نے دعوت کیسے دی کس کو دی کب دی۔ دھوکہ لوگوں کو دھوکہ دینا یہ ہیں کہاں؟ پھر یہ عقیدہ جب اس نے میلاد کیا تو چھوٹ جائے گا۔ کہاں چھوٹ سکتا ہے عمل سے چھوٹے گا۔

﴿لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَآ أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝﴾ (النساء: ۱۲۳۔ ۱۲۴)

”اگر برائی کرو گے تو کوئی تمہارا ساتھ نہیں دے گا اور اگر نیکی کرو گے تو نیکی تمہارے کام آئے گی اور جنت ملے گی۔“

میرے دوستو! ان چیزوں سے کچھ نہیں ملے گا اگر اس میلاد میں کچھ ہوتا صحابہ رضی اللہ عنہم ضرور کرتے اپنی محبت کا اظہار کرتے ان کو محمد الرسول اللہ ﷺ سے محبت تھی، اسی لیے اس کی محبت میں اس کے دین کے لیے بیوی چھوڑی بچے چھوڑے کٹ مرے۔

قرآن کہتا ہے:

﴿اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾ (الحشر: ۸)

”سچے تو وہ لوگ ہیں جو دین کی خاطر گھروں سے نکالے گئے اور اللہ کی رضا کے لیے بیوی بچے چھوڑ دیئے۔“

تمہیں کہاں سے محبت ہے۔ تم نبی کی ایک سنت کو قبول نہیں کرتے جب حدیث آتی ہے تمہیں دادا یاد آتا ہے تمہیں پیر یاد آتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو نبی کا فرمان سن کر فوراً عمل کرتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مسئلہ ہوا۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جی حاجی حضرت صاحب نے کہا ہے۔ حاجی حضرت کون ہوتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ حکم ہے تو انہوں نے کہا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما تو یوں فرماتے ہیں۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے زمین تمہیں نگل جائے یا آسمان سے مصیبت ٹوٹ پڑے تم پر۔ میں تمہیں رسول اللہ کا فرمان سناتا ہوں تم دوسروں کا نام لیتے ہو۔ بتاؤ اس سے بڑھ کر کس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو محبت ہو سکتی ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے، عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین کا نام تو آپ نے سنا ہے۔ اس کا ایک بیٹا تھا نام عبداللہ پکا سچا مسلمان تھا سمجھ آئی۔ ایک دفعہ کسی دشمن نے اس کے کان میں یہ بات کہی کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے باپ کو قتل کروانا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر بھی نہیں تھی۔ اس شخص کا مطلب تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے متنفر ہو جائے، ناراض ہو جائے۔ تو جب انہوں نے سنا تو سیدھا رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور کہا: ''یا رسول اللہ! میں نے یہ سنا ہے اور اگر یہ بات صحیح ہے تو میں اللہ کی قسم دیتا ہوں یہ حکم میرے سوا کسی دوسرے کو مت دینا تاکہ اس کا سر کاٹ کر میں آپ کے سامنے لے آؤں کیونکہ میں ڈرتا ہوں آپ کسی دوسرے کو حکم دے بیٹھے اور مجھے جوش آ جائے میں اس سے لڑ پڑوں اور اسے مار دوں اور ایک کافر کے بدلے جہنم میں چلا جاؤں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ یہ سب باطل ذہن بناوٹی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی تابعداری سے دین صحیح ہو سکتا ہے، نجات ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہم سب کو صحیح راستے پر چلائے۔ آمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل حجت ہے یا نہیں؟

فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے گا یا نہیں؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ جس کے بارے میں محدثین کرام کی تین آراء ہیں:

۱۔ ضعیف حدیث پر مطلق طور پر عمل کیا جائے گا۔

۲۔ ضعیف حدیث پر عمل ہی نہیں کیا جاسکتا۔ چاہے وہ فضائل اعمال میں ہو۔

۳۔ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل حجت ہے لیکن چند شروط کے ساتھ۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی تیسری رائے کے قائل رہے اور اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے شاہ صاحب نے پہلے شروط بیان کی ہیں اور پھر اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے سترہ محدثین کے اقوال پیش کیے ہیں۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمد للہ الذی میّز الطیب من الخبیث والصلوۃ والسلام علی رسولہ کغیث المغیث وعلی آلہ واصحابہ الذین نقلو الینا منہ الحدیث امّابعد!

میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک سوال کا بہترین جواب لکھوں کہ کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال اور ثواب میں قابل حجت ماننا صحیح ہے؟

تو میں اللہ کی مدد سے اس سوال کا جواب شروع کرتا ہوں اور اس مقالہ کا نام "القول اللطیف فی الاحتجاج بالحدیث الضعیف" رکھتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس کام کو مکمل کروائے اور اس کے ہاتھ میں اختتام ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق وھو حسبی ونعم الرفیق.

فضائل اعمال میں ضعیف حدیث سے دلیل لینا بالکل صحیح ہے جب تک اس سند میں کوئی ایسا راوی نہ ہو جو شدید ضعیف یا مجروح ہو۔ جیسے کذب اور فحش الغلط وغیرہ۔ مثلاً:

یوسف بن خالد السمتی ❶ اور حسن بن زیاد اللؤلؤی ❷ ان دونوں راویوں کو امام نسائی نے جھوٹا قرار دیا ہے۔

یا متہم بہ جیسے حسن بن عمارہ ❸ اور خالد بن الیاس ❹ ان دونوں راویوں کو امام ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تقریب التہذیب میں متہم قرار دیا ہے۔

یا فاحش الغلط: جیسے ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ❺ امام نسائی نے ان کو فحش الغلط کہا ہے۔

اس شرط کے ساتھ ایک اور شرط کا ہونا لازمی ہے اور وہ ہے۔

((ان یکون مندرجا تحت اصل العام من حجۃ الشرع))

وہ عمل کسی اصل عام کے تحت مندرج ہو شرعی دلیل سے۔"

تمام محققین کا اسی پر اتفاق ہے۔

(شاہ صاحب اب یہاں سترہ محدثین کی شہادات ذکر کر رہے ہیں کہ ان تمام کے پاس ضعیف حدیث

---

❶ یوسف بن خالد بن عمر السمتی ابو خالد البصری، تهذیب التهذیب: ۱۱/ ۲۶۱۔ تاریخ الکبیر: ۸/ ۳۸۸.

❷ حسن بن زیاد اللولوی الکوفی "وقال الدار قطنی ضعیف متروك" میزان الاعتدال: ۱/ ۹۱.

❸ الحسن بن عمارۃ بن المغرب البجلی مولاهم الكوفی ابو محمد، قال الامام النسائی "لیس بثقة" تهذیب التهذیب ۲/ ۲۶۳.

❹ خالد بن الیاس وقیل ایاس بن صخر بن ابی الجهم عبید بن حذیفه ابو الهیثم العدوی المدنی قال امام النسائی "متروك الحدیث" تهذیب التهذیب ۳/ ۷۰۔ تاریخ الکبیر ۳/ ۱٤۰.

❺ النعمان بن ثابت الكوفی ابو حنیفة الامام یقال اصل من الفارس "قال الامام البخاری كان مرجیا سكتوا عنه وعن حدیثه" تقریب التهذیب ص ۵۲٤۔ التاریخ الکبیر ۸/ ۸۱.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضائل اعمال میں قابل حجت ہے)۔ (الازہری)

پہلی گواہی:

میرے والد محترم صاحب السند الحافظ المحدث ابومحبّ اللہ احسان اللہ بن شیخ حافظ سید رشد اللہ شاہ صاحب العلم الخامس رحمہ اللہ ❶ اپنی مشہور کتاب "المقالة المحبوبة في الدعاء بعد الصلوة المكتوبة" میں فرماتے ہیں:

((ان علماء هذه الامة المكرمة وفقهائها قد اجتمعوا على ان الاحاديث الضعيفة في فضائل الاعمال والثواب معمولة)) انتهى

"اس امت کے علماء وفقہاء کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پر عمل کیا جائے گا۔"

دوسری گواہی:

الشیخ الحافظ حدیث اور رجال کے ماہر علامہ عبدالرحمن بن مہدی بن حسان العنبری رحمہ اللہ ❷ فرماتے ہیں:

((اذا روينا عن النبي ﷺ في الحلال والحرام والاحكام شددنا في الاسانيد وانتقدنا الرجال واذا روينا في فضائل الاعمال والثواب والعقاب والمباحات والدعوات تساهلنا انتهى))

"جب ہم حلال وحرام اور احکامات کے بارے میں نبی ﷺ کی احادیث بیان کرتے ہیں تو اس کی اسناد میں شدت اختیار کرتے ہیں اور جب فضائل اعمال ثواب وعتاب، مباح امور اور دعاؤں کی احادیث بیان کرتے ہیں تو تساہل برتتے ہیں۔"

تیسری گواہی:

امام الفقیہ المجتہد الحجۃ ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی المروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ❸

---

❶ شاہ صاحب کے والد احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ اپنے وقت کے امام تھے۔ اسماء الرجال میں ملکہ تامہ رکھتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ فرماتے تھے: "ان كان في هذا الوقت رجل عنده علم اسماء الرجال وانا اقول هو احسان الله شاه الراشدي" سید احسان اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی وفات ۱۳۵۸ ہجری کو ان کے گاؤں پیرآف جھنڈہ میں ہوئی تو ان کی وفات پر مولانا سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے کہا: "مات اليوم رجل كان ماهرا بالحديث واسماء الرجال" مزید دیکھو! مجلہ بحرالعلوم شیخ العرب و العجم نمبر"

❷ شیخ عبدالرحمن بن مهدی العنبری البصری قال الامام الشافعی "لا اعرف له نظيرا في الدنيا" مزید دیکھو: تهذيب التهذيب ٦/٢٧٩۔ تاريخ بغداد ١٠/ ٢٤٠.

❸ امام احمد بن حنبل، حنبلی مذہب کے پیشوا امام عبداللہ لکھتے ہیں: "ما رأيت افقه منه ولا اورع" تهذيب التهذيب ١/٧٢۔ تاريخ بغداد ٤/ ٤١٢.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((اذا روینا النبی ﷺ فی الحلال والحرام والسنن والاحکام شددنا بالاسانید واذا روینا عن النبی ﷺ فی فضائل الاعمال وما لا یضع حکما ولا یرفعه تساهلنا فی الاسانید))

''جب ہم حلال وحرام سنن اور احکامات کے بارے میں نبی ﷺ کی احادیث بیان کرتے ہیں تو ان کی اسانید پر سختی کرتے ہیں اور جب آپ سے فضائل اعمال کے بارے میں روایات بیان کرتے ہیں اور وہ احادیث جو احکامات سے متعلق نہیں ہوتیں تو ان کی اسناد میں نرمی برتتے ہیں۔''

چوتھی گواہی:

شیخ الحافظ ابوعبداللہ النوفلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((الاحادیث الرقاق یحتمل ان یتساهل فیها حتی یجیء الشی فیه حکم انتهی))

''دل کو نرم کرنے والی حدیثوں میں تساہل برتا جائے گا یہاں تک کہ اس میں کوئی حکم آئے۔''

پانچویں گواہی:

امام حافظ ثقہ ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری الکوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [1]

((لا تاخذوا هذا العلم فی الحلال والحرام الا من الرؤساء المشهورین بالعلم الذین یعرفون ألزیادة والنقصان فلا باس بما سوی ذلك من المشائخ انتهی))

''حلال وحرام کے بارے میں صرف ان مشہور محدثین عظام سے لو جو حدیث کی زیادتی اور نقصان کو جانتے ہوں اس کے علاوہ (فضائل اعمال میں) ایسے محدثین سے لینے میں کوئی حرج نہیں جو اس پائے کے نہ ہوں۔''

چھٹی گواہی:

امام حافظ فقیہ ابومحمد سفیان بن عیینہ الہلالی الکوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [2]

((لا تسمعوا من بقیة ما کان فی سنة واسمعوا منه ما کان فی ثواب وغیره)) انتهی

''بقیہ (جو راوی) سے فرائض میں کوئی بھی حدیث نہ لو، ثواب وغیرہ میں ہو تو لے لو۔''

---

[1] الامام امیر المومنین فی الحدیث دنیا کی معروف ترین شخصیت، مزید دیکھو: تهذیب الکمال ۱/ ۵۱۲.

[2] امام الوقت عظیم محدث امام الشافعی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ''لولا مالك وسفیان لذهب علم الحجاز تهذیب التهذیب ٤/ ۱۱۷.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتویں گواہی:

علامہ حافظ یحییٰ بن محمد بن عبداللہ العنبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ❶

((الخبر اذا ورد لم یحرم حلالا ولم یجعل حراما ولم یوجب حکما وکان فی ترغیب او ترهیب او تشدید او ترخیص وجب الاغماض عنه والتساهل فی روایته)) انتھی

''کوئی ایسی حدیث ہے جو نہ تو حرام کو حلال اور حلال کو حرام اور نہ اس سے کوئی حکم صادر ہو رہا ہے اور وہ ہے بھی ترغیب وترھیب یا عزیمت یا رخصت میں تو ایسی حدیث میں تساہل برتنا اور چشم پوشی کرنا واجب ہے۔''

آٹھویں گواہی:

میرے دادا امام حافظ محدث سید ابوتراب رشد اللہ صاحب العلم الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ❷

((اقول وبالله التوفيق ان الاستدلال به فی الفضائل ما لم یکن فی سنده الراوی شدید الضعف کالکذب والمتهم بفاحش الغلط ومع هذا یکون مندرجا تحت اصل عام من حجة الشرع نص علیه الحافظ ابن حجر وغیره ویویده ما اخرجه الامام احمد فی مسند عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ مرفوعا "لا اعرفن احدا منکم اتاه عنی حدیث وهو متکی علی اریکته یقول اتلوبه علی قرانا ما جاء کم عنی من خیر قلته او لم اقل فانا اقوله وما اتاکم من شر فانی لا اقول الشر وما اخرجه ابن ماجة عنه ایضا یرفعه لا اعرفن ما یحدث احدکم عنی الحدیث وهو متکی علی اریکته فیقول اقراء قرانا ما قیل من قول فانا قلته))

''میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ فضائل اعمال میں (حدیث ضعیف) سے استدلال لینا بالکل صحیح ہے جبکہ اس کی سند میں ایسا راوی نہ ہو جو شدید ضعیف ہو جیسے جھوٹا، متھم بہ یا فاحش الغلط اور اس کے ساتھ وہ عمل کسی اصل عام کے تحت مندرج ہو شرعی دلیل سے، اسی بات کی تائید حافظ ابن

---

❶ امام ابن السمعانی فرماتے ہیں: ''کانا ادیبا فاضلا عارفًا بالتفسیر واللغة'' تذکرة الحفاظ ٣/٨٦٥.

❷ شیخ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کے دادا امجد جن کی پیدائش ١٢٧٧ ہجری کو سندھ میں ہوئی، شیخ عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ شاہ رشد اللہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں: ''کان الشیخ ابوالتراب رشد الله عالم الکبیر فی الحدیث وکان صاحب التصانیف'' مزید دیکھو! مجله بحر العلوم شیخ العرب والعجم نمبر.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجر رحمہ اللہ نے کی۔ اور مندرجہ بالا حدیث بھی جس طرح مسند احمد میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار نہ جانوں میں تم میں سے کسی کو کہ اس کو میری حدیث پہنچی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے اپنے پلنگ پر کہتا ہو کہ قرآن پڑھو (یعنی حدیث قابل اعتبار نہیں فقط قرآن کافی ہے) جو تمہارے پاس میری اچھی بات آئی ہے تو میں نے ہی کہی ہے۔ اگر میری طرف کوئی غلط بات منسوب ہو تو میں غلط بات نہیں کہتا۔

ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ: خبردار نہ جانوں میں تم میں سے کسی کو کہ اس کو میری حدیث پہنچی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے اپنے پلنگ پر کہتا ہو کہ قرآن پڑھو، یعنی حدیث قابل اعتبار نہیں اور مان لو جو اچھی بات ہے وہ میری کہی ہے۔"

نویں گواہی:

شیخ الاسلام زکریا بن محمد بن احمد الانصاری المصری الشافعی رحمہ اللہ ❶ اپنی کتاب "تحفۃ الباری شرح صحیح البخاری" میں لکھتے ہیں:

((یجوز روایۃ ماسوی الموضوع من الضعیف والعمل بہ من غیر بیان ضعفہ فی غیر صفاتہ تعالی وفی غیر الاحکام کالحلال والحرام وغیرھما وذلک کالقصص والمواعظ وفضائل الاعمال وغیرھما فیما لا تعلق لہ بالعقائد والاحکام وکذا ذکرہ ابن الصلاح)) انتھی

"موضوع حدیث کے علاوہ ضعیف حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے، قصص مواعظ فضائل اعمال اور دیگر ثواب کے امور جبکہ عقائد احکام اور صفات باری تعالیٰ میں عمل نہیں کیا جائے گا۔"

دسویں گواہی:

امام حافظ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ اپنی کتاب الفیۃ الحدیث میں لکھتے ہیں: ❷

---

❶ شیخ زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا الانصاری المصری الشافعی اپنے وقت کے حافظ الحدیث اور عظیم مفسر، ان کی پیدائش ۸۲۳ ہجری اور وفات ۹۲۶ ہجری میں ہوئی۔ الاعلام للزرکلی ۳/۴۶.

❷ ان کا نام عبدالرحمٰن بن الکمال ابوبکر بن معمر الخضرمی المعروف جلال الدین السیوطی ہے، ان کی پیدائش ۸۴۹ ہجری کو مصر کے معروف شہر قاہرہ میں ہوئی تھی امام صاحب سات علوم میں ماہر تھے بلکہ ان علوم میں امام تھے انہوں نے ہر فن میں کتاب لکھی جن کی تعداد بقول بروکلان ۴۱۵ ہیں جبکہ دیگر مورخین نے ان کی کتب کی مجموعی تعداد چھ سو سے زیادہ بتائی ہے۔ امام صاحب کی وفات ۹۱۱ ہجری قاہرہ میں ہوئی تھی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: حسن المحاضرۃ ۱/۳۳۵.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغير ما اسناده عرض وترك
بيان ضعف قدر ضوا
في المواعظ او فضائل الاعمال
لا لعقد والحرام والحلال

''جو بھی (حدیث) بغیر سند کے ہوگی کسی کو رکھا جائے اور کچھ کو چھوڑا جائے گا جو حدیث فضائل اعمال مواعظ میں ہوگی اس ضعیف حدیث کو لیں گے اور جو عقیدہ، حلال اور حرام میں ہوگی اس کو ترک کردیں گے۔''

گیارہویں گواہی:

امام حافظ حجۃ شیخ الاسلام شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ❶ فرماتے ہیں:

((بان هذا القسم يعني (الضعيف) لا يحتج به كله بل يعمل به في فضائل الاعمال ويتوقف عن العمل به في الاحكام الا اذا كثرت طرقه او عضده اتصال عمل او موافقة شاهد صحيح او ظاهر القرآن وهذا حسن رايق قوى ما اظن منصفا يأباه)) والله الموفق انتهى كلام الحافظ.

''ضعیف قسم کی تمام روایات قابل حجت نہیں بلکہ فضائل اعمال میں ان پر عمل کیا جائے گا اور احکامات کے بارے میں ان سے توقف کیا جائے گا مگر اس صورت میں جبکہ ان ضعیف روایات کو بکثرت طرق سے بیان کیا جائے یا مسلسل ومتواتر اس پر عمل ثابت ہو یا ان کی موافقت میں صحیح روایات موجود ہوں یا قرآن پاک کا ظاہر اس قسم کی روایات کی تائید کرتا ہو اور یہ بہترین اور طاقتور اصول ہے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی انصاف پسند آدمی اس کا انکار کرسکتا ہے۔''

بارہویں گواہی:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ❷

((اجماع اهل الحديث وغيرهم على العمل به في الفضائل ونحوها خاصة انتهى))

---

❶ اپنے دور کے عظیم امام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ حسن المحاضرة ١/٣٦٣.

❷ یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن النووی رحمہ اللہ ان کی ولادت ۶۳۱ ہجری ان کی مشہور کتاب شرح صحیح مسلم اور ریاض الصالحین ہیں مزید تفصیل دیکھو: تذكرة الحفاظ ٤/١٤٧٠.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تمام محدثین اور دیگر ائمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ فضائل اعمال میں (ضعیف حدیث ہے) عمل کیا جا سکتا ہے۔''

تیرہویں گواہی:

امام حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین اثری العراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ❶

''(فضائل اعمال میں) ضعیف حدیث پر عمل کرنا درست بات ہے اور امت کو یہی چیز ملی ہے۔''

چودھویں گواہی:

امام حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ میں عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

((باب التشدد فی احادیث الاحکام والتجوز فی فضائل الاعمال قد ورد عن غیر واحد من السلف انه لا یجوز حمل الاحادیث المتعلقة بالتحلیل والتحریم الا عمن کان بریئاً من التهمة وبعیدا من المظنة واما احادیث الترغیب والمواعظة ونحو ذلك یجوز کتبها من سائر المشائخ)) انتهى

''باب احکام والی احادیث میں سختی اور فضائل اعمال میں نرمی برتنے کا۔ بے شمار سلف صالحین سے مروی ہے کہ احادیث حلال وحرام پر اس وقت عمل کرے گی جو تمام تہمتوں اور گمانوں سے دور ہو جبکہ ترغیب اور نصیحت والی احادیث تمام مشائخ سے لی جا سکتی ہے۔''

پندرہویں گواہی:

شیخ محمد عبدالحق الدہلوی رحمہ اللہ مشکوٰۃ المصابیح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

((وما اشتهر ان الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال لا فی غیرها المراد مفرداته لا مجموعها لانه داخل فی الحسن لافی الضعیف جزم به الائمة وقال بعضهم ان کان الضعیف من حجة سوء حفظ او اختلاط او تدلیس مع وجود الصدق و الدیانة ینجبر بتعدد الطرق وان کان من جهة اتهام الکذب او الشذوذ او فحش الخطا لا ینجبر بتعدد الطرق والحدیث محکوم علیه بالضعیف ومعمول به فی فضائل الاعمال انتهى))

''اور یہ جو مشہور ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے اس کے ماسوا نہیں تو اس سے مراد مفرد احادیث ہیں نہ کہ وہ احادیث جو متعدد طرق سے مروی ہوں اس لیے کہ ایسی احادیث تو

❷ فتح المغیث ۱۲۱ مطبوع لکھنؤ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعیف میں نہیں بلکہ حسن کے درجہ میں داخل ہیں، اس کی صراحت ائمہ حدیث نے کر دی ہے بعض کہتے ہیں کہ اگر ضعیف سوء حفظ یا اختلاط یا تدلیس کی وجہ سے ہو اور ساتھ اس کا راوی صدق و دیانت سے متصف ہو تو اس کی تلافی تعدد طرق سے ہو جائے گی اور اگر اس کا ضعف اتہام کذب یا شذوذ یا خطائے فاحش کی بنا پر ہو تو تعدد طرق سے اس کی تلافی ممکن نہیں، ایسی حدیث ضعیف ہی قرار پائے گی جو صرف فضائل اعمال میں ہی کارآمد ہوگی۔"

سولہویں گواہی:

شیخ عبداللہ بن حسین خاطر العدوی رحمہ اللہ اپنی کتاب "لقط الدرر" میں لکھتے ہیں:

((قال الذهبي ان كان في الحلال والحرام يكفر اجماعا وان كان في الترغيب والترهيب لا يكفر عند الجمهور))

"امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی (حدیث) حلال اور حرام میں ہوگی تو مجموعی طور پر سختی کی جائے اور اگر ترغیب ترہیب میں ہوگی تو جمہور کے نزدیک اس میں سختی نہیں کی جائے گی۔"

سترہویں گواہی:

شیخ عبدالعزیز بن احمد بن حامد اپنی کتاب کوثر النبی میں لکھتے ہیں:

((قال النووي، وابن جماعة والطيبي والبلقيني والعراقي والعسقلاني يجوز رواية الضعيف في غير الاحكام والعقائد من غير بيان ضعفه كالقصص والمواعظ والترغيب والترهيب والفضائل)) انتهى

"امام النووی رحمہ اللہ اور ابن جماعۃ، طیبی بلقینی، عراقی اور قسطلانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ احکام اور عقائد کے علاوہ قصص، مواعظ، ترغیب اور ترہیب اور فضائل عمال میں بیان کرنا صحیح ہے۔"

یہ تمام گواہیاں بڑے نقاد محدثین کرام کی ہیں جنھوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال مقبول اور معمول بہ ہیں۔ مثلاً: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((قال رسول الله ﷺ من قراء حم الدخان في ليلة الجمعة غفر له)) [1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سورۃ حم الدخان شب جمعہ کو پڑھی بخشے جائیں گے اس کے لیے اس کے گناہ۔"

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے ہشام ابوالمقدم وہ ضعیف ہے لیکن ضعف شدید نہیں ہے، اس لیے قابل قبول ہے۔

---

[1] اخرجه الترمذي في السنن كتاب فضائل القرآن باب: ماجاء في فضل حم الدخان، رقم الحديث: ٢٨٨٩.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ثواب میں ایک حدیث:

((قال رسول اللهﷺ التسبیح نصف المیزان والحمد لله یملاء ولا اله الا الله لیس له حجاب دون الله تعالی حتی تخلص الله)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ آدھا میزان بھر دیتا ہے، (یعنی ثواب سے) اور الحمد للہ ساری میزان بھر دیتا ہے اور لا الہ الا اللہ کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں یہاں تک کہ وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے، یعنی مقبول ہو جاتا ہے۔"

صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں اس حدیث کی سند قوی نہیں۔ اب حق ظاہر ہو گیا اور باطل فسق ہو گیا۔

اگر کوئی اعتراض کرتا ہے کہ فضائل اعمال کا تعلق بھی شریعت سے ہے، پھر ضعیف حدیث سے اس کو ثابت کرنا دین میں اختراع کے مترادف ہے اور دین میں وہ کام ایجاد کرنا ہے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔

قلت (جواب):

میں (شاہ صاحب رحمہ اللہ) یہ کہوں گا یہ اعتراض مردود ہے، اس لیے مندرجہ بالا (شروط کے تحت) ضعیف حدیث پر عمل کرنا درست ہے یہ جمہور کا مسلک ہے اور دین کے اندر اختراع نہیں ہے بلکہ فضیلت کو تلاش کرنا مقصود ہے۔ ضعیف نشانیوں سے بغیر کسی فساد کے یہ ہی بات ابن حجر المکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "شرح الاربعین" میں لکھی ہے۔

مزید بہتر اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہی فیصلہ کرنے والا ہے۔

واخر دعونا ان الحمد لله رب العالمین

❀❀❀❀

[1] اخرجه الترمذی فی السنن کتاب الدعوات باب التسبیح نصف المیزان، رقم الحدیث: ٣١٥١٨.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کے دوران

آیات کے جواب میں کیا کہا جائے؟

قرآن شریف میں کچھ ایسے مقامات ہیں جب نماز میں یہ مقامات پڑھے جاتے ہیں تو عوام الناس ان کا جواب دینا لازمی اور ضروری سمجھتے ہیں مثلاً ''سبح اسم ربك الاعلی'' کا جواب ''سبحان ربی الاعلی'' اس طرح سورۃ التین اور المرسلات کے آخر میں اور دیگر سورتوں میں۔

اس مسئلہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں ایک بہترین بحث کی جسے قارئین کے استفادہ کے لیے یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔(الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

((وما اتی علی اٰیة الرحمة الا وقف وسأل وما اتی علی اٰیة عذاب الا وقف وتعوذ)) ❶

حدیث میں آیا ہے کہ جب رحمت کی آیت سے گزر ہو تو ٹھہر کے اللہ سے رحمت طلب کی جائے اور عذاب کی آیت سے گزر ہو تو اللہ کے عذاب سے پناہ مانگی جائے، اسی طرح دوسرے کئی مقامات پر آیتوں کا جواب دینا کئی احادیث میں مروی ہے، جن کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ مسلمانوں کو سنت کے مطابق تلاوت نصیب ہو، مگر یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ یہ جواب دینا صرف قرآن پڑھنے والے کے لیے ہے سامع کے لیے نہیں ہے علاوہ سورۃ الرحمٰن میں، جن آیات کے جواب کا تذکرہ ہے وہ سامعین کے لیے بھی ہے کہ وہ بھی جواب دیں گے۔ جیسا کہ نیچے یہاں ذکر ہوگا اسی طرح سورت (سورۂ فاتحہ) کے بعد آمین کہنا سامعین کے لیے بھی ہے۔ اور جن علماء کا یہ خیال ہے کہ ہر آیت کا جواب سامعین نے دینا ہے۔ تو اس کے لیے حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے صرف قیاس کرتے ہیں۔

اسی طرح نہ کسی حدیث میں عمومی الفاظ ہیں جس سے سامع کے لیے یہ حکم لاگو ہوتا۔ (اب ہم وہ مقامات ذکر کرتے ہیں کس کو کہاں کیا کہنا ہے)

۱۔ سورۃ الحمد کی تکمیل کے وقت آمین قاری اور سامع دونوں کہیں گے مشکوٰۃ ص ۷۹ بحوالہ بخاری شریف۔

حدیث ہے:

۱۔ ((اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولو آمین))

دوسری حدیث ان الفاظ سے مروی ہے:

۲۔ ((اذا امن القاری فامنو))

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر کیا کہ جب امام سورۂ فاتحہ مکمل کرے تو تم آمین کہا کرو۔ نیز یہ فرمایا کہ جب قرآن کا پڑھنے والا آمین کہے تو تم بھی آمین کہا کرو۔ تو ثابت ہوا کہ جو کوئی بھی سورۂ فاتحہ پڑھ کے مکمل کرے نمازی ہو یا غیر نمازی ہو، اسی طرح سننے والا چاہے نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ ہو ہر حالت میں آمین کہے۔

۲۔ درمنثور ۳۷، ۳۷۸ ج۱ میں بحوالہ عبد بن حمید عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ:

❶ اخرجه النسائی الافتتاح باب تعوذ القاری اذا مر بأیة عذاب، رقم الحدیث ۱۸۸۹.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ ((لما نزلت هذه الايات "ربنا لا تواخذنا ان نسينا او اخطانا" فكلما قالها جبرئيل للنبی ﷺ قال النبی ﷺ آمين رب العالمين))

یعنی جب سورۂ بقرہ کی آخری آیت جبرئیل نے پڑھ کر سنائی تو آپ ﷺ نے یہ الفاظ کہے۔ آمین یارب العالمین۔"

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر درمنثور میں بحوالہ ابوعبیدہ ابومیسرہ سے ایک اور مرسل روایت ہے:

۲۔ ((ان جبرئيل لقن النبی ﷺ عند خاتمة البقرة آمين))

"یعنی جبرئیل نے آپ ﷺ کو سورۂ بقرہ کی آخری آیت پر آمین سکھلائی۔"

نیز بحوالہ ابن جریر وابن منذر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۳۔ ((كان اذا فرغ من قراءة هذه السورة وانصرنا على القوم الكفرين قال آمين))

"یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب سورۂ بقرہ پوری کرتے تھے تو آمین کہتے تھے۔"

اسی طرح بحوالہ ابوعبید جبیر بن نفیر تابعی سے بھی ایک روایت لاتے ہیں ان دونوں اثروں کی بنیاد پر پچھلے دونوں مرسل روایتوں کی تائید ہو جاتی ہے، اس لیے سورۂ بقرہ کے اختتام پر آمین کہنا بہتر ہے، خواہ نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ ہو۔

۳۔ حافظ ابوبکر ابن السنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۱۶ میں:

(ا) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

((سمعت رسول الله ﷺ حين قرء هذه الآية شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة واولوا العلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم قال النبی ﷺ وانا اشهد انك اى رب))

"یعنی میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا جب آپ ﷺ نے سورۃ آل عمران کے دوسرے رکوع کی یہ آیت شهد الله سے العزيز الحكيم تک پڑھی تو آپ ﷺ نے یہ الفاظ کہے: وانا اشهد انك اى رب، یعنی اے میرے رب میں بھی یہی گواہی دیتا ہوں۔"

ناظرین! مذکورہ آیت کے خلاصہ کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے خواہ تمام مسلمانوں کی بھی یہی گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور وہی انصاف سے قائم اور غالب، حکمت والا ہے۔

اس آیت کے جواب میں یہ نہایت ہی موزوں ہے کہ توحید کا اقرار کیا جائے، اس لیے اس کے جواب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ کہنا سنت اور اچھا عمل ہے۔

۴۔ مشکوٰۃ ص ۸۱ بحوالہ ترمذی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((خرج رسول اللهﷺ على اصحابه فقرأ عليهم سورة الرحمن من اولها الى آخرها فسكتوا فقال لقد قرأتها على الجن ليلة الجن فكانوا احسن مردودا منكم كنت كما اتيت على قوله فباى الآء ربكما تكذبان قالو لا بشيء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد)) ❶

"یعنی آپ ﷺ باہر نکل کر اپنے صحابہ کے پاس آئے اور پوری سورۂ رحمٰن کی تلاوت کی اور تمام صحابہ خاموش رہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جس رات جنوں سے ملاقات کی اس رات میں نے یہ سورت ان کے آگے تلاوت کی تو جس وقت میں یہ آیت پڑھتا، فبای الآء ربکما تکذبن تو وہ آپ کی طرح خاموش نہ رہے بلکہ بہت اچھا جواب دیتے رہتے کہ "لا بشئ من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد . اے ہمارے رب! آپ کی کسی نعمت کو ہم جھوٹا نہیں کہتے اور تعریف تیرے لیے ہے۔"

اس روایت میں مختصر کلام ہے مگر اس کی تائید دوسری روایت کرتی ہے جو تفسیر ابن جریر ص ۱۲۳، ۱۲۴ ج ۲۷ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ رحمٰن کی تلاوت کی اور فرمایا جنوں نے آپ سے بہتر جواب دیا، یعنی مذکورہ جواب دیا۔ اس لیے سنت طریقہ یہی ہے کہ مذکورہ جواب دینا چاہیے، خواہ پڑھنے والا ہو یا سننے والا ہو۔

۵، ۷۔ مشکوٰۃ ص ۸۱ میں سنن ابوداؤد اور ترمذی کے حوالے سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ ((قال رسول اللهﷺ من قرأ منكم والتين والزيتون فانتهى الى اليس الله باحكم الحكمين فليقل بلى وانا على ذلك من الشاهدين، ومن قرأ لااقسم بيوم القيمة فانتهى اليس ذٰلك بقدر على ان يحي الموتىٰ فليقل بلى ومن قرأ والمرسلات فبلغ فباى حديث بعده يومنون فليقل امنّا بالله)) ❷

"یعنی آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو سورۃ التین پوری کرے اسے یہ الفاظ کہنے چاہئیں بلى وانا على ذلك من الشاهدين، "ہاں میں بھی اس بات کی گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔" اور سورۃ القیامۃ پوری کرے تو اسے "بلى" یعنی "ہاں" کہنا چاہیے۔ اور جو سورۃ المرسلات

❶ اخرجه الترمذى فى الجامع كتاب تفسير القران باب ومن سورة الرحمن رقم الحديث ۳۲۹۱۔ واخرجه ابن المنذر والحاكم وصححه والبيهقى والبزار كما فى تحفة الاحوذى، ص۱۹۲۔

❷ اخرجه ابوداود فى السنن كتاب، الصلاة باب مقدار الركوع والسجود، رقم الحديث ۸۸۷۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری کرے اسے "امنا باللہ" یعنی ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہنا چاہیے۔"

ناظرین! "لا اقسم" کے متعلق درمنثور ص ۲۹۶ جلد ۶ میں بحوالہ ابن المنذر اور ابن مردویہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

۲۔ ((قال رسول اللہ اذا قرات لا اقسم بیوم القیمة فبلغت الیس ذلک بقدر علی ان یحي الموتی فقل بلیٰ))

"یعنی آپ ﷺ نے فرمایا جب آپ سورۃ القیامۃ پوری کریں تو "بلیٰ" کہا کریں۔"

ا۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ((قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ بعد حجته فکان یکثر من قراء ة لا اقسم بیوم القیمة فاذا قال الیس ذلک بقدر علی ان یحي الموتی سمعته یقول بلی وانا علی ذلک من الشٰهدین))

یعنی میں نے آپ ﷺ کے ساتھ سفر حج کے بعد نماز پڑھی تو آپ ﷺ اکثر سورۃ القیامۃ پڑھا کرتے تھے اور جواب میں کہتے تھے بلی وانا علی ذالک من الشاهدین.

نیز بحوالہ عبد بن حمید ابوداؤد اور بیہقی موسیٰ بن ابی عائشہ تابعی سے روایت لے کر آئے ہیں۔

۳۔ ((کان رجل یصلی فوق بیته فکان اذا قرأ الیس ذالک بقدر علی ان یحي الموتی قال سبحانك فبلی فسئلوه نحن ذلک فقال سمعته من رسول اللہ ﷺ))

"ایک صحابی اپنے گھر کے اوپر نماز پڑھ رہے تھے سورۃ القیامۃ پوری کرنے کے بعد اس نے کہا سبحانك فبلی (یعنی اے اللہ! تو پاک ہے اور تو قدرت رکھنے والا ہے) تو لوگوں نے اس کے اس کہنے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔"

ان احادیث سے سورۃ القیامۃ کے آخر میں جواب کے متعلق تین اقسام کے الفاظ معلوم ہوئے۔ وقتاً فوقتاً تینوں طرح کہا جا سکتا ہے۔ جس نے ان اقسام میں سے کسی بھی جملے کو استعمال کیا تو اسے سنت کے مطابق کہا جائے گا۔

ا۔ درمنثور ص ۲۳۸ جلد ۶ بحوالہ مسند احمد، ابوداؤد، تفسیر ابن مردویہ السنن الکبریٰ للبیہقی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

۱۔ ((ان رسول اللہ ﷺ کان اذا قرأ سبح اسم ربک الاعلیٰ قال سبحان ربی الاعلی)) [1]

---

[1] اخرجه ابوداود، فی کتاب السنن کتاب الصلاة، باب الدعاء فی الصلاة رقم الحدیث: ۸۸۳.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''جب آپ ﷺ سبح اسم ربك الاعلیٰ کی تلاوت کرتے تھے تو فرماتے سبحان ربی الاعلیٰ یعنی پاک ہے میرا رب جو بلند ہے۔''

۲۔ اور بحوالہ عبدالرزاق ابن ابی شیبہ عبد بن حمید، ابن جریر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ خود بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔

اور بحوالہ عبد بن حمید بھی انہی سے روایت ذکر کرتے ہیں کہ:

۳۔ ((اذا قرأت سبح اسم ربك الاعلی فقل سبحان ربی الاعلی))

یعنی ''جب سبح اسم ربك الاعلیٰ کی تلاوت کریں تو اس وقت سبحان ربی الاعلیٰ کہیں۔''

اور بحوالہ فریابی ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن الانباری فی المصاحب امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے نماز میں سبح اسم ربك الاعلی پڑھی، پھر سبحان ربی الاعلیٰ کہا، بعد میں آپ کو کہا گیا کہ کیا آپ قرآن میں الفاظ کی زیادتی کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ جس طرح کہنے کا حکم ملا ہے اس طرح میں نے کہا۔''

اور بحوالہ فریابی سعید بن منصور ابن ابی شیبہ عبد بن حمید ابن منذر، حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے۔ اور بحوالہ سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور حاکم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اور بحوالہ ابن ابی شیبہ عبد بن حمید۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اور بحوالہ ابن ابی شیبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اور بحوالہ عبد بن حمید ضحاک تابعی سے روایتیں لے کر آئے ہیں کہ وہ سب اس طرح کہتے تھے۔

فائدہ: بعض علماء ان چار سورتوں القیامہ، مرسلات، الاعلیٰ، التین کا جواب سامع کے لیے مستحب یا لازم قرار دیتے ہیں مگر اس کے لیے کوئی بھی دلیل وارد نہیں ہوئی، البتہ پڑھنے والوں کے لیے حدیث میں خواہ سلف کے آثار سے یہ ذکر ثابت ہے لہٰذا پڑھنے والے کے لیے نماز میں خواہ نماز یا باہر اس طرح جواب دینا مسنون ہے لیکن سامع کے لیے سنت نہیں ہے بلکہ احداث فی الدین (دین میں نیا کام کرنا) ہے۔

بعض مذکورہ روایات میں عموی کی دعویٰ کر کے اس میں سامع کو بھی شامل کرتے ہیں مگر حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں، جس سے عموم سمجھا جائے بلکہ واضح الفاظ وارد ہیں کہ پڑھنے والا اس طرح جواب دے، پھر یہ حکم سامع پر لگانا قیاس ہے جو خود معتبر حجت نہیں ہے جیسا کہ تفسیر کے مختلف مقامات پر بیان ہوگا۔ بالخصوص النساء، النحل، حجرات، وغیرہا۔ مگر اس جگہ پر قیاس کے قائلین کے اپنے اصولوں کے مطابق قیاس جائز نہیں ہے کیونکہ سامع اور قاری کے احکام میں اس طرح اور مقتدی کے کئی احکامات کے مسئلوں میں فرق ہے، لہٰذا اسے قیاس مع الفارق کہا جائے گا جو تمام فقہاء کے ہاں باطل ہے، اسی طرح نماز میں خاص کر کے ایک زائد عمل ہو جائے گا کہ مقتدی اس طرح کا جواب دیں جو آپ ﷺ کے دور میں نظر نہیں آتا۔

حالانکہ نماز کے تمام اعمال توقیفی (یعنی ان کا صحیح ہونا اس بات پر موقوف ہو کہ یہ نصوص قرآن وحدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے ثابت ہو)

پھر جب تک اس عمل کا ثبوت نہیں ہے تب تک یہ عمل نماز میں زائد ہے جو کہ صحیح نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ تو جہری نمازوں میں مقتدیوں کو خاص کر کے یہ خطاب فرمائے۔ ❶

((لا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب فانه لا صلوٰة لمن لم یقرأبها)) ❷

پھر جب مقتدیوں کو کسی نماز میں بھی سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ بھی پڑھنے کی ممانعت ہے تو کوئی زائد کلمہ کہنا اس حکم کے خلاف ہوا۔

۸۔ ((اخرجه الحاکم وصححه وابن مردویه والبیهقی فی شعب الایمان من طریق ابی الحسن البزی المصری قال سمعت عکرمة بن سلیمان یقول قرأت علی سلیمان بن قسطنطین فلما بلغت والضحی قال کبر عند کل سورة حتی تختم واخبره عبدالله بن کثیر انه قرأ علی مجاهد فامره بذالك واخبره مجاهد ان ابن عباس امره بذالك واخبره ابن عباس انٰ ابی ابن کعب امره بذالك واخبره بذالك واخبره ان النبی ﷺ اخبره بذالك)) ❸

یعنی ''عکرمہ بن ابی سلیمان سے روایت ہے کہ میں نے قاری سلیمان بن قسطنطین کے پاس قرآن پڑھا پھر جب سورۃ الضحیٰ پر پہنچا تو مجھے کہا کہ اس سورت سے قرآن کے آخر تک ہر ایک سورت مکمل کرنے کے بعد اللہ اکبر کہا کر اور فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن کثیر کے پاس قرآن پڑھا، تو انہوں نے بھی مجھے اسی طرح کا حکم دیا تھا اور فرمایا کہ میں نے مفسر مجاہد تابعی کے پاس قرآن پڑھا، اس نے اسی طرح کا حکم دیا اور فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی مجھے اسی طرح کا حکم دیا اور حدیث بیان فرمائی کہ قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کا حکم دیا اور حدیث بتلائی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کا حکم دیا۔''

اس روایت کے راوی ابوالحسن البزی پر کچھ جرح ہے مگر یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے، جسے علامہ السخاوی الجواهر المکللة کی حدیث نمبر ۱۱ میں امام ابویعلی الخلیلی کی کتاب الرشاد کے حوالے سے ذکر کی گئی ہے، اس لیے حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے اور حافظ ذہبی طبقات القراء ص ۱۴۷ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد تابعی اور صدقہ بن عبداللہ بن کثیر سے اسی طرح کا عمل نقل کرتے ہیں۔

❶ اخرجه ابو داود، فی السنن کتاب الصلاة، باب من ترك القرأة فی صلاة، رقم الحدیث: ۸۴۲.

❷ رواه ابوداود، مشکاة ۸۱.

❸ در منثور ص ۳۶۰ ج ٤.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: بعض علماء ھل اتاك حديث الغاشية کو مکمل کرنے کے بعد یہ الفاظ کہتے ہیں: اللهم حاسبني حسابا يسيرا.

حتی کہ بعض امام مقتدیوں کو کہنے کی ترغیب دلاتے ہیں اس کے متعلق حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

مسند احمد ۶/ ۴۸ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

((سمعت النبی ﷺ يقول في بعض صلاته اللهم حاسبني حسابا يسيرا))

یعنی ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ اپنی بعض نماز میں اس طرح دعا کرتے تھے۔

(اللهم حاسبني حسابا يسيرا) ”اے میرے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا۔“

اس حدیث کا اوپر والے مسئلے سے کوئی بھی واسطہ نہیں ہے اور نہ اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے سورۃ الغاشیہ کے آخر میں یہ الفاظ کہے۔ اس لیے بعض علماء کا استدلال صحیح نہیں ہے اور اس روایت میں صرف اس طرح ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے نماز میں یہ دعا پڑھی ہے اور نماز میں تو دعا مانگنے کی دو جگہیں ہیں، جو احادیث میں مذکور ہیں:

(۱) سجدہ کی حالت۔ (۲) تشہد، درود کے بعد کہ ان حالتوں میں دعا پڑھنا مسنون ہے باقی اس سورت کے جواب کے لیے کوئی دلیل وارد نہیں ہے۔

اس طرح سورۃ الملک کے آخر میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔

الله ياتينا وهو رب العالمين، مگر اس کا ذکر کسی حدیث میں نظر نہیں آتا، مسلمانوں کے لیے اتنا کافی ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو۔

❀❀❀❀

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں داڑھی کا مقام

داڑھی اسلام کا شعار ہے جس کو اپنانا سنت رسول ﷺ ہے اور فطرت انسانی ہے جس کا خیال رکھنا اور حفاظت کرنا اسوۂ حسنہ ہے اس سنت کی اہمیت کی وجہ سے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک بہترین مقالہ تحریر کیا جس میں داڑھی کی اہمیت اور منکرین کے دلائل کا جائزہ اور خصوصاً جو لوگ اس سنت کو سنت عادیہ کہتے ہیں ان کا علمی تعاقب کر کے ان کا سدباب کیا ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى اهله واله واصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين .

داڑھی مرد کی زینت ہے:

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے انسان کی بناوٹ نہایت بہتر اور پسندیدہ بنائی ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾ (التین : ٤)

”ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔“

ثابت ہوا کہ جو انسان کی صورت اور ساخت ہے وہ نہایت بہترین اور پسندیدہ ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے جوڑا جوڑا بنایا ہے۔ دونوں میں ظاہری تمیز کے لیے مردوں کو داڑھی والا بنایا ہے۔ جس سے مرد کا حسن اور رعب دوبالا ہو جاتا ہے گویا کہ مرد کے چہرے کا تاج ہے اس لیے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ہر ایک مذہب خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم لیکن ان کا بڑا داڑھی والا ہوتا ہے گویا کہ فطری طور پر انسان داڑھی کو اپنے لیے موجب عزت جانتا ہے کیونکہ یہ رنگ الٰہی ہے جس کے برابر کوئی رنگ نہیں۔

﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ (البقرة : ١٣٨)

”اللہ کا رنگ ہم نے اختیار کیا ہے اور بتلاؤ تو اللہ سے کس کا رنگ اچھا ہے؟“

اور جب تک مسلمانوں کا ذہن مشرکین اور یہود ونصاریٰ وغیرہ کے رنگ سے محفوظ تھا تو مرد خواہ عورت سب داڑھی کو مرد کے لیے زینت اور خوبصورتی سمجھتے تھے چنانچہ علامہ ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ الموسوم ”بتحفة النظار فى عجائب الاسفار، ١/ ١٧“ میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ شیخ جمال الدین ساوی نہایت خوبصورت شخص تھا چنانچہ ایک عورت اس پر فریفتہ ہوگئی اور کسی بہانے سے اس کو اپنے گھر میں بلا لیا اور اندر آنے کے بعد دروازے بند کروا دیئے اور پھر شیخ صاحب کو اپنی طرف برائی کے لیے بلایا۔ شیخ موصوف نے بچنے کی بڑی کوشش کی لیکن جب خلاصی کے لیے کوئی چارہ نہ دیکھا تو اس نے پہلے بیت الخلاء جانے کا ارادہ کیا اور اندر جا کر جیب سے استرا نکالا اور اس سے اپنی داڑھی کو مونڈھ دیا جب باہر نکلا تو عورت کو اس کی شکل اتنی بری لگی کہ اس سے متنفر ہوگئی اور وہ برائی سے بچ کر سلامتی سے باہر آیا۔

ناظرین! غور فرمائیں جب ذہن صاف تھا تو الٰہی بناوٹ سب کو اچھی لگتی تھی۔ جب ذہن گندا ہوگیا تو اچھی شکل بری اور بری اچھی نظر آنے لگی، دراصل یہ شیطان کی کارستانی ہے جس نے اللہ کے سامنے جرأت کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کہا:

﴿لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (النساء: ۱۱۸۔ ۱۱۹)

''میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کا لوں گا۔ اور میں ان کو گمراہ کروں گا اور میں ان کو ہوس دلاؤں گا اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ چار پاؤں کے کانوں کو تراشا کریں گے۔ اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے۔''

یعنی اس نے اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے کے جو طریقے اور ذرائع بتائے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ان کو ایسی تعلیم دے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو بدلیں گے، ثابت ہوا کہ داڑھی کا مونڈھنا یا کاٹنا شیطان کی پیروی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فطرت اور بناوٹ کو بدلنا ہے اور ارشاد الٰہی ہے کہ:

﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الروم: ۳۰)

''اللہ کی بناوٹ اور پیدائش کا اتباع کرو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس کی بناوٹ کی تبدیلی نہیں ہے پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۵۲ میں فرماتے ہیں کہ: ''وقصها اى اللحية سنة المجوس وفيه تغير خلق الله'' یعنی داڑھی کو کاٹنا مجوسیوں کا طریقہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی پیدائش اور بناوٹ کو بدلنا ہے۔ اور اس طرح داڑھی کو مونڈنا اپنے آپ کو عورتوں کے مشابہ کرنا ہے جس پر سخت وعید آئی ہے۔ (فاخرج البخاری فی صحیحه ۲/۸۷۴)

داڑھی کاٹنا عورتوں سے مشابہت ہے:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لعن النبی ﷺ المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال))

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لعن الله المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء)) (الجامع الصغير ج ۲/۱۲۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔“

ناظرین! جس کام پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت ہو وہ بہت کبیرہ اور خطرناک گناہ سمجھا جاتا ہے۔ علامہ ابن حجر ہیثمی نے الزواجر عن اقتراف الکبائر ۱/ ۱۵۵، میں اس کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ اور ظاہر میں داڑھی مرد کی خصوصی طور پر پہچان ہے اور داڑھی کا نہ ہونا عورت کی خصوصی طور پر پہچان ہے، پس جو شخص داڑھی کو مونڈتا ہے وہ یقیناً عورت سے مشابہت کرتا ہے۔ امام غزالی احیاء علوم الدین ۲/۲۵۷ میں فرماتے ہیں: ”وبها ای اللحية يتميز الرجال من النساء، یعنی اس داڑھی سے مرد عورتوں سے جدا ہوتے اور پہچانے جاتے ہیں۔ پس وہ اس وعید شدید میں داخل ہے اور داڑھی سب انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہارون علیہ السلام کی داڑھی کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي﴾ (طٰہٰ: ۹۴)

”اے میرے بھائی! تم میری داڑھی مت پکڑو اور نہ سر (کے بال) کو پکڑو۔“

نیز الدر المنثور ۱/۶۲ میں آدم اور موسیٰ علیہما السلام دونوں کی داڑھی مبارک کا ذکر ہے اور سابق انبیاء علیہم السلام کی پیروی کا بھی حکم ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام: ۹۰)

”یہ (انبیاء) ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی کے طریقہ پر چلیے۔“

ماسوا ان کاموں کے جن کو ہماری شریعت محمدی نے منسوخ کیا ہو لیکن داڑھی کے حکم کو اس شریعت نے منسوخ نہیں کیا بلکہ ثابت رکھا اور اس کی تاکید فرمائی چنانچہ ہمارے مرشد امام اعظم سید الانبیاء والمرسلین محمد ﷺ کی داڑھی مبارک آپ کے سینہ مبارک کو بھری ہوئی تھی چنانچہ شمائل ترمذی باب ماجاء فی رؤية النبی ﷺ فی المنام میں یزید الفارسی سے روایت ہے کہ:

((قال رأيت رسول الله ﷺ فی المنام فی زمن ابن عباس فقلت لابن عباس انی رأيت رسول الله ﷺ فی المنام فقال ابن عباس ان رسول الله ﷺ كان يقول ان الشيطان لا يستطيع ان يتشبه بی فمن رانی فی النوم فقد رانی هل يستطيع ان تنعت هذا الرجل الذی رأيته فی النوم قال نعم انعت لك رجلا بين الرجلين جسمه ولحمه اسمر الی البياض اكحل العينين حسن اضحك جميل دوائر الوجه قد ملأت لحيته مابين هذه الی هذه وقد ملأت بنحره فقال ابن عباس رضی اللہ عنہما لو رأيته فی اليقظه ما استطعت ان تنعته فوق هذا.))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پھر میں نے اس سے ذکر کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میری مشابہت رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا پس جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا پس تو اس شخص کی صفت بیان کرسکتا ہے جس کو تو نے خواب میں دیکھا ہے؟ کہا ہاں، درمیانہ قد والا، گندمی رنگ سفیدی کی طرف مائل، آنکھیں بڑی گویا کہ سرمہ ڈالا ہوا، خوبصورت مسکراہٹ اور شکل، گول چہرہ اور داڑھی مبارک جو سینہ مبارک کو بھری ہوئی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر تو جاگتے ہوئے آپ کو دیکھتا تو یہی صفت بیان کرتا نہ اس سے زیادہ۔''

اس طرح مشہور چار خلفاء ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی بھی بڑی داڑھیاں تھیں جیسا کہ طبقات ابن سعد ۳/۲۵، ۲۶، ۵۸۔ الاصابہ لابن حجر ۲/۵۵، ۵۱۱۔ تاریخ الخلفاء المکی ۴/۹۔ الترغیب والترہیب ۳/۱۱۴۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی: ۱۰۲، ۱۱۶، ۱۲۹ وغیرہ کتابوں میں مذکور ہے۔ ایضاً داڑھی کو مونڈنا یا کاٹنا مشرکین اور مجوس سے مشابہت کرنا ہے اس لیے اس سے بچنا مسلمانوں کے لیے قطعاً فرض ہے کیونکہ جو کسی قوم کی مشابہت کرتا ہے تو وہ ان میں شمار ہوتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

((من تشبه بقوم فهو منهم)) (الجامع الصغير: ۲/ ۱۶۷ بحواله ابو داوٗد من حديث ابن عمر وبحواله طبراني اوسط من حديث حذيفة رضي الله عنهما)

''جس شخص نے کسی قوم سے مشابہت کی تو وہ ان ہی میں سے ہے۔''

اس معنی کی مزید روایت حدیث نمبر۱ میں پڑھیں:

ناظرین! داڑھی کو مونڈنا اپنے ساتھ مثلہ کرنا یعنی عیب دار بنانا ہے چنانچہ امام فخر الاندلس ابن حزم مراتب الاجماع ۱۵۷ میں فرماتے ہیں:

((وتفقوا ان حلق جميع اللحية مثلة لا تجوز))

''امت کے سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ داڑھی کو مونڈنا مثلہ (عیب دار کرنا) ہے اور یہ جائز نہیں۔''

اور مثلہ کے بارے میں حدیث میں منع وارد ہے:

فاخرج الحاكم في المستدرك عن عمران والطبراني من حديث ابن عمرو المغيرة رضي الله عنهم،

((نهى رسول الله ﷺ عن المثلة)) (الجامع الصغير ۲/ ۱۸۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”رسول اللہ ﷺ نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔“
مثلہ کا معنی عیب دار کرنا، جسم کا مثلہ یہ ہے کہ قتل کر کے اس کے ناک اور ہونٹ کاٹے جائیں اور بالوں کا مثلہ یہ ہے کہ گالوں کے بال مونڈے یا نوچے جائیں یا اس کو سیاہ خضاب لگایا جائے جیسا کہ لغت اور حدیث کی مشہور کتاب النہایۃ فی غریب الحدیث والآثار مصنفہ امام ابن الاثیر الجزری ۲/۲۹۴۔ اور مجمع بحار الانوار مصنفہ علامہ محمد طاہر پٹنی ۳/۲۸۹ میں مذکور ہے۔ پس اس وجہ سے بھی داڑھی کا مونڈنا حرام ہو گیا بلکہ گالوں کے ساتھ مثلہ کرنے پر سخت تنبیہ وارد ہے۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱/ ۴۱ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

((ان رسول الله ﷺ قال من مثل بالشعر فليس له عند الله خلاق))

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے بالوں کے ساتھ مثلہ کیا تو اس کے لیے اللہ کے ہاں کوئی چیز نصیب نہیں۔“

اس روایت میں اگرچہ کچھ کلام ہے لیکن چونکہ اصل مسئلہ بے شمار دلائل سے ثابت ہے لہٰذا شاہدی میں ترغیب وترہیب کے لیے ایسی روایتیں کارآمد ہوا کرتی ہیں اور کتاب نہایہ اور مجمع البحار میں اس روایت کا معنی اس طرح کیا ہوا ہے مثلة شعر حلقه من الخدود، یعنی بالوں کا مثلہ یہ ہے کہ ان کو گالوں پر سے مونڈا جائے، بلکہ چاروں مذاہب جن اماموں کی طرف منسوب ہیں ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل اور کئی ائمہ نے داڑھی مونڈنے کو حرام کہا ہے۔ (المنهل العذب المورود لابن الخطاب ١/ ١٨٦ الابداع فی مضار الابتداع ٢٤٧)

ناظرین! گزشتہ مضمون میں چند احادیث ذکر ہوئیں جن سے داڑھی بڑھانے کی فضیلت اور تاکید ظاہر ہوتا ہے اور اس کا مونڈنا اور کاٹنا قابل نفرت فعل ثابت ہوا۔ سمجھدار مسلمان کے لیے اور اس کی نصیحت کے لیے بہت بڑا مواد ہے۔ اس کے بعد خاص وہ احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے داڑھی بڑھانے کی فضیلت اور تاکید کے ساتھ اس کو مونڈنے کا کاٹنے کی برائی وقباحت معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

داڑھی کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

الحديث الاول والثاني:

((عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله ﷺ خالفوا المشركين او فروا اللحى واحفوا الشوارب وفي رواية انهكوا الشوارب واعفوا اللحى.))

(متفق علیه، مشکوٰۃ: ٣٨٠)

”ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو یعنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو اور ایک روایت میں ہے کہ مونچھوں کو اچھی طرح کاٹو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو۔"

تشریح: اس حدیث میں داڑھی کو بڑھانے اور چھوڑ دینے کا حکم ہے اور رسول اللہ ﷺ کا امر فرضیت اور وجوب کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ علماء اصول نے بیان کیا ہے جیسا کہ المنار مع شرحہ نور الانوار ۲۳۰، التوضیح مع شرحہ التلویح ۱/۱۵۳، اصول السرخسی ۱۸۵، اصول البزدوی ۲۱، شرح المنار لابن الملک مع حواشی للرھاوی وعزمی زادہ وابن الحطبی ۱۲۰، الحسامی ۴۰ وغیرہ اور علامہ ابن حاجب جمال الدین مختصر الاصول میں فرماتے ہیں:

((قال الجمهور الامر حقيقة فى الوجوب))

یعنی جمہور کے نزدیک امر کا حقیقی معنی وجوب ہے۔ اور شیخ ابن الہمام حنفی التحریر، ۱۲۹ میں فرماتے ہیں: "صيغة الامر خاصة بالوجوب عند الجمهور" یعنی امر کا صیغہ جمہور کے نزدیک خاص وجوب کے لیے ہے اور اس کی شرح التحبیر مصنفہ امیر بادشاہ ۱/۲۴۱ میں ہے:

((وصححه ابن الحاجب والبيضاوى وقال الامام الرازى هو الحق والآمدى وامام الحرمين لمذهب الشافعى رحمه الله وقيل انه الذى املاه الاشعرى على اصحابه))

یعنی "علامہ ابن حاجب اور قاضی بیضاوی نے اس قول کو صحیح کہا ہے اور امام رازی، آمدی اور امام الحرمین اس قول کو حق بتلاتے ہیں۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ یہی حکم (کہ امر وجوب کے لیے ہے) امام ابوالحسن اشعری نے اپنے شاگردوں کو لکھوایا (اور پڑھایا) تھا۔"

پس داڑھی کا چھوڑ دینا فرض ہوا اور اس کے مونڈنے اور کاٹنے والا فرض کا تارک ہے اور فرض کا تارک فاسق شمار ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے لیے بڑی زجر وارد ہے۔ ارشاد ہے کہ:

((فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

(النور: ٦٣)

"سو جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔"

ایضاً، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ داڑھیوں کا کٹوانا مشرکوں کا کام ہے نہ کہ مسلمانوں کا اور جو ان سے مشابہت کرتا ہے وہ ان ہی میں سے شمار ہوتا ہے جیسا کہ پہلے حدیث گزری، پس داڑھی مونڈنے والا انسان صورت اور شکل کے لحاظ سے مشرک ہے۔

فائدہ: لفظ اوفروا، وفر سے ہے جس کے معنی ہیں کثرت اور بہتات تو اوفروا کا معنی ہوگا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داڑھیوں کو بڑھاؤ اور چھوڑ دو تاکہ بال بہت زیادہ ہو جائیں جیسے وفره توفيرا كثيره، اس کو زیادہ کیا اور بڑھایا (ترتیب القاموس ۴/۶۳۶) دوسری روایت میں لفظ "اعفوا" ہے جو اعفاء سے ہے جس کا معنی ہے کہ بالوں کو چھوڑ دینا اور کچھ کم نہ کرنا، چنانچہ لغۃ الحدیث کی مشہور کتاب النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الاثیر ۳/۲۶۶ باب العین مع الفاء میں ہے: هو ان يوفر شعرها ولا يقص كالشوارب من عفا الشعر اذا كثر وزاد، یعنی اعفاء اللحی کا معنی ہے کہ داڑھی کے بالوں کو بڑھایا جائے اور مونچھوں کی طرح کاٹا نہ جائے۔ اس کا اصل اعفا الشی سے ہے یعنی وہ چیز بہت اور زیادہ ہوئی۔ غریب الحدیث لابی عبید ا/ ۱۴۸ میں ہے: اعفاء اللحية ان توفر حتى تكبر يقال عفا الشعر اذا كبر وزاد، یعنی اس کا مطلب ہے کہ داڑھی کا زیادہ کرنا بغیر کسی گھٹانے کے۔ جس سے مراد ہے کہ اس میں سے کسی بال کو ہاتھ نہ لگایا جائے اور علامہ شہاب الدین ابن ارسلان ابوداؤد کی شرح میں فرماتے ہیں:

((واعفا اللحية بالمدوهو توفيرها وتركها بحالها ولا يقص منها و لا يأخذ شيئا كعادة الكفار والقلندرية)) (اعفاء اللحی مصنفہ شیخ محمد حیات سندھی)

یعنی "اس سے مراد ہے کہ داڑھی کو بڑھانا اور اس کو اپنے حال پر چھوڑنا یعنی اس میں سے کوئی چیز نہ کاٹے جیسا کہ کفار اور قلندریہ یعنی بے دین فرقہ کی حالت ہے۔"

یہی معنی لغت کی عام کتابوں میں ہے جیسا کہ الفائق للزمخشری /۱۳۲، والصحاح للجوہری ۶/۲۴۳۲، لسان العرب ۱۵/ ۷۵، تاج العروس ۱۰/ ۲۴۸ وغیرہا من کتب الفن اس طرح شروح احادیث میں بھی ہے مثلاً فتح الباری ۱۰/ ۳۵، عمدۃ القاری للعینی ج۲۲/ ۴۷، الکرمانی ۲۱/ ۱۱۱، ارشاد الساری للقسطلانی ۸/ ۴۵۰ وغیرہا من الشروح پس داڑھی کو مونڈنا یا کاٹنا حکم نبوی (ﷺ) کے صریحاً خلاف ہے۔

الحديث الثالث:

((اخرج مسلم ۱/ ۱۲۹ مع النووی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله ﷺ خالفوا المشركين احفوا الشوارب واوفوا اللحى))

"ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ مشرکین کی مخالفت کرو مونچھوں کو کاٹو اور داڑھیوں کو بڑھا کر پورا کرو۔"

الحديث الرابع:

((اخرج مسلم عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ جزوا الشوارب وارخوا اللحى))

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا مونچھوں کو کاٹو اور داڑھیوں کو ڈھیل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے دو۔"

تشریح: ڈھیل دینے کا معنی جب صحیح ہو سکتا ہے کہ اس کو بالکل چھوڑ دیا جائے اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ اصل میں ارخاء بمعنی لٹکانا اور طول دینا۔ ارخیت الستر وغیرہ اذا ارسلتہ یعنی پردہ کو لٹکایا۔ (تہذیب الصحاح للزنجانی ۳/۹۷۶) اور ترتیب القاموس ۲/۳۳۲ میں ہے: ارخی الفرس ولہ طول من حبلہ والستر اسدلہ، یعنی گھوڑے کی رسی کو لمبا کیا اور پردہ کو لٹکایا اور امام نووی شرح مسلم ۱/۱۲۹ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ومعناہ اترکوھا ولا تتعرضوا لھا بتغییر، یعنی اس کا معنی ہے کہ داڑھیوں کو چھوڑ دو ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہ لاؤ۔

ناظرین! یہاں چار طرح کے لفظوں سے امر وارد ہے۔ (۱) اوفروا اور بخاری کی ایک روایت میں ہے "وفروا" (۲) اعفوا (۳) اوفوا (۴) ارخوا اور پانچواں لفظ بعض روایات میں ارجوا بھی آیا ہے اور امام نووی (حوالہ مذکورہ) قاضی عیاض سے یہ لفظ نقل کر کے پھر فرماتے ہیں: ومعناہ اخروھا واترکوھا، یعنی ان کو چھوڑ ہی دو۔ پھر امام نووی فرماتے ہیں:

فحصل خمس روایات اعفوا و اوفوا و ارجوا و ارجوا وفروا ومعانھا کلھا ترکھا علی حال ھذا ھو الظاھر من الحدیث الذی یقتضیہ الفاظہ وھو الذی قالہ جماعۃ من اصحابنا وغیرھم من العلماء))

یعنی جملہ پانچ روایات ہیں ایک میں لفظ اعفواء دوسری میں اوفوا، تیسری میں ارخوا، چوتھی میں ارجوا اور پانچویں میں وفروا اور سب کا معنی یہی ہے کہ داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑا جائے اور حدیث کے الفاظ کے معنی سے بھی یہی ظاہر ہے اور اسی طرح ہمارے ساتھیوں میں سے ایک جماعت اور دیگر علماء کا بھی یہی کہنا ہے۔

تشریح: ان احادیث میں داڑھی کو بڑھانے اور چھوڑ دینے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا امر وارد ہے ان کے علاوہ اور بھی حدیثیں اس معنی میں ہیں اتنی حدیثوں کو دیکھ کر کوئی بھی مسلمان رسول اللہ ﷺ کے اس صریح حکم کی مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

الحدیث الخامس:

((اخرج مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ انہ امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیۃ))

"ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کو مونچھیں کاٹنے اور داڑھی چھوڑنے کا حکم ہوا ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: رسول اللہ ﷺ کو امر کرنے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے پس ثابت ہوا کہ داڑھیوں کو بڑھانے کا حکم خود اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین کی طرف سے ہے، کوئی مسلمان اس کے حکم کی عدولی اور نافرمانی نہیں کر سکتا۔

الحديث السادس:

((اخرج البيهقي في شعب الايمان وابن عدى عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ احفوا الشوارب واعفوا اللحى الحديث))

(الجامع الصغير ١/ ١٢)

''عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ ان کے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں چھوڑ دو۔''

الحديث السابع:

((اخرج الطحاوی فی شرح معانی الاثار ۲/ ۳۳۳، عن انس قال قال رسول الله ﷺ احفوا الشوارب واعفوا اللحى ولا تشبهوا باليهود))

''انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں چھوڑ دو اور یہودیوں کے ساتھ مشابہت نہ کیا کرو۔''

تشریح: اس روایت میں کچھ کلام ہے لیکن بیشمار صحیح احادیث کے ساتھ تائید لے کر حسن بن جاتی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ داڑھی مونڈنا یہودیوں سے مشابہت کرنی ہے اس لیے مسلمانوں کو ان کی مشابہت سے بچنا چاہیے بلکہ مسلمانوں کا جو امتیازی شان ہے یعنی داڑھی کو بڑھانا اور مونچھوں کو کاٹنا اس کو قائم رکھنا چاہیے۔

الحديث الثامن:

((اخرج البزار عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان اهل الشرك يعفون شواربهم ويحفون لحاهم فخالفوهم فاعفوا اللحى واحفوا الشوارب))

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مشرک لوگ مونچھوں کو چھوڑتے اور داڑھیوں کو کاٹتے رہتے ہیں پس تم ان کی مخالفت کرو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو اور مونچھوں کو کاٹتے رہو۔''

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ داڑھی کا کاٹنا مشرکوں کی عادت ہے اور مسلمانوں کی عادت اس کا بڑھانا اور چھوڑ دینا ہے۔

الحديث التاسع:

((اخرج مسلم ١/ ١٢٩ مع النووی عن ام المومنين عائشة رضی الله عنها قالت قال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول الله ﷺ عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية والسواك واستنشاق الماء وقص الاظفار و غسل البراجم ونتف الابط و حلق العانة وانتقاص الماء قال زكريا قال مصعب ونسيت العاشرة الا ان تكون المضمضة))

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دس خصلتیں فطرت اسلامیہ میں سے ہیں (۱) مونچھیں کاٹنا (۲) داڑھی کو چھوڑ دینا (۳) مسواک کرنا (۴) وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنا (۵) ناخن کاٹنا (۶) انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا (۷) بغل کے بال نوچنا (۸) زیر ناف مونڈنا (۹) استنجا کرنا۔ راوی مصعب بن شیبہ کہتا ہے کہ دسویں چیز مجھے بھول گئی ہے شاید کلی کرنا ہو۔''

تشریح: امام نووی اس حدیث کے تحت (صفحہ مذکورہ) میں فرماتے ہیں:

((واما قوله ونيست العاشرة الا ان تكون المضمضة فهذا شك منه فيها قال القاضي عياض ولعلها الختان المذكور مع الخمس وهو اولى))

یعنی راوی مصعب کا یہ قول کہ ''شاید کلی ہو'' یہ اس کے شک اور گمان کی بناء پر ہے اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ شاید اس سے مراد ختنہ ہو۔ چنانچہ صحیح مسلم میں اس سے کچھ پہلے اسی صفحہ پر دوسری حدیث ہے جس میں پانچ چیزیں فطرت کی بتائی گئی ہیں یعنی ختنہ کرنا، زیر ناف کے بال مونڈنا، مونچھ کاٹنا، ناخن کاٹنا اور بغل کے بال نوچنا اور یہی مراد لینا ہے یعنی ایک حدیث دوسری کا تفسیر کرتی ہے۔

ناظرین! لفظ فطرت کے معنی اہل علم نے یوں بیان کیے ہیں، چنانچہ لغت کی مشہور کتاب القاموس ۲/۱۱۱ میں اس کی ایک معنی الدین بھی لکھا ہے، اور النہایہ لابن الاثیر ۳/۴۵۷ میں ہے کہ "عشر من الفطرة اى من السنة" یعنی "من سنن الانبياء عليهم السلام التى امرنا ان نقتده بهم منها" اور مجمع بحار الانوار ۳/۸۵ میں ہے: "اى من السنة القديمة التى اختارتها الانبياء عليهم السلام واتفق عليه الشرائع" اور فتح الباری ۱۰/ ۳۳۹ باب قص الشارب من كتاب اللباس کی شرح میں ہے:

((قال الخطابى ذهب اكثر العلماء الى ان المراد بالفطرة هنا السنة وكذا قال غيره قالوا والمعنى انها من سنن الانبياء عليهم السلام وقالت طائفة: المعنى الدين وبه جزم ابو نعيم فى المستخرج وقال النووى فى شرح المهذب جزم الماوردى والشيخ ابواسحق بان المراد من الفطرة فى هذا الحديث الدين وقال ابو شامة والمراد من الفطرة فى حديث الباب ان هذه الاشياء اذا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فعلت اتصف فاعلها بالفطرة التي فطر الله العباد عليها وحثهم عليها واستحبها لهم ليكونوا على اكمل الصفات واشرفها صورة وقال البيضاوی هی السنة القديمة التي اختارتها الانبياء علیہم السلام واتفقت عليه الشرائع فكانها امر جبلي فطروا عليها))

علامہ جلال الدین سیوطی تنویر الحوالک شرح موطا الامام مالک ۲/ ۲۱۹ میں فرماتے ہیں:

((واحسن ما قيل في تفسير الفطرة انها السنة القديمة التي اختارها الانبياء واتفقت عليها الشرائع فكانها امر جبلي فطروا عليه))

ان عبارات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ لفظ فطرت کے دو معنی علماء سے مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے مراد دین ہے دوسرا یہ کہ وہ طریقہ جو سب انبیاء علیہم السلام کا ہے جن کی اتباع کا ہمیں حکم ہوا ہے اور انہوں نے اس طریقہ کو اختیار کیا ہے اور جملہ شریعتیں اس امر پر متفق رہی ہیں اور جب انسان اس طریقہ کو عمل میں لائے گا جس سے انسان پہچانا جائے کہ وہ الٰہی فطرت پر ہے گویا کہ یہ انسان کی کامل صفتیں ہیں جو ان کی خوبصورتی کو ظاہر کرتی ہیں، ان عبارات سے داڑھی کی شان اور عظمت معلوم ہوئی، کیونکہ جب وہ دین ہے تو بغیر داڑھی والا انسان بے دین سمجھا جائے گا۔ اور جب تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور انہوں نے اس طریقہ کو اختیار کیا ہے اور سب شریعتیں اس پر متفق ہیں، تو پھر بغیر داڑھی رہنا اور اس کو نہ چھوڑنا سب انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی اور جمیع شریعتوں کے ساتھ بغاوت ہے اور داڑھی سے انسان پہچانا جاتا ہے کہ وہ اصلی فطرت اسلامی پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت کردے۔ آمین

الحديث العاشر:

((اخرج ابن حبان في صحيحه ٨/ ٤٠٨ بترتيب علاء الدين الفارسي عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال ذكر لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم المجوس فقال انهم يوفون سبالهم ويحلقون لحاهم فخالفوهم فكان ابن عمر رضی اللہ عنہ يجز سباله كما تجزا الشاة او البعير))

''ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجوس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ مونچھوں کو بڑھاتے اور داڑھیوں کو مونڈتے ہیں پس تم ان لوگوں کی مخالفت کیا کرو پس ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی مونچھوں کو کاٹتے تھے جیسا کہ بکری یا اونٹ کے بال یا اون کاٹی جاتی ہے۔''

تشریح: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ داڑھی کاٹنا بے دین لوگوں کا فعل ہے نہ کہ دینداروں کا۔ علامہ شیخ عبدالحق دہلوی اللمعات شرح المشکوٰۃ ۲/ ۶۷ باب السواک میں علامہ التوربشتی سے نقل کرتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((قص اللحية كان من صنع الاعجم وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالفرنج والهنود ومن لاخلاق له فى الدين من الفرقة الموسومة بالقلندرية طهر الله منهم حوذة الدين))

یعنی داڑھی کا کاٹنا شروع سے بے دین لوگوں کی عادت رہی ہے اور آج کل کئی مشرکوں کی یہ عادت اور پہچان رہی ہے مثلاً فرنگی، ہندو اور قلندری فرقہ جن کا دین کے اندر کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ دینی ماحول کو ان سے پاک رکھے۔ آمین

الحديث الحادي عشر:

تاریخ ابن جریر ۳/ ۹۰، ۹۱ میں قصہ مذکور ہے کہ یمن کے شہزادے نے شاہ ایران کسریٰ کے حکم سے دو فوجیوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا:

((ودخلا على رسول الله ﷺ وقد حلقا لحاهما واعفيا شوار بهما فكره النظر اليهما ثم اقبل عليهما فقال ويلكما من امركما بهذا قالا امرنا بهذا ربنا يعينان كسرى فقال رسول الله ﷺ لكن ربى قد امرنى باعفاء لحيتى وقص شاربى))

''وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ان کی داڑھیاں مونڈی ہوئی تھیں اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں آپ نے ان دونوں کی طرف دیکھنا ہی ناپسند کیا، پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر خطاب کیا کہ تم دونوں کے لیے ویل (عذاب) ہے کس نے تم کو اس طریقہ کا حکم دیا ہے؟ دونوں نے کہا کہ ہمارے رب یعنی کسریٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا، لیکن میرے رب نے تو مجھے اپنی داڑھی چھوڑنے اور مونچھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔''

تشریح: یہ روایت حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ موسوم البدایہ والنہایہ ۴/ ۲۷۰ میں بھی ذکر کی ہے اور اس حدیث سے چند امور واضح ہوئے۔

أ: ثابت ہوا کہ داڑھی مونڈنا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ناپسندیدہ فعل ہے اور داڑھی مونڈے ہوئے کی طرف آپ ﷺ نظر اٹھا کر دیکھنے کو بھی برا جانتے تھے۔

ب: جو داڑھی مونڈے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں وہ اپنی بدنصیبی پر روئیں کہ شفاعت تو کیا بلکہ ان کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں۔

ج: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ عادت یا طریقہ مجوسیوں اور غیر مسلموں کا ہے۔

د: اس سے اس بات کی بھی تصدیق ہوگئی کہ داڑھی کاٹنا مشرکین کا شعار ہے اور اس کا عملی ثبوت ملا۔ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے وہ دو شخص جن کی داڑھیاں مونڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں انہوں نے بادشاہ کسریٰ کو اپنا رب کہہ دیا اور اس کے حکم کی اتباع کو اپنے اوپر ایسا لازم سمجھا جیسا کہ مسلمانوں کو حقیقی رب العالمین کے حکم کی اتباع کو لازم سمجھنا چاہیے۔

ہ: اور ظاہر ہوا کہ داڑھیوں کو بڑھانا اور مونچھوں کو کاٹنا رب العالمین کا حکم ہے اور اللہ کے حکم کی ظاہر ظہور مخالفت کرنے والوں کی کیا عاقبت ہوگی؟ وہ خود ہی سوچ لیں۔

و: وہ دونوں شخص جو آپ کی طرف بھیجے گئے تھے وہ کسی اچھے مقصد کے ساتھ نہیں آئے تھے بلکہ بادشاہ کے حکم سے آپ کے خلاف وارنٹ لے کر آئے تھے اور آپ کو اپنے ساتھ لے جانے والے تھے جیسا کہ پوری روایت میں مذکور ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے حق گوئی میں پس وپیش نہیں کیا اور اس سے داڑھی بڑھانے کی اہمیت کو مسلمان سمجھ سکتے ہیں۔

ز: آج کل کئی لوگ رسول اللہ ﷺ کی محبت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں لیکن آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی داڑھیاں مونڈتے اور کاٹتے ہیں اور اس محبت کے دعویٰ میں جھوٹے ثابت ہوتے ہیں، کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

تعصی الرسول وانت تظهر حبه
هذا لعمری فی القیاس بدیع
لو کان حبك صادقا لا طعته
ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور دوسری طرف ان کی نافرمانی بھی کرتے ہو زندگی گواہ ہے کہ یہ انتہائی عجیب بات ہے جو عقل میں نہیں آتی اگر تو اس محبت کے دعویٰ میں سچا ہوتا تو آپ (ﷺ) کی اطاعت کرتا کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا تابعدار ہی ہوتا ہے۔

ح: داڑھی کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کا یہ خطاب غیر مسلموں کے ساتھ تھا جس سے صاف ظاہر ہوا کہ داڑھی کو کاٹنا اسلام اور دین تو کیا بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے اس لیے اس کو فطرت میں پیش کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۹ میں گزرا۔

فائدہ: اس قسم کا واقعہ مرسل سند سے مصنف ابن ابی شیبہ ۸/ ۳۷۹ میں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ تابعی سے مروی ہے کہ:

((قال جاء رجل من المجوس الی رسول اللہ ﷺ وقد حلق لحیته واطال شاربه فقال النبی ﷺ ما هذا قال هذا دیننا قال لکن فی دیننا ان نجز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشوارب وان نعفی اللحی))

''اس نے کہا کہ مجوسیوں میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جس نے اپنی داڑھی مونڈی اور اپنی مونچھ بڑھائی ہوئی تھی آپ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ کہا کہ یہی ہمارا دین ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لیکن ہمارے دین میں تو یہ ہے کہ ہم مونچھیں کاٹتے اور داڑھیاں بڑھاتے ہیں۔''

تشریح: تابعی تک اس سند کے سب راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور یہ روایت مرسل ہے لیکن متابعت اور شہادت کے لیے کافی ہے اس کے لیے ایک اور مرسل شاہد ہے جسے امام حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ۲/ ۳۷٤ بـاب احـفـاء الشوارب وتوفیر اللحیة من کتاب اللباس میں ذکر کیا ہے اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ داڑھی رکھنا دینداروں کا کام ہے اور اس کا مونڈنا یا کاٹنا بے دین لوگوں کا شعار ہے اور بعض لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہوا کہ داڑھی رکھنا دینی مسئلہ نہیں صرف عادت ہے جس کی تابعداری لازم نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا متعدد حدیثوں میں حکم دینا خود بڑا ثبوت ہے کہ یہ دینی کام ہے۔

مودودی صاحب رسائل ومسائل ۱/۱۴٦ میں ایک انگریز نومسلم کا واقعہ لکھتے ہیں: ''جس نے اسلام کا اچھا مطالعہ کرنے کے بعد اس کو قبول کیا تھا قبول اسلام کے بعد اس نے داڑھی مونڈنی چھوڑ دی بعض لوگ جو اس طرح علم دین سے کافی ناواقف تھے جیسے آپ کے یہ عزیز ہیں کہنے لگے کہ داڑھی رکھنا اسلام میں کچھ ضروری کام تو نہیں ہے پھر کیوں خواہ مخواہ آپ نے داڑھی مونڈنی چھوڑ دی۔ اس نے جواب دیا میں ضروری اور غیر ضروری کی تقسیم نہیں جانتا میں بس یہ جانتا ہوں کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے جب میں نے نبی ﷺ کی اطاعت قبول کر لی تو حکم بجالانا میرا فرض ہے کسی ماتحت کا یہ کام نہیں ہے کہ افسر بالا (Higherauthority) کے احکام میں سے کسی کو ضروری اور کسی کو غیر ضروری قرار دے۔''

مقام غور ہے کہ غیر مسلم اسلام کو قبول کرنے سے ہی اسلام کے حکم کی اہمیت کو جان لیتا ہے اور بغیر کسی پس وپیش اور چوں وچرا کے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے مگر افسوس ان لوگوں پر ہے جو کئی پشتوں سے مسلمان کہلاتے ہیں ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے حکم کی کوئی اہمیت نہیں اور طرح طرح کے بہانے تلاش کرتے ہیں ان کو اسی واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

الحديث الثاني عشر:

((اخـرج احـمـد ٥/ ٢٦٤ ، عن ابی امامة قال قلنا یا رسول الله ﷺ ان اهل الـكـتـاب يـقـصـون عثـانيـنهم ويوفرون سبالهم قال فقال النبی ﷺ قصوا سبالكم ووفروا عثانينكم وخالفوا اهل الكتاب))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) اہل کتاب داڑھیوں کو کاٹتے اور مونچھوں کو چھوڑتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں چھوڑ دو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔"

تشریح: اس روایت میں بھی امر ہے اور یہ بھی بیان ہے کہ داڑھیوں کا کاٹنا اور مونچھیں بڑھانا اہل کتاب کا طریقہ اور ان کے ساتھ مشابہت ہے۔

الحديث الثالث عشر:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لما فتح رسول الله ﷺ مكة قال ان الله ورسوله حرم شرب الخمر وثمنها قال وقصوا الشوارب واعفوا اللحى ولا تمشوا في الاسواق الا وعليكم الازر انه ليس منا من عمل سنة غيرنا))

(رواه الطبراني في الاوسط، مجمع الزوائد: ٥/١٦٨)

"ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب پینے اور اس کی قیمت کو حرام کیا ہے اور فرمایا کہ مونچھوں کو کاٹو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو اور بغیر تہبند کے بازاروں میں نہ چلا کرو اور جو ہمارے غیر کے طریقہ پر عمل کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

ناظرین! ان کے علاوہ اور بھی بہت احادیث ہیں، مگر ایماندار اور سمجھدار کے لیے اس قدر کافی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اتنی احادیث سن کر کبھی بھی آپ ﷺ کے حکم اور سنت کی مخالفت نہیں کریں گے اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی یہی عمل رہا ہے، خلفاء اربعہ کا بھی ذکر ہوا۔

((واخرج الطبراني عن شرحبيل ابن مسلم قال رأيت خمسة من اصحاب النبي ﷺ يحفون شواربهم ويعفون لحاهم ويصفرونها ابا امامة الباهلي والحجاج بن عامر الثمالي والمقدام بن معديكرب وعبدالله بن بسر وعتبة بن عبدالسلمي))

"شرحبیل بن مسلم سے روایت ہے کہ میری رسول اللہ ﷺ کے پانچ صحابہ سے ملاقات ہوئی میں نے ان کو دیکھا کہ وہ مونچھیں کاٹتے اور داڑھیاں بڑھاتے تھے اور ان کو رنگ کرتے تھے۔

(۱) ابوامامہ باہلی (۲) حجاج بن عامر ثمالی (۳) مقدام بن معدیکرب (۴) عبداللہ بن بسر (۵) عتبہ بن عبدالسلمی رضی اللہ عنہم۔"

علامہ نور الدین ہیثمی مجمع الزوائد ۵/ ۱۶۷ میں فرماتے ہیں کہ اسنادہ جید یعنی اس روایت کی اسناد جید (بہتر) ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عن عثمان بن عبدالله بن ابی رافع انه رأى ابا سعيد الخدری وجابر بن عبدالله و عبدالله بن عمرو سلمة بن الاكوع وابا اسيد البدری ورافع بن خديج وانس بن مالك يأخذون من الشوارب كاخذ الحلق ويعفون اللحى الحديث رواه البطرانی)) (مجمع الزوائد: ٥/ ١٦٦)

''عثمان بن عبداللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ انہوں نے ان سات صحابہ کو دیکھا (۱) ابوسعید خدری (۲) جابر بن عبداللہ (۳) عبداللہ بن عمر (۴) سلمہ بن اکوع (۵) ابو اسید بدری (۶) رافع بن خدیج (۷) انس بن مالک رضی اللہ عنہم یہ مونچھیں کاٹتے تھے گویا کہ مونڈنے کے مشابہ ہیں اور داڑھیوں کو بڑھاتے اور چھوڑتے تھے۔''

نیز عثمان بن مظعون، ابوذر غفار اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی داڑھیاں بھی تھیں۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی ا/۱۳۳، ۱۱۵،۱۱۷)

الحاصل صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عمل تھا پس جو لوگ داڑھیاں مونڈتے یا کاٹتے ہیں وہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہیں نہ صحابہ کے راستہ پر۔

داڑھی کاٹنے کے جواز کے دلائل کی حقیقت:

فصل: بعض لوگ ایک روایت سے داڑھی کاٹنے کے جواز کے لیے استدلال کرتے ہیں جس کو نقل کر کے اس کی حقیقت ظاہر کی جاتی ہے۔

((اخرج الترمذی فی سته باب ماجاء فی الاخذ من اللحية من ابواب الاستيذان عن عبدالله بن عمرو ان النبی ﷺ كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها))

لیکن یہ روایت قطعاً صحیح نہیں بلکہ مردود اور باطل ہے۔ خود امام ترمذی اس روایت کے تحت امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت بے اصل ہے جس کا کوئی اصل نہیں اور حافظ ابن حجر فتح الباری ۱۰/ ۳۵۰ میں امام موصوف سے نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی عمر بن بلخی ہے۔ جس کو تقریب میں متروک کہا گیا ہے۔ امام یحیٰی بن معین اس کو کذاب خبیث کہتے ہیں اور صالح جزرہ کذاب کہتے ہیں اور ابن مہدی، احمد بن حنبل، نسائی، ابوعلی نیشاپوری اس کو متروک کہتے ہیں اور ابوداؤد غیر ثقہ اور علی بن مدینی اور دارقطنی ''ضعیف جداً'' کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ۳/ ۲۲۸)

اور صالح بن محمد بھی اس کو متروک کہتے ہیں۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ ''حدث بالمناكير لا شي'' یعنی یہ شخص کوئی چیز نہیں ہے منکر احادیث لاتا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں: ''يروى عن الثقات المعضلات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویدعی شیوخا لم یرھم" یعنی معتبر راویوں سے معضل روایات لاتا ہے اور ایسے استادوں سے روایت کا دعویٰ کرتا ہے جن کو اس نے دیکھا بھی نہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ ترکوا حدیثہ یعنی محدثین نے اس کی روایت کو چھوڑ دیا ہے نیز جریر ایک روایت میں اس کو جھوٹا کہتا ہے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ میں اس سے روایت نہیں کروں گا۔ ابن مہدی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ (تہذیب: ۷/۵۰۲-۵۰۵)

پس جس شخص پر اتنے جروح ہوں تو اس کی روایت قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔ اس کی اس روایت کو حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال ۳/ ۲۲۹ میں راوی عمر بن ہارون کی منکر روایات میں شمار کیا ہے۔ منکر روایت اس کو کہتے ہیں جس کا راوی باوجود ضعیف اور مجروح ہونے کے ثقات اور معتبر راویوں کے خلاف روایت لائے جیسا کہ فن مصطلح کی کتابوں شرح النخبہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ اس روایت کا راوی عمر بن ہارون بلخی باوجود خود ضعیف اور مجروح ہونے کے بیشمار صحیح روایات جن کو ثقات اور معتبر راوی نقل کرتے ہیں ان کے خلاف نقل کرتا ہے جن میں صریح بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود داڑھی مبارک بڑھائی اور چھوڑی ہوئی تھی اور بڑھانے کا حکم دیا اور کاٹنے سے منع فرمایا۔ اس لیے اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں۔ امام ابن جوزی العلل المتناہیۃ ۲/ ۱۹۷ فرماتے ہیں: "ھذا الحدیث لا یثبت عن رسول اللہ ﷺ" یعنی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ بعض صحابہ سے حج کے موقعہ پر داڑھی کے کچھ بال کاٹنے کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن اولاً رسول اللہ ﷺ کا حکم عام ہے اور مطلق چھوڑ دینے کا امر ہے اس کے خلاف کسی کا قول یا عمل قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ اس لیے امام نووی شرح مسلم ۱/ ۱۲۹ میں فرماتے ہیں: "والمختار ترک اللحیۃ علی حالھا وان لا یتعرض لھا بتقصیر شیء اصلاً" یعنی سب اقوال میں پسندیدہ یعنی صحیح قول یہی ہے کہ داڑھی کو اپنے حال پہ چھوڑا جائے اور کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے اور اس میں سے بالکل کچھ نہ کاٹا جائے۔ تحفۃ الاحوذی ۴/ ۱۱ میں ہے:

((واما قول من قال انہ اذا زاد علی القبضۃ یوخذ الزائد واستدل بآثار ابن عمر وابی ہریرۃ رضی اللہ عنہم فھو ضعیف لان احادیث الاعفاء المرفوعۃ الصحیحۃ تنفی ھذہ الآثار فھذہ الاثار لا تصلح للاستدلال بھا مع وجود ھذہ الاحادیث المرفوعۃ الصحیحۃ فاسلم الاقوال ھو قول من قال بظاھر احادیث الاعفاء وکرہ ان یوخذ شیء من طول اللحیۃ وعرضھا واللہ تعالی اعلم .))

یعنی "بعض لوگ جو ابن عمر، عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے استدلال کرتے ہیں کہ قبضہ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوپر زائد کاٹ دینی چاہیے۔ یہ استدلال ضعیف اور کمزور ہے چونکہ رسول اللہ ﷺ سے نقل شدہ مرفوع احادیث ان کی نفی کرتی ہیں یعنی ان میں مطلق چھوڑنے کا حکم ہے پس ان احادیث کے مقابلہ میں ان آثار یا اقوال سے دلیل اخذ کرنا صحیح نہیں جبکہ ایسی صریح احادیث موجود ہیں پس سلامتی والا طریقہ ان ہی لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے داڑھی کو بالکل چھوڑ دینا چاہیے اور اس کے طول یا عرض سے کچھ بال لینا برا فعل ہے۔"

ناظرین بعض لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمت یعنی داڑھی کا حلیہ اس طرح بگاڑتے ہیں کہ اس کے نیچے یا اوپر کچھ مونڈتے ہیں اور اس کو خط بنانے کا نام دیتے ہیں حالانکہ مذکورہ احادیث میں جو رسول اللہ ﷺ کا حکم اور امر وارد ہوا اس کے خلاف بلکہ کھلی نافرمانی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بالکل چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے اور کاٹنا خواہ نوچنا الفاظ احادیث کے صریح خلاف ہے جس میں اعفاء، ارخاء، ارجاء اور توفیر کا حکم ہے ان سب کا معنی یہی ہے کہ داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دینا اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ کرنا اور اللحیۃ (داڑھی) کا لغوی معنی یہ ہے کہ: "شعر الخدين والذقن" یعنی دونوں گالوں اور ٹھوڑی کے بال جیسا کہ مشہور کتاب تاج العروس شرح القاموس ۱۰/۳۲۳، لسان العرب لابن منظور الافریقی ۱۵/۲۵۳، مجمع بحار الانوار للفتنی ۳/۲۵۰ وغیرہ کتب میں مذکور ہے اور اسی طرح کتب شروح الحدیث فتح الباری وغیرہ میں مذکور ہے پس یہ سب بال داڑھی میں شامل ہیں جن میں سے کہیں سے بھی کچھ لینا، کاٹنا یا نوچنا حکم نبوی کے مخالف ہونے کی رو سے حرام ہے۔

داڑھی رکھنا فطری عمل ہے:

فصل: جب ثابت ہوا کہ داڑھی کا بڑھانا فطری فعل ہے یعنی اس میں انسانیت کا کمال ہے پس بعض لوگوں کا یہ قول کہ لمبی داڑھی چھوڑنا بے عقلی کی علامت ہے انتہائی جسارت اور بے ادبی ہے۔ ثانیاً جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیز مردوں کے لیے خاص بنائی ہے اور مردوں اور عورتوں کے درمیان اس سے فرق ہوتا ہے اور عورتوں کو کم عقل شمار کیا گیا ہے جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ ۳/ ۳۶۸ میں حدیث ہے کہ:

((اليس شهادة المرأة نصف الشهادة الرجل قلن بلى قال ذلك لنقصان عقلهن))

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی گواہی مرد کی آدھی گواہی کے برابر نہیں ہے؟ عورتوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا کہ یہ ان کی کم عقلی کی وجہ سے ہے۔"

اور یہ روایت صحیح مسلم میں بھی ہے جیسا کہ درمنثور ۱/ ۳۷۱ میں مذکور ہے اور قرآن کریم میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ﴾ (البقرة: ۲۸۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”پھر اگر وہ دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔“

پس ثابت ہوا کہ ان کی عقل ناقص ہے لہٰذا داڑھی کا بڑھانا عقل کے کمال کی دلیل ہے نہ کہ کم عقلی کی۔ بلکہ جنوں اور انسانوں میں سب سے زیادہ عقل والے انبیاء علیہم السلام تھے اس لیے ان کے سر پر نبوت کا تاج رکھا ارشاد ہے کہ:

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (الانعام: ١٢٤)

”اللہ تعالیٰ جس جگہ اپنی رسالت سپرد کرتا ہے اس کو خوب جانتا ہے۔“

اور پہلے بیان ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی داڑھیاں بڑی تھیں اس سے ان لوگوں کا یہ وہم اور گمان باطل ثابت ہوا۔ کیا کوئی مسلمان ایسا گمان کر سکتا ہے؟ یا اس کو کرنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت جیسی عظیم امانت (معاذ اللہ) بے عقلوں یا کم عقلوں کو دی ہے۔ مَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ.

نیز سید الانبیاء، امام الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ علی الاطلاق سب لوگوں سے زیادہ عقل والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک لمبی تھی اور دونوں طرف سے سینہ بھرتی تھی جیسا کہ شروع میں شمائل ترمذی کی حدیث گزری۔ اس طرح صحیح مسلم ٢/ ٢٥٩ مع النووی کتاب الفضائل میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: وکان کثیر شعر اللحية اور شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہند بن ابی ہالہ سے روایت ہے کہ کان کث اللحية اور مسند احمد ١/ ٩٦٧، ١٢٧، ١٤٣ میں علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ضخم اللحية اور زیادات مسند لعبد اللہ ١/ ١١٨، ١٦١ میں ہے عظيم اللحية اور دلائل النبوۃ للبیہقی میں لفظ عظيم اللحية ہے اور دوسرے طریق سے ہے کہ کث اللحية اور اسی لفظ سے ابونعیم میں ابن مسعود سے مروی ہے (البدایہ والنہایہ ٦/ ١٨) ان الفاظ کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بڑی، گھنی، زیادہ بالوں والی تھی۔ پس ایسا گمان کرنے والا جرأت کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی ایسا ناپاک ارادہ رکھے یا ایسی فاحش بات بولے، نعوذ باللہ من ذالک

اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو افقہ الامۃ ہیں ان کی بھی داڑھیاں تھیں حالانکہ ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی جماعت بنائی جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھا اور سمجھا اور دوسروں تک پہنچایا جن کی داڑھیاں تھیں اس لیے اس قسم کی بات کہنے والا خود بے عقل ہے اور قاضی ابو یوسف کا قول ہے:

((من عظمت لحيته جلت معرفته)) (قوت القلوب لابی طالب المکی ٤/ ٩)

یعنی ”جس شخص کی داڑھی بڑی ہوگی اس کی معرفت چمکتی رہے گی۔“

اور بڑے بڑے علماء نے داڑھی بڑھانے کو ضروری قرار دیا ہے اور اس کے مونڈنے کی مذمت کی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ الاختیارات العلمیۃ ٦، میں فرماتے ہیں: ”ويحرم حلق اللحية“ یعنی داڑھی کا مونڈنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام ہے۔ حنفی مذہب کا مشہور عالم ابن عابدین شامی رد المختار شرح الدر المختار ۲/ ۴۱۸ میں فرماتے ہیں: "ویحرم علی الرجل قطع لحیته ای حلقها" یعنی مرد پر داڑھی کا مونڈنا حرام ہے۔ اور مالکی مذہب کا مشہور عالم علامہ عدوی حاشیہ شرح رسالہ ابن ابی زید ۲/ ۴۱۱ میں فرماتے ہیں: "نقل عن مالك كراهة حلق ما تحت الحنك حتى قال انه من فعل المجوس...... كما يحرم ازالة شعر اللحية" یعنی امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ داڑھی کے نیچے کے بالوں کو مونڈنا مکروہ ہے یہاں تک کہ اس نے فرمایا کہ یہ مجوسیوں کا فعل ہے جس طرح کا داڑھی کے بال ہٹانا یا مونڈنا حرام ہے۔ امام حافظ ابن عبدالبر التمہید میں فرماتے ہیں: "ویحرم حلق اللحیة ولا یفعله الا المخنثون من الرجال" یعنی داڑھی کا مونڈنا حرام ہے ہیجڑوں کے سوا اور کوئی مرد ایسا نہیں کرتا۔ علامہ سفارینی غذاء الباب ۱/ ۳۶۷ میں فرماتے ہیں کہ "المعتمد فی المذهب حرمة حلق اللحیة" یعنی ہمارے مذہب میں معتمد یہ بات ہے کہ داڑھی کا مونڈنا حرام ہے۔

داڑھی بڑھانے کے فوائد:

شیخ ابو طالب المکی قوت القلوب ۴/ ۹ میں فرماتے ہیں:

((وقال بعض الادباء فی اللحیة خصال نافعة منها تعظیم الرجل والنظر الیه بعین العلم والوقار ومنها رفعه فی المجالس والاقبال علیهم ومنها تقدیمه علی الجماعة وتعقیله وفیها وقایة للعرض یعنی اذا اراد واشتمه عرضوا له بها فوقت عرضه))

یعنی "بعض ادیبوں کا قول ہے کہ داڑھی بڑھانے میں کئی فوائد ہیں مثلاً: (۱) لوگوں کی نظر میں داڑھی والے کی عزت ہوتی ہے اور اس کو علمی اور باوقار شخصیت سمجھا جاتا ہے (۲) مجلسوں میں اس کو تعظیم کی خاطر اونچی اور نمایاں جگہ پر بٹھایا جاتا ہے اور سب اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں (۳) جماعت وغیرہ میں اس کو آگے کیا جاتا ہے (۴) اس میں اس کی عزت کی حفاظت ہے کیونکہ جب کوئی فحش کلامی پہ آتا ہے تو اس کی داڑھی دیکھ کر اس کو شرم آتی ہے۔ اس طرح اس کی عزت بچ جاتی ہے۔"

حافظ ابن قیم التبیان فی اقسام القرآن، ص ۲۳۱ میں فرماتے ہیں:

((واما شعر اللحیة ففیه منافع منها الزینة والوقار والهیبة ولهذا لا یری علی الصبیان والنساء من الهیبة والوقار ما یری علی ذوی اللحی ومنها التمییز بین الرجال))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''داڑھی کے بال بڑھانے میں کئی فوائد ہیں، مثلاً اس میں مرد کی زینت ہے اور اس کا وقار اور تعظیم ہے اور اس سے اس کی ہیبت ظاہر ہوتی ہے اس لیے بچوں اور عورتوں میں وہ ہیبت اور وقار دکھائی نہیں دیتا جو کچھ داڑھی والوں میں ہوتا ہے اس سے مرد اور عورت کے درمیان فرق اور پہچان ہوتی ہے۔''

بعض لوگوں نے داڑھی بڑھانے کے طبی فوائد بتائے ہیں مثلاً یہ کہ: (۱) بار بار ٹھوڑی اور گالوں پر استرہ پھرنا بصارت کو بڑا نقصان دیتا ہے اور اس دائمی عمل سے آہستہ آہستہ نظر کم ہو جاتی ہے اور داڑھی والے اکثر اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ (۲) داڑھی گلے اور سینہ تک ضرور دینے والے جراثیم سے مانع ہے۔ (۳) مسوڑھوں کو عوارض اور تکالیف سے کافی محفوظ رکھتی ہے۔ (۴) داڑھی کی وجہ سے بار بار تیل وغیرہ لگایا جاتا ہے جس سے گالوں کی کھال تروتازہ رہتی ہے جس طرح زمین پانی سے اور داڑھی مونڈنے والا اس فائدہ سے محروم رہتا ہے (وجوب اعفاء اللحیۃ للکاندھلوی ۴۲،۴۳)

نیز ہومیو پیتھک علاج کی مشہور کتاب ''خاندانی علاج، ص ۵۱۳'' میں مذکور ہے کہ داڑھی بڑھانے سے خناق جیسی خطرناک بیماری سے بچاؤ رہتا ہے۔

ناظرین! سب سے بڑا فائدہ اس میں یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور آپ نے اس کے بارے میں حکم بھی دیا ہے اور آپ ﷺ کی سنت اور حکم کی تابعداری کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کا باعث ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ اے رسول (ﷺ)

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران: ۳۱)

''تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے پیچھے چلو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔''

پس جو مسلمان داڑھی رکھتا ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے اس سے زیادہ اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

خاتمہ

ناظرین! آخر میں جناب مودودی صاحب نے اس سنت کی توہین کی ہے اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

صاحب موصوف رسائل ومسائل ۱/ ۱۴۵ میں فرماتے ہیں: ''اور خصوصاً فسق کی وہ آخر کیا تعریف کرتے ہیں جس کی بناء پر ان کی تعیین کردہ مقدار سے کم داڑھی رکھنے پر فاسق کا اطلاق ہو سکتا ہے؟ مجھے سخت افسوس ہے کہ بڑے بڑے علماء خود حدود شرعیہ کو نہیں سمجھتے اور ایسے فتوے دیتے ہیں جو صریحاً حدود شرعیہ سے متجاوز ہیں۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک کسی کی داڑھی کے چھوٹے یا بڑے ہونے سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا۔'' (ص ۱۵۱ بحوالہ ترجمان القرآن ربیع الاول، جمادی الثانی ۱۳۶۴ ہجری، مارچ جون ۱۹۴۵ء نیز ص ۲۴۸-۲۵۵ میں بحوالہ ترجمان القرآن صفر ۱۳۶۵ ہجری جنوری ۱۹۴۶ء میں ایک فتویٰ مع سوال و جواب مذکور ہے جس سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

نمبر ۱: ''آپ کا یہ خیال کہ جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے اتنی ہی بڑی داڑھی رکھنا، سنت رسول یا اسوۂ رسول ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عادت رسول ﷺ کو بعینہٖ وہ سنت سمجھ رہے ہیں جس کے جاری کرنے کے لیے نبی ﷺ اور دوسرے انبیاء مبعوث کیے جاتے رہے۔''

نمبر ۲: ''سنت کے متعلق لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا ہے وہ سب سنت ہے لیکن یہ بات بڑی حد تک درست ہونے کے باوجود ایک حد تک غلط بھی ہے۔ دراصل سنت اس طریق عمل کو کہتے ہیں جس کے سکھانے اور جاری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث کیا تھا۔ اس سے شخصی زندگی کے وہ طریقے خارج ہیں، جو نبی ﷺ نے بحیثیت ایک انسان ہونے کے یا بحیثیت ایک شخص ہونے کے جو انسانی تاریخ کے خاص دور میں پیدا ہوا تھا اختیار کیے۔ یہ دونوں چیزیں کبھی ایک ہی عمل میں مخلوط ہوتی ہیں اور ایسی صورت میں یہ فرق و امتیاز کرنا کہ اس عمل کا کون سا جز سنت ہے اور کون سی عادت بغیر اس کے ممکن نہیں ہوتا کہ آدمی اچھی طرح دین کے مزاج کو سمجھ چکا ہو اصولی طور پر یوں سمجھئے کہ انبیاء علیہم السلام انسان کو اخلاق صالح کی تعلیم دینے اور زندگی کے ایسے طریقے سکھانے کے لیے آتے رہتے ہیں جو فطرة الله التی فطر الناس جمعیا کے ٹھیک ٹھاک منشاء کے مطابق ہوں، ان اخلاقی اور فطری طریقوں میں ایک چیز تو روح کی حیثیت رکھتی ہے اور دوسری چیز قالب و مظہر کی حیثیت، بعض امور میں روح اور قالب دونوں اسی شکل میں مطلوب ہوتے ہیں جس شکل میں نبی اپنے قول و عمل سے ان کو واضح کرتا ہے اور بعض امور میں روح اخلاق و فطرت کے لیے نبی ﷺ اپنے مخصوص تمدنی حالات اور اپنی مخصوص افتاد مزاج کے لحاظ سے ایک خاص عملی قالب اختیار کرتا ہے اور شریعت کا مطالبہ ہم سے صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم اس روح اخلاق و فطرت کو اختیار کریں۔ رہا وہ عملی قالب جو پیغمبر نے اختیار کیا تھا، اسے اختیار کرنے یا نہ کرنے کی شرعاً آزادی ہوتی ہے۔ پہلے قسم کے معاملات میں سنت روح اور قالب دونوں کے مجموعہ کا نام ہے اور دوسرے قسم کے معاملات میں سنت صرف وہ روح اخلاق و فطرت ہے جو شریعت میں مطلوب ہے نہ کہ وہ عملی قالب جو صاحب شریعت نے اس کے اظہار کے لیے اختیار کیا۔''

نمبر ۳: ''اسی طرح داڑھی کے معاملے میں جو شخص حکم کا یہ منشاء سمجھتا ہو کہ اسے بلا نہایت بڑھنے دیا جائے وہ اپنی اس رائے پر عمل کرے اور جو شخص کم سے کم ایک مشت کو حکم کا منشاء پورا کرنے کے لیے ضروری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھتا ہو وہ اپنی رائے پر عمل کرے اور جو شخص مطلقاً داڑھی رکھنے کو (بلا قید مقدار) حکم کا منشاء پورا کرنے کے لیے کافی سمجھتا ہو وہ اپنی رائے پر عمل کرے۔ ان تینوں گروہوں میں کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ استنباط واجتہاد سے جو رائے اس نے قائم کی ہے وہی شریعت ہے اور اس کی پیروی سب لوگوں پر لازم ہے ایسا کہنا اس چیز کو سنت قرار دینا ہے جس کے سنت ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہی وہ بات ہے جس کو میں بدعت کہتا ہوں۔ رہا یہ استدلال کہ نبی ﷺ نے داڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے اور اس حکم پر خود ایک خاص طرح کی داڑھی رکھ کر اس کی عملی صورت بتا دی لہٰذا حدیث سے حضور ﷺ کی جتنی داڑھی مذکور ہے اتنی ہی اور ویسی داڑھی رکھنا سنت ہے تو یہ ویسا ہی استدلال ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ حضور ﷺ نے ستر عورت کا حکم دیا ہے اور ستر چھپانے کے لیے ایک خاص طرز کا لباس استعمال کر کے بتا دیا لہٰذا اس طرز کے لباس سے تن پوشی کرنا سنت ہے۔ اگر یہ استدلال درست ہے تو میرے نزدیک آج متبعین سنت میں سے کوئی بھی شخص اس کا اتباع نہیں کر رہا ہے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ تمدن ومعاشرت میں ایک چیز وہ اخلاقی اصول ہیں جن کو زندگی میں جاری کرنے کے لیے نبی ﷺ تشریف لائے تھے اور دوسری چیز وہ عملی صورتیں ہیں جن کو نبی ﷺ نے ان اصولوں کی پیروی کے لیے خود اپنی زندگی میں اختیار کیا۔ یہ عملی صورتیں کچھ تو حضور ﷺ کے شخصی مذاق اور طبیعت کی پسند پر مبنی تھیں، کچھ اس ملک کی معاشرت پر جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے تھے اور کچھ اس زمانہ کے حالات پر جس میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی چیز کو بھی تمام اقوام اور تمام لوگوں کے لیے سنت بنا دینا مقصود نہ تھا۔''

ناظرین! ان عبارات کو غور سے پڑھیں یہاں چند باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ سنت اور عادت میں فرق کرنا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی سب عادتیں اور خصلتیں ہمارے لیے سنت ہیں۔ ارشاد ہے کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

''تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول (ﷺ) کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔''

اور یہاں یہ فرق نہیں بتایا گیا کہ آپ ﷺ کا فلاں کام اس ''عمدہ نمونہ'' میں داخل نہیں ہے۔ یہ تفریق ایک قسم کی نئی تشریع ہے جس سے بے دین اور ملحد لوگوں کے لیے ایک دروازہ کھل جاتا ہے کہ جو کام ان کو پسند نہ آئے اس کو آپ ﷺ کی عادت کہہ کر غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔

۲۔ اور اس قاعدہ پر داڑھی کے مسئلہ کو متفرع کیا گیا ہے حالانکہ اس کے لیے پھر جدا دلیل چاہیے کہ داڑھی بڑھانا رسول اللہ ﷺ کی صرف ذاتی عادت تھی یا شرعی عمل تھا اس کے لیے کوئی دلیل نہیں بلکہ متعدد دلیلیں اس پر شاہد ہیں کہ یہ آپ ﷺ کا عمل تھا نہ محض عادت۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ خود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مودودی صاحب نے اپنے بیان میں اقرار کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے داڑھی چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ یہ خود زبردست دلیل ہے کہ یہ شرعی حکم ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت فتنے اور عذاب کا موجب ہے جیسا کہ پہلی دو احادیث کی تشریح میں سورۂ نور کی آیت گزری۔

ثانیاً: جب کہ رسول اللہ ﷺ نے داڑھی کاٹنے والوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں فرمایا جیسا کہ حدیث نمبر ۱ا میں گزرا۔ یہ خود بڑی دلیل ہے کہ یہ شرعی حکم تھا نہ کہ محض آپ ﷺ کی عادت تھا۔

ثالثاً: داڑھی کاٹنے کو مشرکین اور مجوسیوں کا شعار کہا گیا ہے جیسا کہ حدیثوں میں بیان ہوا اس سے ثابت ہوا کہ داڑھی چھوڑنا اسلامی شعار ہے اور اس کو محض عادت کہنا اسلامی شعار کی توہین کے برابر ہے۔

رابعاً: آپ ﷺ نے مشرکین اور مجوسین کے ساتھ مخالفت کرنے کا حکم دیتے ہوئے داڑھی کو بڑھانے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم فرمایا۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ شرعی عمل ہے اس کو محض عادت کہنا شرعی عمل کو گرانے اور مٹانے کے مترادف ہے۔

خامساً: اوپر حدیث نمبر ۱ا میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان گزرا کہ میرے پروردگار نے مجھے داڑھی چھوڑنے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم دیا ہے۔'' اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہ محض آپ ﷺ کی عادت نہ تھی بلکہ رب العالمین کے فرمان کی تعمیل تھی اور اس سے ان لوگوں کا خیال بھی رد ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرب کے رواج کی متابعت کرتے ہوئے داڑھی بڑھائی تھی بلکہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع کرتے ہوئے اس طرح کیا۔

سادساً: اس کو فطرت میں شمار کرنا خود دلیل ہے کہ داڑھی بڑھانا اس دین کا جزو ہے۔ جس کو رسول اللہ ﷺ لائے تھے۔

سابعاً: داڑھی بڑھانا ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں تھا اس لیے اس کو محض عادت نہیں کہا جا سکتا۔

ثامناً: یہ بھی ثابت ہوا کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کی داڑھیاں بھی ہوئی تھیں، پس اس کو صرف عادت کہنے والے یہ سوچیں کہ یہ کسی خاص قوم یا سوسائٹی کی عادت نہیں بلکہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کی عادت ہے۔ پس اگر وہ بھی شرعی عمل نہیں تو پھر کس چیز کا یہ نام ہے۔

۳۔ اس مضمون میں فطرۃ اللہ کا بھی ذکر ہے اور اوپر بیان ہوا کہ داڑھی بڑھانا بھی فطرت اور ان نیک کاموں میں سے ہے جن کے سکھانے کے لیے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے۔

۴۔ روح اور قالب کی بھی عجیب مثال ہے حالانکہ قالب کی خوبی یا برائی روح کی خوبی یا برائی پر موقوف ہے اور خاص طرح اللہ کے رسول ﷺ جن کا قالب اور روح دونوں یقیناً صاف اور سب قالبوں اور روحوں سے اعلیٰ ہے پس آپ ﷺ کی ظاہری شکل اور قالب آپ ﷺ کے روح کی صفائی پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبنی ہے اور اگر ہم آپ ﷺ کے ظاہری قالب کی پیروی سے آزاد ہیں تو باقی کون سی ہم پر پابندی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تو آپ ﷺ کے ظاہر قالب کو ہی دیکھتے تھے، چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

((حتى اذا استوت به ناقته على البيداء نظرت الى مد بصرى من بين يديه من راكب وماش وعن يمينه مثل ذلك وعن يساره مثل ذلك ومن خلفه مثل ذلك ورسول الله ﷺ بين اظهرنا وعليه ينزل القرآن وهو يعرف تاويله وما عمل من شئى عملنا به)) (صحيح مسلم ۱/ ۳۹۵ مع النووى)

''میدان بیداء میں جب آپ ﷺ کی سواری آپ کو لے کر اٹھی تو میں نے آپ ﷺ کے آگے دائیں، بائیں اور پیچھے دیکھا تو میری نظر کی پہنچ تک سوار اور پیدل آدمی تھے، آپ ﷺ ہمارے درمیان تھے اور آپ ہی پر قرآن نازل ہو رہا تھا اور آپ ﷺ ہی اس کی تفسیر اور مراد کو جانتے تھے ہم تو وہی عمل کرتے تھے جس طرح آپ ﷺ کرتے تھے۔''

ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کا ظاہری قالب دنیا کے لیے نمونہ تھا۔

۵۔ داڑھی کی بابت جو تین صورتیں مودودی صاحب نے بیان کی ہیں وہ محض خیالی اور دماغی اختراع کا نتیجہ ہیں کیونکہ حدیث میں تو صرف اعفاء یعنی داڑھی چھوڑنے کا حکم ہے یہی ایک صورت صحیح ہے اور اس کو استنباط کہنا غلط ہے کیونکہ یہ صریح نص ہے۔ البتہ باقی دو صورتیں یعنی قبضہ کے برابر یا کوئی نہ کوئی مقدار ان دونوں صورتوں کو استنباط کہا جائے تو اور بات ہے اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ نص کے مقابلہ میں استنباط کوئی چیز نہیں ہے۔ اس سے چھوٹی داڑھی والے یا کٹوانے والے تو خوش ہو سکتے ہیں لیکن اہل تحقیق کے نزدیک اس کی قدر و قیمت نہیں ہے کیونکہ یہاں نص صریح موجود ہے۔

۶۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ داڑھی چھوٹی یا بڑی ہونے میں کوئی فرق نہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بالکل چھوڑ دینے، بڑھانے اور زیادہ کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ گزرے تو پھر اس کو گھٹانے یا چھوٹی کرنے سے بہت بڑا فرق اور حکم کی مخالفت لازم آتی ہے۔

۷۔ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک کے برابر داڑھی بڑھانے کو سنت نہ کہنا خود سنت پر سنگین حملہ ہے۔

۸۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے داڑھی کو منڈوانے یا کٹوانے کو مجوسیوں اور مشرکوں کا خاصہ بتلایا ہے اور پھر ہمیں داڑھی چھوڑنے اور بڑھانے کا حکم دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ جن رسوم کی اصلاح کرنے کے لیے تشریف لائے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ پس اس پر اعتراض کرنا دشمنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا کم از کم کم فہمی ہے۔

۹۔ رسول اللہ ﷺ کے سب کاموں کو سنت کہنے کے عقیدہ کو غلط کہنا اپنی طرف سے سنت میں تقسیم کرنی ہے جس کی اجازت رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو حاصل نہیں۔

۱۰۔ نیز یہ کہنا کہ سنت میں سے دو حالتیں خارج ہیں: (۱) جو کام رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت انسان ہونے کے کیے ہیں (۲) یا وہ جو کہ آپ ﷺ نے اس حیثیت سے کیے کہ آپ خاص اس دور میں تھے جبکہ وہ کام مروج تھے یہ قاعدہ انتہائی خطرناک ہے، کئی کام ایسے حیلوں کے ذریعے رد کیے جاسکتے ہیں۔

اولاً: یہ تخصیص شرعی دلائل کی بنیاد پر نہیں ہے۔

ثانیاً: آپ ﷺ کی پوری زندگی کو امت کے لیے اسوۂ حسنہ کہا گیا ہے اور ان میں سے صرف وہی چیز خاص ہوسکتی ہے جس کی تخصیص کے لیے قرآن یا حدیث میں کوئی نص موجود ہو اور یہاں ایسی کوئی نص موجود نہیں۔

ثالثاً: واقعی رسول اللہ ﷺ ایک ایسے دور میں پیدا ہوئے جس میں عقیدہ، عمل اور عبادت بلکہ پوری زندگی کی بابت کئی رسمیں اس دور کے لوگوں میں موجود تھیں جن میں سے کئی آپ ﷺ نے رد فرمائیں اور مٹادیں اور کچھ رسومات بحال بھی رکھیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم کیا جائے کہ داڑھی کو بڑھانا صرف عربوں کی رسم تھی لیکن آپ ﷺ نے اس کو نہیں مٹایا اور اگر بات صرف اس قدر ہوتی تو کہا جاسکتا کہ داڑھی بڑھانا جائز ہے کیونکہ آپ نے اس رسم کو نہیں مٹایا لیکن یہاں تو حکم اور تاکید موجود ہے بلکہ آپ ﷺ اس کو فطرت میں شمار کررہے ہیں اور داڑھی مونڈے ہوئے کی طرف نظر بھی نہیں اٹھاتے جس سے ہر ایک مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایک شرعی رسم ہے اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری اور لازمی ہے۔

۱۱۔ جس کام کے لیے رسول اللہ ﷺ حکم دیں اس پر آپ ﷺ کا عمل ہو ایسے حکم کی تعمیل کے لیے اور کون سا واضح ثبوت ہوسکتا ہے پس ایسے حکم کو کسی اعتبار میں نہ لانا دور جدید کی شریعت ہے۔

۱۲۔ جو تین صورتیں داڑھی کی بابت ذکر کی گئی ہیں ان کے متعلق مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ اپنی رائے پر عمل کرے۔ یہ بھی عجیب فتویٰ ہے جبکہ نص نبوی (ﷺ) صریح موجود ہے کہ اعفوا اللحی پھر بھی ہر ایک اپنی رائے کو استعمال کرے جس کا معنی کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مسلمانوں کے لیے کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلك)

۱۳۔ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ داڑھی بڑھانا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اور سنت ہے بلکہ آپ ﷺ کا حکم وارد ہے۔ پھر بھی مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ ان تینوں آراء میں سے کسی کو شریعت نہیں کہا جاسکتا حالانکہ پہلی صورت یعنی داڑھی کو بالکل چھوڑ دینا تو حدیث کے الفاظ میں منصوص ہے پس اس کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی شریعت نہ کہنا جرأت عظیم ہے اور اس کو اپنی رائے کہنا حدیث کی توہین ہے۔

۱۴۔ رسول اللہ ﷺ کے معمولات کے دو قسم بتلاتے ہیں جن میں سے ایک بقول مودودی وہ اعمال ہیں جو کہ آپ کے اپنے مذاق اور شخصیت پر موقوف ہیں اور کچھ وہ جو کہ ایک ایسے معاشرہ میں موجود تھے جس میں آپ مبعوث ہوئے یہ سب کچھ آپ ﷺ کی شان کے خلاف بلکہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی ہے بلکہ آپ کی عصمت میں خلل پیدا کرنا ہے۔ افسوس آپ ﷺ کو بھی ان دنیاوی لیڈروں کا مقام دیا گیا ہے جو کہ ہمیشہ ماحول سے متاثر ہوتے رہتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ تو ماحول کو اللہ تعالیٰ کی شریعت اور ضابطوں کے مطابق بنانے میں کوشاں رہے، خود فرماتے ہیں کہ:

((بعثت لا تمم صالح الاخلاق)) (الجامع الصغير ۸/۲ بحواله الحاكم والبيهقى من حديث ابى هريرة)

''میں نیک اور صالح اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

پس آپ ﷺ کے متعلق یہ گمان کرنا کہ آپ ﷺ نے اپنی طبعی پسند یا ماحول کے اثر کی وجہ سے یہ کام کیے آپ ﷺ کے متعلق سوءِ ظنی اور فاسد گمان ہے۔

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کے لیے یہ کہنا کہ سب لوگوں یا قوموں کے لیے یہ کام سنت بنانا مقصود نہ تھا اس آیت کے صریحاً منافی ہے۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الاعراف : ۱۵۸)

''تو کہہ دے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

بلکہ آیت ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ میں جمیع مسلمانوں کو خطاب ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح راستے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح نام کیا اہل حدیث یا جماعت المسلمین؟

جماعت المسلمین کا عرصہ سے یہ سوال ہے کہ مسلمانوں کا نام صرف جماعت المسلمین ہونا چاہیے اس کے علاوہ تمام اسماء بدعت کے زمرے میں آتے ہیں اسی طرح کا سوال شاہ صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس سوال کا تشفی بخش جواب دیا جو قارئین کے لیے پیش خدمت ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترمی ومکرمی جناب علامہ سید ابومحمد بدیع الدین شاہ راشدی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔
آپ کی خدمت میں کچھ سوالات پیش کیے جاتے ہیں، امید ہے کہ قرآن اور حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں دلائل سے جواب عنایت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

۱۔ مسلک اہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ قرآن وحدیث تک دین مکمل ہے اب اس کے بعد اس میں اضافہ یا کمی یا اپنے عقل وفہم سے رائے دینا بدعت ہے اور یہ تمام بدعات گمراہی ہیں اسی عقیدہ کے مطابق اہل حدیث اور مسلمین میں سے افضل اور صحیح نام کونسا ہے؟

۲۔ اہل حدیث نام لقب، یا لفظ کب سے وجود میں آیا؟ اس سلسلے میں سائیں سید محب اللہ شاہ صاحب سے معلوم کیا گیا ہے انہوں نے جواب دیا ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے دور اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور تک نام جماعت المسلمین ہی رہا ہے، اس کے بعد تابعین و تبع تابعین کے دور میں کچھ اہل حدیث کہلوانے لگے، اور کچھ اہل رائے آپ اپنے وسیع علم سے حقیقت سے مطلع فرمائیں۔

۳۔ اگر ہم اہل حدیث بھی اہل حدیث کے بجائے مسلمین کہلوائیں تو یہ بدعت یا گناہ نہ ہوگا کیونکہ قرآن مجید اور حدیث شریف سے مسلمین نام ثابت ہے، مسلمین لفظ کی معنیٰ ہے فرمانبرداری، یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے استعمال کیا ہے اور خود آپ ﷺ نے بھی استعمال کیا ہے اور اس طرح ابراہیم علیہ السلام نے بھی استعمال کیا ہے اور صحابہ سے بھی ثابت ہے تو پھر کیا حرج ہے؟ اگر اہل حدیث لفظ قرآن پاک اور حدیث نبوی میں مسلمین کے لفظ سے بھی زیادہ آیا ہو تو ایسی آیات واحادیث ذکر فرمائیں، ہم اہل حدیث اپنے آپ کو پوری امت میں سے حق پر سمجھتے ہیں باقی سب کو بدعتی و گمراہ سمجھتے ہیں نہ ان کی مساجد میں جاتے ہیں نہ ان کے پیچھے پڑھتے ہیں اور نہ خلوص دل سے ان کے واعظ سنتے ہیں، اگر یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہا تو پھر پوری امت اجابت اور امت دعوت کی گمراہیوں کفر شرک اور ان کی اموات ہمارے گریبان میں ہے کیونکہ ہمیں قرآن مجید اور حدیث سے یہ حکم ملا ہے کہ اصلاح وتبلیغ کے لیے ہم ذمہ دار ہیں، ان تک جائیں ان کو بصیرت سے، نرمی سے، حکمت ودانائی سے، اکرام واحترام سے دین کی تعلیم دیں، پھر اگر تکلیفیں پہنچیں تو صبر کریں، آپ پہچانے کا حق ادا کرو، ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، منوانا ہماری ذمہ داری نہیں۔ اگر ہم نہ ان کی مساجد میں جائیں نہ ان کا اکرام کریں، نہ انہیں سنائیں اور نہ سنیں تو پھر کس طرح تبلیغ کے خدائی حکم کو بجا لائیں گے۔ سنت نبوی تو یہ ہے کہ گھر گھر جا کر بار بار گھر سے لے کر پوری دنیا کے اندر قیامت تک یہ کام ہمارے ذمہ لگایا گیا اور یہ ہمارا مزاج بن چکا ہے کہ بن سنے اور جلد یہ ریمارک دے دیتے ہیں کہ فلاں قادیانی ہیں اور فلانے مشرک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ہمیں کافر سمجھتے ہیں، ان سے نہ بات کرنی ہے اور نہ ان سے کچھ سننا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کو دعوت الی اللہ اور تبلیغ کے کام میں نعوذ باللہ جادوگر، جھوٹا، بے دین کے برے برے الفاظ کہے گئے تھے، لیکن آپ نرمی پیار سے دعوت دیتے رہے کہ ''اے انسانو! لا الہ الا اللہ کا اقرار کرو اور نجات حاصل کرو'' یہ تقریباً ۱۰ سال ۱۳ سال محنت کی گئی، تکالیف برداشت کی گئیں۔ ہم کون ہوتے ہیں کہ نبی ﷺ سے بھی زیادہ بزرگی اور مرتبہ عزت رکھ کر صرف دوسروں پر حملہ آور ہوتے رہیں، ہمارا خلق عظیم ہونا چاہیے ہماری اصلاح و تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے بدعات اور گمراہیاں شرک و کفر بڑھ رہے ہیں' اموات واقع ہو رہی ہیں، یہ وزن ہمارے کندھوں پر پڑ رہا ہے ہم دنیا کے مختلف شعبہ جات میں آرام سے بیٹھ کر صرف ان کے خلاف بیان بازی کر رہے ہیں، مہربانی فرما کر اصلاح اور تبلیغ کے کام کی اہمیت اور انسان پر جوابدہی سے آگاہ فرمائیں گے، عین نوازش ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ تعالیٰ التوفیق.

۱۔ دونوں نام ہی صحیح ہیں، ایک جماعت کے دو نام ہیں کیونکہ اہل حدیث ہی مسلم ہے اور صحیح مسلم اہل حدیث ہی ہے۔ مثلاً جو لوگ بدعت و شرک کے کاموں میں بتلا ہیں جیسے قبر پرستی، غیر اللہ کی پوجا پاٹ یا ان غیر اللہ کو عالم الغیب کہنے والے سب ہی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں، لیکن وہ صحیح مسلمان نہیں، البتہ اہل حدیث ہی ایک ایسی جماعت ہے، جس کا مسلک ان شرک و بدعت کے کاموں سے محفوظ ومأمون ہے لہٰذا یہی صحیح مسلمین ہیں اور جو کہتا ہے کہ میں اب جماعت المسلمین میں داخل ہوا ہوں اسے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ اس سے پہلے غیر مسلم تھا، ایضاً مسلمین صرف رسول اللہ ﷺ کی امت کا نام نہیں بلکہ پہلی امتوں کو بھی مسلمین کہا گیا ہے، جیسے ارشاد ہے ﴿هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا﴾ (الحج : ۷۸) نوح علیہ السلام سے منقول ہے کہ ﴿اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۝﴾ (یونس : ۷۲) ابراہیم علیہ السلام کے لیے بھی مذکور ہے کہ ﴿وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا﴾ (آل عمران : ۶۷) اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی آیا ہے کہ ﴿فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ۝﴾ (یونس : ۸٤) اور عیسیٰ علیہ السلام کی قوم سے بھی منقول ہے کہ ﴿وَ اشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۝﴾ (آل عمران : ۵۲)

لیکن ان انبیاء میں سے کچھ نبیوں کے لیے دیگر امتیازی القاب بھی آئے ہیں مثلاً: ابراہیم علیہ السلام کو حنیف کہا گیا حنیف کی معنیٰ ہے (الصحيح الميل الى الاسلام الثابت عليه القاموس : ۳/ ۱۳۰) یعنی اسلام کی طرف صحیح مائل ہونے والا اور اس پر ثابت قدم رہنے والا اور ظاہر ہے کہ اس صفت کے علاوہ مسلم نہ ہوگا، مسلم کی خود یہ صفت ہے لیکن اس کے باوجود دوسری صفت ملائی گئی، کیونکہ اللہ کے علم میں یہ بات پہلے ہی سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو اپنے آپ کو مسلم کہلوائیں گے مگر ان کا اسلام کی طرف کوئی پختہ میلان نہ ہوگا، بلکہ مشرک پیروں اور قبروں کے پوجاری اور کٹر بدعتی بھی اپنے آپ کو مسلم کہلوائیں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ یہ دوسری صفت ساتھ ملا کر امتیاز کر دیا کہ مسلم وہی قابل قبول ہے جو حنیف ہو، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بھی دیگر امتوں سے ممتاز کرنے کے لیے ان کو اپنی کتاب کے نام سے منسوب کیا گیا اور فرمایا کہ ﴿وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ﴾ (المائدۃ: ٤٧) اس طرح اس مسلمین نام کے باوجود دوسرا لقب دیا گیا اور صفت بیان کی گئی اور انہیں اہل الانجیل کہا گیا، یعنی انجیل والے۔

ثابت ہوا کہ مسلم نام کے ساتھ صفاتی لقب دینے کا طریقہ بھی قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ صحیح بخاری: ۱/۷۹، کتاب المواقیت باب من ادرک رکعة من العصر قبل الغروب. یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ:

((انما بقائکم فیما سلف قبلکم من الامم کما بین صلاة العصر الی غروب الشمس أُوتی اهل التوراة التورات فعملوا حتی اذا انتصف النهار عجزوا فاعطوا قیراطا قیراطا ثم اوتی اهل الانجیل الانجیل فعملوا الی صلاة العصر ثم عجز وافاعطوا قیراطا قیراطا ثم او تینا القرآن فعملنا الی غروب الشمس فاعطینا قیراطین قیراطین فقال اهل الکتابین ای ربنا اعطیت هولاء قیراطین قیراطین واعطیتنا قیراطا قیراطا ونحن کنا اکثر عملا قال الله عزوجل هل ظلمتکم من اجرکم من شئی قالوا لا قال وهو فضلی اوتیه من أشاء))

یعنی پہلی امتوں کے مقابلے میں تمہاری زندگی آخری صرف عصر نماز سے غروب تک ہے، اہل تورات کو تورات دی گئی تو انہوں نے آدھے دن تک عمل کیا، پھر عاجز آ گئے، ان کو اجرت میں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر اس کے بعد اہل الانجیل کو انجیل دی گئی انہوں نے عصر نماز تک عمل کیا ان کو بھی اجرت میں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر ہمیں قرآن دیا گیا، پس ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا اور ہمیں دو دو قیراط دیئے گئے، پھر دونوں کتابوں والوں (تورات اور انجیل والوں) نے کہا کہ اے ہمارے رب! تو نے ان کو دو دو قیراط دیئے ہیں اور ہمیں ایک ایک دیا ہے اور ہمارا عمل زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہاری اجرت میں کوئی ناانصافی کی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں پھر فرمایا ان کو میرا یہ بڑھا کر دینا میرا فضل ہے اور وہ جسے چاہوں دوں۔

اب اگر کوئی شخص کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کا دیا ہوا نام چھوڑ کر ان کو دوسرے نام کیوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیئے، موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اہل التورات اور عیسیٰ علیہ السلام کی قوم اہل الانجیل کے نام کیوں دیئے یہ اعتراض کرنے والا بیوقوف ہوگا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح نام نہیں چھوڑا بلکہ اس کے ساتھ دوسرا صفاتی نام ذکر کیا، پھر اگر تینوں جماعتوں کو مسلمین کے نام سے ذکر فرماتے تو التباس رہتا کہ معلوم نہیں کہ نصف النہار تک عمل کرنے والے کون سے مسلمان مراد ہیں اور عصر تک کونسے؟ اور مغرب تک کونسے؟ یہاں صفاتی نام اور لقب ذکر کر کے واضح کیا اور التباس کو دور کیا، اس طرح جب سب قومیں یہ امت خواہ پہلی امتیں سب ہی مسلمین ہیں، تو پہلی امتوں کو امتیاز خاطر وصفی نام اور لقب دے کر رہنمائی کی گئی کہ یہ لقب اور صفاتی نام اصل نام کی مخالفت نہیں اس نام سے بلوانا یا مسمی ہونا مسلم نام کے منافی نہیں ہے نہ اس کا انکار ہے اور نہ ہی اسے ترک کرنا ہے، بلکہ صرف مسلم کہنے سے ایک تو امتیازی القاب ختم ہو جائیں گے بلکہ التباس رہے گا کہ اگلی امتوں کے مسلمین مراد ہیں، یا اس امت کے۔ الغرض کہ اہل حدیث لقب ضروری ہے، اہلحدیث نہیں ہوسکتا، البتہ صرف مسلم کہنا کافی نہیں کیونکہ اس میں التباس ہے کہ اس امت سے یہیں یا اگلی امتوں میں سے، اس لیے اہل حدیث کہلوانے سے مسلمانی کا ثبوت ملے گا، اور واضح ہو جائے گا کہ یہ اس امت کے مسلمین ہیں، پھر التباس ختم ہو جائے گا۔ وباللہ التوفیق

۲۔ اس لقب کا ثبوت خود رسول اللہ ﷺ کے دور سے ہے، کہ آپ نے ۷۳ فرقوں کی پیشین گوئی فرمائی ہے، ایک کو ناجی اور فلاح پانے والے اور باقی ۷۲ کو جہنمی قرار دیا ہے، اس ناجی فرقہ کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کونسا ہے؟ تو آپ نے اس کی نشانیاں بتائیں کہ جو فرقہ اس طریقہ پر ہوگا، جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں، ظاہر ہے کہ تمام فرقے اپنے ناموں سے مشہور ہوئے ہیں اور یہ نشانیاں صرف ایک جماعت پر صادق آتی ہیں، جو مسلمین میں سے اہل حدیث کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اس لیے اس جماعت کے متعلق آپ خبر دے کر گئے ہیں، اور آپ کی یہ خبر یقینی اور سچی ہے آپ پر مسلمانوں کا ایمان اور یقین ہے، اس کی دیگر امثال بھی ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: ((ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین)) (رواہ البخاری، مشکوٰۃ: ۲/۹۸۵) یعنی یہ میرا بیٹا سردار ہے، اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا اور ظاہر ہے کہ نہ کسی جماعت کا نام ہے نہ صلح کا طریقہ مذکور ہے، مگر جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ان کے سخت اختلافات کو دیکھتے ہوئے حسن معاویہ رضی اللہ عنہما کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے اور مسلمان جو دو جماعتیں تھے وہ سب مل کر ایک ہوگئے تو مسلمان سمجھ گئے کہ وہ ہی آپ کی پیشین گوئی کا مصداق ہے، اس طرح ناجی فرقہ کے متعلق نشانیاں بتائیں جو جماعت اہل حدیث میں دیکھ کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان سمجھ گئے کہ آپ کی پیشین گوئی سے مراد یہی جماعت ہے۔

ثانیاً: یمن میں قدیم زمانہ سے مسلک اہل حدیث رائج تھا، اکثر لوگ اہل حدیث تھے۔(اصول الدین لابی المنصور تمیمی بغدادی: ۳۱۲) اور یمن میں اسلام رسول اللہ ﷺ کے دور میں آیا تھا اور آپ نے چار صحابہ کو وہاں تبلیغ کے لیے بھیجا تھا۔ (۱) امیر المومنین علی بن ابی طالب (۲) معاذ بن جبل (۳) ابوموسیٰ اشعری (۴) جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہم چاروں کا ذکر صحیح بخاری میں ہے، ان کا اہل حدیث ہونا یہ زبردست دلیل ہے کہ انہوں نے یہ مسلک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیکھا تھا اور انہوں نے یہ نام معلوم کیا اور صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، باقی برادرم علامہ سید محبّ اللہ شاہ صاحب زاد اللہ شرفا وکرما کا اس مسئلہ کے متعلق لکھا ہوا رسالہ ہمارے پاس موجود ہے، جس میں صاف لکھتے ہیں کہ ''بلکہ صحابہ کے دور میں اس کا (اہل حدیث کا) سراغ ملتا ہے وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ صحابہ اور تابعین میں یہ لقب مشہور ہوا۔ امام عامر بن شرحبیل شعبی جو کبار تابعین میں سے تھے، آپ کی پانچ سو صحابہ سے ملاقات ہے اور ۴۸ صحابہ آپ کے استاذ ہیں، جن سے انہوں نے احادیث سنی ہیں۔(تہذیب التھذیب: ۵/ ۶۷) فرماتے ہیں:

((لو استقبلت من امری ما استدبرت ما حدثت الا بما اجمع علیه اهل الحدیث)) (تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۳۸)

یعنی جو کچھ اب مجھے معلوم ہوا ہے اگر پہلے معلوم ہو جاتا تو وہ احادیث بیان کرتا جن پر اہل حدیث کا اجماع ہے، امام شعبی اپنے اس قول میں اپنے اساتذہ کو اہل حدیث کہتے ہیں، جو صحابہ اور کبار تابعین ہیں، جن میں یہ نام رائج تھا، تب انہوں نے ان کو یہ نام دیا اور انہی سے یہ نام سیکھا۔

الغرض! اس لقب کا ثبوت قرآن وحدیث سے دے چکے ہیں۔ اور یہ ثابت کر چکے ہیں کہ صرف مسلمین کہلوانے میں التباس ہے کہ اس امت کے مسلمین ہیں یا اگلی امتوں کے؟ اور اہل حدیث کہنے میں التباس نہیں رہتا اور اس میں مسلمین بھی آجاتا ہے، کیونکہ غیر مسلم اہل حدیث نہیں ہوسکتا، باقی یہ کہنا کہ اہل حدیث اپنے آپ کو حق پر اور دوسروں کو بدعتی گمراہ کہتے ہیں، تو اس کے لیے عرض ہے کہ جماعتیں دراصل دو ہیں، ایک وہ ہیں جو قرآن حدیث کے علاوہ کسی چیز کو واجب الاتباع نہیں مانتے یہ جماعت اہل حدیث ہے دوسری جماعت ان کی ہے، جو قرآن اور حدیث کے علاوہ راء، ائمہ کی فقہ اور پیروں کے ملفوظات کو بھی واجب الاتباع جانتے ہیں اور کوئی بھی اپنے آپ کو غیر مسلم ماننے کے لیے تیار نہیں۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ پہلے جماعت حق پر ہے اور دوسری جماعت گمراہ ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے غیر وحی کو دین قرار دیا ہے اور اس لیے کہ انہوں نے اصل دین قرآن وحدیث میں امتیوں کے اقوال وافعال کو داخل کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی مساجد سب اللہ کی ہیں، ﴿وان المساجد اللہ﴾ (الجن) یعنی مساجد صرف اللہ کی ہیں، اس لیے کسی بھی مسجد میں جا کر نماز پڑھی جا سکتی ہے لیکن جو لوگ بدعات اور غلط عقائد میں ملوث ہیں ان کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی کیونکہ امام کے لیے شرط ہے کہ وہ صحیح العقیدہ ہونا چاہیے۔

رہی دعوت، تبلیغ تو ہمیں صبر واستقامت سے پہچانی چاہیے اور اس میں اچھا اور بہتر اخلاق ضروری ہے، اگر کچھ لوگوں میں اس کے خلاف عادات ہیں تو اس سے ہمارا مسلک مجروح نہیں ہوگا، نہ ہی اس کا قصور ہے ہم اس کے لیے بھی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے تا کہ سنت کے مطابق دعوت دیتے رہیں۔

والله الهادی الی سواء السبیل .

ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی المکی

غفر الله له ولوالدیه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجاب

عورت کے فرائض، ذمہ داریاں

اور چہرے کا پردہ

عرصہ دراز سے یہ مسئلہ عام ہے کہ عورت کے چہرے کا پردہ ہے کہ نہیں؟ دونوں طرف سے دلائل کی بوچھاڑ کی جاتی ہے یہی سوال شاہ صاحب رحمہ اللہ سے کیا گیا تو انہوں نے اپنے ایک خطاب میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی اور عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا کہ عورت کے چہرے کا پردہ لازمی اور ضروری ہے کیونکہ یہ ہی عورت کا امتیازی نشان ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت کو اللہ تعالیٰ نے شرم وحیا کے زیور سے آراستہ کیا ہے اور اس کے ذمے وہی کام لگائے ہیں جو اس کی فطرت کے موافق ہوں، کیونکہ اس کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے نزاکت رکھی ہے تو کام بھی اس کے لیے وہی مقرر کیے ہیں جن کو وہ بآسانی ادا کر سکے۔ عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے گھر کے تمام کام مقرر فرمائے، گھر کی دیکھ بھال، کھانا پکانا، بچوں کی نگہداشت، خاوند کے آرام وآسائش کا خیال رکھنا۔ عورتوں کو یہاں تک حکم ہے کہ خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزے، نفلی نماز بھی ادا نہ کرے، خاوند کی بغیر اجازت گھر سے نہ نکلے۔ اگر خاوند محرم سے ملنے سے روکتا ہے تو وہ نہ ملے غرض شوہر کی تابعداری لازمی ہے، صرف تابعداری کی مخالفت اس وقت ہے کہ وہ غیر شرعی کام کرنے کو کہتا ہے یا فرض نماز وغیرہ سے منع کرتا ہے تو اس میں اس کی تابعداری نہیں کرنی ہے، باقی ہر حالت میں شوہر کی تابعداری کرنی ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جس عورت کا خاوند ناراض ہو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہوتا ہے اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ایما امرأة صلت خمسها وصامت شهرها واحصنت فرجها واطاعت بعلها فلتدخل من ای ابواب الجنة شآء ت)) (رواه ابو نعيم فی الحلية بحواله مشكوٰة)

''جو عورت تین کام کرتی ہے، پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہے رمضان المبارک کے روزے رکھتی ہے اور خاوند کی تابعداری کرتی ہے تو قیامت کے روز اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھلے ہوں گے وہ جس دروازے سے چاہے چلی جائے۔''

یعنی فرائض الٰہی کے بعد شوہر کی تابعداری کا حکم ہے، تو عورت کو چاہیے کہ ہر حالت میں اپنے خاوند کی تابعداری کرے، اس مسئلے پر حدیثیں تو بہت ہیں لیکن میں اختصار سے کام لے رہا ہوں، ویسے بھی مسلمان مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک بھی حکم مل جائے تو وہ اس کے لیے کافی ہے، بس اس حکم پر فوراً عمل شروع کر دے، تو عورتوں کے لیے اسلام نے یہی حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گھر کی دیکھ بھال کرے، باہر کی ذمہ داری اس کی نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ذمے لگائی ہے۔

عورت کی گھر کی ذمہ داری ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ (النساء: ٣٤)

''پس نیک فرمانبردار عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی کی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلاحیت کی اقسام:

(۱) دین کی صلاحیت (۲) دنیا کی صلاحیت

صالح ہوں، صلاحیت دونوں طرح دین کی صلاحیت، دنیاوی صلاحیت، دنیا کی صلاحیت یہ ہے کہ گھر کے تمام امور کو احسن طریقے سے ادا کرنا، مثلاً کھانا پکانا، سینا پرونا، گھر کی صفائی ستھرائی، بچوں کی نگہداشت، ان کا خیال، غرض تمام وہ کام جن کا تعلق گھر سے ہو۔ اور دینی صلاحیت یہ ہے کہ نماز روزے پابندی سے رکھیں، تلاوت کریں، بچوں کو بھی اسلامی آداب سکھائیں، غرض دین کے تمام احکام بھی پورے طور سے ادا کریں۔ "قانتات" ہر وقت کھڑی رہنے والی، اللہ تعالیٰ و رسول اکرم ﷺ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے اور خاوند کی تابعداری کے لیے ہر وقت تیار رہنے والی، جب بھی نماز کا وقت ہو فوراً نماز ادا کرے اور جب بھی خاوند کوئی حکم دے فوراً اس کو پورا کرے، "حَـٰفِظَـٰتٌ لِّلْغَيْبِ" غائبانہ حفاظت کرنے والی، مرد کی غیر موجودگی میں اس کی شرم وحیا اور عزت، خاوند کے بچوں کی اور خاوند کی بیوی کی، کیونکہ وہ خود بھی خاوند کی ہے، اس لیے خود اپنی حفاظت کرنے والی، اس لیے خاوند کی غیر موجودگی میں اپنی شرم وحیا کی، عزت وعصمت کی حفاظت کرے، تاکہ اس کے خاوند کی عزت پر آنچ نہ آئے اگر بیویاں اس طرح اپنے حق کو ادا کریں تو دنیا میں ہی گھر جنت کا نمونہ بن جائے۔

شرم وحیاء کا تقاضا:

اب آیئے پردہ کی طرف، پردہ کرنا بھی حقوق میں سے ایک حق ہے جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ذمے مقرر کیا ہے، کیونکہ پردے سے ہی اس کی شرم وحیا اس کی عزت وعصمت محفوظ رہ سکتی ہے لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پردہ کرنا عورت کا خود اپنے اوپر اس کا حق ہے جیسا کہ ہم نے شروع میں بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی فطرت میں شرم وحیا کو رکھا ہے اس کو نازک صنف بنایا ہے تو شرم وحیا کا تقاضا یہی ہے کہ وہ پردے میں رہیں، پردے میں ہی ان کی شرم وحیا باقی رہ سکتی ہے، یہ عام مشاہدہ ہے کہ اگر کوئی آدمی شریف ہوتا ہے تو لوگ اس کی شرافت کی وجہ سے اس کی عزت کرتے ہیں، اس کے سامنے بدتمیزی سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ میں ان عورتوں کی بات کر رہا ہوں جو شرعی پردہ کرتی ہیں، ایسا برقعہ پہنتی ہیں جس میں تمام اعضاء چھپ جاتے ہیں لیکن جو آج کل برقعہ چل رہا ہے یہ تو پردے کے نام پر دھبہ ہے کیونکہ اس کو پہننے سے جسم کا ایک ایک عضو نظر آتا ہے، یہ پردہ نہیں بلکہ کھلی بے پردگی ہے کیونکہ اس میں جسم کا ہر عضو دعوت نظارہ دیتا ہے، لہٰذا پردہ کرنا یہ عورت کا خود اپنے اوپر حق ہے کیونکہ پردے ہی میں ان کی عزت محفوظ رہ سکتی ہے، ہم کھاتے کیوں ہیں اس لیے کہ ہمارے پیٹ کا حق ہے، ہم سوتے کیوں ہیں اس لیے کہ ہماری آنکھوں کا حق ہے۔ ایک صحابی تمام رات کو عبادت کرتا تھا اور دن میں روزے رکھتا تھا آپ ﷺ نے اس کو منع فرمایا اور اس کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتایا کہ (فان لعینك علیك حقا) تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، اگر سوؤ گے نہیں تو آنکھوں کا حق ادا نہیں ہوگا۔ (ولزوجك علیك حقا) ''تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، تم ساری رات عبادت کرو گے تو اس کے حق کو کیسے پورا کرو گے؟'' (ولجسدك علیك حقا) تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے دن کو روزے رکھو گے رات کو عبادت کرو گے تو جسم کو کب آرام دو گے؟ لہٰذا یہ طریقہ غلط ہے، اسلام نے ہم کو سمجھایا ہے کہ جس طرح ایک دوسرے کے حقوق ہیں اسی طرح تمہارے اوپر تمہاری جان کا بھی حق ہے، آپ دیکھیں کہ اسلام کی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ کسی دوسرے پر ظلم نہ کرو، اور نہ ہی اپنے اوپر ظلم کرو، کسی کا حق مت مارو، اور اپنی جان کے حق کو بھی ادا کرو۔ تو میری بہنو! پردہ کرنا یہ تمہارا اپنے اوپر حق ہے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں پردے کے متعلق فرماتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (الاحزاب : ٥٩)

''اے نبی! اپنی بیویوں کو، اپنی بیٹیوں کو اور مسلمان عورتوں کو سمجھا دیجئے کہ وہ پردہ میں رہیں اور باپردہ ہوکر باہر نکلیں تاکہ وہ دور سے پہچانی جائیں یہ مسلمان عورتیں ہیں۔ پھر نہ ستائی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

آپ ﷺ کے زمانے میں جب پردہ کا حکم نازل ہوا تو اس کے بعد کوئی عورت بے پردہ گھر سے باہر نہیں نکلتی تھی بلکہ باپردہ ہوکر گھر سے باہر نکلا کرتی تھی، وہ دور سے پہچانی جاتی تھیں، یہود ونصاریٰ اور مشرکین مکہ کی عورتیں بے پردہ پھرا کرتی تھیں تو جو عورت آپ ﷺ کے زمانے میں بے پردہ پھرتی تھیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان عورتوں کو مسلمان نہیں جانتے تھے۔

پردہ مسلمان عورت کا امتیازی نشان ہے:

پردہ مسلمان عورتوں کا امتیازی نشان ہے اور حقیقت میں مسلمان اور کفار میں بہت فرق ہے، ان کی شکل وصورت میں، لباس میں، تہذیب میں، ثقافت میں، معیشت میں، معاشرت میں سب چیزوں میں بہت فرق ہے، اور یہ فرق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے لیکن افسوس! آج کا مسلمان اس کو مسلمانوں کا حلیہ، ان کا طریقہ اچھا نہیں لگتا، جبکہ کفار کا حلیہ، کفار کی تعلیم، کفار کی مشابہت میں ہم بہت خوش رہتے ہیں، ان کی نقالی ہم کو بھاتی ہے، پھر کیوں نہ ہم پر فتنے فساد مسلط ہوں؟ پھر کیوں نہ ہم پر اللہ کے عذاب نازل ہوں؟ یہ جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ آئے دن کوئی نہ کوئی فساد کھڑا ہوتا ہے، یہاں ہنگامہ ہوگیا، وہاں اتنے آدمی مر گئے یہ سب کیا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شکلیں ہیں، پھر پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

((من تشبه بقوم فهو منهم)) (ابو داود)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں سے ہے۔''

تو مسلمان عورت کا امتیازی نشان پردہ ہے، بے پردہ پھرنا یہ تو یہود ونصاریٰ کی سنت ہے، مسلمان عورت کا پردہ کرنا یہ اس کا اپنا اس کے اوپر حق ہے، لہٰذا میری بہنو! تم اپنے حق اور مقام کو پہچانو، جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے۔

پردے میں ہی عورت کی عزت ہے:

اللہ تعالیٰ نے جو تم کو پردے کا حکم دیا ہے اس میں تمہاری عزت ہے، پردے میں تمہاری عزت محفوظ رہے گی عورتیں خود سوچیں جو بے پردہ نکلتی ہیں، جو لوگ ان کو دیکھتے ہیں وہ کن نظروں سے دیکھتے ہیں، کیا ماں کی نظر سے دیکھتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔ تو پھر کیا بیٹی کی نظروں سے دیکھتے ہیں؟ نہیں، بلکہ یقیناً نہیں۔ تو پھر کون سی نظر سے دیکھتے ہیں؟ غلط نظروں سے، یقیناً غلط نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اب تم خود سوچ لو کہ اس سے زیادہ تمہاری اور کیا بے عزتی ہو سکتی ہے۔

اور پھر یہ بے عزتی تو تم خود کراتی ہو، عورت تو ہر لحاظ سے قابل عزت چیز ہے۔ ماں ہے تو عزت ہے، بہن ہے تو بھی عزت ہے، بیٹی ہے جب بھی عزت ہے، بیوی ہے جب بھی عزت ہے، عورت ہر لحاظ سے عزت ہی عزت ہے، اس لیے اپنی عزت کراؤ تاکہ دوسروں کی بھی عزت محفوظ رہے اور تمہاری عزت پردے ہی میں محفوظ رہ سکتی ہے۔

عورت کا لفظی معنیٰ:

پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے: (المرأة عورة) عورت عربی کا لفظ ہے اور عورت کے معنی ہیں ننگا پن، تو آپ ﷺ کا فرمان ہے عورت پوری کی پوری ننگی ہے، اس کو چھپاؤ اس کو ڈھانپو، اس کو پردے میں رکھو، پھر ہمارے یہاں مستورات کہا جاتا ہے مستور ستر سے ہے، ستر کو چھپایا جاتا ہے، کوئی بھی اپنی ستر کو ننگا کر کے نہیں پھرتا، البتہ پاگل ضرور اپنی ستر کھول کر پھرتے ہیں، اگر عورتیں اپنے نام پر ہی غور کر لیں جوان کو کہا جاتا ہے تو یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے، تم مستورات ہو، مستورات ہی بن کر رہو، مکشوفات مت بنو، یعنی کھلی ہوئی۔ دوسری جگہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ (النور: ٣٠)

''اے نبی! مومنین کے مردوں کو سمجھا دیجئے کہ وہ اپنی نظروں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔''

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ (النور: ٣١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور مسلمان عورتوں کو بھی سمجھا دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کریں۔''

یہاں کیا حکم ہو رہا ہے مرد اور عورت دونوں اپنی اپنی نظروں کو نیچی رکھیں، نہ عورت غیر مرد کو دیکھے نہ غیر مرد غیر عورت کو دیکھے اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔

یہ حکم اس وقت نازل ہوا تھا کہ جب عورتیں پردے میں رہتی تھیں ان کو حکم ہو رہا ہے کہ اگر عورت جا رہی ہے تو اس کی طرف نظر اٹھا کر مت دیکھو حالانکہ وہ پردے میں ہے پھر عورتوں کو بھی یہی حکم ہے میں نے بتایا تھا کہ غیر مرد سے اگر گفتگو کرنی پڑ جائے تو کس طرح کرے، یہ تمام احکام اللہ تعالیٰ نے اس لیے نازل فرمائے ہیں کہ کسی کو کوئی غلط کام کرنے کا موقع نہ ملے کیونکہ انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے، پھر دیکھیں حج کے موقع پر احرام باندھا جاتا ہے احرام کا مطلب ہے کہ اپنے اوپر کئی چیزوں کو حرام کرنا مثلاً: سر نہ ڈھانکنا، ٹخنے نہ ڈھانکنا، سلے ہوئے کپڑے نہ پہننا اسی طرح عورتوں کا احرام چہرے میں ہے، یعنی وہ چہرہ نہ ڈھانکے ہاتھوں میں دستانے نہ پہنیں لیکن اگر مرد سامنے آ جاتا ہے تو چہرے پر کپڑا ڈال لیا جاتا ہے، جامع ترمذی میں حدیث ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''ہم احرام میں ہوتیں لیکن اگر کوئی غیر مرد سامنے آ جاتا تو منہ پر کپڑا ڈال لیتیں، اندازہ کریں کہ وہ عورتیں جو پردہ نہیں کرتیں کہ پردے کا کتنا سخت حکم ہے کہ حج کے دوران عورتوں کو چہرہ ڈھانکنا حرام ہے لیکن اس حالت میں بھی اگر غیر مرد سامنے آ جاتا ہے تو پردہ کرنا ہے، پھر وہ عورتیں اب خود سوچ لیں جو پردہ نہیں کرتیں، وہ کتنا بڑا عذاب اپنے اوپر لے رہی ہیں۔

چہرے اور ہاتھ کا پردہ:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ چہرے اور ہاتھ کا پردہ نہیں ہے، اس مسئلہ کو بھی واضح کر دوں کہ وہ اس آیت سے غلط استدلال کرتے ہیں جو ایک انتہائی ضعیف حدیث کی وجہ سے ہے، وہ آیت یہ ہے:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ (النور: ۳۱)

''کہ اپنی زینت کو مت ظاہر کرو مگر جو ظاہر ہو جائے۔''

اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں، یہ استدلال بالکل غلط ہے جو ایک ضعیف حدیث کی وجہ سے ہے، میں ان حضرات سے سوال کرتا ہوں وہ مجھ کو بتائیں کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات، آپ ﷺ کی بیٹیاں اور صحابیات کیا کھول کر پھرا کرتی تھیں جس کو ڈھانکنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے نازل کیا، کیونکہ بقول ہمارے دوستوں کے ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں چہرہ اور ہاتھ داخل نہیں ہیں، ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی بیٹیاں اور صحابیات منہ اور ہاتھ کے علاوہ کیا کھول کر پھرا کرتی تھیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ڈھانکنے کا حکم دیا ہے، کیا مجھ کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے دوست بتا سکتے ہیں؟ اس مسئلہ کو دوسری مثال سے سمجھیں اسلام نے لڑکے کو اجازت دی ہے کہ وہ اس لڑکی کو جس کی اس کے ساتھ منگنی ہوئی ہے شادی ہونے والی ہے دیکھ سکتا ہے؟ تو مانا کہ پردہ ہے جب ہی تو دیکھ سکتا ہے اگر پردہ نہ ہو تو دیکھنے کی اجازت کے کیا معنی؟ اب لڑکا اگر دیکھنا چاہے تو لڑکی والے کہیں کہ لڑکی کا چہرہ اور ہاتھ نہیں دکھائیں گے باقی تم پورا جسم دیکھ لو، کیا کوئی اس رشتہ کو قبول کرے گا؟ ہرگز نہیں، لڑکی والے کہیں گے کہ ہم چہرہ اور ہاتھ نہ دکھائیں گے باقی جو تمہارا دل چاہے دیکھ لو کوئی نوجوان اس کو قبول کرے گا؟ کبھی نہیں کیونکہ اس لیے کہ زینت دراصل چہرہ ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ بنیادی چیز اصل میں چہرہ ہی ہے، چہرے کے بغیر کچھ نہیں ہے، تو اصل میں پردہ ہی چہرے کی بنیادی چیز ہے، واقعہ افک میں ایک اور مثال دیتا ہوں اور اس مثال سے اس مسئلے کو سمجھئے آپ نے خود وہ واقعہ اکثر علماء سے سنا ہوگا جس میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی ہے، ام المومنین خود بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کا سفر میں ہمیشہ اصول ہوتا کہ ایک آدمی کو پیچھے چھوڑتے تھے، جو ایک منزل پیچھے آتا تھا کہ کسی کی کوئی چیز گر جائے یا کوئی اور معاملہ ہو جائے تو ایک جگہ ہمارے قافلے نے پڑاؤ ڈالا، مجھ کو رفع حاجت کی ضرورت ہوئی میں باہر چلی گئی، آپ ﷺ نے قافلے کی روانگی کا حکم دے دیا لوگوں نے میری پالکی اٹھا کر اونٹ پر رکھ دی، آپ خود بیان فرماتی ہیں کہ میں ان دنوں کافی بیمار تھی، بیماری کے سبب میرا وزن بہت کم ہو گیا تھا، ویسے آپ کا وزن بہت کم تھا، آپ دبلی پتلی تھیں تو آپ بیان فرماتی ہیں کہ صحابہ نے میری پالکی اٹھا کر اونٹ پر رکھ دی ان کو یہ محسوس ہی نہیں ہوا کہ میں اندر ہوں یا نہیں اور قافلہ روانہ ہو گیا، ویسے پردے کی وجہ سے ان کو پالکی کے اندر دیکھنے کی اجازت نہیں تھی، آپ فرماتی ہیں کہ جب میں فارغ ہو کر واپس آئی اور میں نے دیکھا کہ قافلہ وہاں نہیں ہے تو میں بہت پریشان ہوئی، آخر اپنی چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئی اور دل میں سوچ لیا کہ آگے جا کر جب یہ لوگ مجھے نہ پائیں گے تو خود ہی ڈھونڈتے ہوئے آجائیں گے، اسی حالت میں مجھے نیند آگئی، صبح کے وقت صفوان بن معطل سلمی اس جگہ سے گزرے جہاں میں سو رہی تھی اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے، کیونکہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے وہ مجھے بارہا دیکھ چکے تھے، مجھے دیکھ کر انہوں نے اونٹ روک لیا اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکل گیا انا للہ وانا الیہ راجعون رسول اللہ ﷺ کی بیوی یہیں رہ گئیں، اس آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اٹھ کر فوراً اپنے منہ پر چادر ڈال لی، انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی، لا کر اپنا اونٹ میرے پاس بٹھا دیا اور الگ ہٹ کر کھڑے ہو گئے، میں اونٹ پر سوار ہو گئی اور وہ نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے۔ دوپہر کے وقت ہم نے لشکر کو جا لیا، جب کہ وہ ایک جگہ جا کر ابھی ٹھہرا ہی تھا اور لشکر والوں کو ابھی تک یہ پتہ نہ چلا تھا کہ میں پیچھے رہ گئی ہوں۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اب ذرا غور کریں جیسا کہ ہمارے دوست کہتے ہیں کہ چہرے اور ہاتھ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پردہ نہیں ہے تو ام المومنین کیا فرما رہی ہیں کہ پردے کا حکم آنے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا تو اس کا مطلب ہے کہ پردے کا حکم آنے کے بعد کوئی ان کو نہیں دیکھتا یا دیکھ سکتا تھا، ورنہ ام المومنین کیوں فرماتی کہ انہوں نے مجھے دیکھا تھا، (دیکھا تھا) ماضی بعید کا صیغہ ہے، وہ یہ کام کرتا تھا، لیکن اب نہیں کرتا، ام المومنین فرماتی ہیں کہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھ کو دیکھا اس کا مطلب بالکل صاف ہے کہ پردے کا حکم آنے کے بعد ہم کو کوئی نہیں دیکھتا تھا کیوں؟ اس لیے کہ کوئی مسلمان عورت بے پردہ نہیں پھرتی تھی اور سیدھی بات ہے کہ پردے کا حکم آنے کے بعد بھی ام المومنین اور مسلمان عورتیں باہر نکلا کرتی تھیں، یقیناً باہر نکلتی ہوں گی، ام المومنین کے ان الفاظ پر غور کریں کہ وہ فرماتی ہیں: پردے سے پہلے دیکھا تھا، ام المومنین پردے کا حکم آنے کے بعد کیا باہر نہیں نکلتی تھیں، جو اس صحابی نے ان کو پردے کا حکم آنے کے بعد نہیں دیکھا تھا، مطلب بالکل صاف ہے کہ پردے کا حکم آنے کے بعد کوئی بھی عورت گھر سے بے پردہ نہیں نکلا کرتی تھی بلکہ باپردہ ہو کر گھر سے نکلا کرتی تھیں، تب ہی تو ام المومنین فرماتی ہیں کہ پردے کا حکم آنے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔

احادیث میں اور بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ میں اختصار سے کام لے رہا ہوں، میرے نزدیک تو سب سے بڑی دلیل وہی ہے کہ چہرے اور ہاتھ کا پردہ نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے کیا ڈھانکنے کا حکم دیا ہے، کس کس عضو کو چھپانے کا حکم نازل فرمایا ہے اور ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی بیٹیاں اور مسلمان عورتیں کس کس عضو کو کھول کھول کر پھرتی تھیں، جس کو ڈھانکنے کا حکم دیا، مجھ کو کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔

الا ما ظهر منها کا مطلب:

ان شاء اللہ، الا ما ظهر منها کا مطلب یہ ہے کہ وہ جس کو چھپایا ہی نہ جا سکے، آپ ﷺ کا فرمان بتایا تھا کہ عورت پوری کی پوری ننگی ہے، اس کو چھپاؤ، اس کو پردے میں رکھو اب اگر کسی مجبوری کی وجہ سے باپردہ ہو کر باہر نکلتی ہے، چل کر جاتی ہے، بس یہی ہے الا ما ظهر منها جو ظاہر ہو جس کو چھپایا ہی نہ جا سکے، کیونکہ وہ چلتی ہے جاتی ہے اس کو تو چھپایا ہی نہیں جا سکتا، بس یہ ہے جس کو چھپایا نہ جا سکے کیونکہ عورت کا اپنے اوپر حق ہے جو اسلام نے اس کو دیا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر یہ احکام کیوں دیئے:

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ﴾ (النساء: ٣٤)

''صالح عورتیں وہ ہیں جو خود اپنی حفاظت کرنے والی ہیں۔''

پھر دوسری جگہ دونوں کو روکا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ (النور: ٣٠)

مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنی نظروں کو نیچی رکھیں غیر عورتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں اور عورتوں کو بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں غیر مردوں کو نہ دیکھیں۔ اگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے تو پھر اسلام نے غیر مرد کو غیر عورتوں کو دیکھنے سے کیوں منع کیا۔ اصولی بات ہے کہ منع اس چیز سے کیا جاتا ہے جو غلط ہو۔ اپنے لڑکوں کو ہم منع کرتے ہیں کہ فلاں کام مت کرو، کیوں؟ اس لیے کہ یہ کام غلط ہے فلاں سے مت ملو، اس لیے کہ فلاں آدمی غلط ہے، تو منع جب ہی کیا جاتا ہے کہ اس کے اثرات ہوں، یا وہ کام غلط ہو، اسلام نے عورتوں کو اور مردوں کو منع کیا ہے کہ وہ نظریں نیچی رکھیں نظر اٹھا کر نہ دیکھیں تو ہمارے دوست جو کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ نہیں ہے تو پھر اسلام نے کیوں منع کیا، جب چہرہ کا پردہ نہیں تو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے، کہ اصل بات یہی ہے کہ اسلام نے منع اسی وجہ سے کیا ہے کہ پردہ ہے، منع ہے، مت دیکھو نظریں نیچی رکھو۔

نابینا آدمی سے پردے کا حکم:

آپ ﷺ کے گھر میں دو ازواج مطہرات بیٹھیں تھیں ایک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے گھر آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ پردہ کرو، انہوں نے فرمایا کہ وہ تو نابینا ہیں، پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو، اگر وہ نہیں دیکھ سکتے تم تو دیکھ سکتی ہو؟ اب کیا تاویل کرو گے؟ وہ صحابی نابینا ہیں دیکھ نہیں سکتے، لیکن ازواج مطہرات کو منع فرمایا کہ پردہ کرو اور پردہ کس سے کرو، جو نابینا ہیں، ان سے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ پردہ کرو تم کو حق نہیں ہے کہ غیر مرد کو دیکھو، پردے میں رہو، آپ سوچیں کہ یہ دوست تو کہتے ہیں کہ چہرہ کا پردہ ہی نہیں ہے جبکہ آپ ﷺ نابینا سے بھی پردہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ تو مسئلہ بالکل صاف ہے اسلام میں پردہ ہے اور اس طرح بے پردہ عورتوں کا نکلنا سخت منع ہے قرآن حکیم نے عورتوں کو سمجھایا ہے: ﴿وقرن في بيوتكن﴾ عورتوں کو سمجھایا کہ تمہارا مقام گھر میں ہے، تمہاری حکومت چار دیواری میں ہے، تمہاری محنت، تمہاری کوشش جو کچھ کرنا ہے چار دیواری میں کرنا ہے اگر کسی کام سے باہر نکلنا پڑ جائے تو: ﴿ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى﴾ تم بن سنور کر بے پردہ مت نکلا کرو، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں اس طرح نکلتی تھیں، تو یہ عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ نکلنا بالکل غلط ہے، اسلام نے اس کو ختم کیا ہے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((موضوع تحت قدمي هاتين))

”جاہلیت کے زمانے کی جتنی بھی رسمیں تھیں وہ میں نے اپنے قدموں کے نیچے روند دیں۔“

آج پھر مسلمان ان کاموں کو کر رہے ہیں جن کو پیغمبر ﷺ نے اپنی ۲۳ سالہ نبوت کی زندگی میں ختم کیا، زمانہ جاہلیت کی جہاں اور رسمیں تھیں وہیں قرآن حکیم کی اس آیت سے ہم کو پتہ چلتا ہے کہ جاہلیت کے دور میں عورتیں بن سنور کر بے پردہ نکلا کرتی تھیں، اس لیے میری بہنو! تم اپنے مقام کو پہچانو، اپنی عزت کو بے پردہ ہو کر ارزاں مت کرو، تم کو اللہ تعالیٰ نے شرم وحیا کے زیور سے آراستہ کیا ہے، تم واقعی شرم وحیا کی پتلیاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو، اپنی شرم وحیا کو پردوں میں چھپا کر ہی محفوظ رکھ سکتی ہو، میں نے جیسا کہ شروع میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی قوانین وضع کیے ہیں وہ ہماری فطرت کے مطابق ہیں اگر تم سنجیدگی سے سوچو تو حقیقت میں تم اسی نتیجہ پر پہنچو گی کہ تمہاری شرم وحیا تمہاری عصمت وعفت حفاظت صرف اور صرف تب ہی ہو سکتی ہے کہ جب تم اسلامی احکام اور تعلیم پر عمل کرو گی، تم شرم وحیا کے مجسمے ہو تم اپنے باپ اپنی ماں، اپنے بھائی اور اپنے خاوند کی عزت ہو، بلکہ تم پورے خاندان کی عزت ہو اور ایک خاندان کی نگہبان ہو، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بھی تمہارے لیے ایسے قوانین بنائے ہیں کہ کوئی شیطان تمہاری طرف غلط ارادے سے ہاتھ نہ بڑھا سکے، احتیاطی ضابطوں پر پھر نظر ڈال لو ﴿فلا تخضعن بالقول﴾ کسی سے ایسے انداز میں گفتگو نہ کرو کہ کسی بیمار کو کوئی اور موقع مل جائے۔ ﴿ولا یضربن بارجلهن﴾ زور سے پاؤں بھی زمین پر مار کر مت چلو کہ کہیں تمہاری خفیہ زینت ظاہر نہ ہو جائے، خوشبو لگا کر بازار میں مت جاؤ، بے پردہ بازار میں مت جاؤ، یہ صرف اس لیے ہے کہ تم محفوظ رہو، تمہاری وجہ سے اوروں کی بھی عزت محفوظ رہے اور جو آج کل ہم فتنہ وفساد میں گھرے ہوئے ہیں اس میں بھی تمہاری بے پردگی کا بڑا ہاتھ ہے یہ سارے فتنہ وفساد بھی، ان شاء اللہ فرو ہو جائیں گے۔

قارئین کرام! اور بہنو! ہم کو برائی سے روکنے والی چیز حیا ہے۔ حیا ایسی چیز ہے کہ جس کی پاسداری کرنے سے تمام برائیاں ختم ہو سکتی ہیں اور اگر حیا نہیں ہے تو پھر کچھ باقی نہیں رہتا، پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ))

(البخاری ۲/۱۰۸۲، رقم الحدیث: ۳۴۸۴)

''فرمایا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ چلایا ہے تب ہی سے یہ فیصلہ چلا آتا ہے یہ کلمہ چلا آتا ہے۔'' (اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)

کہ کوئی چیز بھی برائیوں سے روکنے والی نہیں مگر حیا ہے، اگر حیا نہیں تو پھر انسان جو چاہے کرتا رہے لہٰذا حیا ہی مسلمانوں کا سب سے بڑا زیور ہے، خاص کر عورتوں کا اس لیے ہم کو تمام بے حیائی کے کاموں سے بچنا چاہیے، ایک دوسرے کے حقوق کا خیال کرنا چاہیے، اخلاق وکردار سے رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا داعی اور اس پر عمل کرنے والا بنائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاق دینے کا شرعی طریقہ

شریعت میں طلاق ایک ایسا فعل ہے کہ اگر میاں بیوی کا آپس میں اگر نباہ نہ ہوتو وہ طلاق کے ذریعہ ایک دوسرے سے خلاصی حاصل کر سکتے ہیں، تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس مقالہ میں تین طلاقیں دینے کا شرعی طریقہ بتایا ہے اور طلاق ثلاثہ پر پانچ احادیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں وہ ایک طلاق شمار ہوگی۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَلَاعُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اَهْلِ طَاعَتِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّابَعْدُ!

اسلام کے اصول عدل و اصلاح پر مبنی ہیں اسی بناء پر بوقت مجبوری طلاق کو جائز رکھا ہے یعنی اگر میاں بیوی کے درمیان نباہ کی صورت نہیں رہتی تو پھر طلاق کے ذریعہ وہ ایک دوسرے سے خلاصی کر سکیں باوجود اس کے کہ یہ فعل اللہ کو پسند نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

طلاق ایک ناپسندیدہ فعل ہے:

((عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ما احل اللہ شیئا ابغض الیہ من الطلاق))

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔''

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور حافظ ذہبی نے تلخیص میں اس کو صحیح مسلم کی شرط پر مانا ہے۔ اس ناپسندیدگی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آخری حربہ ہے اس سے قبل جہاں تک اصلاح کا امکان ہو تو اس کی کوشش کی جائے۔ اسی لیے شریعت نے بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے۔ سنن نسائی: ۲/ ۸۱ میں محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((قال اخبر رسول اللہ ﷺ عن رجل طلق امراتہ ثلاث تطلیقات جمیعا فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھر کم حتی قام رجل وقال یا رسول اللہ ﷺ الا اقتلہ))

''کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی شخص کی خبر دی گئی کہ اس نے بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں ہیں آپ غصہ کی حالت میں کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے کہ اللہ کی کتاب سے کھیل ہو رہا ہے حالانکہ میں تم میں موجود ہوں یہاں تک یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوگیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس کو قتل نہ کردوں؟''

بیک وقت تین طلاقوں کو ایک ساتھ دینا بدعت ہے:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ ۲/ ۳۵۵ باب طلاق السنۃ میں بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت کہا گیا ہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح طلاق دینے والے کو عاصی اور گنہگار بتلایا گیا ہے اور امام ابوبکر جصاص رازی حنفی احکام القرآن ۱/ ۳۸۳ میں صحابہ سے اس مسئلہ بابت چند آثار نقل کر کے فرماتے ہیں:

((قد ثبت عن هولاء الصحابة حظر جمع الثلاث ولا يروى عن احد من الصحابة خلافه فصار اجماعا))

''ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تین طلاقیں اکٹھی دینے کی منع ثابت ہے۔ اور کسی ایک صحابی سے اس کے خلاف منقول نہیں لہٰذا اجماع ہوا۔''

طلاق دینے کا شرعی طریقہ:

بلکہ شریعت نے طریقہ یہ بتلایا ہے کہ کم سے کم ایک مہینہ کے بعد دوسری طلاق ہو۔ چنانچہ امام نسائی نے سنن ۲/ ۸۰ میں اس کے لیے ایک باب مقرر کیا ہے کہ ''باب طلاق السنۃ'' اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں۔

((عن عبدالله قال طلاق السنة تطليقة فى غير جماع فاذا حاضت وطهرت طلقها اخرى فاذا حاضت وطهرت طلقها اخرى بعد ذلك بحيضة قال الاعمش سئلت ابراهيم فقال مثل ذلك))

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ مسنون طریقہ طلاق کا یہ ہے کہ طہر کی حالت میں بغیر ہم بستری کے ایک طلاق دے پھر ایک ماہواری کے بعد طہر آئے تو دوسری طلاق دے اسی طرح تیسرے طہر میں پھر (تیسری) طلاق دے اس کے بعد عدت گزارے۔ اور امام اعمش فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔''

اور علامہ ابوبکر جصاص رازی فرماتے ہیں۔

((قال اصحابنا احسن الطلاق ان يطلقها اذا طهرت قبل الجماع ثم يتركها حتى تنقضى عدتها وان ارادان يطلقها ثلاثا طلقها عن كل طهر واحدة قبل الجماع وهو قول الثورى وقال ابوحنيفة وبلغنا من ابراهيم عن اصحاب رسول الله ﷺ انهم كانوا يستحبون ان لا يزيدوا فى الطلاق على واحدة حتى تنقضى العدة وان هذا عندهم افضل من ان يطلقها ثلاثا عن كل طهر واحدة)) (احكام القرآن للجصاص : ۱/ ۳۸۹)

''ہمارے علماء (حنفی) نے کہا ہے کہ طلاق کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب وہ حیض سے پاک ہو تو بغیر جماع (ہم بستری) کرنے کے ایک طلاق دے دے اور اگر تین دینا چاہتا ہے تو ہر ایک طلاق ہر ایک طہر میں قبل الجماع (ہمبستری سے پہلے) دے دے یہی قول امام سفیان ثوری کا ہے۔ اور امام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ بواسطہ ابراہیم نخعی ہم کو خبر پہنچی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات پسند تھی کہ بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں نہ دی جائیں اور تین طلاقیں الگ الگ ہر ایک طہر میں دی جائیں۔"

یہی فیصلہ عقل سلیم اور فطرت انسانیہ کے موافق ہے کیونکہ تین ماہ کا وقفہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ کسی طرح دونوں میاں بیوی پشیمان ہو کر دوبارہ مل کر اپنا گھر آباد کریں، اور جب ثابت ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے بلکہ اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل اور مذاق ہے، تو پھر اس قسم کی طلاق کیسے واقع ہو سکتی ہے اس کو واقع کہنا گویا کہ ایک ناجائز فعل کی اجازت دینا ہے۔ نیز قرآن کریم میں ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ (البقرة: ٢٢٩)

"طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد پھر نیکی کے ساتھ لوٹا کے رکھنا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔"

آیت کریمہ بھی واضح کرتی ہے کہ بیک وقت ایک ہی طلاق ہوگی نہ دو نہ تین کیونکہ "مرتان" کا اطلاق مرۃ بعد مرۃ یکے بعد دیگرے پر ہوتا ہے جیسا کہ سنعذبھم مرتین (التوبہ) یعنی عنقریب ان کو ہم دو مرتبہ عذاب کریں گے۔ جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ دونوں عذابوں کے درمیان وقفہ ہوگا ورنہ بیک وقت ایک ہی عذاب کہلائے گا۔ نہ کہ اسے دو مرتبہ کہا جائے گا۔ اس طرح مرتان کا مطلب ہے کہ دونوں طلاقوں میں وقفہ ہو۔ اسی طرح تیسری بھی وقفہ کے بعد ہو جیسا کہ حدیث نبوی سے معلوم ہوا۔

علماء حنفیہ کے سرخیل ابوبکر جصاص رازی فرماتے ہیں:

(("الطلاق مرتان" وذلك يقتضي التفريق لا محالة لانه لو طلق اثنتين معالما جاز ان يقال طلقها مرتين وكذلك لو دفع رجل الى آخر درهمين لم يجزان يقال اعطاه مرتين حتى يفرق الدفع)) (يطلق عليه احكام القرآن: ١/٣٨٩)

"اس آیت کا تقاضا ہے کہ لازماً دو طلاقیں الگ الگ ہوں کیونکہ اگر کسی نے بیک وقت دو اکٹھی طلاقیں دیں تو اس کے لیے یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ اس نے دو مرتبہ طلاق دی ہے اسی طرح کوئی آدمی کسی کو بیک وقت دو درہم دیتا ہے تو اس وقت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے دو مرتبہ درہم دیئے ہیں جب تک کہ دونوں الگ الگ نہ دے۔"

اسی طرح تفسیر البحر المحیط ٢/ ١٩١، ١٩٢۔ تفسیر کشاف للزمخشری ١/ ٢٨٣۔ تفسیر المظہری مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ١/ ٣٠٠۔ التفسیرات الاحمدیہ مصنفہ ملاجیون حنفی ١٤٣، ١٤٤ وغیرہم من التفاسیر میں مذکور ہے پس ثابت ہوا کہ بیک دو یا تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔ امام نظام الدین قمی نیشاپوری فرماتے ہیں:

((ثم من هولاء من قال لو طلقها ثنتين او ثلاثا لا يقع الا واحدة وهوا قيس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واختاره كثير من علماء اهل البيت لان النهى يدل على اشتمال المنهى عنه مفسدة راجعة والقول بالوقوع سعى فى ادخال تلك المفسدة فى الوجود))

(تفسير غرائب القرآن ورغائب الفرقان: ٢/ ٢٦٦)

''یعنی ان لوگوں (جو کہتے ہیں کہ بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں دینا صحیح نہیں بموجب آیت (الطلاق مرتان) میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ بیک وقت اگر دو یا تین طلاقیں دے دیں تو ایک ہی واقع ہوگی اور یہی بات قرین قیاس ہے اور یہی اکثر علماء اہلبیت کا مسلک ہے۔ اس لیے کہ یہ منع دلیل ہے کہ یہ فعل موجب فساد ہے اور ایسی طلاق کو واقع کہنے کی کوشش کرنا اس میں فساد کو داخل کرنا ہے۔''

تشریح: کیونکہ بیک وقت اگر تین طلاقیں شمار کر دی گئیں تو پھر رجوع کی صورت نہیں رہتی اگرچہ دونوں فریق کتنے ہی نادم ہوں اور ایک دوسرے کو چاہتے ہوں اور اس طرح پوری برادری میں تفریق اور علیحدگی ہونے کا خطرہ ہے بصورت دیگر ایک طلاق کے بعد دونوں کو سوچنے اور دوبارہ راضی ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اسی طرح دوسری طلاق کے بعد بھی ان کے لیے صلح کا موقع باقی ہے یہ ایسا موقع ہے جس سے فائدہ حاصل کر کے برادری والے انتشار اور افتراق جیسے خطرناک فتنہ سے بچنے کے لیے کوشش کر سکتے ہیں اور اصلاح بہر حال بہتر ہے۔

﴿والصلح خير﴾ (النساء)

قارئین! جن لوگوں کی طرف امام قمی نے اشارہ کیا ہے وہ صحابہ کی جماعت ہیں، جن کے نام ذکر اس طرح کیے ہیں۔ عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، عمران بن حصین، ابو موسیٰ اشعری، ابوالدرداء اور حذیفہ رضی اللہ عنہم یعنی ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو بیک وقت دو یا تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں یہی فیصلہ حدیث نبوی میں ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہے، احادیث کی روشنی میں:

پہلی حدیث:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ و ابى بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق ثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فى امر كانت لهم فيه اناة فلوا مضيناه عليهم))

(صحيح، مسلم: ١/ ٤٧٧)

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عمر فاروق کی خلافت میں بھی دو سال تک تین طلاقیں ایک ہی ہوتی تھیں، امیر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلد بازی شروع کر دی جس میں ان کو مہلت تھی۔ پس ہم اگر ان پر تین طلاقیں تین نافذ کر دیں۔ (تو مناسب ہے) پس انہوں نے تین طلاقوں کو تین نافذ کر دیا۔"

صحت حدیث:

صحیح مسلم میں اس حدیث کا مروی ہونا اس کی صحت کے لیے کافی ہے چنانچہ مقدمہ فتح الباری ص ۱۰ لابن حجر میں ہے:

((انما اعتمد الشیخان فی تخریج احادیثهم علی الثقة والعدالة وقلة الخطاء))

پس صحیحین کی حدیثوں کے راوی ثقات اور معتبر ہیں۔ اور علامہ عبدالحئی لکھنوی حنفی ظفر الامانی ص ۵۸ میں فرماتے ہیں:

((وکتابا هما اصح الکتب بعد کتاب الله تعالیٰ هذا مما اتفق علیه المحدثون شرقا وغربا ان صحیح البخاری وصحیح مسلم لا نظیر لهما فی الکتب))

"یعنی صحیحین (بخاری ومسلم) دونوں کتابیں قرآن کریم کے بعد اصح الکتب ہیں اور اس بات پر تمام مشرق ومغرب کے محدث متفق ہیں کہ ان دو کتابوں کی کوئی نظیر نہیں۔"

پس اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں رہا۔ اور امام حاکم المستدرک ۱/ ۱۹۶ میں اس حدیث کو دوسری سند سے لا کر فرماتے ہیں: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین.

یعنی یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں حاکم کی اس تصحیح میں موافقت کی ہے اور کوئی تنقید نہیں کی۔ اس کے علاوہ علامہ محدث شمس الحق عظیم آبادی التعلیق المغنی علی سنن دار قطنی ص ۴۴۶ طبع ہند میں فرماتے ہیں: هذا حدیث صحیح ثابت رواة حفاظ (۱۱ ھ) یہ حدیث اس مسئلہ میں نص واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے بعد اب کسی کو کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب: ۳۶)

"اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں کہ ان کو ان کے کام میں کوئی اختیار ہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صریح گمراہی میں پڑے گا۔" (بیان القرآن مصنفہ علامہ اشرف علی تھانوی)

اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں شریعت مکمل ہو چکی تھی اور ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ (المائدۃ) کی بشارت بھی مل چکی تھی اور آپ کی وفات کے بعد وحی کے آنے کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا تو پھر آپ کے اس فیصلہ کو کوئی بدلنے والا نہیں ﴿ولا مبدل لکلمات اللہ﴾ (الانعام) ﴿لا لکلمات اللہ﴾ (یونس) اسی طرح خلافت صدیقیہ میں بھی یہی فیصلہ رہا۔ اس زمانے میں بے شمار صحابہ اور تابعین موجود تھے۔ اور اسی طرح یہ اجماعی فیصلہ تھا اور پھر خلافت فاروقیہ میں بھی دو سال تک اسی طرح جاری رہا اس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک سیاسی مصلحت کی بناء پر بیک وقت تین کو تین قرار دے دیا اس لیے کہ لوگوں نے اس سہولت کا ناجائز فائدہ لینا شروع کیا اور طلاق دینے میں جلد بازی کرنے لگے تو امیر المومنین نے تین کو نافذ کر دیا اور خود علت بیان کرتے ہیں کہ ان الناس قد استعجلونی امر الـخ چونکہ لوگ ایک ایسے کام میں جلدی کرنے لگے جس میں ان کو شریعت کی جانب سے کافی مہلت دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی انہوں نے قدر نہیں کی اس لیے امیر عمر رضی اللہ عنہ نے اس بڑھتے ہوئے فتنہ کو روکنے کے لیے بحیثیت حاکم شرعی ہونے کے تادیباً اور تعزیراً یہ حکم جاری کیا تاکہ لوگ اس بری حرکت سے باز آ جائیں۔ یہی حدیث مسلم میں تین طرق سے مروی ہے اور تیسرے میں یہ لفظ ہیں ((فلما کان فی عھد عمر تتابع الناس فی الطلاق فاجازہ الیھم)) یعنی لوگ طلاق کے معاملہ میں شرارت کرنے لگے لہٰذا ان پر اس کو جاری کر دیا خود بعض علماء حنفیہ کو بھی اعتراف ہے کہ امر عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم تعزیری اور انتظامی تھا چنانچہ علامہ قہستانی جامع الرموز ص ۴۳۱ میں لکھتے ہیں:

((واعلم ان فی الصدر الاول اذا ارسل الثلاث جملۃ یحکم الا بوقوع واحدۃ الی زمن عمر ثم حکم بوقوع الثلاث سیاسۃ وتعزیرا لکثرتہ من الناس))

"دور رسالت سے لے کر امیر عمر رضی اللہ عنہ کی شروع خلافت تک جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا تھا تو وہ ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی پھر لوگوں کے بکثرت طلاق دینے کی وجہ سے تین طلاقیں سیاستاً اور تعزیراً تین نافذ کر دی گئیں۔"

اسی طرح علامہ طحطاوی نے حاشیہ الدر المختار ۲/ ۱۲۸ میں ذکر کیا ہے پس امیر المومنین کا یہ قدم انتظامی اور سیاسی تھا شرعی حکم نہیں تھا کیونکہ امر عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے نہ ان کو ایسا حق تھا اس کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ وہ خود اپنے دور خلافت میں نبوی فیصلے پر کاربند تھے اور اسی کے مطابق فیصلہ نافذ کرتے تھے۔ اس لیے ان کے اس انتظامی قدم کو اپنے مذہب کی دلیل بنانا اختلاس ہے۔ اقتباس نہیں بلکہ شریعت میں ناجائز تصرف ہے بلکہ خود امیر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فیصلہ سے بھی آخر میں رجوع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا چنانچہ حافظ ابوبکر اسماعیلی کتاب مسند عمر میں حدیث لاتے ہیں:

((قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ما ندمت علی شیء ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق وعلی ان لا اکون انکحت الموالی وعلی ان لا اکون قتلت النوائح اغاثة اللهفان)) (ابن القیم: ١/ ٣٥١)

''امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی چیز پر اتنا نادم نہیں ہوا جتنا کہ تین چیزوں پر ہوا کاش میں طلاق کو حرام نہ کرتا اور لونڈیوں کی شادی نہ کرواتا اور نوحہ کرنے والی عورتوں کو قتل نہ کرواتا۔''

قارئین! طلاق فی نفسہ ایک مباح فعل ہے اگرچہ وہ لوگ کثرت سے طلاقیں دے رہے تھے اور اس سے ایک بہت بڑا فتنہ شروع ہوگیا تھا اور امیر المومنین نے ان کی تنبیہ کے لیے یہ قدم اٹھایا تاہم آپ نے اس پر بھی ندامت کا اظہار کیا کہ جو چیز ایک مباح تھی اگرچہ وہ شرارت کا سبب بن گئی۔ تاہم مجھے یہ حق نہیں تھا کہ ایسا قدم اٹھاؤں جس سے ایک مباح چیز جس کی اللہ نے رخصت دی ہے وہ ممنوع ہو جائے۔ امیر المومنین تو شرعی معاملات میں اپنے دخل دینے سے اس قدر خائف تھے۔ اگرچہ اس میں افادیت کے کئی پہلو موجود بھی ہوں پھر بھی ایسے قدم اٹھانے پر نادم ہو جاتے تھے۔ پھر جب خود فیصلہ کرنے والا اپنے فیصلہ پر نادم ہے تو پھر اس کا سہارا لے کر ایک صریح اور واضح حکم جو کہ حدیث میں مذکور ہو اس کے خلاف مذہب بنانا کسی طرح جائز نہیں ایضاً امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے ایسے کئی اقدام ہیں جو انتظام کے طور پر تھے مثلاً شرابی کا گھر جلانا۔ (کتاب الاموال لابی عبید القاسم ابن سلام، ص: ١٠٢ ومابعدها) اسی طرح جب لوگ شراب سے باز نہیں آرہے تھے تو اس کی سزا چالیس سے بڑھا کر اسی کوڑوں تک کر دی اور بعض کو ملک بدر کیا کوفہ کے گورنر سعد رضی اللہ عنہ کی جگہ کو جلانا اس لیے کہ رعیت والوں سے وہ پردہ میں تھے۔ (اغاثة اللهفان، ١/ ٣٤٨۔ ٣٤٩) ایسے اور کئی ان کے اقدامات ہیں اسی طرح طلاق کے مسئلہ میں بھی آپ نے انتظام کے طور پر ایک قدم اٹھایا مگر پھر اس پر ندامت کی یہ صریح دلیل ہے کہ وہ قدم اگرچہ شرعی نہیں تھا تاہم اس کو غلط سمجھنے لگے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا فیصلہ ہی مسلمانوں کے لیے باعث ہدایت اور رحمت ہے۔

دوسری حدیث:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال طلق رکانة بن عبد یزید اخو بنی مطلب امرأته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیها حزنا شدیدا قال فسأله رسول الله ﷺ کیف طلقتها قال طلقتها ثلاثا قال فی مجلس واحد قال نعم قال فانها تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فراجعها فکان ابن عباس یری انما الطلاق عند کل طهر)) (مسند احمد: ١/ ٢٦٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رکانہ بن عبد یزید جو کہ بنی مطلب کے بھائی تھے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں پس بہت غمزدہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کس طرح تو نے طلاق دی ہے تو رکانہ نے کہا کہ تین طلاقیں میں نے دی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں؟ تو رکانہ نے کہا ہاں پس آپ نے فرمایا کہ یہ تو ایک ہی طلاق ہوئی اگر تو چاہے تو رجوع کر لے پس رکانہ نے رجعت کر لی۔ پس ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تحقیق یہ تھی کہ طلاق الگ الگ ہر ایک طہر میں ہونی چاہیے۔''

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی صحیح کہتے ہیں۔ (اعلام الموقعین لابن القیم، ۴/ ۳۵۰ طبع مصر) نیز حافظ ابو عبداللہ المقدسی اپنی کتاب مختارات میں لائے ہیں اور یہ کتاب امام حاکم کی کتاب مستدرک سے بھی زیادہ صحیح ہے اور اسی طرح امام ابن اسحٰق کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے جبھی تو اس کے موافق فتویٰ دیا ہے۔ (اغاثۃ اللهفان، ۱/ ۳۰۵)

اور حافظ ابن حجر فتح الباری، ۹/ ۳۶۲ مطبع سلفیہ میں فرماتے ہیں اخرجه احمد وابویعلی وصححه یعنی اس روایت کو امام احمد کے علاوہ امام ابویعلی نے بھی روایت کیا ہے اور انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے پھر جو اس پر اعتراض ہوئے ہیں حافظ صاحب ان کے جوابات دے کر پھر فرماتے ہیں کہ ویقوی حدیث ابن اسحاق المذکور ما اخرجه مسلم، الخ یعنی صحیح مسلم والی حدیث (یعنی پہلی حدیث) اس روایت کو قوی بناتی ہے۔ اس طرح شوکانی نے بھی نیل الاوطار، ۶/ ۲۴۶ میں اس کو صحیح ثابت کیا ہے۔ اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق راوی ہے جو غیر ثقہ ہے۔ مگر یہ اعتراض غلط ہے بڑے بڑے محدثین نے اس کی توثیق کی ہے اور امام ابوزرعہ دمشقی فرماتے ہیں اجمع الكبراء من اهل العلم على اخذعنه، یعنی بڑے بڑے علماء ابن اسحاق سے روایتیں لینے پر متفق ہیں اور ابن البرقی کہتے ہیں: لم ار اهل الحديث يختلفون فی ثقة، یعنی علماء حدیث کو میں نے ابن اسحٰق کے ثقہ ہونے میں اختلاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (التھذیب، ۹/ ۴۷، ۴۶) بلکہ علماء حنفیہ نے تو بڑی شد و مد سے انہیں ثقہ کہا ہے۔ چنانچہ ابن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ، ۱/ ۳۰۱ میں فرماتے ہیں:

((اما ابن اسحاق فثقة ثقة لا شبهة عندنا فی ذلك ولا عند محققی المحدثين))

''محمد بن اسحٰق ثقہ ہے ثقہ ہے اس میں نہ ہم کو شک ہے نہ محقق محدثین کو۔''

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح البخاری، ۷/ ۲۷۰ طبع المنیریہ میں فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ابن اسحاق من الثقات الکبار عند الجمہور))

''جمہور کے نزدیک ابن اسحاق بڑے ثقات میں سے ہے۔''

اسی طرح کبیری شرح منیۃ المصلی: ۲۳۳، سعایہ شرح الوقایہ مصنفہ لکھنوی: ۱/۲۷۰، نصب الرایہ اللذ یعلی الحنفی: ۱/ ۱۰۷، مرقاۃ لملا علی قاری: ۱۳۷ وغیرہ میں اس کی توثیق مذکور ہے۔ یہ روایت اپنے باب میں بالکل واضح ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اپنا فیصلہ ہے کہ یہ یعنی جو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی گئی ہیں، ایک ہی طلاق ہے اور پھر آپ نے اس کو رجوع کرنے کا اختیار دے دیا اس لیے ان لوگوں کا یہ کہنا غلط ہوا کہ تین طلاقیں ہوگئیں اور رجوع نہیں ہوسکتا کیا اب ان کی یہ بات فیصلہ نبوی کے بعد قابل التفات ہے؟ حاشا وکلا اور پھر اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو لوٹایا اور واپس گھر میں آباد کیا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری: ۹/۳۶۲ میں اس حدیث کو لا کر فرماتے ہیں:

((وھذا الحدیث نص فی المسئلۃ لا یقبل التاویل))

''یہ حدیث اس مسئلہ میں بالکل نص صریح ہے کسی قسم کی تاویل کی اس میں گنجائش نہیں ہے۔''

اور مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کو ابن قیم نے اغاثۃ اللھفان: ۱/۳۰۲ میں صحیح کہا ہے۔

تیسری حدیث:

مصنف عبدالرزاق: ۶/۳۹۱ میں ہے:

((عن ابن جریج قال اخبرنی بعض بنی رافع عن عکرمۃ ان ابن عباس قال طلق رجل علی عھد النبی ﷺ امرائۃ ثلاثا فقال النبی ﷺ ان یراجعھا قال انی قد طلقتھا ثلاثا فقال قد علمت وقرء النبی ﷺ یا ایھاالنبی اذا طلقتم النساء فطلقو ھن لعدتھن الایۃ قال فارتجعھا))

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، آپ نے اس کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا اس نے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں اور یہ آیت پڑھی کہ اے نبی (ﷺ) جب عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت میں دیا کرو۔ پس اس نے اپنی بیوی کو واپس کیا۔''

اس روایت میں ایک راوی بعض بنی رافع بظاہر نامعلوم ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے تہذیب: ۱۲/ ۳۸۷ اور تقریب: ۵۶۰ مع حاشیہ امیر علی حنفی میں بیان کیا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ فضل بن عبداللہ بن ابی رافع مدنی ہے اور وہ راوی مشہور ہے جس کو ابن حبان نے کتاب الثقات: ۵/ ۲۹۵ مطبوع: ۲/۱۹۲ قلمی میں ذکر کیا ہے اور حافظ ذہبی نے الکاشف: ۲/۳۸۲ میں اس کے متعلق فرمایا ہے کہ وثق یعنی اس کی توثیق کی گئی ہے اور تقریب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التہذیب: ۶۱۶/۱ میں ہے کہ مقبول گویا کہ یہ حدیث شہادت اور تائید کے لیے نہایت کافی ہے یہ روایت ابوداؤد، ص: ۲۹۸ میں بھی ہے یہ آیت کریمہ سورۃ الطلاق کے شروع میں ہے۔ اس میں صاف ظاہر ہے کہ طلاق عدت میں ہونی چاہیے یعنی کہ ہر ایک طہر میں الگ الگ ہونی چاہیے جیسا کہ حدیث سابقہ سے اور قول ابن عباس سے ظاہر ہوا پس اس شخص کو آپ (ﷺ) نے اس آیت کے تحت رجوع کروایا۔ ثابت ہوا کہ تین طلاقیں ایک مجلس میں ایک شمار ہوں گی گویا کے اس باب میں قرآن مجید سے یہ دوسری دلیل ہے۔

چوتھی حدیث:

((سال ابوالجوزاء ابن عباس هل علمت ان الثلاث كانت على عهد رسول الله ﷺ وابى بكر وعمر رضی اللہ عنہما تروالى واحدة قال نعم)) (سنن الدارقطنی: ۱۹۶/۲)

''ابوالجوزاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں تو کہا ہاں۔''

یہ روایت مستدرک حاکم میں مروی ہے اور اس کو صحیح کہا گیا ہے اگرچہ اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن مؤمل مکی ہے۔ اس کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ضعیف الحدیث مگر شہادت وتائید کے لیے ایسی روایتیں کام آجاتی ہیں اور اصل اعتماد مذکورہ احادیث صحیحہ پر ہے۔

پانچویں حدیث:

((عن ابن عباس اذا قال انت طالق ثلاثا بفم واحد فهى واحدة)) (ابوداود: ۲۹۹)

''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب کوئی تین طلاقیں بفم واحد کہہ دے تو وہ ایک طلاق ہوگی۔''

یعنی ایک ہی بولی سے تین طلاقیں دے دے تو وہ ایک ہی ہوگی۔

صحت حدیث:

بقول حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اس کی سند بخاری کی شرط پر ہے۔ (عون المعبود، ۲/ ۲۲۷) یہ حدیث اگرچہ لفظاً موقوف ہے اور صحابی کا قول ہے مگر حکماً مرفوع ہے کیونکہ اس میں اجتہاد کا کوئی مساغ یا دخل نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی فیصلہ نبوی فیصلہ پر موقوف ہوتا ہے اور اگر صرف اس کو موقوف قرار دے دیں تو بھی مذکور بالا مرفوع احادیث کی اس سے زبردست تائید ہوتی ہے کیونکہ یہی صحابی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ان احادیث کے راوی اور ناقل اور انہی کے موافق فتویٰ دے رہا ہے ایک طرف ان احادیث کی تقویت اور صحت معلوم ہوتی ہے تو دوسری طرف یہ بھی واضح ہوا کہ ان احادیث میں کسی تاویل کی مجال نہیں بلکہ ان میں صریحاً یہ حکم ہے کہ ایک ہی مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوگی اور یہ حکم محکم ہے منسوخ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ مشہور ہے کہ الـــراوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادری کمرویہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس فتویٰ سے یہ بات بھی غلط ہوگئی جو کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔اس پر اجماع ہوگیا ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ۶۸ ہجری میں فوت ہوئے یعنی خلیفہ رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی تقریباً ۲۸ اٹھائیس سال زندہ رہے کیونکہ ان کی وفات ۴۰ ہجری میں ہوئی۔(الاصابه لابن حجر، ۲/ ۳۲۶، ۵۰۳)

پس یہ جو امیر عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تین نافذ کرنے کا فیصلہ ہوا اگرچہ وہ سیاسی تھا شرعی نہ تھا کما تقدم جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔تاہم اس وقت بھی صحابہ کا اجماع نہ تھا کما تقدم جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔تاہم اس وقت بھی صحابہ کا اجماع نہ تھا اور چونکہ ابن عباس کی مخالفت تھی اس کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ اس کے قائل ہیں۔

فتح الباری، ۹/۳۶۳ میں ہے ((نقل عن علی وابن مسعود و عبدالرحمن بن عوف والزبیر مثله)) یعنی ان چار جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے۔پس اجماع کا دعویٰ غلط ہے بلکہ اس کے خلاف تین کے ایک ہونے کا فیصلہ پہلے متفقہ ہو چکا تھا جیسا کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کے دور میں یہی فیصلہ تھا اور تین کو نافذ کرنے کا فیصلہ بعد کا حادث اور نیا ہے اس سے پہلے ایک ہونے پر اتفاق تھا۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

((واما اقوال الصحابه فیکفی کون ذلك علی عهد الصدیق ومعه جمیع الصحابة لم یختلف علیه منهم احد ولا حکی فی زمانه القولان حتی قال بعض اهل العلم ان ذلك اجماع قدیم وانما حدیث الخلاف فی زمن عمر رضی اللہ عنہ واستمر الخلاف فی المسألة الی وقتنا هذا کما سنذکره))

(اغاثة اللهفان : ۱/ ۳۰۷)

''ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں) اس کے متعلق صحابہ سے ثبوت کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ یہ فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں نافذ تھا اور سارے صحابہ ان کے ساتھ تھے کسی نے اختلاف نہیں کیا نہ کسی سے کوئی دوسرا قول منقول ہے حتیٰ کہ بعض علماء کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ پرانا اجماع ہے اور اختلاف بعد میں پیدا ہوا۔یعنی خلیفہ ثانی کے دور میں اور وہ اختلاف اب تک باقی ہے جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے۔''

پھر آگے حافظ موصوف اختلاف کی نوعیت یوں بیان کرتے ہیں کہ امام داؤد ظاہری اور ان کے ساتھیوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ اس طرح کی تین ایک ہی طلاق ہے اس طرح کئی علماء نے اس اختلاف کو ذکر کیا ہے چنانچہ امام طحاوی نے اختلاف العلماء میں اور تہذیب الآثار میں اور ابوبکر جصاص رازی نے احکام القرآن میں۔اسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح امام ابن المنذر، امام ابن جریر اور امام محمد بن نصر مروزی نے بھی اختلاف کا ذکر کیا ہے، پھر فرماتے ہیں:

((وحكاه من المتاخرين المازرى فى كتاب المعلم وحكاه محمد بن مقاتل عن اصحاب ابى حنيفة وهو من اجل اصحابهم اصحاب ابى حنيفة فهو احد القولين فى مذهب ابى حنيفة وحكاه التلمسانى فى شرح التفريع فى مذهب مالك قولا فى مذهبه بل رواة بمن مالك وحكاه غيره قولا فى المذهب فهو احدا القولين فى مذهب مالك وابى حنيفة وحكاه شيخ الاسلام عن بعض اصحاب احمد وهو اختياره واسوا احواله ان يكون كبعض اصحاب الوجوه فى مذهبه كا لقاضى وابى الخطاب وهو اجل من ذلك فهو قول فى مذهب احمد بلا شك)) (اغاثة اللهفان: ١/ ٣٠٧-٣٠٨)

"علامہ مازری نے کتاب العلم میں اختلاف نقل کیا ہے اور نیز محمد بن مقاتل سے یہ قول نقل کیا ہے جو کہ امام ابوحنیفہ کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں، پس امام صاحب کے مذہب میں یہ بھی ایک قول ہے اور علامہ تلمسانی نے شرح التفریع میں امام مالک کے مذہب میں ایک قول نقل کیا ہے، بلکہ امام مالک سے روایت نقل کی ہے اس طرح ان دونوں اماموں مالک اور ابوحنیفہ کے مذہب میں یہ قول ہے اور شیخ الاسلام (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) جو کہ کم از کم اصحاب الوجوہ فی المذہب کے درجہ پر ہیں انہوں نے بھی یہی اختیار کیا ہے اور امام احمد کے بعض ساتھیوں سے بھی نقل کیا ہے پس حنبلی مذہب میں بھی یہ ایک قول ہے۔"

اور فتح الباری: ۹/۳۶۳ مطبع سلفیہ میں ہے:

((ونقل الغنوى عن جماعة من مشائخ قرطبة كمحمد بن تقى بن مخلد ومحمد بن عبدالسلام الخشنى وغيرهما ونقله ابن المنذر عن اصحاب ابن عباس رضی اللہ عنہما كعطاء وطاؤس وعمرو بن دينار))

"علامہ غنوی نے یہی فیصلہ قرطبہ کے مشہور علماء محمد بن تقی بن مخلد اور محمد بن عبدالسلام الخشنی وغیرہما سے بھی نقل کیا ہے اور تابعین میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن عمرو بن دینار رحمہم اللہ سے بھی نقل کیا ہے۔"

پس یہ دعویٰ کہ بیک وقت تین طلاقوں کو تین شمار کرنے پر اجماع ہے غلط ثابت ہوا بلکہ مسئلہ اختلافیہ رہا اور اختلاف کی صورت میں یہ حکم ہے کہ

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًاo﴾ (النساء: ۵۹)

''پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر لیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔''

(بیان القرآن تھانوی: ۱/ ۱۸۱)

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

((فدل على ان من لم يتحاكم محل النزاع الى الكتاب والسنة ولا يرجع اليهما فليس مومنا بالله ولا باليوم الآخر)) (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۵۱۸)

''اس آیت میں دلیل ہے کہ جس نے اختلاف کے وقت قرآن وحدیث کی طرف فیصلہ نہیں لایا اور ان کے حکم کی طرف رجوع نہیں کیا تو وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں ہے۔''

اور قرآن وحدیث سے اوپر ثابت ہوا اور یہ فیصلہ ظاہر ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوگی اور وہ رجعی ہے اور عدت کے اندر خاوند رجوع کرسکتا ہے فرمان الٰہی ہے کہ

﴿وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا﴾ (البقرة: ۲۸۸)

''اور ان عورتوں کے شوہر ان کے پھر لوٹانے کا حق رکھتے ہیں اس عدت کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں۔'' (بیان القرآن تھانوی: ۱/ ۷۳)

اور عدت کی مدت اس آیت کے شروع میں بیان ہے کہ:

﴿وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ (البقرة: ۲۲۸)

''مطلقہ عورتیں تین قروء تک انتظار کریں۔''

اور قروء سے مراد حیض ہو یا طہر بہر حال تین مہینہ تک عدت ہوگی اس اثناء میں رجوع کرسکتا ہے لیکن اگر عدت گزر چکی اس کے بعد ان کی آپس میں صلح ہوتی ہے اور نیکی اور اصلاح کے ساتھ آباد ہونا چاہتے ہیں تو پھر نیا نکاح کر کے رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے کہ:

﴿وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرة: ۲۳۲)

''اور جب تم میں سے ایسے لوگ پائے جائیں کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں پھر وہ عورتیں اپنی میعاد بھی پوری کر چکیں تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ باہم سب رضا مند ہو جائیں۔''

قاعدہ کے موافق (بیان القرآن ۱/ ۶۷) اور یہ حکم دو مرتبہ طلاق تک ہے تیسری مرتبہ طلاق دینے کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد اب رجوع نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ وہ طلاق مغلظہ ہو چکی صرف ایک صورت ہے کہ وہ عورت عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے وہ اتفاق سے مرجائے یا کسی ...... مجبوری کی بناء پر طلاق دے دے اور وہ مغلظہ ہو جائے اور قابل رجوع نہ رہے تو وہ عدت گزارنے کے بعد وہی عورت پہلے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ (البقرة: ٢٢٩)

''طلاق دو مرتبہ ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ۔''

(بیان القرآن: ١/ ٧٣)

نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں طلاق دو مرتبہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور تیسری کا کہاں ذکر ہے تو جواب میں فرمایا کہ آیت کا حصہ اور تسریح باحسان یہ تیسری طلاق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ١/ ٢٧٣)

بحوالہ ابن ابی حاتم وعبد بن حمید واحمد وسعید بن منصور من روایۃ ابی رزین الاسدی مرسلا ومن حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ موصولا اور موصول روایت سنن دارقطنی طبع ہند ۴۲۶ میں بھی ہے اور علامہ ابن الترکمانی الحنفی الجوہر النقی ۷/ ۳۴۰ فی ذیل الکبریٰ للبیہقی میں امام ابن القطان سے موصول حدیث کا صحیح ہونا نقل کرتے ہیں اور تیسری طلاق کے بعد یہ حکم ہے کہ

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ (البقرة: ٢٣٠)

''پھر اگر کوئی طلاق دے دے عورت کو تو پھر وہ اس کے لیے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے پھر اگر یہ اس کو طلاق دے دے تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں بدستور پھر مل جائیں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے اور یہ خداوندی ضابطے ہیں حق تعالیٰ ان کو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو دانشمند ہیں۔'' (بیان القرآن: ١/ ٤٤)

یہ حکم تیسری طلاق کے بعد ہے کیونکہ آیت الطلاق مرتان اس سے پہلے ہے جس میں دو طلاقوں کا حکم بیان ہے اور یہاں فرمایا فان طلقها یعنی اگر خاوند ثانی طلاق دے دے، یہ جملہ واضح کرتا ہے کہ وہ اس کی مرضی پر ہے کہ طلاق دے یا نہ دے لیکن نکاح ثانی اس خیال سے کرانا کہ وہ شادی کے بعد طلاق دیدے اور اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ایسا شرط کرنا جس کو حلالہ کہا جاتا ہے یہ ایک حرام اور ملعون فعل ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حلالہ ایک ملعون فعل ہے:

((لعن رسول اللہ ﷺ المحلل والمحلل له)) (ترمذی: ۱/ ۱۳۳)

''رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو لا کر فرماتے ہیں:

((هذا حديث حسن صحيح وقد روى هذا الحديث عن النبى ﷺ من غير وجه ولعمل هذا عند اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ منهم عمر بن خطاب وعثمان بن عفان وعبدالله بن عمرو وغيرهم وهو قول الفقهاء من التابعين وبه يقول سفيان الثورى وابن المبارك والشافعى واحمد واسحاق سمعت الجارود يذكر عن وكيع انه قال بهذا وقال ينبغى ان يرمى بهذا الباب من قول اصحاب الراى))

''یعنی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر علماء صحابہ کا عمل ہے مثلاً عمر فاروق، عثمان غنی، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم اور یہی قول فقہاء تابعین کا اور ائمہ حدیث سفیان الثوری عبداللہ بن المبارک، شافعی احمد بن حنبل اسحاق بن راہویہ اور وکیع بن جراح کا ہے بلکہ وکیع نے کہا کہ اہل الرائے کا حلالہ کے جواز کا قول پھینک دینے کے قابل ہے۔''

اسی طرح اس حدیث کو ابن قطان نے بھی صحیح کہا ہے اور ابن دقیق العید نے شرط بخاری پر ہے (التلخيص الحبير ۳/ ۱۷۰) اور امام ترمذی نے اس باب میں جابر بن عبداللہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی حدیثیں بھی لائی ہیں، نیز مسند احمد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے اس کے راوی سب ثقات ہیں اور امام بخاری نے اس کو حسن کہا ہے اور ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عقبہ بن عامر کی حدیثیں ہیں۔ (اغاثة اللفهان: ۱/ ۲۷۷۔ ۲۸۸) اور معجم الصحابہ لابن قانع میں عمر اللیثی کی حدیث بھی ہے۔ (التلخيص الحبير: ۱/ ۱۷۱) اس کی سند میں قدرے ضعف ہے مگر شہادت وتائید کے لیے کام دے سکتی ہے اور کثرت طرق کی بناء پر علامہ عبدالعزیز الغماری نے اتحاف ذوی الفضائل المشتہرۃ ص ۱۱۰ میں اس کو متواتر کہا ہے پس جو فعل ایسا برا ہو جس کے کرنے اور کرانے والے دونوں پر اللہ کے رسول ﷺ لعنت بھیجیں وہ ہرگز جائز نہیں ہو سکتا ہے۔ علامہ امیر یمانی سبل السلام، ۳/ ۱۲۶ میں ابن مسعود کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

((والحديث دليل على تحريم التحليل لانها لا يقوم اللعن الا على فاعل المحرم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وکل محرم منهی عنه والنهي يقتضي فساد العقد))

یہ حدیث حلالہ کے حرام ہونے پر دلیل ہے کیونکہ لعنت اس شخص پر ہوسکتی ہے جو حرام کام کا مرتکب ہو اور حرام کام ممنوع ہوتا ہے اور اس کا ممنوع ہونا دلیل ہے اس پر کہ اس قسم کا عقد اور نکاح فاسد اور باطل ہے بلکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كنا نعد هذا سفاحا على عهد رسول الله ﷺ)) (المستدرك للحاكم: ۲/ ۱۹۹)

''ہم اس (حلالہ) کو رسول اللہ ﷺ کے دور میں زنا شمار کرتے تھے۔''

اور ابن عمر کا یہ فرمانا ''کُنَّا'' (ہم صحابہ) یہ اجماع صحابہ پر دلالت کرتا ہے۔

جیسا کہ اصول فقہ حنفی کی کتاب فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، ۲/ ۱۶۲ فی ذیل المستصفی للغزالی میں مذکور ہے اس کا مطلب ہے کہ سارے صحابہ حلالہ کو زنا سمجھتے تھے اور امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں کو رجم کی سزا دینے کے قائل تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبة، ٤/ ٢٩٤) اور رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے کو تعس مستعار یعنی عاریۃً لایا ہوا بکرا کہا ہے۔ (المستدرک للحاکم: ۲/ ۱۹۹) اور علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی نے تخریج احادیث اصول البزدوی ص ۱۷ میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ رواہ ابن ماجہ ورجالہ ثقات۔ اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((ولعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له اقول لما كان من الناس من ينكح لمجرد التحليل من غير ان يقعد منها تعاونا في المعيشة ولا يتم بذلك المصلحة المقصودة وايضا وفيه مقاحة واهمال غيرة وتسويغ ازدحام على الموطوأة من غير ان يدخل فيه تضاعيف المعاونة نهى عنه)) (حجة الله البالغه: ٤/ ١٣٩ مطبع منيريه، مصر)

''اور نبی ﷺ نے حلالہ کرنے والے پر اور اس شخص پر جس کے لیے وہ حلالہ کرتا ہے لعنت کی ہے میں کہتا ہوں چونکہ بہت سے لوگ محض حلالہ کی غرض سے نکاح کرتے ہیں اور اس نکاح سے ان کی غرض معیشت میں معاونت کرنا نہیں ہوتا اور اس سے وہ مصلحت پوری نہیں ہوتی جو نکاح سے مقصود ہے اور نیز اس سے بے حیائی اور بے غیرتی ہے اور بلا اس کے کہ معاونت میں کچھ زیادتی ہو ایک عورت پر کئی مردوں کے جمع ہونے کو جائز رکھنا ہے اور اس لیے آپ نے اس سے منع فرمایا۔'' (نعمة الله السابغه ترجمه حجة الله البالغه مصنفه ابو محمد عبدالحق حقانی: ٤/ ٤٠٠ اصح المطابع)

الحاصل حلالہ فعل ملعون اور بے غیرتی کا نتیجہ ہے علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین: ۳/ ۵۴ تا ۶۱ میں اس پر طویل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ حلالہ کا نکاح متعہ سے بھی بدتر ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو امن میں رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چور کی سزا احادیث کی روشنی سے

دین اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں ہر ایک کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور جو کسی کا مال لوٹے یا چوری کرے تو اسلام نے اس کی سزا مقرر کی ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب میں چور کی سزا احادیث کی روشنی سے بیان کی ہے اور کتاب کو (٦٠) بابوں میں تقسیم کر کے ٦٥ احادیث نقل کی ہیں یہ کتاب اصل میں عربی میں تھی جس کو کافی خوبصورتی سے مولانا صبغت اللہ محمدی صاحب نے اردو قالب میں ڈھالہ ہے کتاب کے آخر میں شاہ صاحب نے ائمہ اربعہ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم، احمدك يامن توجهت بصفاتك الكمال، جمعت خصال الجلال والجمال واصلى واسلم على من ترك الازلام والاصنام واعتصم بحبل رب الانام.

وعلى آله واصحابه الضار بين عنق الجهمية المخترعين ولصفات ربنا المنكرين وعلى التابعين واتباء هم استمسكوا بالعروة الوثقى.

لتكن كلمة الله هي العليا.

امابعد! الحمد لله الذى جعل مال المسلم الى مسلم حراما. والصلاة والسلام على من حرّم على نفسهٖ مال اهل الاسلام حتى وبرة الاسنام الاالخمس وجعله مردودا على اصحابهٖ ومقسوما فى احبابهٖ وعلى آلهٖ واصحابهٖ التاركين سبعين باباً من الحلال لخشية الوقوع فى الحرام وعلى التابعين واتباعهم بالاحسان الى يوم الحشر والميزان.

امابعد! فان طلبة الحرام قد كثرت ومحبة الحلال قد اضمحلت حتى وقعوا فى السرقة حتى لم يتركوا كالخرقة.

فاردت ان اجمع الأحاديث والآثار من النبى المختار ﷺ واصحابه الاخيار من كتب المحدثين الابرار وسَمّيته بِالبرق السماوى على السارق الدنياوى ورتبته على ترتيب الابواب افادة للطلاب والله اسال التمام وبيده الختام والاختتام.

امابعد! موجودہ دور میں حرام کی طلب بہت عروج پر ہے اور حلال کی محبت ختم ہوتی جا رہی ہے یہاں تک کہ لوگ چوری جیسے بھیانک جرم میں مبتلا ہو گئے ہیں انہیں اگر چوری کے لیے کپڑے کا ٹکڑا ملتا ہے وہ بھی نہیں چھوڑتے لہٰذا میں نے سوچا کہ کتب محدثین سے نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال جمع کر کے اس کتاب کا نام البرق السماوی علی السارق الدنیاوی رکھا ہے اور میں نے اسے ابواب پر مرتب کیا ہے تاکہ طالب علم اس سے مستفید ہو سکیں آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

ابو محمد بدیع الدین الراشدی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَبْوَابُ ذَمِّ السَّرْقَةِ

چوری کی مذمت کے متعلق ابواب

١۔ بَابُ لَعْنِ السَّارِقِ:

چور کی لعنت کا بیان:

١۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ)) (صحيح بخارى، كتاب الحدود باب لعن السارق اذا لم يسم، رقم: ٦٧٨٣۔ صحيح مسلم كتاب الحدود باب حد السرقة ونصابها رقم: ٤٤٠٨)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت بھیجی کہ ایک انڈہ چراتا ہے اور اس پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے ایک رسی چراتا ہے جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٢۔ بَابُ خُرُوْجِ الْاِیْمَانِ مِنَ السَّارِقِ:

چور کے دل سے ایمان کے نکل جانے کا بیان:

٢۔ ((عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسول الله ﷺ لَا یَزْنِی الزَّانِی حِینَ یَزْنِی وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ حِینَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِینَ یَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَنْتَهِبُ نُهْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ إِلَیْهِ فِیهَا أَبْصَارَهُمْ حِینَ یَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَغُلُّ أَحَدُكُمْ حِینَ یَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِیَّاكُمْ وَإِیَّاكُمْ))(اخرجه الشیخان صحیح البخاری کتاب المظالم باب النهی بغیر اذن صاحبه رقم الحدیث: ٢٤٧٥ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی ونفیه عن المتلبس بالمعصیة رقم: ٢٠٢، ٢٠٧۔ واللفظ له))

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا اور جب چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا اور شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا اور لوٹنے والا جب لوٹتا ہے اور لوگوں کی نگاہ اس کی طرف اٹھتی ہے وہ اس وقت مومن نہیں رہتا اور خائن جب خیانت کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا، بس خبردار تم ان چیزوں سے بچو۔''

٣۔ بَابُ النَّهْیِ النَّبِیِّ ﷺ عَنِ السَّرِقَةِ:

نبی ﷺ کا چوری سے منع فرمانا:

٣۔ ((عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ یَهُودِیٌّ لِصَاحِبِهِ اذْهَبْ بِنَا إِلَی هَذَا النَّبِیِّ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِیٌّ لَوْ سَمِعَكَ كَانَ لَهُ أَرْبَعَةُ أَعْیُنٍ فَأَتَیَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آیَاتٍ بَیِّنَاتٍ فَقَالَ لَهُمْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَیْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِی حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوا بِبَرِیءٍ إِلَی ذِی سُلْطَانٍ وَلَا تَسْحَرُوا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصَنَةً وَلَا تُوَلُّوا یَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَیْكُمْ خَاصَّةً الْیَهُودَ أَنْ لَا تَعْدُوا فِی السَّبْتِ قَالَ فَقَبَّلُوا یَدَیْهِ وَرِجْلَیْهِ فَقَالَا نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِیٌّ قَالَ فَمَا یَمْنَعُكُمْ أَنْ تَتَّبِعُونِی قَالُوا إِنَّ دَاوُدَ دَعَا رَبَّهُ أَنْ لَا یَزَالَ فِی ذُرِّیَّتِهِ نَبِیٌّ وَإِنَّا نَخَافُ إِنْ تَبِعْنَاكَ أَنْ تَقْتُلَنَا الْیَهُودُ)) (اخرجه النسائی، کتاب المحاربة باب السحر رقم: ٤٠٨٣۔ والترمذی،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب الاستیذان باب ماجآء فی قبلہ الید والرجل، رقم: ۲۷۳۳))

''سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ چلو اس نبی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلیں دوسرے نے کہا کہ اسے نبی نہ کہو اگر سن لے گا تو اس کی آنکھیں چار ہو جائیں گی (یعنی خوشی کے مارے پھول جائے گا کہ یہودی بھی مجھے نبی کہتے ہیں) خیر پھر دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نو (۹) واضح آیات کے بارے میں پوچھا (جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں) آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور چوری نہ کرو اور زنا بھی نہ کرو اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو اور بے قصور شخص کو حاکم کے پاس (سزا دلوانے کے لیے) نہ لے جاؤ اور جادو مت کرو اور سود بھی نہ کھاؤ اور پاکدامن عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ اور میدان جنگ سے نہ بھاگو (یہ نو حکم ہیں) اور ایک خاص تمہارے لیے (یہود کے لیے) ہے ہفتے کے دن زیادتی نہ کرو یہ سن کر ان دونوں یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں چومے اور عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں آپ نے فرمایا پھر میری اتباع کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ہمیشہ ان کی اولاد سے نبی ہوا کرے (اور آپ ان کی اولاد میں سے نہیں ہیں) اور ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے آپ کی پیروی کی تو یہود ہمیں قتل کر دیں گے۔''

٤۔ ((عَنْ سَلْمَةَ بْنِ قَيْسِ نِ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ اِنَّمَا هُوَ اَرْبَعٌ فَمَا اَنَا بِاَ شْيَخِ مِنْ يَوْمِ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا)) (اخرجه الحاكم فى المستدرك كتاب الحدود باب النهى عن الاربع الموبقات وقال صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجا واقره الذهبى فى التلخيص على ذالك))

''سلمہ بن قیس الاشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چار چیزیں ہیں جس دن سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں وہ آج بھی مجھے یاد ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اس جان کو ناحق قتل نہ کرو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور چوری اور زنا بھی نہ کرو۔''

٤۔ بَابُ كَوْنِ السَّرْقَةِ مِنَ الْكَبَائِرِ:

چوری کے کبیرہ گناہ ہونے کا بیان:

٥۔ ((عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ حَدَّثَهُ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ اَنَّ رَسُوْلَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِی حَجَّةِ الْوَدَاعِ اَلَا اَنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ الْمُصَلُّوْنَ مَنْ یُّقِیْمُ الصَّلَاةَ الْخَمْسَ الَّتِیْ کُتِبَتْ عَلَیْهِ وَیَصُوْمُ رَمَضَانَ وَیَحْتَسِبُ صَوْمَهٗ یَرٰی اَنَّهٗ عَلَیْهِ حَقٌّ وَیُعْطِیْ زَکٰوةَ مَالِهٖ یَحْتَسِبُهَا وَیَجْتَنِبُ الْکَبَائِرَ الَّتِیْ نَهَی اللّٰهُ عَنْهَا ثُمَّ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَهٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْکَبَائِرُ فَقَالَ هُوَ تِسْعٌ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ الْمُؤْمِنِ بِغَیْرِ حَقٍّ وَفِرَارُ یَوْمِ الزَّحْفِ وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَاَکْلُ الرِّبَا وَقَذْفُ الْمُحْصَنَةِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ الْمُسْلِمَیْنِ وَاسْتِحْلَالُ الْبَیْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتُکُمْ اَحْیَاءً وَّاَمْوَاتًا ثُمَّ قَالَ لَا یَمُوْتُ رَجُلٌ لَمْ یَعْمَلْ هٰؤُلَاءِ الْکَبَائِرِ وَیُقِیْمُ الصَّلَاةَ وَیُؤْتِی الزَّکَاةَ اِلَّا کَانَ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ دَارٍ اَبْوَابُهَا مَصَارِیْعُ مِنْ ذَهَبٍ)) (رواه الحاکم فی المستدرك کتاب الایمان باب الکبائر تسع رقم: ۱۹۷)

”عبید بن عمیر اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ بے شک اولیاء اللہ وہ ہیں جو پانچ وقتی فرض نماز قائم کرتے ہیں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ثواب کی امید رکھتے ہیں اور ان کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ منع فرمایا ہے ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ رسول ﷺ وہ کبیرہ گناہ کون سے ہیں آپ نے فرمایا وہ نو ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) مومن آدمی کو بغیر حق کے قتل کرنا۔ (۳) اور میدان جنگ سے بھاگنا۔ (۴) اور یتیم کا مال کھانا۔ (۵) سود کھانا۔ (۶) پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (۷) اور مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا۔ (۸) اور بیت اللہ کو (قتل وغارت، فتنہ وفساد کرنے کے لیے) حلال سمجھنا جو کہ تمہارا زندوں اور فوت شدہ لوگوں کا قبلہ ہے، پھر آپ نے فرمایا جو بھی آدمی اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ (مذکورہ) کبیرہ گناہوں کا مرتکب نہ ہوا ہو اور نماز پڑھتا رہا ہو اور زکوۃ دیتا رہا ہو تو وہ (قیامت کے دن) نبی ﷺ کے ساتھ ایسے گھر میں ہوگا جس کے دروازے سونے کے ہوں گے۔“

۵۔ بَابُ کَوْنِ النَّهْیِ عَنِ السَّرْقَةِ مِنَ الْآیَاتِ الْبَیِّنَاتِ:

آیات بینات کی چوری سے منع کا بیان:

۶۔ ((عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ یَهُوْدِیٌّ لِصَاحِبِهٖ اذْهَبْ بِنَا اِلٰی هٰذَا النَّبِیِّ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ لَا تَقُلْ نَبِیٌّ لَوْ سَمِعَكَ کَانَ لَهٗ اَرْبَعَةُ اَعْیُنٍ فَاَتَیَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ فَسَاَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آیَاتٍ بَیِّنَاتٍ فَقَالَ لَهُمْ لَا تُشْرِکُوْا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ)) الحديث (اخرجه النسائی کتاب المحاربه باب السحر رقم: ٤٠٨٣۔ والترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء فی قبلة الیدو الرجل رقم: ٢٧٣٣)

''صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ چلو اس نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلیں دوسرے نے کہا اسے نبی نہ کہو اگر سن لے گا تو اس کی آنکھیں چار ہو جائیں گیں پھر وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نو واضح آیات کے بارے میں دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: (۱) شرک نہ کرو۔ (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا بھی نہ کرو (۴) اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔'' (مکمل حدیث ترجمہ کے ساتھ حدیث نمبر (۳) کے تحت گذر چکی ہے)

٦۔ بَابُ كَوْنِ السَّرِقَةِ مِنَ الْمُوبِقَاتِ:

چوری (سات) ہلاک کرنے والے گناہوں میں سے ہے:

٧۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبٰو وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ)) (اخرجه الشیخان صحیح البخاری، کتاب الوصایا باب قول الله تعالیٰ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیرا، رقم: ٢٧٦٦۔ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر واکبرها، رقم: ٢٥٩)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں (گناہوں) سے بچو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (۱) شرک کرنا۔ (۲) جادو کرنا کرانا۔ (۳) اس جان کو ناحق قتل کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) اور یتیم کا مال کھانا۔ (۶) میدان جنگ سے بھاگنا۔ (۷) مؤمن غافل پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔''

٧۔ بَابُ إِذَا سَرَقَ السَّارِقُ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ عَنْ عُنُقِهٖ:

جب چور چوری کرتا ہے تو وہ گویا اپنے گلے سے اسلام کا پٹہ (ہار) اتار دیتا ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَذَكَرَ رَابِعَةً فَنَسِيتُهَا فَإِذَا فَعَلَ ذَالِكَ خَلَعَ رِقْبَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ)) (اخرجه النسائی فی سننه کتاب قطع السارق باب تعظیم السرقة، رقم: ٤٨٧٦)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا اور چور جب چوری کرتا ہے تو مومن نہیں رہتا اور شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو مومن نہیں رہتا۔ (ابوصالح) کہتے ہیں کہ (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے) چوتھی چیز بھی ذکر فرمائی تھی لیکن وہ میں بھول گیا ہوں، جو بھی یہ کام کرتا ہے تو اس نے اسلام کے پٹہ (ہار) کو اپنے گلے سے اتار دیا اور اگر توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔''

۸۔ بَابُ مُبَايَعَةِ النَّبِيِّ ﷺ أَصْحَابَه عَلٰى أَنْ لَّا يَسْرِقُوْا:

نبی ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے چوری نہ کرنے پر بیعت لینا:

۹۔ ((عَنْ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ بَايِعُونِي عَلٰى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ)) (اخرجه البخاری، فی صحیحه کتاب الایمان باب (بغیر ترجمة) رقم: ١٨)

''سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس وقت آپ ﷺ کے گرد آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت موجود تھی کہ میں تم سے ان باتوں پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور چوری مت کرو اور زنا بھی نہ کرو اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا اور اپنی طرف سے کسی پر تہمت نہ لگاؤ اور نیکی کے کام میں میری نافرمانی نہ کرنا پھر جو بھی ان شرطوں کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور جو کوئی ان میں خطا کرے گا تو اگر وہ دنیا میں سزا پائے تو وہ اس کا کفارہ ہو جائے گی اور اس کو پاک کر دے گی اور اگر اللہ تعالیٰ اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزا چھپالے تو اب آخرت میں اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے چاہے اس کو عذاب کرے چاہے معاف کر دے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم نے آپ ﷺ سے ان باتوں پر بیعت کرلی۔"

٩۔ بَابُ مُبَايِعَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءَ عَلٰى ذَالِكَ:

عورتوں سے بیعت لینے کا بیان:

١٠۔ ((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَتْ أُمَيْمَةُ بِنْتُ رُقَيْقَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ فَقَالَ أُبَايِعُكِ عَلٰى أَنْ لَّا تُشْرِكِيْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقِيْ وَلَا تَزْنِيْ وَلَا تَقْتُلِيْ وَلَدَكِ وَلَا تَأْتِيْ بِبُهْتَانٍ تَفْتَرِيْهِ بَيْنَ يَدَيْكِ وَرِجْلِكِ وَلَا تَنُوْحِيْ وَلَا تَبَرَّجِيْ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى)) (رواہ الطبرانی)

"سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسلام پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی، آپ نے اس سے فرمایا کہ میں تجھ سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تو (١) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا (٢) اور چوری نہ کرنا۔ (٣) زنا بھی مت کرنا (٤) اور اپنی اولاد کو بھی قتل نہ کرنا۔ (٥) اور بہتان نہ باندھنا۔ (٦) اور نوحہ بھی نہ کرنا۔ (٧) اور پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح زینت مت کرو۔"

١١۔ ((وَعَنْ سَلْمٰى بِنْتِ قَيْسٍ إِحْدٰى خَالَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَدْ صَلَّتْ مَعَهُ الْقِبْلَتَيْنِ وَكَانَتْ إِحْدٰى نِسَاءِ بَنِيْ عَدِيِّ بْنِ النَّجَّارِ قَالَتْ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَبَايَعْتُهُ فِيْ نِسْوَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا شَرَطَ عَلَيْنَا أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيَ وَلَا نَقْتُلَ أَوْلَادَنَا وَلَا نَأْتِيَ بِبُهْتَانٍ نَفْتَرِيْهِ بَيْنَ أَيْدِيْنَا وَأَرْجُلِنَا وَلَا نَعْصِيَهُ فِيْ مَعْرُوْفٍ قَالَ قَالَ وَلَا تَغْشُشْنَ أَزْوَاجَكُنَّ قَالَتْ فَبَايَعْنَاهُ ثُمَّ انْصَرَفْنَا فَقُلْتُ لِامْرَأَةٍ مِنْهُنَّ ارْجِعِيْ فَاسْأَلِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا غِشُّ أَزْوَاجِنَا قَالَتْ فَسَأَلَتْهُ فَقَالَ تَأْخُذُ مَالَهُ فَتُحَابِيْ بِهِ غَيْرَهُ)) (اخرجه احمد فی المسند: ٦/ ٣٧٩/ ٤٤٢۔ وابویعلی فی مسنده: ٥/ ٣٠٠ رقم: ٧٠٦٥۔ والطبرانی فی الکبیر: ٢٤/ ٢٩٦، رقم: ٧٥١)

"سلمی بنت قیس رضی اللہ عنہا روایت بیان کرتی ہیں کہ میں کچھ انصاری عورتوں کے ساتھ آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی آپ ﷺ نے ہمارے لیے یہ شروط رکھیں کہ (١) ہم شرک نہ کریں گی۔ (٢) چوری بھی نہیں کریں گی۔ (٣) اور زنا بھی نہیں کریں گی۔ (٤) اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ (٥) اور اپنی طرف سے کسی پر بہتان نہیں باندھیں گی (٦) اور آپ ﷺ کی کسی بھی نیکی اور اچھائی کے کام میں نافرمانی نہیں کریں گی۔ (٧) اور ہم اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوہروں سے خیانت بھی نہیں کریں گی۔ انہوں (سلمٰی) نے کہا ہم نے آپ ﷺ سے ان باتوں پر بیعت کر لی پھر جب ہم واپس ہونے لگے اس وقت میں نے ایک انصاری عورت سے کہا آپ جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھیں کہ شوہروں سے خیانت کا کیا مطلب ہے اس نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا (شوہروں سے خیانت کرنے کا مطلب ہے) کہ کوئی عورت مال اپنے شوہر کا استعمال کرے اور حقیقی محبت کسی دوسرے سے کرے۔"

۱۰۔ بَابُ مَنْ بَايَعَ الْإِمَامَ عَلٰى ذَالِكَ ثُمَّ وَفٰى اَوْ اَصَابَ مِنْ ذَالِكَ شَيْئًا:

جو امام سے بیعت کرے پھر اسے پورا کرے یا اس میں خطا کرنے والے کا بیان:

۱۲۔ ((عَنْ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ)) (اخرجه البخاری فی صحيحه، كتاب الايمان باب (بغير ترجمة) رقم: ١٨)

(اس حدیث کا ترجمہ حدیث نمبر (۹) کے تحت گذر چکا ہے)

۱۱۔ بَابُ فِيْ بَيْعِ الْمَمْلُوْكِ إِذَا سَرَقَ:

جب غلام چوری کرے اس کے بیچنے کا بیان:

۱۳۔ ((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سَرَقَ الْمَمْلُوْكُ فَبِعْهُ وَلَوْ بِنَشٍّ)) (اخرجه ابوداود، فی سننه، كتاب الحدود، باب بيع المملوك اذا سرق، رقم: ٤٤١٢۔

والنسائی فی سننه كتاب قطع السارق باب القطع فی السفر، رقم: ٤٩٨٣۔ وابن ماجه فی سننه كتاب الحدود باب العبد يسرق، رقم: ٢٥٨٩)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر غلام چوری کرے تو اسے بیچ دو اگرچہ ایک نش ہی کے بدلے میں بیچنا پڑے (نش کہتے ہیں نصف کو یعنی نصف اوقیہ، بیس درہم) میں بیچنا پڑے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ بَابُ خُرُوْجِ الْإِيْمَانِ مِنَ الْمُنْتَهِبِ:

ڈاکہ ڈالنے والے سے ایمان کے نکل جانے کا بیان:

۱۴۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ ولا يغل حين يغل وهو مؤمن فاياكم واياكم)) (اخرجه الشيخان صحيح البخاری كتاب المظالم باب النهبی بغير اذن صاحبه رقم ۲۴۷۵۔ وصحيح مسلم كتاب الايمان باب بيان نقصان الايمان بالمعاصی ونفيه، رقم: ۲۰۲، ۲۰۷ واللفظ لمسلم)

(اس حدیث کا ترجمہ حدیث نمبر ۲ کے تحت گذر چکا ہے)

۱۳۔ بَابُ مَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَشْهُوْرَةً فَلَيْسَ مِنَّا:

جو سرے عام ڈاکہ ڈالے وہ ہم میں سے نہیں:

۱۵۔ ((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ عَلَى الْمُنْتَهِبِ قَطْعٌ وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَشْهُوْرَةً فَلَيْسَ مِنَّا)) (اخرجه ابوداود فی سننه كتاب الحدود باب القطع فی الخامسة، رقم: ۴۳۹۱)

"جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ڈاکہ ڈالنے والے پر ہاتھ کاٹنا نہیں جو علانیہ ڈاکہ ڈالے وہ ہم میں سے نہیں۔"

۱۴۔ بَابُ الْغَصَبِ:

قبضہ کرنے کے بیان میں:

۱۶۔ ((عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ رضی اللہ عنہما عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ)) (اخرجه الشيخان صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضين رقم: ۳۱۹۱۔ وصحيح مسلم، كتاب المساقاة باب تحريم الظلم وغصب الارض وغيرها رقم: ۴۱۳۷)

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک بالشت کے برابر زمین پر ناجائز قبضہ کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گردن میں سات زمینوں کا طوق ڈالے گا۔"

أَبْوَابُ مَاجَآءَ فِي الْغُلُوْلِ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ١٦١)

١٥ ـ بَابُ تَعْظِيمِ الْغُلُوْلِ:

خیانت کی برائی کا بیان:

١٧ ـ ((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَذَكَرَ الْغُلُولَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ أَمْرَهُ ثُمَّ قَالَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ نَفْسٌ لَهَا صِيَاحٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ)) (رواه الشيخان صحيح بخاری، كتاب الجهاد والسير باب الغلول رقم: ٣٠٧٣ـ وصحيح مسلم كتاب الامارة باب عظم تحريم الغلول، رقم: ٤٧٣٤ واللفظ له)

”سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ ہمیں (نصیحت کرنے کے لیے) کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا خیانت بڑا گناہ ہے اور اس کے انجام کے متعلق بتایا کہ وہ انتہائی بھیانک ہے اور پھر ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میں تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر ایک اونٹ بڑبڑا رہا ہو اور وہ کہتا ہو اے اللہ کے رسول ﷺ! میری مدد کیجئے اور میں اس سے کہوں کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا میں نے تو تجھے اللہ تعالیٰ کا پیغام (دین الٰہی پہنچا دیا تھا، اور میں تم سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر گھوڑا ہو جو ہنہناتا ہوا اور وہ مجھے کہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں میں نے تجھے دین پہنچا دیا تھا اور نہ پاؤں میں کسی کو قیامت کے دن اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت میں کہ وہ اپنی گردن پر بکری لیے ہوئے ہو جو میں میں کرتی ہو اور وہ کہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ میں تیرے لیے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور قیامت کے دن نہ پاؤں میں کسی کو اس حالت میں کہ اس کی گردن پر کوئی جان ہو جو چلا رہی ہو اور وہ مجھ سے کہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ میں تیرے لیے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں نے تو تجھے دین الٰہی پہنچا دیا تھا اور قیامت کے دن میں کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کپڑے ہوں جو اوڑھے ہوئے ہوں یا چندیاں کاغذ کی جو اڑ رہی ہوں یا اور چیزیں جو ہل رہی ہوں پھر کہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہوں مجھے کچھ اختیار نہیں میں نے تمہیں دین الٰہی پہنچا دیا تھا اور نہ پاؤں میں تم میں سے کسی کو کہ وہ سونا چاندی پیشہ وغیرہ لیے ہوئے اور وہ کہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا میں نے تو تجھے پیغام الٰہی پہنچا دیا تھا۔

١٦۔ بَابُ قَوْلِهِ ﷺ لَا يَغُلُّ مُؤْمِنٌ:

نبی ﷺ کے فرمان ''مومن خیانت نہیں کرتا'' کے متعلق:

١٨۔ ((عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَغُلُّ مُؤْمِنٌ)) (رواه الطبراني في الكبير: ١١/ ١٨٣، رقم: ١١٥٧٨)

وقال الهيثمي وفيه روح بن صالح وثقه ابن حبان والحاكم وضعفه ابن عدي وبقية رجاله ثقات:

١٧۔ بَابُ مَنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِيءٌ مِنَ الْغُلُوْلِ:

باب اس بارے میں کہ جو اس حالت میں فوت ہو وہ خیانت سے بری ہو:

١٩۔ ((عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِيءٌ مِنْ ثَلَاثٍ مِنَ الْكِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) (رواه البيهقي كتاب السير باب الغلول قليله وكثيرة حرام رقم: ١٨٧١٨۔ والترمذي كتاب السير باب ماجاء في الغلول، رقم: ١٥٧٢)

''ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں فوت ہو کہ وہ تین چیزوں سے بری ہو (١) تکبر (٢) خیانت (٣) قرض۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

١٨۔ بَابُ اَمْرِ الْاِمَامِ مُنَادِيًا اَنْ يُّنَادِيْ فِي النَّاسِ فَيَجِيْئُوْنَ بِغَنَائِهِمْ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام کا منادی کو حکم دینا کہ وہ لوگوں میں اس بات کا اعلان کرے کہ وہ مال غنیمت جمع کر کے لے آئیں:

۲۰۔ ((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَصَابَ غَنِيْمَةً اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ فَيَجِيْئُوْنَ بِغَنَائِمِهِمْ فَيُخَمِّسُهُ وَيُقَسِّمُهُ فَجَاءَ رَجُلٌ بَعْدَ ذٰلِكَ بِزِمَامٍ مِنْ شَعَرٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا فِيمَا كُنَّا أَصَبْنَاهُ مِنَ الْغَنِيمَةِ قَالَ أَسَمِعْتَ بِلَالًا يُنَادِي ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَجِيءَ بِهِ فَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ كُنْ أَنْتَ تَجِيءُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَنْ أَقْبَلَهُ عَنْكَ)) (رواه ابوداود في سننه كتاب الجهاد باب الغلول اذا كان يسيرا يتركه الامام ولا يحرق رحلة، رقم: ۲۷۱۲)

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مال غنیمت پاتے تو بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرماتے کہ لوگوں میں اعلان کر کہ وہ مال غنیمت کو جمع کر کے لے آئیں پھر آپ ﷺ اس کا خمس نکال کر باقی لوگوں میں تقسیم کر دیتے ایک بار ایک شخص بالوں سے بنی ہوئی لگام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ وہ ہے جو ہمیں مال غنیمت میں سے ملی تھی آپ نے اس سے فرمایا کیا تو نے بلال رضی اللہ عنہ کو اعلان کرتے ہوئے سنا تھا جبکہ انہوں نے تین مرتبہ اعلان کیا تھا، اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا پھر تو پہلے کیوں نہ لے آیا اس نے کوئی عذر پیش کیا آپ نے فرمایا اس کو لے جا اور قیامت کے دن لے آنا ابھی میں اسے تجھ سے قبول نہیں کروں گا۔"

۱۹۔ بَابُ مَاجَاءَ اَنَّ الْغُلُوْلَ قَلِيْلُهٗ وَكَثِيْرُهٗ حَرَامٌ:

باب اس بارے میں کہ خیانت کم ہو یا زیادہ حرام ہے:

۲۱۔ ((عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُوْلُ افْتَتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً إِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْإِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى وَادِي الْقُرَى وَمَعَهُ عَبْدٌ لَهُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ أَهْدَاهُ لَهُ أَحَدُ بَنِي الضِّبَابِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتَّى أَصَابَ ذٰلِكَ الْعَبْدَ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَلْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَجَاءَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَجُلٌ حِينَ سَمِعَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ بِشِرَاكٍ أَوْ بِشِرَاكَيْنِ فَقَالَ هَذَا شَيْءٌ كُنْتُ أَصَبْتُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شِرَاكٌ أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ)) (رواه الشيخان صحيح البخاري كتاب الايمان والنذور باب هل يدخل في الايمان والنذور الارض والغنم والزرع والاسعة، رقم: ٤٢٣٤۔ واللفظ له صحيح مسلم كتاب الايمان باب غلظ تحريم الغلول، رقم: ١١٥)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو ایک غلام ہدیہ دیا جسے مدعم کے نام سے پکارا جاتا تھا یہی مدعم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ (کے خچر، گھوڑے) کا کجاوہ صاف کر رہا تھا کہ اچانک ایک تیر آیا اور اسے پیوست ہوگیا جس سے وہ مرگیا لوگوں نے کہا اسے جنت کی مبارک ہو آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے لی تھی وہ آگ بن کر اس کے اوپر بھڑک رہی ہے جب یہ بات لوگوں نے سنی تو ایک آدمی ایک یا دو تسمے لے آیا۔ (جو اس نے مال غنیمت سے لیے تھے) آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک یا دو تسمے (قیامت کے دن) آگ کے ہوں گے۔''

٢٠۔ بَابُ اَنَّ الْغُلُولَ عَارٌ وَنَارٌ وَشَنَارٌ عَلَى اَهْلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:

باب خیانت قیامت کے دن خائن کیلئے عار جہنم میں جانے کا سبب اور بے عزتی کا سبب ہوگی:

٢٢۔ ((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَقْبَلَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالْجِعْرَانَةِ اِجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَتَعَلَّقَ رِدَائُهُ بِالشَّجرَةِ فَقَالَ رُدُّوْا عَلَيَّ رِدَائِيْ اَتَخَافُوْنَ اَنْ لَا اُقْسِمَ بَيْنَكُمْ لَوْ كَانَ مِثْلَ شَجَرِ تِهَامَةٍ، نَعَمًا لَقَسَّمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ جَبَانًا وَلَا بَخِيْلًا وَلَا كَذُوْبًا ثُمَّ قَالَ رُدُّوْ الْخِيَاطَ وَالْمِخْيَطَ فَاِنَّ الْغُلُوْلَ عَارٌ وَنَارٌ شَنَارٌ عَلٰى اَهْلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ مَالِيْ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ مِثْلَ هٰذِهِ الْوَبْرَةِ وَاَخَذَهَا مِنْ كَاهِلِ الْبَعِيْرِ اِلَّا الْخُمُسُ وَالْخُمُسُ مَرْدُوْدُ عَلَيْكُمْ))

(رواه الطبراني في معجمه الاوسط: ٥/ ٢٩٢، رقم: ٧٣٧٦۔ وقال الهيثمي وفيه محمد بن عثمان ابن مخلد وهو ثقة وفيه ضعف)

''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) چلے یہاں تک کہ جعرانہ مقام پر پہنچے وہاں پر لوگ آپ کے گرد جمع ہوگئے اور آپ نے اپنی چادر درخت پر لٹکا دی اور پھر ارشاد فرمایا میری چادر میری طرف لے آؤ کیا تمہیں اس کا بات کا خوف ہے کہ میں (مال غنیمت)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے درمیان تقسیم نہیں کروں گا اگر میرے پاس تہامہ درخت کی طرح بھی اونٹ ہوں وہ بھی میں تمہارے درمیان تقسیم کر دوں اور اس تقسیم میں نہ تم مجھے بزدل پاؤ گے اور نہ ہی کنجوس اور جھوٹا پھر آپ نے ارشاد فرمایا (امانت میں لی ہوئی) سوئی اور دھاگہ بھی واپس کر دو پس بے شک خیانت قیامت کے دن خائن کے لیے عار اور بے عزتی اور اس کے لیے جہنم میں جانے کا سبب ہوگی اور آپ نے ایک بال اونٹ کی پشت سے لیتے ہوئے فرمایا میرے پاس مال فئی میں سے اس وقت اس بال کے برابر بھی نہیں ہاں مال فئی میں سے خمس ہے وہ بھی میں تمہارا ہی لٹا دیتا ہوں۔"

٢١۔ بَابُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِي قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِلغَالِ الْمُسْتَغِيْثِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:

باب: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے کہ نبی ﷺ کا خائن کو مدد سے انکار کرنا جو آپ کو قیامت کے دن مدد کے لیے پکارے گا:

٢٣۔ ((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَذَكَرَ الْغُلُولَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ أَمْرَهُ ثُمَّ قَالَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ عَلَى رَقَبَتِهِ فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا وَقَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ عَلَى رَقَبَتِهِ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ نَفْسٌ لَهَا صِيَاحٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِغْثِنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ)) (رواه الشيخان صحيح البخاری کتاب الجهاد والسير باب الغلول، رقم: ٣٠٧٣۔ صحيح مسلم، كتاب الامارة باب عظم تحريم الغلول: ٤٧٣٤)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ ہمیں (نصیحت کرنے کے لیے) کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا خیانت بڑا گناہ ہے اور اس کے انجام کے متعلق بتایا کہ وہ انتہائی بھیانک ہے اور پھر ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میں تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاؤں کہ اس کی گردن پر ایک اونٹ بڑبڑا رہا ہو اور وہ کہتا ہو اے اللہ کے رسول ﷺ! میری مدد کیجئے اور میں اس سے کہوں کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا میں نے تو تجھے اللہ تعالیٰ کا پیغام دین الٰہی پہنچا دیا تھا اور میں تم سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر گھوڑا ہو جو ہنہناتا ہوا اور وہ مجھے کہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں میں نے تجھے دین پہنچا دیا تھا اور نہ پاؤں میں کسی کو قیامت کے دن اس حالت میں کہ وہ اپنی گردن پر بکری لیے ہوئے ہو جو میں میں کرتی ہو اور وہ کہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ میں تیرے لیے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور قیامت کے دن نہ پاؤں میں کسی کو اس حالت میں کہ اس کی گردن پر کوئی جان ہو جو چلا رہی ہو اور وہ مجھ سے کہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ میں تیرے لیے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں نے تو تجھے دین الٰہی پہنچا دیا تھا اور قیامت کے دن میں کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کپڑے ہوں جو اوڑھے ہوئے ہوں یا چندیاں کاغذ کی جو اڑ رہی ہوں یا اور چیزیں جو ہل رہی ہوں پھر کہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہوں مجھے کچھ اختیار نہیں میں نے تمہیں دین الٰہی پہنچا دیا تھا اور نہ پاؤں میں تم میں سے کسی کو کہ وہ سونا چاندی پیشہ وغیرہ لیے ہوئے اور وہ کہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا میں نے تو تجھے پیغام الٰہی پہنچا دیا تھا۔"

۲۲۔ بَابُ قَوْلِهِ ﷺ اَدُّوا الْخِيَاطَ وَالْمِخْيَطَ:

باب نبی ﷺ کے فرمان "سوئی اور دھاگہ واپس کر دو" کے متعلق:

۲۳۔ ((عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ اَدُّوا الْخِيَاطَ وَالْمِخْيَطَ وَاِيَّاكُمْ وَالْغُلُوْلَ فَاِنَّهٗ عَارٌ عَلٰى اَهْلِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (رواه الدارمی کتاب السیر باب ماجاء انه قال ادوا الخياط والمخيط رقم: ٢٤٩٠))

"عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ (امانت میں لی ہوئی) سوئی اور دھاگہ بھی واپس کر دو اور خبردار خیانت سے بچو پس بے شک قیامت کے دن یہ خیانت خائن کے لیے ذلت ورسوائی کا سبب ہوگی۔"

۲۳۔ بَابُ قَوْلِهِ ﷺ اَنَّهٗ لَيْسَ لِيْ مِنْ هٰذَا الْفَيْئِ اِلَّا الْخُمُسُ وَ الْخُمُسُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَرْدُوْدٌ عَلَیْکُمْ:

باب اس بارے میں کہ اس مالِ فئی سے میرا حصہ صرف (خمس) ہے اور وہ بھی میں تمہیں لٹا دیتا ہوں:

۲۵۔ ((عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ أَبِیهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ ثُمَّ دَنَا یعنی النبی ﷺ مِنْ بَعِیرٍ فَأَخَذَ وَبَرَةً مِنْ سَنَامِهِ ثُمَّ قَالَ أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَیْسَ لِی مِنْ هَذَا الْفَیْءِ شَیْءٌ وَلَا هَذَا وَرَفَعَ أُصْبُعَیْهِ إِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ عَلَیْکُمْ فَأَدُّوا الْخِیَاطَ وَالْمِخْیَطَ فَقَامَ رَجُلٌ فِی یَدِهِ کُبَّةٌ مِنْ شَعْرٍ فَقَالَ أَخَذْتُ هَذِهِ لِأُصْلِحَ بِهَا بَرْذَعَةً لِی فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا مَا کَانَ لِی وَلِبَنِی عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَکَ فَقَالَ أَمَّا إِذَا بَلَغَتْ مَا أَرَی فَلَا أَرَبَ لِی فِیهَا وَنَبَذَهَا)) (رواه ابوداود کتاب الجهاد باب فداء الاسیر بالمال، رقم: ۲۶۹٤)

"عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے قریب ہوئے اور اس کی کوہان سے ایک بال لیتے ہوئے فرمایا اے لوگو! میرے پاس (یا میرے لیے) اس مال فئی میں سے کچھ بھی نہیں اور یہ بھی نہیں آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو اوپر اٹھاتے ہوئے فرمایا (پھر فرمایا) ہاں (میرے لیے) خمس ہے وہ بھی میں تمہیں ہی لوٹا دیتا ہوں اور فرمایا دھاگہ اور سوئی (امانت میں لیا ہوا) واپس کر دو، یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے ہاتھ میں بالوں کا ایک ٹکڑا تھا اور کہنے لگا میں نے اسے پالان کے نیچے کی کملی درست کرنے کے لیے لیا تھا پھر آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے لیے اور بنی عبدالمطلب کے لیے ہو وہ تیرے لیے ہے تو اس شخص نے کہا کہ جب یہ رسی اس حد تک پہنچ چکی ہے یعنی اس کا گناہ اس درجہ کو پہنچا ہے جو میں دیکھتا ہوں تو مجھے اس کی ضرورت نہیں اور اس رسی کو پھینک دیا۔"

۲٤۔ بَابُ الْغَالِّ فِی النَّارِ:

باب خائن جہنم میں داخل ہوگا:

۲۶۔ ((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ کَانَ عَلَی ثَقَلِ النَّبِیِّ ﷺ رَجُلٌ یُقَالُ لَهُ کَرْکَرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ هُوَ فِی النَّارِ فَذَهَبُوا یَنْظُرُونَ إِلَیْهِ فَوَجَدُوا عِبَاءَةً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَدْ غَلَّهَا)) (رواه البخاری کتاب الجهاد والسير باب القليل من الغلول رقم: ۳۰۷۴)

''سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامان واسباب وغیرہ پر ایک آدمی مقرر تھا جسے کرکرہ کہا جاتا تھا وہ فوت ہوا آپ ﷺ نے فرمایا یہ جہنم میں جائے گا صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سامان کی جانچ پڑتال کی تو اس کے سامان میں چادر پائی گئی جو اس نے خیانت کر کے حاصل کی تھی۔''

۲۵۔ بَابُ اِشْتِعَالِ الْغُلُولِ النَّارَ عَلٰى صَاحِبِهٖ:

باب خیانت کا آگ بن کر خائن پر بھڑکنا:

۲۷۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَصَابَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا)) (صحيح البخاری کتاب الایمان والنذور، باب هل يدخل فی الايمان والنذور الارض والغنم والزرع والامتعة، رقم: ۶۷۰۷۔ صحيح مسلم، کتاب الايمان باب غلظ تحريم الغلول، رقم: ۱۱۵۔ مشكوٰة المصابيح، رقم: ۳۹۱۹)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ کو ایک غلام ہدیہ دیا جسے مدعم کہا جاتا تھا اور یہی مدعم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا کجاوہ صاف کر رہا تھا کہ اچانک ایک تیر آیا اور اسے پیوست ہوگیا جس سے وہ مر گیا لوگوں نے کہا اسے جنت کی خوشخبری ہو آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں، اس نے خیبر کے دن مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے مال غنیمت سے ایک چادر لی تھی جو ابھی آگ بن کر اس کے اوپر بھڑک رہی ہے۔''

۲۶۔ بَابُ مَاجَاءَ اَنَّ الْغَالَّ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ مَا غَلَّ:

باب اس بارے میں کہ خائن قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کی گردن پر وہ چیز ہوگی جو اس نے خیانت کی تھی:

۲۸۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَذَكَرَ الْغُلُولَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ أَمْرَهُ قَالَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَهُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حَمْحَمَةٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا وَقَدْ أَبْلَغْتُكَ عَلَى رَقَبَتِهِ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ عَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ يَارَسُولَ اللّٰهِ اِغْثِنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ عَلٰى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ)) (صحیح البخاری کتاب الجهاد السير باب الغلول، رقم: ۳۰۷۳)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں (نصیحت کرنے کے لیے) کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا خیانت بڑا گناہ ہے اور اس کے انجام متعلق بتایا کہ وہ انتہائی بھیانک ہے اور پھر ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میں تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر اونٹ ہو جو بڑبڑاتا ہو اور مجھے کہے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں میں نے تجھے دین پہنچا دیا تھا اور قیامت کے دن میں کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کپڑے ہوں جو اوڑھے ہوئے ہوں یا چندیاں کاغذ کی جواڑ رہی ہوں یا اور چیزیں جو ہل رہی ہوں پھر کہے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد کیجئے اور میں کہوں مجھے کچھ اختیار نہیں میں نے تمہیں دین الٰہی پہنچا دیا تھا اور نہ پاؤں میں تم میں سے کسی کو کہ وہ سونا چاندی پیشہ وغیرہ لیے ہوئے اور وہ کہے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا میں نے تو تجھے پیغام الٰہی پہنچا دیا تھا۔''

۲۷۔ بَابُ تَرْكِ النَّبِيِّ ﷺ الصَّلَاةَ عَلَى الْغَالِ:

باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خائن کی نماز جنازہ نہ پڑھانا:

۲۹۔ ((عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ تُوُفِّيَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوهُ النَّاسِ لِذَلِكَ فَقَالَ إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ غَلَّ فِي سَبِيلِ اللهِ فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهُ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِ يَهُودَ لَا يُسَاوِي دِرْهَمَيْنِ)) (سنن ابی داود، کتاب الجهاد باب تعظيم الغلول، رقم: ۲۷۱۰)

''سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص فوت ہو گیا لہٰذا صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمایا اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو یہ سن کر لوگوں کے چہرے بدل گئے آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھی نے اللہ کے راستے میں (مال غنیمت میں سے) خیانت کی تھی۔ (صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں) کہ ہم نے اس کے سامان کو چیک کیا اس میں ایک منکہ یا موتی یہودیوں کے منکوں یا موتیوں میں سے موجود تھا جس کی قیمت ایک یا دو درہم کے برابر بھی نہ تھی۔"

۲۸۔ بَابُ الْغَالِّ يُجَرُّ اِلَى النَّارِ:

باب (قیامت کے دن) خائن کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا:

۳۰۔ ((عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ شَقِيْقٍ اَنَّهُ اَخْبَرَ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِوَادِي الْقُرٰى وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ وَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اُسْتُشْهِدَ مَوْلَاكَ اَوْ قَالَ غُلَامُكَ فُلَانٌ قَالَ بَلْ يُجَرُّ اِلَى النَّارِ فِيْ عِبَاءَةٍ غَلَّهَا)) (رواه احمد: ۳۶۰/۳۳، رقم: ۲۰۳۵۱، الموسوعة الحديثيه)

"سیدنا عبداللہ بن شقیق دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ (نام نامعلوم) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے اس وقت سنا جب آپ وادی قری میں اپنے گھوڑے پر سوار تھے کہ ایک شخص نے آپ کے غلام کے متعلق آپ ﷺ کو آگاہ کیا کہ وہ شہید ہو گیا ہے آپ ﷺ نے جواباً فرمایا بلکہ وہ تو (قیامت کے دن) ایک چادر خیانت کرنے کی وجہ سے جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔"

۲۹۔ بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ مَنْ اَعَادَ اِلَى الْاِمَامِ مَا غَلَّهُ بَعْدَ الْقِسْمَةِ لَمْ يَسْقُطْ عَنْهُ الْاِثْمُ:

باب اس بارے میں کہ جو مال غنیمت کی تقسیم کے بعد خیانت کی ہوئی چیز امام کو واپس کرے اس سے خیانت کا گناہ ساقط نہیں ہوگا:

۳۱۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ اَهْدٰى رَجُلٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ غُلَامًا يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ أَصَابَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيْئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ أَوْ قَالَ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ)) (البخاری، کتاب الایمان، والنذور باب هل يدخل، رقم: ۶۷۰۷۔ صحيح مسلم، كتاب الايمان باب غلظ تحريم الغلول، رقم: ۱۱۵۔ مشكوٰة المصابيح، رقم: ۳۹۱۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک غلام ہدیہ دیا جسے مدعم کہا جاتا ہے یہی مدعم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا کجاوہ صاف کر رہا تھا کہ اچانک اسے تیر لگا جس سے وہ مر گیا لوگوں نے کہا اسے جنت کی مبارک ہو، آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن مال غنیمت سے تقسیم سے پہلے لی تھی وہ آگ بن کر اس کے اوپر بھڑک رہی ہے جب یہ بات لوگوں نے سنی تو ایک آدمی ایک یا دو جوتے کے تسمے لے آیا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے ہوں گے۔''

٣٠۔ بَابُ مَاجَآءَ لَا تُقْبَلُ صَدَقَةٌ مِّنْ غُلُوْلٍ:

باب اس بارے میں کہ خیانت کیے ہوئے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا:

٣٢۔ ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِّنْ غُلُوْلٍ)) (سنن الترمذی کتاب الطھارۃ باب ماجاء لا تقبل صلاۃ بغیر طھور رقم: ١)

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بغیر وضو کے نماز قبول نہیں ہوتی اور خیانت کیے ہوئے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔''

٣١۔ بَابُ عُقُوْبَةِ الْغَالِّ وَتَحْرِيْقِ مَتَاعِهِ:

باب خائن کی سزا اور اس کے سامان کے جلانے کے متعلق:

٣٣۔ ((عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَائِدَةَ قَالَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ مَسْلَمَةَ أَرْضَ الرُّوْمِ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ غَلَّ فَسَأَلَ سَالِمًا عَنْهُ فَقَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأَحْرِقُوا مَتَاعَهُ وَاضْرِبُوهُ قَالَ فَوَجَدْنَا فِي مَتَاعِهِ مُصْحَفًا فَسَأَلَ سَالِمًا عَنْهُ فَقَالَ بِعْهُ وَتَصَدَّقْ بِثَمَنِهِ)) (رواہ ابوداود، کتاب الجهاد، باب عقوبة الغال، رقم: ٢٧١٣۔ والترمذی کتاب الحدود، باب ماجاء فی الغال ما یصنع به، رقم: ١٤٦١۔ والحاکم فی المستدرک کتاب الجهاد، باب التشدید فی الغلول: ٢/ ١٢٨ والبیهقی فی سننه کتاب السیر باب لا یقطع من غل فی الغنیمة: ٩/ ١٠٣) ((قال المصنف وقال الترمذی غریب لا نعرفه الا من هٰذا الوجه وقال سالت محمدا عن هذا الحدیث فقال انما روی هذا صالح بن محمد بن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زائدة وهو ابو واقد الليثي وهو منكر الحديث قال المنذري وصالح بن محمد بن زائدة تكلم فيه غير واحد من الائمة وقد قيل انه تفرد به وقال البخاري عامة اصحابنا بهذا في الغلول وهو باطل ليس بشيء وقال الدار قطني انكروا هذا الحديث على صالح بن محمد قال وهذا حديث لم يتابع عليه ولا اصل لهذا الحديث عن رسول الله ﷺ والمحفوظ ان سالما امر بذالك وصحح ابوداود وقفه كذا في النيل للشوكاني قال المصنف وصالح هذا قال فيه النسائي ليس بالقوي وقال احمد ما ارى به باسا وقال ابن عدى هو من الضعفاء وروى احمد بن ابي مريم عن ابن معين ضعيف كذا في الميزان للذهبي قال المصنف توثيق احمد هذا لا يعتبر به في جنب هؤلاء مع كونه متفردا في هذا التوثيق والله اعلم وعن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله ﷺ واباابكر وعمر حرقوا متاع الغال وضربوه رواه ابوداود (من الجهاد باب في عقوبة الغال، رقم: ٢٧١٦) وزاد في رواية ذكرها تعليقا ومنعوه سهمه قال المصنف في اسناده زهير بن محمد وهو الخراساني سكن الشام ثم الحجاز رواية اهل الشام عنه غير مستقيمة فضعف بسببها كذا في التقريب قال المصنف قد لاح انه لم يثبت عن الشارع البارع ﷺ هذا الحديث اصلا والله اعلم بالصواب وعنده علم الكتاب))

''صالح بن محمد بن زائدہ کہتے ہیں کہ میں مسلمہ کے ساتھ روم گیا وہاں ایک شخص کو لایا گیا جس نے خیانت کی تھی تو یہ مسئلہ مسلمہ نے سالم سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے اپنے والد سے ایک حدیث سنی تھی وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اور عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی شخص کو خیانت میں مبتلا پاؤ تو اس کے سامان کو جلا دو اور اس کی پٹائی لگاؤ مسلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس (خیانت کرنے والے شخص) کے سامان میں مصحف پاک پایا، تو سالم سے اس مصحف کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ مصحف بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کر دو۔''

٣٢۔ بَابُ ذِكْرِ الْاَخْبَارِ الْوَارِدَةِ اَنَّهُ ﷺ لَمْ يُحَرِّقْ مَتَاعَ الْغَالِّ:

ان احادیث کا بیان کہ نبی ﷺ نے خائن کے سامان کو نہیں جلایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۴۔ ((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ﷛ قَالَ كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوا عَبَائَةً قَدْ غَلَّهَا)) (رواه البخاری، کتاب الجهاد والسير باب القليل من الغلول، رقم: ۳۰۷۴)

اس حدیث کا ترجمہ حدیث نمبر ۲۶ میں گذر چکا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ آپ نے اس (کرکرہ نامی) شخص کے سامان کو جلایا ہو اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

مصنف نے کہا امام بخاری رحمہ اللہ نے (مذکورہ بالا) کلام میں اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، جس میں خائن کے سامان کے جلانے کا حکم ہے۔

۳۵۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷛ قَالَ اَهْدٰى رَجُلٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ غُلَامًا يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اَصَابَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ أَوْ قَالَ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ))(البخاری، کتاب الایمان، والندور باب هل يدخل، رقم: ۶۷۰۷۔ صحيح مسلم، كتاب الايمان باب غلظ تحريم الغلول، رقم: ۱۱۵)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک غلام ہدیہ دیا جسے مدعم کہا جاتا ہے یہی مدعم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا کجاوہ صاف کر رہا تھا کہ اچانک اسے تیر لگا جس سے وہ مر گیا لوگوں نے کہا اسے جنت کی مبارک ہو، آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن مال غنیمت سے تقسیم سے پہلے لی تھی وہ آگ بن کر اس کے اوپر بھڑک رہی ہے جب یہ بات لوگوں نے سنی تو ایک آدمی ایک یا دو جوتے کے تسمے لے آیا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے ہوں گے۔''

۳۶۔ ((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اَصَابَ غَنِيمَةً اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ فَيَجِيئُونَ بِغَنَائِمِهِمْ فَيَخْمِسُهُ وَيُقَسِّمُهُ فَجَاءَ رَجُلٌ بَعْدَ ذٰلِكَ بِزِمَامٍ مِنْ شَعَرٍ فَقَالَ أَسَمِعْتَ بِلَالًا يُنَادِي ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَنْ تَجِيءَ بِهِ فَاعْتَذَرَ فَقَالَ كُنْ أَنْتَ تَجِيءُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَنْ أَقْبَلَهُ عَنْكَ))

(رواه ابوداود فی سننه کتاب الجهاد باب الغلول اذا کان یسیرا یترکه الامام ولا یحرق رحلهٗ، رقم: ۲۷۱۲)

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مال غنیمت پاتے تو بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرماتے کہ لوگوں میں اعلان کر کہ وہ مال غنیمت کو جمع کر کے لے آئیں پھر آپ ﷺ اس کا خمس نکال کر باقی لوگوں میں تقسیم کر دیتے ایک بار ایک شخص بالوں سے بنی ہوئی لگام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ وہ ہے جو ہمیں مال غنیمت میں سے ملتی تھی آپ نے اس سے فرمایا کیا تو نے بلال رضی اللہ عنہ کو اعلان کرتے ہوئے سنا تھا جبکہ انہوں نے تین مرتبہ اعلان کیا تھا، اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا پھر تو پہلے کیوں نہ لے آیا اس نے کوئی عذر پیش کیا آپ نے فرمایا اس کو لے جا اور قیامت کے دن لے آنا ابھی میں اسے تجھ سے قبول نہیں کروں گا۔"

مصنف نے کہا عبداللہ بن عمرو اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں نے نبی ﷺ سے (خائن) کے سامان کو جلانے کا ذکر نہیں کیا پس کسی بھی مومن شخص کو یہ لائق وزیبا نہیں کہ وہ کوئی بات اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے منسوب کرے جو انہوں نے نہیں کہی۔ یعنی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے خائن کے سامان کو جلانے کا ذکر نہیں کیا تو کسی مومن کے شان کے یہ بات لائق نہیں کہ وہ اس بات کی نسبت ان کی طرف کرے۔

اَبْوَابُ الْقَطْعِ فِي السَّرِقَةِ

چوری میں ہاتھ کاٹنے کے متعلق ابواب

۳۳۔ بَابُ وُجُوْبِ الْقَطْعِ فِي السَّرِقَةِ:

چوری میں ہاتھ کاٹنے کے وجوب کا بیان:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (المائدة: ۳۸)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ سزا ہے اس کی جو کچھ انہوں نے کیا اور یہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا وعذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔"

۳۷۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ)) (صحيح بخاری، كتاب الحدود باب لعن السارق اذا لم يسم، رقم: ٦٧٨٣۔ صحيح مسلم كتاب الحدود باب حد السرقة ونصابها رقم: ٤٤٠٨)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت بھیجی کہ ایک انڈہ چراتا ہے اور اس پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے ایک رسی چراتا ہے جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔''

٣٤۔ بَابُ وُجُوْبِ الْقَطْعِ وَاِنْ كَانَ السَّارِقُ شَرِيْفًا النَّسَبِ اَوْ كَانَ عَالِمًا:

باب چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے اگرچہ چور اعلیٰ خاندان سے ہو یا عالم کیوں نہ ہو:

٣٨۔ ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَارِقٍ فَقَطَعَه فَقَالَ مَاكُنَّا نَرَاكَ تَبْلُغُ مِنْهُ هٰذَا قَالُوْا لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُهَا)) (اخرجه النسائی، كتاب قطع السارق باب ذكر اختلاف الناقلين، رقم: ٤٩٠٠۔ قال المصنف حديث الباب حسن الاسناد والله اعلم)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور کو لایا گیا، آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا ہمیں آپ سے یہ امید نہ تھی۔ اگر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

٣٥۔ بَابُ اِمْتِحَانَ السَّارِقِ بِالضَّرْبِ الْحَبْسِ:

چور کو سزا دے کر اور اسے قید کر کے آزمائش میں ڈالنا:

٣٩۔ ((عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّهُ رُفِعَ اِلَيْهِ نَفَرٌ مِنَ الْكَلَاعِيْنِ اَنَّ حَاكَةً سَرَقُوْا مُتَاعًا فَحَبَسَهُمْ اَيَّامًا ثُمَّ خَلّٰى سَبِيْلَهُمْ فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا خَلَّيْتَ سَبِيْلَ هٰؤُلَاءِ بِلَا اِمْتِحَانٍ وَلَا ضَرْبٍ فَقَالَ النُّعْمَانُ مَا شِئْتُمْ اِنْ شِئْتُمْ اَضْرِبُهُمْ فَاِنْ اَخْرَجَ اللّٰهُ مَتَاعَكُمْ فَذَالِكَ وَاِلَّا اَخَذْتُ مِنْ ظُهُوْرِكُمْ مِثْلَهٗ قَالُوْا هٰذَا حُكْمُكَ؟ قَالَ هٰذَا اَحْكُمُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﷺ)) (سنن النسائی، كتاب قطع السارق، باب امتحان السارق بالضرب والحبس، رقم: ٤٨٧٨)

''نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے پاس کلاعی قبیلے کے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ جولاہوں نے ہماری چوری کی ہے نعمان رضی اللہ عنہ نے ان جولاہوں کو کچھ دن قید میں رکھ کر آزاد کر دیا کلاعی لوگ نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا آپ نے تو ان کو آزاد کر دیا نہ ان کو مارا اور نہ امتحان لیا انہوں نے فرمایا: تم کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہتے ہو کہو تو میں ان کو ماروں لیکن اگر تمہارا مسروقہ سامان ان کے پاس سے برآمد ہوا تو صحیح ورنہ اسی قدر میں تمہاری پیٹھ پر ماروں گا انہوں نے کہا کیا یہ آپ کا حکم ہے؟ نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔''

۴۰۔ ((وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَبَسَ رَجُلًا فِي تُهْمَةٍ ثُمَّ خَلّٰى سَبِيلَهُ)) (رواه النسائی کتاب قطع السارق باب امتحان السارق بالضرب والحبس، رقم: ۴۸۸۰)

''بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت لگانے کے قصور میں قید کیا پھر (کچھ دنوں بعد) آزاد کر دیا۔''

۳۶۔ بَابُ تَلْقِينِ السَّارِقِ:

باب چور کو تلقین کرنا:

۴۱۔ ((عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ الْمَخْزُومِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ بِلَصٍّ اعْتَرَافَ اعْتِرَافًا وَلَمْ يُوجَدْ مَعَهُ مَتَاعٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا إِخَالُكَ سَرَقْتَ؟ قَالَ بَلٰى قَالَ اذْهَبُوا بِهِ فَاقْطَعُوهُ ثُمَّ جِيئُوا بِهِ فَقَطَعُوهُ ثُمَّ جَاءُوا بِهِ فَقَالَ لَهُ قُلْ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فَقَالَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ قَالَ اللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ)) (رواه النسائی کتاب قطع السارق باب تلقین السارق، رقم: ۴۸۸۱)

''ابو امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چور کو لایا گیا اس نے چوری کرنے کا اعتراف کیا لیکن چوری کیا ہوا سامان اس کے پاس نہیں تھا، آپ نے اس سے فرمایا میرا خیال ہے کہ تو نے چوری نہیں کی اس نے کہا بلکہ میں چوری کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اس کو لے جا کر ہاتھ کر پھر میرے پاس لے آؤ، صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو لے گئے ہاتھ کاٹا پھر لے آئے آپ نے اس سے فرمایا تو کہہ کہ ''میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، آپ نے بھی اس کے حق یہ دعا کی کہ اے اللہ! اس کی توبہ قبول کر۔''

۳۷۔ بَابُ قَدْرِ مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ:

باب کتنے سامان پر ہاتھ کاٹنا واجب ہوتا ہے؟

۴۲۔ ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ إِلَّا بِرُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا)) (رواه الشیخان صحیح بخاری، کتاب الحدود باب قول اللہ والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما، وفی کم یقطع، رقم: ۶۷۸۹۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود باب حد السرقۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ونصابها، رقم: ٤٤٠٢)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چور کا ہاتھ ربع دینار کی مالیت چرانے میں یا اس سے زیادہ کی مالیت میں کاٹا جائے گا۔''

٤٣۔ ((وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَطَعَ النَّبِیُّ ﷺ يَدَ سَارِقٍ فِی مِجَنٍّ قِيْمَتُهٗ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ)) (رواه الشيخان صحيح بخاری كتاب الحدود باب قول الله والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما، رقم: ٦٧٩٨۔ وصحيح مسلم، كتاب الحدود باب حد السارق ونصابها، رقم: ٤٤٠٦)

''ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ ایک ڈھال چرانے کی وجہ سے کاٹا اور اس ڈھال کی قیمت تین درہم تھی۔''

٣٨۔ بَابُ فِیْ ثَمَنِ الْمَجِنِّ:

باب ڈھال کی قیمت کے بارے میں:

٤٤۔ ((عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَطَعَ النَّبِیُّ ﷺ يَدَ سَارِقٍ فِی مِجَنٍّ قِيْمَتُهٗ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ))

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی چوری کی وجہ سے کاٹا جس کی قیمت تین درہم تھی۔''

٤٥۔ ((وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِيْمَا دُوْنَ ثَمَنِ الْمَجَنِّ قِيْلَ لِعَائِشَةَ مَا ثَمَنُ الْمِجَنِّ قَالَتْ رُبْعُ دِيْنَارٍ)) (رواه البيهقی فی سننه كتاب السرقة باب اختلاف الناقلين: ٨/ ٢٥٦)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتیں تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت سے کم مالیت کی چوری میں نہیں کاٹا جائے گا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ ڈھال کی قیمت کتنی ہے، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ربع دینار۔''

مصنف نے کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں (ڈھال کی قیمت کا تین درہم ہونا یا ربع دینار ہونا) اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں کیونکہ تین درہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں ربع دینار کے ہوتے تھے، وہ اس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں ١٢ درہم ایک دینار کے بدلے میں ہوا کرتے تھے اور یہ اس طرح تھا کہ بعد میں چاندی والوں پر ١٢ ہزار درہم دیت مقرر ہوئی اور سونے والوں پر ایک ہزار دینار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سیدہ عائشہ، ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم دیت ۱۲ ہزار درہم ہی کہا کرتے تھے اور اس بارے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی احتجاج کیا گیا ہے اور حدیث ابی بکر بن حزم عن عمرۃ عن عائشۃ بھی اسی بات کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم

مصنف نے کہا عترہ اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور دیگر فقہاء عراق کہتے ہیں کہ ہاتھ کاٹنے کا نصاب جس پر ہاتھ کاٹنا لازم آتا ہے، وہ دس درہم ہے انہوں نے دلیل کے طور پر وہ حدیث پیش کی ہے جسے امام بیہقی رحمہ اللہ اور علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے جو محمد بن اسحاق عن ایوب بن مری عن ابن عطاء عن ابن عباس کے طریق سے مروی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مسعود میں ڈھال کی قیمت دس درہم ہوا کرتی تھی اور امام نسائی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی روایت بیان کی ہے اور امام ابوداؤد بھی ڈھال کی قیمت دس دینار یا دس درہم بیان کرتے ہیں اور اسی طرح امام بیہقی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت بیان کی ہے کہ ڈھال کی قیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دس درہم تھی۔ عطاء سے امام نسائی نے مرسلاً روایت کیا ہے کہ کم سے کم ہاتھ ڈھال کی چوری میں کاٹا جائے گا، اور ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ انہوں نے یہ روایات پیش کر کے کہا ہے کہ یہ روایات دیگر روایات (جن میں ڈھال کی قیمت ربع دینار مذکور ہے) سے زیادہ راجح ہیں۔ اگر چہ وہ روایات زیادہ ہیں اور اصح ہیں لیکن یہ (ڈھال کی قیمت کا دس درہم ہونا) زیادہ احتیاط کا باعث ہے اور حدود شبہات کو دور کرتی ہیں گویا کہ ان روایات پر عمل کرنے میں شبہ واقعہ ہوتا ہے کہ قطع ید صرف ربع دینار میں ہے؟ ہم انہیں یہ جواب دیتے ہیں کہ جو روایات ابن عباس، ابن عمر اور ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں ان سب کی اسناد میں محمد بن اسحاق ہے اور وہ مدلس ہے اور یہ روایات معنعن ہیں لہٰذا ان روایات کی اس بناء پر اور صحیحین کی ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کی بناء پر (جو ان کے مخالف ہیں) کوئی حیثیت نہیں اور طحاوی نے بڑا غلو کیا ہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو مضطرب ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، امام ابن رجب رحمہ اللہ نے اس پر فتح الباری میں رد بلیغ لکھا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے علاوہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اپنی جگہ پر مستقل طور پر حجت اور دلیل قاطع ہے اگر ہم ان کی پیش کردہ روایات کو صحیح فرض کرلیں پھر بھی یہ روایات ان کے مطلوب کو پورا نہیں کرتیں کیونکہ ان روایات میں دس درہم سے کم میں قطع ید کی نفی لازم نہیں آتی۔

مصنف نے کہا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں کہ وہ نصاب کیا ہے جس میں قطع ید لازم آتا ہے مختلف روایات مروی ہیں اس جگہ پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اگر تم کسی معاملہ میں اختلاف کرو تو اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لٹاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

''کہ جو تمہیں رسول (ﷺ) دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔''

لہٰذا نبی کریم ﷺ کے فرمان:

((تقطع الید فی ربع دینار فصاعدا))

''کہ ہاتھ ربع دینار یا اس سے زیادہ کی چوری میں کاٹا جائے گا۔''

کی بناء پر ہاتھ کاٹے جانے کا نصاب ربع دینار یا اس سے زیادہ ہی ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

۳۹۔ بَابُ السِّنِّ اِذَا بَلَغَهَا الرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ قُطِعَتْ يَدُهُمَا:

باب کتنی عمر کے مرد اور عورت کا ہاتھ کاٹا جائے (جب وہ چوری کریں):

۴٦۔ ((عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ عُرِضَهُ يَوْمَ اُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَةَ فَلَمْ يُجِزْهُ وَعُرِضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ اِبْنُ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً فَاَجَازَهُ))

(رواہ ابوداود، کتاب الخراج باب متی یفرض الرجل فی المقاتلة، رقم: ۲۹۵۷)

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ احد کے دن نبی ﷺ پر پیش کیے گئے اور ان کی عمر اس وقت ۱۴ سال تھی، آپ نے ان کو جنگ میں شمولیت کی اجازت نہیں دی اور وہ جنگ خندق کے موقعہ پر آپ ﷺ پر پیش ہوئے اور اس وقت ان کی عمر ۱۵ سال تھی، آپ نے انہیں جنگ (خندق) میں شمولیت کی اجازت دے دی۔''

۴۷۔ ((عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ اُتِیَ عَبْدُ اللّٰهِ بِجَارِيَةٍ قَدْ سَرَقَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ فَلَمْ يَقْطَعْهَا)) (رواہ البیهقی فی کتاب السرقة باب السن التی بلغها الرجل: ۸/۲٦۴)

''قاسم بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا، جس نے چوری کی تھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔''

مصنف نے کہا: اس طرح کے اقوال میں حجت نہیں جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ''رفع الارتیاب عن حکم الاصحاب'' میں واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کسی کے قول میں حجت نہیں خاص طور پر اس وقت جب وہ مرفوع حدیث کے مخالف ہو۔ وباللہ التوفیق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٤٠ ـ بَابُ الْمَجْنُوْنِ يَسْرِقُ:

پاگل کے چوری کرنے کا بیان:

٤٨ ـ ((عن ابن عباس رضي الله عنه قال مر علي بمجنونة بني فلان قد زنت وهي ترجم قال علي لعمر (رضي الله عنهما) يا امير المومنين امرت برجم فلانة قال نعم قال اما تذكر قول رسول الله ﷺ رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يحتلم و عن المجنون حتى يفيق قال نعم فامربها فخلي عنها)) (رواه البيهقي كتاب الصيام باب الصبي لا يلزم فرض الصوم حتى يبلغ ولا المجنون حتى يفيق: ٤/ ٢٦٩)

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ایک پاگل عورت سے گذر ہوا جس نے زنا کیا تھا اور اسے رجم کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین کیا آپ نے فلاں عورت کے رجم کا حکم فرمایا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں! سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد نہیں جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں سے قلم کو اٹھا لیا گیا ہے۔ (۱) سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک جاگ جائے۔ (۲) نابالغ بچے سے یہاں تک بالغ ہو جائے۔ (۳) مجنون سے یہاں تک اس کا جنون ختم ہو جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جی ہاں! یہ حدیث یاد ہے پھر انہوں نے اس عورت کے متعلق حکم صادر فرمایا اور اسے چھوڑ دیا گیا۔''

٤١ ـ بَابُ فِيْمَنْ سَرَقَ الصِّبْيَانَ:

باب ہے اس شخص کے بارے میں جو بچوں کو چوری کرے:

٤٩ ـ ((عن عائشة رضي الله عنها ان النبي ﷺ اتى برجل كان يسرق الصبيان فامر بقطعه)) [1] (رواه البيهقي كتاب السرقة باب ماجاء في من سرق عبداً صغيرا من حرزج: ٨/٢٦٨)

---

[1] قال المصنف في ان هذا الحديث عبدالله بن محمد بن يحيىٰ بن عروه بن الزبير المدني وهو ليس ممن تقوم به الحجة فقد قال فيه ابن حبان يروى الموضوعات عن الثقات وقال ابو حاتم الرازى متروك وساق ابن عدى له احاديث ثم قال عامة ما يروى لا يتابعه الثقات كذا في الميزان فقال ابو الحسن الدارقطني هو كثير الخطاء على هشام ضعيف كذا في سنن البيهقي قال المصنف وان كان في هذا الحديث ما فيه لكن قوله تعالىٰ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا شامل السارق الصبيان وغيرهم.
وبالله التوفيق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو بچوں کو چوری کرتا تھا، آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔''

٤٢۔ بَابُ فِیْ الْعَبْدِ الْآبِقِ اِذَا سَرَقَ:

باب چوری کر کے بھاگے ہوئے غلام کے متعلق:

٥٠۔ ((عن زریق بن شکیر انه اخبرانه اخذ عبدا آبقا قد سرق قال فاشکل علی امره قال فکتبت فیه الی عمر بن عبدالعزیز اسأله عن ذالك وهو الوالی یومئذ واخبرته انی کنت اسمع العبد الآبق اذا سرق لم تقطع یده قال فکتب الی عمر بن عبدالعزیز یقتص کان یقول کتبت الی انك کنت تسمع ان العبد الآبق اذا سرق لم یقطع فیه وان الله تعالی یقول فی کتابه ﴿وَ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا کَسَبَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ﴾ فان بلغت سرقته ربع دینار فصاعدا فاقطع یده)) (رواه المالك فی الموطا کتاب السرقة باب ماجاء فی الآبق والسارق، رقم: ٢٧)

''زریق بن شکیر کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک چوری کر کے بھاگے ہوئے غلام کو پکڑا کہتے ہیں کہ میرے اوپر اس کا معاملہ تھوڑا مشکل پڑ گیا لہٰذا میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خط لکھ کر یہی مسئلہ دریافت کیا اور میں نے کہا کہ میں نے سن رکھا ہے کہ چوری کر کے بھاگے ہوئے غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ تو نے خط میں لکھا ہے کہ میں نے سن رکھا ہے کہ بھگوڑے غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو......'' اگر (اس بھگوڑے غلام کا) چوری کیا ہوا سامان ربع دینار یا اس سے زیادہ ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو۔''

٥٠۔ ((وعن نافع ان عبدا لعبد الله بن عمر سرق وهو آبق فارسل به عبدالله بن عمر الی سعید بن العاص وهو امیر المومنین قال سعید ان یقطع یده وقال لا یقطع یده الآبق اذا سرق فقال له عبدالله بن عمر فی کتاب الله وجدت هذا ثم امر عبدالله بن عمر فقطعت یده)) (رواه مالك فی الموطا کتاب السرقة باب ماجآء فی قطع الآبق والسارق، رقم: ٢٦)

''سیدنا نافع سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا غلام چوری کر کے بھاگ گیا (پھر اسے پکڑ لیا گیا) یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو پیغام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجا انہوں نے کہا کہ غلام اگر چوری کر کے بھاگ جائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (پھر) میں نے یہ مسئلہ کتاب اللہ میں پالیا کہ ''چور مرد یا چور عورت کا ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کیے کی سزا ہے۔'' (المائدۃ:۵) پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم فرمایا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔''

قال المصنف: مصنف نے کہا کہ مذکورہ آیت بھگوڑے غلام اور دیگر کو شامل ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان: ''اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔'' بھی اس کو شامل ہے پس کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو اپنے رائے سے کسی کے ساتھ خاص کر دے۔ وباللہ التوفیق

٤٣ ـ بَابُ فِيْمَنْ سَرَقَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ اَوْ مِنَ الْغَنِيْمَةِ اَوْ سَرَقَ مِنَ الحمَامِ اَوِ الْمَسْجِدِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ﴾

باب اس شخص کے بارے میں جو بیت المال، غسل خانہ یا مسجد سے کوئی چیز چوری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کیے کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے:

٥٢ ـ ((عن عائشة رضی اللہ عنہا ان قريشا اهمهم شان المرأة المخزومية التى سرقت فقالوا من يكلم فيها رسول الله ﷺ فقالوا ومن يجترى عليه الا اسامة حب رسول الله ﷺ فكلمه اسامة فقال رسول الله ﷺ اتشفع فى حد من حدود الله ثم قام فاختطب ثم قال ايها الناس انما اهلك الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها)) (صحيح مسلم، كتاب الحدود باب قطع السارق الشريف وغيره رقم: ٤٤١٠)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت بیان کرتی ہیں کہ بے شک قریش کو مخزومیہ قبیلہ کی عورت جس نے چوری کی تھی کا معاملہ (اس کے اعلیٰ خاندان کی وجہ سے) اہم محسوس ہوا۔ لہٰذا انہوں نے کہا کون ہے جو نبی ﷺ سے بات کرنے کی جراءت کرے (تاکہ وہ اس مخزومیہ کے بارے میں سفارش کرے) انہوں نے اس بارے میں اسامہ بن زید کو منتخب کیا جس سے آپ ﷺ محبت کیا کرتے تھے اور اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کی آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبہ دیا اور فرمایا تم سے پہلے لوگ اسی بات کی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے اعلیٰ نسب کا کوئی شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور اور بے سہارا شخص چوری کرتا تو اس پر حد کو نافذ کر دیتے اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں بھی اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

٤٤۔ بَابُ قَطْعِ جَاحِدِ الْعَارِيَةِ:

عاریۃً لیے ہوئے سامان کا انکار کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا:

٥٣۔ ((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت كانت امرأة مخزومية تسعير المتاع و تجحدة فامر النبی ﷺ بقطع يدها فاتى اهلها اسامة بن زيد فكلموه فكلم النبی ﷺ فيها فقال النبی ﷺ يا اسامة لاراك تشفع فی حد من حدود الله عزوجل ثم قام النبی ﷺ خطيبا فقال انما هلك من كان قبلكم فانه اذ سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف قطعوه والذی نفسی بيده لو كانت فاطمة بنت محمد ﷺ لقطعت يدها فقطع يد المخزومية)) (صحيح مسلم كتاب الحدود باب قطع السارق الشريف وغيره رقم: ٤٤١٢۔مشكوٰة، رقم: ٣٥٤٦)

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مخزومیہ قبیلے کی عورت سامان ادھار لے کر انکار کرتی تھی، نبی ﷺ نے (معلوم ہونے پر) اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا اس عورت کی سفارش کے لیے اس کے رشتے دار اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ وہ اس عورت کی سفارش کریں اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے متعلق آپ ﷺ سے سفارش پیش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو حدود اللہ میں سفارش کرتا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اگر غریب چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ پھر آپ ﷺ نے مخزومیہ کا ہاتھ کاٹ دیا۔"

مصنف نے کہا کہ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ ادھار لی ہوئی چیز کے انکار کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا، یہی مذہب امام احمد اسحاق اور زفر، خوارج دیگر اسلاف اور اہل الظاہر کا ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ عاریۃ کا انکار کرنے والے پر قطع ید نہیں۔ انہوں نے اس مذہب پر استدلال کیا ہے کہ قرآن وحدیث میں چور کا ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے جبکہ عاریہ کی ہوئی چیز کا انکار کرنے والے چور نہیں ہوتا ان کی اس بات کا رد اس سے ہوتا ہے کہ انکار کرنا خود چوری میں داخل ہے کیونکہ عاریہ کا انکار کرنے والا اور چور سے بچنا اور احتراز کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ احتراز تو خائن سے بھی ممکن نہیں۔ جمہور نے اس بات کی احادیث کا جو مخزومیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت کے متعلق وارد ہوئی ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ وہ مخزومیہ عاریہ کا انکار کرتی تھی اس لیے آپ نے اس کا ہاتھ کاٹا تھا اس عورت کے قطع ید کا یہ سبب اگر چہ عائشہ، جابر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہم سے مروی ہے لیکن صحیحین وغیرہ میں یہ صراحت موجود ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹے جانے کا سبب چوری تھا، محدثین کرام رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ان روایات میں تطبیق ممکن ہے اور وہ اس طرح کہ عاریہ کے انکار کا جو ذکر ہے وہ اس کے تعارف کے طور پر ہے کہ وہ اس بارے میں بہت مشہور تھی باقی ہاتھ کاٹا چوری کی وجہ سے تھا اور اس مفہوم کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان بھی ہوتی ہو کہ آپ نے اس مخزومیہ عورت کے متعلق مروی حدیث میں فرمایا تھا کہ ''تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں امیر آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب غریب چوری کرتا تو اس پر حد کو نافذ کر دیتے، اس کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کو جحد عاریہ کے بمنزل کہا ہو تو پر یہ حدیث اس بات کی دلیل ہوگی کہ جحد پر سرقہ کا اطلاق ہوتا ہے، اور اسی باب کی احادیث معلوم ہوتا ہے کہ قطع ید جحد ہی کی وجہ سے تھا جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کے قصہ کے بعد الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم فرمایا، باقی جن احادیث میں سرقہ کا لفظ ہے وہ ان احادیث کے مخالف نہیں جن میں جحد مذکور ہے۔ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جحد کو سرقہ کہا ہے، پس معلوم ہوا کہ جاحد عاریہ کا ہاتھ کاٹنا، حق وثابت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

٤٥۔ بَابُ فِیْ اِعْتِبَارِ الحِرزِ وَتَعرِیْفُهٗ وَاَنَّ المَرجِعَ فِیْهِ اِلَی الْعُرْفِ:

باب محفوظ مقام کے متعلق کہ اس کی تعریف کیا ہے اور عرف عام میں جسے محفوظ سمجھا جائے اسے ہی محفوظ سمجھا جائے گا:

٥٤۔ ((عن صفوان بن امية قال كنت نائما في المسجد على خميصة لى فسرقت فاخذنا السارق فرفعناه الى رسول الله ﷺ فامر بقطعه فقلت يا رسول الله ﷺ افى خميصة ثمنه ثلاثين درهما انى اهبهاله و ابيعها له قال فهلا كان قبل ان تاتينى به)) ❶

''سیدنا صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں مسجد میں اپنی اون کی چادر پر سویا

❶ قال المصنف حديث صفوان اخرجه مالك فى الموطا والشافعى والحاكم من طرق منها عن طاؤس عن صفوان قال ابن عبدالبر سماع طاؤس عن صفوان ممكن لانه ادرك زمن عثمان وروى عنه انه قال ادركت سبعين صحابيا و رواه مالك عن الزهرى عن عبيدالله عن صفوان عن ابيه وقد صححه ابن الجارود والحاكم وله شاهد من حديث عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال الحافظ وسنده ضعيف ورواه البزار والبيهقى عن طاؤس مرسلا و رواه ايضا عن الشافعى عن مالك ان صفوان بن اميه الحديث واخرجه ايضا البيهقى من حديث حميد عن اخت عن صفوان وحديث ابن عمر اخرجه ايضا مسلم بمعناه.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا تھا کہ چور آیا اور اس نے وہ چادر چرانے کی کوشش کی ہم نے اسے پکڑ لیا اور لے جا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا، میں نے کہا اے اللہ رسول ﷺ کیا ایک ایسی چادر کے چرانے میں آپ اس کا ہاتھ کاٹتے ہیں جس کی قیمت ۳۰ درہم ہے، پھر میں نے کہا میں اس کو وہ چادر ہبہ کرتا یا اسے بیچ دیتا ہوں آپ نے فرمایا تو نے یہ (اس کو ہبہ کرنا یا بیچنا) میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ کیا؟''

مصنف نے کہا وہ لوگ جو چیز کے محفوظ مقام پر ہونے کی شرط نہیں لگاتے وہ اس باب کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں ان کی یہ بات مردود ہے کیونکہ مسجد ہر شئے کے لیے محفوظ مقام ہے۔ اگر ان کی یہ بات مان لی جائے کہ مسجد اور اس طرح کی دیگر جگہیں شئے کے لیے محفوظ مقام نہیں لہٰذا وہاں کی چوری میں قطع ید نہیں تو یہ بڑے فساد کا موجب ہوگی کہ مسجد میں لوگوں کا آنا جانا ہوتا ہے لوگ وہاں کوئی چیز رکھ نہیں سکیں گے جو کہ ان کے لیے بڑی پریشانی کی بات ہوگی۔ باقی جو یہ لوگ ہر شئے کے لیے مقام محفوظ کی شرط نہیں لگاتے وہ آیۃ السرقۃ سے استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں اس اس شرط کا ذکر نہیں اس لیے یہ شرط درست نہیں ان کا یہ استدلال غلط ہے کیونکہ یہ آیت عام ہے اس کی تخصیص دیگر صحیح احادیث کرتی ہیں جن میں اس شرط کا ذکر موجود ہے، اس موقف کی تائید صاحب قاموس کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ وہ لکھتے ہیں:

((السرقة والاستراق المجی مستترا لا خذ مال غيره من حرز))

کہ سرقہ یہ ہے کہ کسی کے مال کو اس کے ڈیرے (محفوظ مقام) سے چھپ چھپ کر لینا۔ لغت کے اس امام نے سرقۃ کی تعریف میں محفوظ مقام کا ذکر کیا ہے۔ ثابت ہوا کہ محفوظ مقام کی شرط صحیح اور ثابت ہے اور مسجد بھی مقام محفوظ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

٤٦۔ بَابُ هَلْ عَلَى النَّبَّاشِ قَطْعٌ؟

کیا کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟

٥٥۔ ((عن ابی ذر رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ يا ابا ذر قلت لبيك وسعديك قال كيف انت اذا اصاب الناس موت يكون البيت فيه بالوصيف يعنى القبر قلت الله ورسوله اعلم او ما خار الله لى ورسوله قال عليك بالصبر قال حماد بن ابى سليمان تقطع يد النباش لانه دخل على الميت بيته)) (رواه ابوداود، كتاب الحدود باب فى قطع النباش : ٤٤٠٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہا اے ابوذر! میں نے کہا میں حاضر ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب لوگوں کو موت آئے گی (یعنی جب کوئی وبا آئے گی تو تو اس پر صبر کرے گا یا وہاں سے بھاگ جائے گا) میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتے ہیں (یا) جو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ حکم فرمائیں (وہی کروں گا) آپ ﷺ نے فرمایا تو صبر کو لازم پکڑنا۔ حماد بن ابی سلیمان کہتے ہیں کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ میت کے گھر میں داخل ہوتا ہے۔''

مصنف نے کہا کہ اس حدیث کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں حماد بن ابی سلیمان کے قول کا اضافہ نہیں ہے۔

مصنف کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی واضح دلالت موجود ہے کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ نبی ﷺ نے قبر کو گھر قرار دیا ہے اور گھر چونکہ محفوظ مقام ہے، جیسا کہ یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں۔ وباللہ التوفیق

٤٧۔ بَابُ فِيْمَنْ سَرَقَ عَبْدًا اَوْ حُرًّا صَغِيْرًا كَانَ اَوْ كَبِيْرًا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ((وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا)):

باب اس شخص کے متعلق جو کسی غلام یا کسی آزاد چھوٹے یا بڑے کو چوری کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹ دو:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ اللہ تعالیٰ کا مذکورہ بالا فرمان اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہر چور کو شامل ہیں چاہے وہ غلام ہو یا آزاد چھوٹا یا بڑا کا چور ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

٤٨۔ باب السارق من الصيد:

شکار کے چور کے متعلق:

مصنف نے کہا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس شکار چوری کرنے میں ہاتھ کاٹنے تو صحیح نہیں سمجھتے جو شکاری نے اپنی ملکیت میں لے لیا ہو اور اسی طرح اونٹ میں بھی ہاتھ کاٹنے کو جائز نہیں سمجھتے جو کسی کی ملکیت میں ہو۔ اور اسی طرح وہ چمگادڑ یا گوہ یا ہرن یا جنگلی گدھا یا خرگوش کی چوری ہاتھ کاٹنے کو جائز نہیں سمجھتے امام مالک، شافعی،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان چیزوں کی چوری میں ہاتھ کاٹنا صحیح سمجھتے ہیں مصنف نے کہا یہ وہ جگہ ہے کہ جس میں احناف کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں بلکہ یہ ان کا مسئلہ قرآن وحدیث کے مخالف ہے احناف کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو پرندہ کی چوری پر قیاس کیا ہے اگر ان کے بقول وجہ تشبیہ ان دونوں میں یہ ہے کہ یہ دونوں وحشی جانور ہیں اصل میں دونوں مباح ہیں، لہٰذا ان کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ انہیں کہا جائے گا کہ اپنے اس قیاس کے ذریعے تم یاقوت، سونے، چاندی، لوہا کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کو ساقط کر دو کیونکہ یہ سب چیزیں اصل میں مباح ہیں اور کسی کی ملکیت میں نہیں جیسا کہ شکار ہے اور یہ تشبیہ تمہاری تشبیہ سے زیادہ عام ہے۔ انہوں نے اپنے اس قیاس کو توڑ دیا کہ وہ مرغی کو محرم کے شکار پر قیاس نہیں کرتے جب وہ احرام میں ہو اور انہوں نے یہ قیاس اس وقت بھی توڑ دیا ہے کہ یہ چوپایوں اور گھوڑے کی چوری کو چار ٹانگوں والے شکار پر قیاس نہیں کرتے، ان سب چیزوں میں نصاً اور اجماعاً ثابت ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے جو بھی متملک شکار چوری کرے اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ جیسا کہ باقی چیزوں میں کاٹا جاتا ہے۔

٤٩ـ بَابُ فِيمَنْ سَرَقَ الْمُصْحَفَ اَوْ كُتُبَ الْعِلْمِ:

باب مصحف پاک یا دینی کتابیں چوری کرنے والے کے متعلق:

مصنف نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب مصحف اور دینی کتب کی چوری میں قطع ید کو لازم نہیں سمجھتے چاہے اس پر چاندی کا غلاف ہو جس کی قیمت دوسو درہم یا اس سے کم یا زیادہ ہو یا اس پر غلاف بھی نہ ہو وہ کہتے ہیں کہ اس کا تعلیم میں حق ہے لہٰذا مصحف کی چوری میں قطع ید نہیں۔ امام مالک، امام شافعی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ اس کا ہاتھ کاٹنا لازم ہے اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا قول درست نہیں کیونکہ مصحف کے چور کے لیے تعلیم کا کوئی حق نہیں بلکہ تعلیم کا حق تو فقط معلم کو حاصل ہے جو دیکھ کر لوگوں کو تعلیم دیتا ہے اس بارے میں اعلیٰ مثال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو قرآن تلقیناً سکھایا کرتے تھے نہ کہ مصحف پاک سے پھر اس بارے میں غور کیا جائے کہ چوری مصحف پاک کس لیے چوری کرے گا؟

مصنف نے کہا کہ یہ بات یقیناً مصحف شریف کے چور کا ہاتھ کاٹنا لازم ہے چاہے اس پر کوئی غلاف ہو یا نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹ دو'' مصنف نے کہا کہ جنہوں نے مصحف یا دینی کتب کی چوری میں قطع ید کو لازم نہیں کیا وہ خطا کے مرتکب ہوئے ہیں بلکہ ان سب کی چوری میں قطع ید لازم ہے۔ واللہ اعلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٥٠۔ بَابُ هَلْ يَجِبُ إِحْضَارُ السَّرِقَةِ أَمْ لَا؟

کیا مسروقہ چیز کا حاضر کرانا ضروری ہے؟

مصنف نے کہا کہ مالکی کہتے ہیں کہ جس نے بھی کم یا زیادہ درہم یا کوئی اور چیز چوری کرنے کا اعتراف کرلیا تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب نہیں یہاں تک کہ جس چیز کے چوری کا اعتراف کیا ہے وہ حاضر نہ ہو۔ مصنف نے کہا یہ بھی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا اور مسروقہ چیز کے حاضر ہونے کی شرط نہیں لگائی۔ وماكان ربك نسيا.

٥١۔ بَابُ الْقَطْعِ فِي الْبَيْضَةِ وَالْحَبْلِ وَنَحْوِهِمَا إِذَا بَلَغَتْ رُبْعَ دِيْنَارٍ:

باب انڈا اور رس اور ان جیسی اور چیزیں جب وہ ربع دینار کو پہنچ جائیں ان کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا:

٥٦۔ ((عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لعن الله السارق يسرق البيضة فتقطع يده ويسرق الحبل فتقطع يده))

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت فرمائی کہ انڈا چراتا جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور اسی چوری کرتا اس کی بناء پر اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔“

((قال الاعمش كانوا يرون انه بيض الحديد والحبل كانوا يرون انا منها ما يساعد دراهم)) (مسلم)

”امام اعمش کہتے ہیں کہ اس حدیث میں انڈے سے مراد لوہے کا انڈا ہے، اور وہ رسی مراد ہے جو (تین) درہم کے برابر ہو۔“

مصنف نے کہا کہ دراہم کے لفظ کا تین درہم سے کم پر اطلاق نہیں ہوگا۔

مصنف نے کہا کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ کم یا زیادہ چوری میں قطع ید لازم آتا ہے چاہے اس چوری کی ہوئی چیز کی مالیت ربع دینار کو پہنچتی ہو یا نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں چور کے مرتبہ کی تحقیر مراد ہے اور چوری کی ہوئی چیز سے جو اس کو نفع حاصل ہوا ہے اور جو اسے نقصان (چوری کے نتیجے میں قطع ید کی طرف) کیا گیا ہے یعنی چوری کرنے میں چور کو فائدہ کم ہوتا ہے اور نقصان زیادہ کہ تھوڑی سی چوری میں اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتا ہے جو کہ اسے پوری زندگی کے کسب سے بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٥٢۔ بَابُ الطَّرَارِ يُقْطَعُ:

باب جیب کترے کا ہاتھ کاٹا جائے گا:

ابو الزناد اپنے والد سے وہ مدینہ کے فقہاء سے روایت کرتے ہیں کہ وہ (فقہاء اہل مدینہ) کہتے ہیں کہ جیب کترے کا ہاتھ کاٹا جائے گا لیکن وہ کہتے ہیں ربع دینار کی مالیت (سے کم) مالیت میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔(رواہ البیہقی کتاب السرقة باب الطرار یقطع: ٨/ ٢٦٩)

مصنف کہتے ہیں کہ ہم نے اس اثر کو بطور حجت پیش نہیں کیا کیونکہ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کے قول میں حجت نہیں ہم نے تو اس اثر کو بطور استشہاد کے نقل کیا ہے وگرنہ ہماری دلیل قرآن کریم کی آیت اور نبی ﷺ کی حدیث ہے جو پچھلے صفحات میں گذر چکی ہیں۔

٥٣۔ بَابُ فِيمَنْ سَرَقَ الطَّيْرَ:

باب پرندہ چرانے والے کے متعلق:

مصنف نے کہا کہ اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ پرندہ چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟ جب چور (پرندہ) مرغی یا بطخ وغیرہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ان کے مقلدین اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے مقلدین کہتے ہیں کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، مذکورہ بالا آیت ور حدیث شریف کے عموم کا یہی تقاضا ہے، البتہ ''حفاظت'' کی جو شرط ہم نے اپنی اس کتاب میں دلائل کے ساتھ ذکر کردی ہے وہ شرط یہاں بھی لاگو ہوگی۔ واللہ اعلم وعلمہ آتم

٥٤۔ بَابُ مَاجَاءَ اَنَّ الْغَالَّ اِنْ قُتِلَ لَمْ يَبْلُغْ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ:

باب خیانت کرنے والا اگر قتل ہو جائے تو شہداء کے رتبہ کو نہیں پہنچ پاتا:

٥٧۔ ((عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال حدثنی عمر قال لما كان يوم خيبر اقبل نفر من صحابة النبی ﷺ فقالوا فلان شهيد وفلان شهيد حتى مروا على رجل فقالوا فلان شهيد فقال رسول الله ﷺ كلا انی رايته فی النار فی بردة غلها او عباءة ثم قال رسول الله ﷺ يا ابن الخطاب فناد فی الناس انه لا يدخل الجنة الا المومنون ثلاثا فخرجت فناديت الا لا يدخل الجنة الا المومنون ثلاثا)) (رواه مسلم، كتاب الايمان باب غلظ تحريم الغلول وانه لا يدخل الجنة الا المومنون، رقم: ٣٠٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جب خیبر کا دن تھا، صحابہ کی ایک جماعت اس جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ کے بارے میں کہنے لگے فلان شہید ہوگیا اور فلان شہید ہوگیا، یہاں تک کہ ایک شخص کے بارے میں بھی انہوں نے کہا فلاں شہید ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی یہ بات سن کر) فرمایا ہرگز نہیں بے شک میں نے اس کو جہنم میں دیکھا ہے کیونکہ ایک چادر اس نے خیانت کی تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں میں اعلان کرو کہ جنت میں مومنوں کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نکلا اور اعلان کیا کہ جنت میں مومنوں کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔ تین بار یہ اعلان کیا۔‘‘

۵۵۔ باب ماجاء ان الغال لا یدخل الجنة:

خائن جنت میں داخل نہیں ہوگا:

۵۷۔ ((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كَرْكَرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ فَوَجَدُوْا عِبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا)) (رواه البخاری کتاب الجهاد والسیر باب القلیل من الغلول رقم: ۳۰۷۴)

’’سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان واسباب وغیرہ ہر ایک آدمی مقرر تھا جسے کرکرہ کہا جاتا تھا وہ فوت ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جہنم میں جائے گا صحابہ نے اس سامان کی جانچ پڑتال کی تو اس کے سامان میں چادر پائی گئی جو اس نے خیانت کر کے حاصل کی تھی۔‘‘

۵۸۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ اَهْدٰى رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غُلَامًا يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اَصَابَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ أَوْ قَالَ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ)) (البخاری، کتاب الایمان، والنذور باب هل یدخل، رقم: ۶۷۰۷۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان باب غلظ تحریم الغلول، رقم: ۱۱۵)

’’سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غلام ہدیہ دیا جسے مدعم کہا جاتا ہے یہی مدعم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ صاف کر رہا تھا کہ اچانک اسے تیر لگا جس سے وہ مر گیا لوگوں نے کہا اسے جنت کی مبارک ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن مال غنیمت سے تقسیم سے پہلے لی تھی وہ آگ بن کر اس کے اوپر بھڑک رہی ہے جب یہ بات لوگوں نے سنی تو ایک آدمی ایک یا دو جوتے کے تسمے لے آیا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے ہوں گے۔"

٥٦۔ بَابُ مَاجَاءَ أَنَّ الْغَالَّ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ:

باب خائن مومن نہیں ہوسکتا:

٦٠۔ ((عن ابن عباس رضي الله عنه ان عمر حدثني قال لما كان يوم خيبر اقبل نفر من صحابة النبي ﷺ فقالوا فلان شهيد وفلان شهيد حتى مروا على رجل فقالوا فلان شهيد فقال رسول الله ﷺ كلا اني رايته في النار في بردة غلها او عباءة ثم قال رسول الله ﷺ يا ابن الخطاب فناده في الناس انه لا يدخل الجنة الا المومنون ثلاثا فخرجت فناديت الا لا يدخل الجنة الا المومنون)) (رواه مسلم، كتاب الايمان باب غلظ تحريم الغلول وانه لا يدخل الجنة الا المومنون، رقم: ٣٠٩)

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جب خیبر کا دن تھا، صحابہ کی ایک جماعت اس جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ کے بارے میں کہنے لگے فلاں شہید ہوگیا اور فلاں شہید ہوگیا، یہاں تک کہ ایک شخص کے بارے میں بھی انہوں نے کہا فلاں شہید ہوگیا، آپ ﷺ نے (ان کی یہ بات سن کر) فرمایا ہرگز نہیں بے شک میں نے اس کو جہنم میں دیکھا ہے کیونکہ ایک چادر اس نے خیانت کی تھی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں میں اعلان کرو کہ جنت میں مومنوں کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نکلا اور اعلان کیا کہ جنت میں مومنوں کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔"

٥٧۔ بَابُ حِكَايَةِ رَجُلٍ غَلَّ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَامَعَ نَبِيٍّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ:

باب اس آدمی کے قصہ کے متعلق جس نے انبیاء میں سے کسی نبی کیساتھ جنگ کرتے وقت خیانت کی تھی:

٦١۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ غَزَا نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ لَا يَتَّبِعُنِي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا وَلَا أَحَدٌ بَنَى بُيُوتًا وَلَمْ يَرْفَعْ سُقُوفَهَا وَلَا آخَرُ اشْتَرَى غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلَاةَ الْعَصْرِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ إِنَّكِ مَأْمُورَةٌ وَأَنَا مَأْمُورٌ اللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَعْنِي النَّارَ لِتَأْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ إِنَّ فِيكُمْ غُلُولًا فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ فَلْتُبَايِعْنِي قَبِيلَتُكَ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهِ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ فَجَاءُوا بِرَأْسٍ مِثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعُوهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهَا ثُمَّ أَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا)) (رواه الشيخان صحيح بخاری، كتاب فرض الخمس باب قول النبی (ﷺ) احلت لكم الغنائم، رقم الحديث: ٣١٢٤ـ صحيح مسلم، كتاب الجهاد باب تحليل الغنائم لهذه الامة، رقم: ٤٥٥٥)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگلے نبیوں میں سے ایک نبی نے غزوہ لڑا پس اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ غزوہ میں شرکت کے لیے وہ آدمی نہ چلے جس نے کسی عورت سے شادی نکاح کیا ہے لیکن ابھی رخصتی نہیں کی۔ اور وہ بھی نہ چلے جس نے گھر بنایا ہو لیکن اب تک چھت نہیں ڈالی اور وہ بھی نہ چلے جس نے حاملہ بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کی ولادت کے انتظار میں ہو۔ لہٰذا وہ نبی علیہ السلام گیا اور اپنے قوم کے ساتھ لڑنے لگا یہاں تک کہ عصر نماز کے وقت یا اس سے کچھ پہلے ایک گاؤں کے پاس پہنچا اس نے سورج سے کہا کہ تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں، اے اللہ! اس سورج کو (کچھ دیر کے لیے) ایک جگہ روک دے لہٰذا سورج ایک جگہ رک گیا اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو فتح یاب کیا اور مال غنیمت اکٹھا کر دیا گیا، آگ آئی لیکن اسے جلایا نہیں اس نبی علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہارے اندر خیانت پائی گئی ہے لہٰذا ہر قبیلے کا ایک ایک فرد میرے ہاتھ پر بیعت کرے سب نے بیعت کی بیعت کرتے کرتے ایک آدمی کا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ کے ساتھ چپک گیا، نبی نے اس سے کہا تمہارے اندر خیانت ہے لہٰذا تیرے قبیلے کے تمام افراد میرے ہاتھ پر بیعت کریں (انہوں نے بیعت کی) تو دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ اس نبی علیہ السلام کے ہاتھ کے ساتھ چپک گئے نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہارے اندر خیانت ہے لہٰذا وہ ایک سونے کا سر گائے کے سر جتنا لے آ کر مال غنیمت کے ساتھ رکھ دیا تو فوراً آگ آئی اور اس کو جلا دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور عاجزی کو دیکھا تو ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دے دیا۔"

٥٨۔ بَابُ فِيمَنْ كَتَمَ غَالًّا:

باب اس آدمی کے بارے میں جو خائن کو چھپاتا ہے:

٦٢۔ ((عن سمرة بن جندب قال كان رسول الله ﷺ يقول من يكتم غالا فانه مثله)) (سنن ابی داود، کتاب الجهاد باب النهی عن الستر علی من غل، رقم: ٢٧١٦)

"سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے، جو آدمی کسی خیانت کرنے والے کو چھپاتا ہے وہ (گناہ میں) اس کے برابر ہے۔"

مصنف نے کہا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے یہ انتہائی فحش اور غلط بات ہے جیسا کہ ہم اپنی کتاب رفع الارتیاب عن حکم الاصحاب میں اس کی وضاحت کی ہے۔ والحمد للہ

٦٣۔ ((وعن ربيعة الجرشی رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال من كتم غلولا فهو مثله)) [1] (رواه الطبرانی: ٥/ ٦٥، رقم: ٤٥٩٨)

"سیدنا ربیعہ الجرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو خیانت (خائن) کو چھپاتا ہے وہ (گناہ میں) اس کے برابر ہے۔"

٥٩۔ بَابُ تَرْكِهِ ﷺ اَلدُّعَاءَ لِلْغَالِّيْنَ فَلَمَّا اَدُّوهَا دَعَالَهُمْ:

باب نبی ﷺ کا خیانت میں مبتلا لوگوں کے لیے دعا نہ کرنا اور جب انہوں نے خیانت کی ہوئی چیز واپس کر دی تو پھر آپ نے ان کے حق میں دعا کی:

٦٤۔ ((عن ابی بردة بن النيار ان النبی ﷺ اتی القبائل يدعوا لهم وترك قبيلة لم يدع لهم فانكروا ذالك ففتشوا متاع صاحب لهم فوجدوا قلادة فی بردعة رجل منهم غلها فردوها فاتاهم فصلی عليهم)) (رواه الطبرانی) [2]

---

[1] قال المصنف: قال الهيثمی وفيه رجل لم يسم ابن لهيعه وبقية رجاله ثقات، قال المصنف ابن لهيعه ائمه عبدالله وهو صدوق خلط بعد احتراق كتبه ورواية ابن المبارك وابن وهب عنه اعدل من غيرهما وله فی مسلم بعض شیء مقرونا كذا فی التقريب وقال المصنف لعل مسلم اخرج عزما رواه قبل الاختلاط. والله اعلم وعلمه اتم

[2] قال المصنف: قال الهيتمی ورجاله رجال الصحيح غير عبدالله بن المغيرة بن ابی بردة وهو ثقة.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٦٠۔ بَابُ تَاوِيْلِ قَوْلِهٖ جَلَّ وَعَلٰى وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:

باب اللہ تعالیٰ کے فرمان (جو خیانت کرے گا قیامت کے دن وہ اس خیانت کو لے کر آئے گا) کے متعلق:

٦٥۔ ((عن عمرو رضی اللہ عنہ بن عوف ان النبی ﷺ قال لا سلول ولا غلول ومن يغلل يأت بما غل يوم القيامة)) (رواه الطبرانی: ١٥/ ١٨، رقم: ١٦) [2]

''عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا (دین اسلام میں) خیانت و ٹھگی (جائز) نہیں اور جو بھی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس خیانت کو لیتے ہوئے آئے گا۔''

ترجمہ احقر العباد! صبغت اللہ محمدی عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

❀❀❀❀

[2] قال المصنف: قال الهيثمی وفيه كثير بن عبدالله المزنی وهو ضعيف وقد حسن الترمذی، حديثه وبقية رجاله ثقات قال المصنف الامر فی الكثير كما قال فقد ترك حديثه جماعة لهم ذكر فی الميزان واما تحسين الترمذی حديثه مما لا يلتفت اليه لا يسما فی جنب ابن معين والنسائی.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کالے بال کرنے کا حکم

شاہ صاحب رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ "داڑھی یا سر کے بالوں کو کالے رنگ کا خضاب کرنا جائز ہے یا نہیں؟" اور ساتھ ابن ماجہ والی روایت کی تحقیق معلوم کی تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک آیت قرآنی اور چھ احادیث نبویہ ﷺ سے جواب دیا کہ یہ ناجائز اور حرام ہے اور ابن ماجہ والی روایت پر مکمل نقد کیا اور اس کا وجہ ضعف بھی پانچ مختلف زاویوں سے بیان کیا۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالوں کو سیاہ کرنے کی حرمت:

بالوں کو کالے رنگ کا خضاب کرنا ناجائز اور حرام ہے اور احادیث میں اس کی منع اور اس پر تشدید وتغلیظ وارد ہے۔

الحدیث الاول:

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال ((اتی بابی قحافة یوم فتح مکة ورأسه ولحیته کالثغامة بیاضا وقال رسول اللہ ﷺ غیّروا هذه بشیء واجتنبوا السواد))

(اخرجه مسلم: ۲/ ۱۹۹ مع النووی واخرجه النسائی: ۲/ ۲۳۹۔ وابوداود: ۲/ ۱۲۳۔ وابن ماجه ص: ۲۶۶ بسند آخر ولفظه: وجنبوه السواد))

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ کو لایا گیا۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا رنگ بدلو اور کالے رنگ سے بچو۔'' (یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اور نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں دوسری سند سے ہے) ''اس میں یہ لفظ ہیں کہ کالے رنگ سے اس کو دور رکھو۔ یہاں سواد سے اجتناب اور پرہیز کا حکم ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ پس اس کا خلاف ممنوع اور حرام ہوا۔''

((قال النووی فی شرح مسلم تحت الحدیث: ویحرم خضابه بالسواد علی الاصح وقیل یکره کراهة تنزیه والمختار التحریم لقوله ﷺ واجتنبوا السواد الخ (وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ص۶/ ۴۹۹) ثم ان الماذون فیه مقید بغیر السواد۔ (لما اخرجه مسلم) من حدیث جابر انه ﷺ قال غیّروه وجنبوه السواد۔ الخ (وقال السندی فی حاشیة ابن ماجه ص ۲/ ۳۸۲) وفیه ان الخضاب بالسواد حرام او مکروه (وفی تحفة الاحوذی ص ۳/ ۵۷) فقوله ﷺ: واجتنبوا السواد دلیل واضح علی النهی عن الخضاب بالسواد))

''امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ سیاہ رنگ کا خضاب حرام ہے۔ بعض نے کراہت تنزیہی کہا ہے مگر مختار قول تحریم ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے دور رہنے کا حکم دیا ہے اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں دلیل ہے کہ اجازت صرف اس خضاب کی ہے جو کالے رنگ کا نہ ہو اور علامہ ابوالحسن سندھی حاشیہ ابن ماجہ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ کالے رنگ کا خضاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام ہے یا مکروہ ہے۔ اسی طرح تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کالے رنگ کے خضاب کی ممانعت پر کھلی دلیل ہے۔"

بالوں کو سیاہ کرنے والے جنت کی خوشبو تک نہ پائیں گے:

الحديث الثاني:

عن ابن عباس رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ((يكون قوم يخضبون فى آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة .)) رواه ابوداود النسائى وابن حبان فى صحيحه والحاكم وقال صحيح الاسناد وقال الحافظ رووه كلهم من رواية عبدالله بن عمرو الرقى عن عبدالكريم فذهب بعضهم الى ان عبدالكريم هذه ابن ابى المخارق وضعف الحديث بسببه والصواب انه عبدالكريم ابن مالك الجزرى وهو ثقة احتج به الشيخان وغيرهما ـ والله اعلم۔ انتهى من الترغيب والترهيب من الحديث الشريف للحافظ عبدالعظيم المنذرى: ٣/ ١١٨ـ١١٩ وقال الحافظ فى الفتح: ٦/ ٤٩٩ واسناده قوى .

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسی قومیں آخر زمانہ میں آئیں گی جو کبوتر کے پوٹوں کی طرح کالے رنگ کا خضاب کریں گی۔ وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائیں گی۔" یہ حدیث ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم میں ہے اور امام حاکم کا کہنا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عبدالکریم نامی راوی ہے جس کو بعض نے عبدالکریم بن ابی مخارق سمجھا ہے جو ضعیف راوی ہے۔ اور اسی بناء پر حدیث کو بھی ضعیف سمجھا ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ وہ شخص نہیں ہے، بلکہ یہ عبدالکریم بن مالک جزری ہے جو ثقہ راوی ہے اور بخاری ومسلم نے اس کی حدیث کو حجت بنایا ہے۔ یعنی پھر حدیث صحیح ہوئی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد قوی ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ ابوداؤد کی سند میں تصریح وارد ہے کہ وہ جزری ہے۔ چنانچہ سنن ابوداؤد: ۴/ ۱۳۹ مع عون المعبود میں اس حدیث کی سند اس طرح ہے۔

((حدثنا ابو توبة نا عبدالله عن عبدالكريم الجزرى عن سعيد بن جبير عن ابن عباس فذكره وقال الحافظ ابن حجر فى القول المسدد فى ذب عن مسند الامام احمد ص ٤٩ ان الحديث من رواية عبدالكريم الجزرى الثقة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المخرج له فی الصحیح فقد اخرج الحدیث المذکور من هذا الوجه ابوداود والنسائی وابن حبان والحاکم فی صحیحها۔ واخرجه الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی الاحادیث المختارة مما لیس فی الصحیحین من هذا الوجه ایضًا))

''اور حافظ ابن حجر القول المسدد میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عبدالکریم جزری کے واسطے سے ہے جو کہ ثقہ ہے اور اس کی حدیثیں صحیح میں روایت کی گئی ہیں اور اسی کے واسطے سے یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی کے علاوہ ابن حبان، حاکم، ضیاء مقدسی نے بھی اپنی صحاح میں روایت کیا ہے۔تو پھر صحت کی سند میں کوئی شبہ نہیں رہا۔''

اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود ۴/۱۴۰ میں فرماتے ہیں:

((وقوی من قال انه عبدالکریم الجزری وعبدالکریم بن ابی المخارق من اهل البصرة نزل مکة وایضا فان الذی روی عن عبدالکریم هذا الحدیث هو عبیدالله بن عمرو الرقی وهو مشهور بالروایة عن عبدالکریم الجزری وهو ایضا من اهل الجزیرة والله عزوجل اعلم))

''کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ عبدالکریم جزری ہے، انہی کا قول قوی ہے کیونکہ وہ اس کا شاگرد اس حدیث میں دونوں اہل جزیرہ میں سے ہیں اور وہی جزری سے روایت کرنے میں مشہور ہیں۔ یہ حدیث اپنے مطلب میں واضح ہے۔اس قسم کی سختی حرام کام کے لیے ہو سکتی ہے۔''

امام منذری الترغیب والترہیب ۳/ ۱۱۸ میں اس حدیث پر عنوان اس طرح باندھتے ہیں۔ ''الترهیب من خضب اللحیة بالسواد'' یعنی کالے خضاب کرنے والے کو ڈرانے کے بیان میں اور تحفۃ الاحوذی میں ہے۔ ''وهذا الحدیث صریحا فی حرمة الخضاب بالسواد'' کہ یہ حدیث کالے رنگ کے خضاب کو حرام کرنے میں بالکل صریح اور واضح ہے۔

سیاہ خضاب سے بچنے کا حکم:

الحدیث الثالث:

((وعن محمد بن سیرین قال سئل انس عن خضاب رسول اللهﷺ فقال ان رسول اللهﷺ لم یکن شاب الا یسیرا ولکن ابا بکر و عمر بعده خضبا بالحناءِ والکتم وقال جاء ابوبکر رضی اللہ عنہ بابیه ابوقحافة الی رسول اللهﷺ یوم فتح مکة یحمله حتی وضع بین یدی رسول اللهﷺ فقال رسول اللهﷺ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لابی بکر رضی اللہ عنہ . لو أقررت الشيخ فی البيت لا تيناه تكرمة لابی بكر فاسلم ورأسه ولحيته كالثغامة بياضا فقال رسول اللهﷺ غيّروهما وجنبوه السواد .)) رواه احمد وابويعلى بنحوه والبزار باختصار وفى الصحيح طرف منه ورجال احمد رجال الصحيح .

''محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے خضاب کے بابت سوال ہوا۔ جواب میں فرمایا: آپ ﷺ کے بال بالکل تھوڑے سفید تھے لیکن ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کے بعد مہندی اور کتم سے خضاب کیا اور کہا کہ فتح مکہ کے دن ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد ابوقحافہ کو اٹھا کر لائے اور آپ کے آگے رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس بزرگ کو گھر میں رہنے دیتے، تمہاری عزت کی خاطر ہم اس کے پاس گھر آتے۔ اس کے سر اور داڑھی کے بالکل سفید تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا رنگ بدلو، لیکن کالے رنگ سے اس کو دور رکھو۔ یہ روایت احمد، ابویعلیٰ اور بزار میں ہے اور احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔''

سیاہ خضاب کرنے والے اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے:

الحديث الرابع:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبیﷺ قال ((يكون فی آخر الزمان قوم يسودون اشعارهم لا ينظر الله اليهم . رواه الطبرانی فی الاوسط واسناده جيد))

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ آخر دور میں ایسے لوگ ہوں گے جو اپنے بالوں کو کالا رنگ کریں گے۔ ان کی طرف اللہ (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔ یہ حدیث طبرانی کی معجم اوسط میں ہے اور اس کی اسناد اچھی ہے۔''

یہ تہدید سن کر کوئی اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔

اللہ روزِ قیامت ان چہروں کو سیاہ کردے گا جنہوں نے بالوں کو سیاہ کیا:

الحديث الخامس:

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللهﷺ ((من خضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيامة .)) رواه الطبرانی وفيه الوضين بن عطاء وثقه احمد وابن معين وابن حبان وضعفه من هو دونهم فی المنزلة و بقية رجاله ثقات .

''سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کالے رنگ کا خضاب کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے منہ کو کالا کرے گا۔ یہ حدیث طبرانی میں ہے۔ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سند میں ایک راوی وضین بن عطاء ہے جس کو جرح وتعدیل کے بڑے اماموں مثلاً احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور ابن حبان نے تو ثقہ کہا ہے، البتہ بعض ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ مگر وہ ان آئمہ سے مرتبہ میں کم ہیں۔ باقی اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔"

میں کہتا ہوں کہ وضین بن عطاء کو ان تین کے علاوہ امام رحیم نے بھی ثقہ کہا ہے اور ابوداؤد نے "صالح الحدیث" اور ابن عدی نے کہا ہے "ما اری بحدیثه باسا" یعنی میں اس کی حدیث کے اندر کوئی خطرہ نہیں پاتا اور کسی نے اس پر مفسد جرح نہیں کی۔ اس کا ترجمہ تہذیب ۱۱/۱۲۰ میں مذکور ہے۔ پس اس کی روایت شہادت اور تائید کے لیے نہایت قوی اور مضبوط ہے۔ قال الذهبي في الكاشف: ۳/ ۲۳۶ ثقة وبعضهم ضعفه. یعنی امام ذہبی کاشف میں فرماتے ہیں کہ وضین ثقہ ہے۔

یہودیوں کی مخالفت:

الحديث السادس:

وعن انس بن مالك رضي الله عنه قال ((كنا يوما عند النبي ﷺ فدخلت عليه اليهود فراهم بيض اللحى فقال مالكم لا تغيرون فقيل انهم يكرهون فقال النبي ﷺ لكنكم غيّروا واياي والسواد.)) رواه الطبراني في الاوسط وفيه ابن لهيعة وبقية رجاله ثقات وهو حديث حسن.

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ کچھ یہودی لوگ داخل ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کی داڑھیاں سفید دیکھیں تو ان سے مخاطب ہوئے کہ تم لوگ رنگ کیوں نہیں بدلتے ہو؟ آپ سے کہا گیا کہ یہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن تم (اے مسلمانوں) رنگ بدلا کرو لیکن ہم کالے رنگ سے بچیں گے اور دور رہیں گے۔ یہ حدیث طبرانی کے معجم اوسط میں ہے۔ اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے جس کی حدیث حسن درجہ کی ہے۔ باقی اس کے راوی سب ثقات ہیں۔"

میں کہتا ہوں کہ عبداللہ بن لہیعہ کی روایت بھی شہادت وتائید کے لیے معتبر ہے۔

یہ آخری چار روایتیں مجمع الزوائد للہیثمی: ۵/۱۴۳، ۱۴۹ سے نقل کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں مجمع الزوائد میں مذکور ہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کا دوٹوک فیصلہ:

حافظ ابن القیم تہذیب السنن لابي داود: ۶/۳،۱۰۴ میں فرماتے ہیں:

((والصواب ان الاحاديث في هذا الباب لااختلاف بينها بوجه فان الذي

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نھی عنه النبیﷺ من تغییر الشیب امران احدھما: نتفه والثانی: خضابه بالسواد کما تقدم والذی اذن فیه ھو صبغه وتغییره بغیر السواد کالحناء والصفرة وھو الذی عمله الصحابة ﷺ . قال الحکم بن عمرو الغفاری: دخلت انا واخی رافع علی عمر بن الخطاب وانا مخضوب بالحناء واخی مخضوب بالصفرة فقال عمر: ھذا خضاب الاسلام وقال لاخی ھذا خضاب الایمان واما الخضاب بالسواد فکرھه جماعة من اهل العلم وھو الصواب بلا ریب لما تقدم۔ وقیل للامام احمد: تکره الخضاب بالسواد قال ای واللہ۔ وھذه المسئلة من المسائل التی حلف علیها وقد جمعها ابو الحسن ولانه یتضمن التلبیس بخلاف الصفرة ورخص فیه آخرون: منھم اصحاب ابی حنیفة وروی ذلك عن الحسن والحسین وسعد بن ابی وقاص وعبداللہ بن جعفر وعقبة بن عامر وفی ثبوته عنھم نظر ولو ثبت فلا قول لاحد مع رسول اللہﷺ وسنته احق بالاتباع ولو خالفها من خالفها))

"حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تہذیب السنن میں فرماتے ہیں کہ اس بات میں جو حدیثیں وارد ہیں ان میں کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بالوں کی تبدیلی میں صرف دو طرح کی ممانعت فرمائی ہے۔ ایک تو بال نوچے نہ جائیں، دوسرا یہ کہ خضاب کالے رنگ کا نہ ہو۔ باقی کالے رنگ کے علاوہ مہندی اور زرد رنگ کی آپ نے اجازت فرمائی ہے اور یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا، چنانچہ حکم بن عمرو الغفاری فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں داخل ہوئے۔ مجھے مہندی کا خضاب لگا ہوا تھا اور بھائی کو زردی کا۔ آپ نے میرے لیے فرمایا یہ اسلامی خضاب ہے اور بھائی کے لیے فرمایا یہ ایمانداروں کا خضاب ہے اور کالے خضاب کو اہل علم کی جماعت نے برا سمجھا ہے اور بلا شبہ یہی حق ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ آپ کالے خضاب کو برا جانتے ہیں؟ کہا ہاں! اللہ کی قسم یہی مسئلہ چندان مسائل میں سے ہے جن پر امام موصوف نے قسم کھائی ہے جن کو ابوالحسن نے ایک مجموعہ میں ذکر کیا ہے اور یہ کالا خضاب ایک قسم کی تلبیس اور دھوکہ ہے کہ بڑھاپا نہیں آیا ہے یا بال سفید نہیں ہوئے، لیکن دوسرے خضابوں زردی وغیرہ میں اس قسم کا دھوکہ نہیں ہے اور بعض لوگوں نے کالے رنگ کی رخصت دی ہے۔ جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پیروکار ہیں اور اس طرح بعض صحابہ حسن، حسین، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن جعفر اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ لیکن ان سے یہ نقل پایہ ثبوت کو نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچتی اور بالفرض اگر ثابت ہو بھی جائے تو بھی رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ اور فرمان کے بعد کسی کا قول حجت اور دلیل نہیں اور آپ ﷺ کی سنت ہی تابعداری کی حقدار ہے۔ چاہے کوئی بھی اس کے خلاف ہو۔"

ایک ضعیف حدیث کا سہارا:

اور ابن ماجہ والی روایت سنن ابن ماجہ ص ۲۶۷ میں اس طرح ہے:

((حدثنا ابو هريرة رضی اللہ عنہ الصير فى محمد بن فراس ثنا عمر بن الخطاب بن زكريا الراسبى ثنا دفاع بن دغفل السدوسى عن عبدالحميد بن صيفى عن ابيه عن جده صهيب الخير قال قال رسول الله ﷺ ان احسن ما اختضبتم به لهٰذا السواد أرغب لنسائكم فيكم واهيب لكم فى صدور عدوكم))

یعنی تمہارا بہترین خضاب کالے رنگ کا ہے جس سے عورتوں کے دل میں تمہاری محبت اور دشمن کے دل میں تمہارا رعب ہوگا۔ یہ سند بچند وجوہ ضعیف ہے۔

اولاً: دفاع بن دغفل ضعیف ہے۔

ثانیاً: راوی عبدالحمید بن صیفی دراصل عبدالحمید بن زیاد بن صیفی ہے، وہ لین الحدیث ہے۔ دونوں کا ترجمہ تقریب میں مذکور ہے۔

ثالثاً: راوی عمر بن خطاب الراسبی کے لیے تقریب میں لکھا ہے۔ (مَقْبُوْلٌ) اور تقریب کے مقدمہ میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

((السادسة: من ليس له من الحديث الا القليل وثم يثبت فيه ما يترك حديثه من اجله واليه الاشارة بلفظ مقبول حيث يتابع والافلين الحديث))

"چھٹی قسم ان راویوں کی ہے کہ جن کی روایات بالکل قلیل ہوں لیکن اس میں کوئی جرح قادح ثابت نہیں تو جہاں کوئی دوسرا راوی اس کی متابعت کرے تو وہ مقبول ہے، ورنہ لین الحدیث یعنی کمزور راوی ہے۔ چونکہ اس کی متابعت نہیں ہے، لہٰذا یہ بھی یہاں لین الحدیث ہوا۔"

رابعاً: عبدالحمید کے والد صیفی بن صہیب کو بھی تقریب میں مقبول کہا گیا ہے چونکہ اس کی متابعت یہاں نہیں ہے، لہٰذا یہ بھی یہاں لین الحدیث ہے گویا اس حدیث کی سند میں مسلسل چار راوی ضعیف ہیں۔

خامساً: سند میں انقطاع کا شبہ بھی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ میزان الاعتدال ص ۲/۱۴ میں فرماتے ہیں:

((عبدالحميد بن زياد بن صيفى بن صهيب عن ابيه عن جده قال البخارى لا يعرف سماع بعضهم من بعض))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اس سند میں عبدالحمید بن زیاد بن صیفی بن صہیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ ان کا ایک دوسرے سے سماع (سننا) دوسرے سے ثابت نہیں ہے۔ پس یہ روایت ضعیف اور صحیح مسلم کی صحیح حدیث اور دیگر ذکر شدہ احادیث کے خلاف ہے، لہٰذا باطل اور مردود ہے۔ ابن ماجہ ص ۲۵۸ کے حاشیہ میں اسی حدیث پر بحوالہ انجاح الحاجہ مصنفہ الشیخ عبدالغنی الدہلوی المدنی منقول ہے کہ:

((قوله ان احسن ما اختضبتم به لهذا السواد هذا مخالف لرواية جابر السابقة وهو صحيح اخرجه مسلم وفي رواية ابي داؤد والنسائي عن ابن عباس عن النبيﷺ قال يكون قوم في آخر...... الزمان يخضبون بهذا السواد كحواصل الحمام لا يجدون رائحة الجنة۔ وهذا الحديث (يعني حديث ابن ماجة عن صهيب) ضعيف لان دفاع السدوسي ضعيف كما في التقريب وعبدالحميد بن صيفي لين الحديث ومذهب الجمهور المنع))

''یعنی یہ ابن ماجہ والی روایت اول تو مسلم والی صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ دوسری سنن ابوداؤد اور نسائی والی روایت جس میں تنبیہ آئی ہے کہ کالا خضاب کرنے والے جنت کی خوشبو تک نہیں پائیں گے۔ اس کے بھی خلاف ہے اور پھر وہ خود ضعیف بھی ہے کیونکہ اس کا راوی دفاع السدوسی ضعیف ہے۔ دوسرا راوی عبدالحمید بن صیفی کمزور ہے اور جمہور کے مذہب میں کالا خضاب ممنوع ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

4

مسلک اہل حدیث

نیو سعید آباد صوبہ سندھ کا مشہور شہر ہے، جس کی پہچان راشدی خاندان سے ہوتی ہے یہ شہر شاہ صاحب کا آبائی گاؤں بھی کہلاتا ہے۔ اس شہر میں شاہ صاحب رحمہ اللہ ۱۹۸۰ء کے بعد ہر سال ایک سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس منعقد کرتے تھے۔ اور لوگ دور دور سے اس سہ روزہ کانفرنس میں بڑے شوق سے شرکت کرتے، کانفرنس کی ابتدائی نشست میں شاہ صاحب رحمہ اللہ ایک مقالہ پڑھتے تھے جو اکثر اصلاح اہل حدیث پر مشتمل ہوتا تھا۔ مندرجہ مقالات جات ''شان اہل حدیث، جماعت اہل حدیث کا تعارف تاریخ اہل حدیث، حقانیت اہل حدیث'' بھی اس کانفرنس میں پڑھے گئے تھے۔'' (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا مُعَارِضَ لَهٗ وَلَا مُنَاقِضَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ بَيْنِ يَدَيِ السَّاعَةِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ سِرَاجًا مُّنِيْرًا......

اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنَّ خَيْرَ الْكَلَامِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ . مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ .

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .

تنظیم نوجوانان اہل حدیث نیوسعید آباد کے زیر اہتمام جماعت اہل حدیث اثرات کے سامنے ہیں۔

بحمد للہ سندھ کے شہروں اور گاؤں میں جماعت پھیلی ہوئی ہے اور یہاں اس کے ادارے قائم ہیں۔ اس جماعت کے دلائل اور طریقۂ دعوت کو دیکھ کر اکثر و بیشتر دوسری جماعتوں کے سمجھدار لوگوں نے اس جماعت کے برحق ہونے کا اقرار کیا ہے اور جماعت کے حلقہ میں داخل ہو کر سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مصروف ہیں۔

جماعت اہل حدیث کی امتیازی شان

جماعت اہل حدیث کی یہ امتیازی شان ہے کہ اس کی تحریریں اور تقریریں توحید وسنت کی حمایت اور شرک وبدعت کی مذمت میں ہوتی رہتی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی اساس

توحید وسنت اسلام کی دو اساس ہیں، جو رسول اللہ ﷺ امت کو دے کے اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور حجۃ الوداع کے موقع پر عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"اگر تم نے دو چیزوں (قرآن وحدیث) کو تھامے رکھا تو راہ حق سے کبھی گم وگمراہ نہ ہوگے۔"

(المستدرك للحاكم)

وہ دو چیزیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھیں اور حفاظت سے دوسروں تک پہنچائیں۔

پہلی پیشین گوئی

آپ ﷺ نے پیشینگوئی فرمائی کہ:

((يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين)) (شرف اصحاب الحديث للخطيب ص ٢٨)

اس علم (قران وحدیث) کو ہر زمانے کے عادل لوگ حاصل کرتے رہیں گے (پڑھیں گے اور پڑھائیں گے، سیکھیں گے اور سکھائیں گے، عمل کریں گے اور کراتے رہیں گے۔) اس میں زیادتی کرنے والوں کی تحریف وتبدیلی کو اور باطل پسندوں کی حیلہ جوئی کو اور جاہلوں کی تاویل کو ختم کرتے رہیں گے۔

بحمد للہ! اہل حدیث اس زمانے سے آج تک یہ فریضہ ادا کرتے رہے ہیں اور آپ ﷺ کی یہ پیشینگوئی انہی پر صادق آتی ہے۔ اس کی تفسیر اس طرح ہے:

تحريف الغالين

حد سے گزرنے والوں کی تحریف وتبدیلی

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ طریقت والے مرید اپنے پیروں اور مذاہب والے مقلد، اپنے ائمہ اور فقہاء کی عقیدت میں اس حد تک غلو کرتے ہیں کہ کبھی بھی ان کے قول وفعل کو غلط کہنے پر تیار نہیں ہوتے۔ حافظ شیرازی نے ان کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے:

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بے خبر بودز راہ ورسم منزلها

انہوں نے اس حد تک اپنے طریقے اور مذہب کی تائید میں روایات وآیات تک وضع کر لیں اور بہت سی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات واحادیث میں تحریف وتغیر اور کمی بیشی کر دی اور اپنے بزرگوں کے کلام کو کلام اللہ اور کلام الرسول کا ہم درجہ قرار دیتے رہے۔

سندھ کے شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی اپنی شاعری کے متعلق کہتے ہیں:

جی توں بیت بائین سی آیتون آھین

یعنی جن کو تو اشعار سمجھتا ہے وہ آیات ہیں۔ (شاہ جورسالو ۱۲ مکتبہ اسحاقیہ کراچی) اور اس شعر کو بڑے بڑے عام اجتماعات اور مجالس میں بڑے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔

خواجہ محمد یار فریدی اپنے پیر (مرشد) کی تعریف میں یوں گویا ہے:

صورت رحمان ہے تصویر میرے پیر کی
علم القرآن ہے تقریر میرے پیر کی

(دیوان محمدی ص ۱۳۴)

اور مولانا رومی اپنی مثنوی کے متعلق گویا ہیں کہ:

مثنوی و مولوی و معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی

مولوی اصغر حسین دیوبندی رسالہ مولوی ومعنوی ص ۱۹ میں مثنوی کو ''پارسی قرآن'' کہتے ہیں۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ:

((ان الهداية كالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلها في الشرع من كتب))

(مقدمة هداية اخيرين، ص ۲)

''ہدایہ قرآن کے مثل ہے، اس سے پہلے شریعت کی جو بھی کتب تصنیف ہوئیں ہیں، ان سب کو ہدایہ نے منسوخ کر دیا۔''

اس قسم کے حد سے گزرنے والوں نے اپنے مذہب وطریقے کے تحفظ کے لیے بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ قرآن وحدیث میں تحریف کی اور اس کے شان میں گستاخی کے مرتکب ہوئے۔ لیکن اہل حدیث ہمیشہ ان کی ان تحریفات اور گستاخیوں کو بے نقاب اور حقائق کی نشان دہی کرتے رہے اور اب بھی کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ (ان شاء اللہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتحال المبطلین

باطل پسندوں کی حیلہ جوئی

قرآن وحدیث پڑھنے اور سیکھنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ صراط مستقیم معلوم ہو اور حق و باطل میں فرق واضح ہو سکے۔ یہ صرف اہل حدیث کے ہی شایان شان ہے کہ جب بھی کوئی آیت یا حدیث ان کی سمجھ میں آ گئی تو کسی ولی یا امام کے قول کو ماننے کے بجائے فوراً اسے قبول کرتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں۔ مگر دوسرے فرقوں (مذاہب) کے لوگ قرآن وسنت کو صرف تاویل وتغیر کے لیے حاصل کرتے ہیں۔ جیسے سندھ کے مایہ ناز محدث علامہ محمد حیات سندھی اپنے رسالہ بنام تحفۃ الامام ص ۱۰۱ پر فرماتے ہیں:

> ''یہ بڑی عجیب بات ہے کہ دوسرے فرقوں (مذاہب) والے اگر کسی صحابی کا قول حدیث کے خلاف پاتے ہیں تو یہ کہنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے کہ ہوسکتا ہے کہ صحابی کو وہ حدیث نہ پہنچی ہو؟ لیکن جس امام کی وہ تقلید کرتے ہیں، اس کا قول حدیث کے خلاف دیکھتے ہیں تو اس وقت یہ نہیں کہتے، بلکہ اپنے امام کے قول کو ثابت اور قائم رکھنے کے لیے اس حدیث میں طرح طرح کی تاویلات کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات جب ان سے کوئی تاویل نہیں بن پاتی تو اس وقت حدیث میں تحریف کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور اگر ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ امام صاحب کو یہ روایت نہیں ملی ہوگی تو یہ بات ان پر گراں گزرتی ہے اور اس پر سخت ناراض ہوتے ہیں اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے بدکلامی پر اتر آتے ہیں اور قیامت برپا کر دیتے ہیں اور اس وقت ان کے لیے اس بات کو قبول کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے کہ وہ حدیث امام صاحب کو نہیں پہنچی ہوگی۔''

عقلمند غور کریں کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث نہیں پہنچی تو ممکن ہے بعید نہیں۔ باقی یہی بات ان بیچاروں سے برداشت نہیں ہوتی اور اسے اپنے مذہب کے ائمہ کے لیے ناممکن سمجھتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام اور ائمہ کے درجات میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اگر غور کریں تو آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ: ''ان مذاہب (فرقوں) والے کتب احادیث کا مطالعہ اور اپنے مدارس میں شامل نصاب، احادیث پر عمل کے لیے نہیں کرتے بلکہ اپنے ائمہ کے دلائل کو معلوم کرنے کے لیے اور اس لیے بھی کہ یہ جان سکیں جو احادیث اور دلائل ان کے امام کے خلاف ہیں، ان میں تاویلات کر کے ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اپنے موافق بنائیں۔"

بالفرض اگر ان سے کوئی معقول تاویل نہیں بن سکتی تو جواب دیتے ہیں:

"ہمارے امام جس کے ہم مقلد ہیں، وہ ہم سے زیادہ اس حدیث کو جانتے ہیں۔"

حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اس طرح وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم کر دیتے ہیں۔ عالم اور جاہل برابر نہیں ہیں کیونکہ جاہل بیچارہ معذور ہے۔ مگر عالم، جس نے صحیح حدیث دیکھی ہے اس کے لیے کوئی لیت ولعل باقی نہیں ہے بلکہ اس پر حجت باقی اور قائم ہے ان کا یہ حال ہے کہ جب کوئی حدیث ان کے امام کے قول کے موافق ملتی ہے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر کوئی حدیث ان کے امام کے قول کے خلاف ملتی ہے تو تنگ دل ہو جاتے ہیں اور اسے سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں سورۃ النساء آیت ۶۵ ع ۹ پ ۵ فرمایا ہے کہ:

"اے نبی تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس کے بارے میں اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ اسے خوشی سے (من وعن) قبول کر لیں۔"

امام وکیع بن جراح فرماتے ہیں:

((من طلب الحديث كما جاء فهو صاحب سنة ومن طلب الحديث ليقوى هواه فهو صاحب بدعة)) (جزء رفع اليدين بخاری، ص ۱۱ طبع دهلی)

"جو شخص علم حدیث اس لیے حاصل کرتا ہے کہ اس پر عمل کرے وہ اہل سنت (سنی) ہے اور جو شخص اس لیے علم حدیث حاصل کرتا ہے کہ اس کی رائے اور خواہش کو تقویت پہنچے تو وہ بدعتی ہے۔"

امام بخاری اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((يعني ان الانسان ينبغي ان يلقي رايه لحديث النبي ﷺ حيث ثبت الحديث ولا يعلل بعلل لا يصح ليقوى هواه وقد ذكر عن النبي ﷺ لا يومن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به))

(جزء رفع اليدين للبخاری ص ۵۹۔۶۰ شرح السنة ج ۱، ص ۲۱۲)

یعنی انسان کو چاہیے کہ فرمان رسول ﷺ کے سامنے اپنی رائے کو بے معنی سمجھ کر چھوڑ دے۔ اور جب وہ حدیث قطعی طور پر ثابت ہو جائے تو صرف اس لیے اس کی تضحیح نہ کرے کہ اس سے اس کی خواہشات پوری ہوتی ہیں اور اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے اس میں خواہ مخواہ تاویلیں اور تعلیلیں نہ کرے، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: "تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنی رائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خواہش کو اس چیز کا پابند نہ کر دے جو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آیا ہوں۔ (یعنی قرآن وحدیث) اہل حدیث کو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کی تلاش ہوتی ہے۔ جس پر اپنے مذہب (مسلک) کی بنیاد رکھتے ہیں اور جب بھی کہیں سے ان کو صحیح حدیث مل جاتی ہے تو اسی وقت اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کو کسی پیر کا عمل، کسی امام کا قول یا کسی قوم کے رسم ورواج، اس صحیح حدیث پر عمل سے کسی بھی صورت میں مانع نہیں ہوتے۔

ترک　　السنۃ　　گزیدن　　بدعت
از　　تو　　آید　　زمن　　نمی　　آید

تأویل الجاھلین

جاہلوں کی تاویل اور ہیر پھیر

جسے اللہ تعالیٰ نے علم میں پختگی عطا کی ہے اسے کسی آیت یا صحیح حدیث میں نہ کوئی شک وشبہ ہوتا ہے اور نہ ہی اسے ان پر عمل کرنے سے کوئی چیز مانع ہوتی ہے۔ بلکہ ان کو معلوم ہے کہ ﴿كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾ (آل عمران) یعنی سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ صحیح حدیث ہی ان کا مذہب ومسلک ہوتی ہے۔ ان کو اس میں کسی بھی تاویل وتحریف کی کوئی ضرورت پیش نہیں آتی۔ لیکن جو لوگ راسخ فی العلم نہیں ہوتے اور وہ مختلف تقلیدی مذاہب و مسالک کی جکڑ بندیوں میں گرفتار ہوتے ہیں، ان کے سامنے جب بھی ان کے (مصنوعی مذہب) مسلک کے خلاف کوئی آیت یا حدیث پیش کی جاتی ہے تو وہ اس گمان اور تخمینہ کے بناء پر سوچتے ہوئے ایمان نہیں لاتے کہ:

> ''ہمارے فلاں مرشد وامام، جو ہم سے علمیت میں اعلیٰ تھے، انہوں نے یہ آیت یا حدیث دیکھی اور پڑھی ہوگی۔ اس کے باوجود اس پر عمل نہیں کیا اور اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے تو اس میں ضرور کوئی ایسی علت ہے جو ان کو اس آیت یا حدیث پر عمل سے مانع ہے۔ وہ علت ان کو اپنی علمیت کی وجہ سے تو نظر آ گئی لیکن ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔''

یہ لوگ اپنے مسلک کے خلاف آیت اور حدیث سے جان چھڑانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور مختلف تاویلات پیش کرنے میں مصروف رہتے ہیں حالانکہ اگر ان کو رسوخ فی العلم ہوتا تو یہ لوگ کبھی بھی ایسی حرکتیں نہ کرتے۔

الحمدللہ! اہل حدیث ہی وہ جماعت ہے جس نے ان غلط تاویلات کی نشاندہی کرتے ہوئے احادیث کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تاویلات سے پاک کیا اور نبوی پیشین گوئی کے مصداق ٹھہرے اور نبی ﷺ کا فرمان حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔ کیوں نہ ہوتا کہ:

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

دوسری پیشین گوئی:

آپ ﷺ کی دوسری پیشین گوئی بھی مشہور ہے، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں امیرالمومنین معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((لا یزال من امتی امة قائمة بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذالك)) (متفق علیه، مشکوٰۃ ص: ۵۸۳)

''میری امت میں سے ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے دین (قرآن وحدیث) کی حفاظت کے لیے ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔ کسی کی تحقیر اور مخالفت ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔''

ائمہ حدیث یزید بن ہارون، عبداللہ بن مبارک، احمد بن حنبل، علی بن مدینی اور محمد بن اسماعیل بخاری رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اہل حدیث ہی اس حدیث کے مصداق ومراد ہیں۔'' (شرف اصحاب الحدیث ص:۳۲)

خواتین وحضرات! یہ صرف اس لیے کہ اہل حدیث ہی وہ جماعت ہے جس نے قرآن وحدیث کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے کی کوشش کی اور رائے وقیاس سے بچتے ہوئے ہمیشہ دین کا دفاع کیا ہے۔

امام الہند شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۹، ۱۴۸ جلد ا میں اہل حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

''اہل حدیث رائے وقیاس میں غور وخوض کو ناپسند گردانتے ہیں اور انتہائی مجبوری کے علاوہ خطا کے ڈر سے بے جا فتویٰ بازی اور استنباط سے بھی گریز کرتے ہیں۔ وہ قرآن وحدیث کو ہی کافی سمجھتے ہیں وہ حدیث کی روایت کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ ان کی نیک کاوشوں کا ہی نتیجہ ہے کہ تدوین حدیث عام ہوئی۔ وہ نسخے اور صحائف حدیث جو عام لوگوں، فقہاء ومفتیان کی نظروں سے اوجھل تھے، جمع ہو کر منظر عام پر آئے۔ کسی بھی ایک رائے کی تقلید کے قائل نہیں تھے بلکہ احادیث کی اسناد کی چھان بین کے بعد جو بھی حدیث صحیح ثابت ہوتی اسے لیتے تھے، خواہ وہ کسی بھی مسلک کے موافق ہو اگر قرآن میں اجمال دیکھتے تو اسے حدیث میں تلاش کرتے تھے اور حدیث میں بیان شدہ مطلب کو ہی لیتے تھے اور حدیث ملنے کے بعد کسی کے قول ورائے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحاصل: ان کے لیے فقہ کا ایک ایسا مجموعہ وجود میں آیا جو خالص رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے مرتب ہوا (جیسے محدثین کے ابواب وتراجم وغیرہ) وہ اقوال وآراء وقیاس کو نہیں جانتے تھے، بلکہ انہوں نے کوشش کر کے ہر مسئلے کے لیے صحیح وغیر صحیح حدیث کے فرق کو واضح کیا۔ ان میں یزید بن ہارون، یحییٰ بن سعید القطان، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ جیسے صف اول کے اہل حدیث عالم تھے۔ اس کے علاوہ جن علماء نے مختلف مسائل پر ترتیب وار احادیث کو جمع کیا، بعد میں آنے والوں نے آسانی اور اجتہاد اور براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل کے استنباط کرنے کے لیے، ہر مسئلہ کے لیے الگ الگ ابواب قائم کیے۔ ان میں صحیح بخاری، مسلم، ابوداود، عبد بن حمید، دارمی، ابن ماجہ، ابو یعلیٰ، ترمذی، نسائی، دارقطنی، حاکم، بیہقی، خطیب بغدادی، ابن عبدالبر وغیرہم کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مگر ان میں سے بھی مندرجہ ذیل چار کتب زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ امام بخاری رحمہ اللہ:

امام بخاری کا مقصد تھا کہ صحیح احادیث کا ایک خالص مجموعہ جمع کیا جائے، جس سے فقہی مسائل، سیرت اور تفسیر کے احکام مستنبط ہو سکیں۔ امام بخاری کی اس کتاب کو امید سے زیادہ مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔

۲۔ امام مسلم رحمہ اللہ:

امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں احادیث کو ایسے احسن انداز میں مرتب کیا کہ کسی بھی عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے کے لیے حدیث سے منہ موڑنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

۳۔ امام ابوداود رحمہ اللہ:

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں وہ احادیث جمع کی ہیں جن سے فقہاء استدلال کرتے ہیں۔ ہر ایک کے دلیل کا وزن معلوم ہوتا ہے اور محققین اور متلاشیان حق کے لیے آسانی ہو گئی ہے۔

۴۔ امام ترمذی رحمہ اللہ:

امام ترمذی نے اپنی سنن میں صحیح بخاری اور مسلم کے طریقے کے ساتھ ابوداؤد کا طریقہ بھی اختیار کیا ہے۔ صحابہ کرام، تابعین اور اکثر فقہاء کا مذہب بھی بیان کیا ہے۔ پس جسے اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کی توفیق بخشی ہے، اس کے لیے تو یہ کتاب ''ترمذی'' کافی ہے، باقی خواہ مخواہ تقلید کرنے اور مجتہد کی رائے کو نہ چھوڑنے والے کو بھی اس کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔ (خلاصہ)

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ ''تاویل مختلف الحدیث'' ص ۸۸ میں اہل حدیث کا تعارف یوں کرواتے ہیں کہ:

''انہوں نے حق کو قرآن وحدیث سے حاصل کیا اور طلب حدیث کے لیے بحر و بر کا سفر کر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرق ومغرب کی منزلیں طے کیں۔ بھوک، پیاس اور مصائب وآلام برداشت کرتے ہوئے پورا سال پاپیادہ علم حدیث کی طلب میں سفر کیے۔ ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ صحیح غیر صحیح اور ناسخ و منسوخ کی معرفت حاصل ہوئی۔ انہوں نے ہی اہل الرائے واہل قیاس کی مخالفت حدیث سے عوام الناس کو متنبہ کیا۔ جس کی وجہ سے رائے وقیاس، بدعت اور گمراہی کے پردوں میں مدفون ہوا، حق از سرنو اظہر من الشمس ہوا اور قبول حق کا بول بالا ہوا۔ متفرق احادیث یکجا ہوئیں۔ سنن سے روگردانی اور غفلت کرنے والے متنبہ ہو کر سنت کی طرف رغبت کرنے لگے۔ جو فیصلے رائے وقیاس پر ہوتے تھے وہ خالص حدیث رسول ﷺ پر ہونے لگے۔"

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نقض المنطق ص ۷،۸ میں اہل حدیث کی شان میں رطب اللسان ہیں کہ:

"دوسرے مذاہب (مسالک) کے متبعین اپنے مذہب کی تائید کے لیے کئی قسم کے طریقے اور حربے یعنی معقول، قیاس، رائے، کلام، نظر استدلال، مناظر ومجادلہ، مکاشفہ ومخاطبہ، وجد اور ذوق وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ تاہم اہل حدیث کے پاس ایک ہی طریقہ (قرآن وحدیث) ہے جو ان سب طریقوں میں اعلیٰ وممتاز مقام وحیثیت کا حامل ہے۔ اگرچہ اہل حدیث کی اصل دلیل وحجت قرآن وحدیث ہی ہے لیکن جب وہ میدان مناظرہ میں دوسروں کے مدمقابل ہوتے ہیں تو عقل میں سب سے کامل، قیاس میں سب سے زیادہ عادل ومنصف، رائے دینے میں سب سے زیادہ مصیب وصائب، علم الکلام میں سب سے زیادہ مضبوط، نظریہ میں سب سے زیادہ درست وپختہ، استدلال میں سب سے زیادہ صحیح راہ اختیار کرنے والے، جدال ومناظرہ میں سب سے زیادہ مضبوط اور ثابت قدم رہنے والے اور فراست میں کامل ہوتے ہیں۔ الہام اگرچہ کوئی چیز نہیں لیکن دلی خیالات میں سب سے زیادہ، تیز، ان کی قوت سماعت وخطابت بھی سب سے تیز اور وجد وذوق میں سب سے زیادہ اعلیٰ واحسن مرتبہ والے ہیں۔"

الغرض! اہل حدیثوں کو دوسری مسلم جماعتوں پر ایسی ہی فوقیت وامتیاز حاصل ہے، جیسے مسلمانوں کو دوسرے ادیان کے متبعین کے مقابلہ میں امتیاز حاصل ہے اگر ان کو اس قسم کے لوگوں سے بات کرنا ہی پڑتی ہے، تو وہ صرف قرآن وحدیث کو دلیل ماننے کی وجہ سے اپنے استدلال میں سب سے فائق ہوتے ہیں۔

حاضرین کرام! آٹھویں صدی کے مسلم امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بیان کردہ اہل حدیث کا یہ عالی مقام، ان کو صرف اس لیے حاصل ہوا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو مقدم رکھنے کے لیے ہر حال میں ہر تکلیف ومصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری "معرفت علوم الحدیث" ص ۳ میں امام حفص بن غیاث اور ابوبکر بن عیاش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تابعی سے نقل کرتے ہیں کہ:

''دنیا میں کوئی قوم اہل حدیث سے افضل نہیں، یعنی سب لوگوں سے اہل حدیث افضل ہیں۔''

مذکورہ اقوال نقل کرنے کے بعد امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دونوں نے سچ کہا ہے ان کی یہ شان کیوں نہ ہو کہ حدیث کے علاوہ ان کا کوئی مشغلہ نہیں تھا اور انہوں نے حدیث کی خاطر دنیا کی نعمتوں کو ٹھکرا دیا۔ چنانچہ کتابت حدیث ان کی غذا ہے، ایک دوسرے کو حدیث سنانا ان کی رات کی کچہری ہے۔ تھکن سے ان کا آرام حدیث کا ورد ہے۔ کتابت حدیث کی سیاہی ان کے لیے عطر اور خوشبو ہے۔ احادیث کے لیے بیدار رہنا ان کی نیند ہے۔ جن چراغوں کی روشنی میں وہ حدیث لکھتے اور پڑھتے ہیں، سردی میں وہ چراغ ان کے لیے ہیٹر ہیں۔ سونے اور ٹیک لگانے کے لیے، پتھر ان کے لیے تکیہ ہوتے ہیں۔ عالی اور کم واسطہ والی روایات جن تکالیف ومشکلات سے ملتی ہیں وہ تکالیف ومشکلات ان کے خوشی وعیش کے برابر ہوتی ہیں۔ اگر ایسی روایات نہیں ملتی تو ان کے تمام عیش مصیبت کے برابر ہوتے ہیں۔ ان کے اذہان وعقول احادیث کی لذت سے اور قلوب ہر حال میں راضی رہنے کی وجہ سے آباد رہتے ہیں۔ ان کے لیے حدیث سیکھنا خوشی اور حدیث کی مجالس ان کے لیے زینت ہیں۔ اس لیے سب اہل سنت ان کے بھائی اور چاہنے والے اور ملحد بدعتی ان کے دشمن ہیں۔

ناظرین کرام! امام ابو عثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن الصابونی اپنی کتاب ''عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث'' میں اہل حدیث کے عقائد اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

عقائد وعلامات اہل حدیث:

''اہل حدیث اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر یقین رکھتے ہوئے ان کے برحق ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ان صفات سے پہچانتے ہیں، جو اس نے اپنے لیے قرآن مجید یا رسول اللہ ﷺ نے احادیث مبارکہ میں بیان فرمائیں ہیں۔ ان صفات کو بے مثل جانتے ہوئے ان کو کسی کی صفات سے تشبیہ نہیں دیتے۔ معتزلہ کی طرح ان صفات میں تاویل اور تکییف (ہیر پھیر اور کمی بیشی) نہیں کرتے اور نہ ہی جہمیہ کی طرح تعطیل (انکار) کرتے ہیں۔ بلکہ از روئے قرآن یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوری: ۱۱)

''اس کی ذات اور صفات کے مثل کوئی نہیں اور وہی سمیع وبصیر ہے۔''

جس قرآن کی ہم منبر ومحراب اور مساجد میں تلاوت کرتے ہیں اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ

''وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کا کلام نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام، اس کی صفت، اس کا فرمان اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے، نیز یہ مکمل ہے اس میں کوئی نقص اور کمی بھی نہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ ساتوں آسمان کے اوپر اپنے عرش عظیم پر مستوی (براجمان و متمکن) ہے۔ آسمانوں اور زمین کی نگہبانی کرتا ہے، کہیں بھی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔"

اس کے متعلق بے شمار قرآنی آیات اور احادیث وارد ہیں۔ اس کی وضاحت کے لیے خادم کی کتاب "توحید خالص" کافی ہے۔

استوی علی العرش یعنی عرش عظیم پر مستوی (براجمان و متمکن ہونے) پر بغیر کسی تشبیہ کے کامل یقین رکھتے ہیں اور اس کی کیفیات بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان صفات کے بارے میں بیان فرمایا ہے:

((یحیون سنتی من بعدی ویعلمونها عباد الله))

"میرے بعد میری مردہ سنت کو زندہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو سکھائیں گے۔"

وہ (اہل حدیث) قیامت، حشر ونشر، حساب و کتاب، میزان، پل صراط، بہشت اور اس کی نعمتیں، رؤیت باری تعالیٰ، حوض کوثر، دوزخ اور اس کے عذاب کے متعلق جو کچھ قرآن وحدیث میں بیان شدہ ہے اس پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ ہر اس شخص کے لیے جو شرک سے پاک اور نماز کا پابند ہو اور اعمال کو ایمان کا جز جانتا ہو، اس کے لیے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کو حق جانتے ہیں۔ یعنی ایمان، کلمہ اور عمل کا نام ہے۔ گویا کہ کلمہ، کلام اور دعویٰ ہے اور ایمان اس کی تصدیق اور گواہی ہے۔ ایمان نیکیوں سے بڑھتا ہے اور برائیوں سے گھٹتا اور ناقص ہوتا ہے۔ یہ سب ایمانداروں کو برابر نہیں جانتے بلکہ ان کے درجات ہیں۔ اسی طرح کسی ایک گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں کہتے، الا یہ کہ جس گناہ کی وجہ سے قرآن وحدیث میں اسے کافر کہا گیا ہو، جیسے تارک الصلوٰۃ (بے نمازی) کو قرآن وحدیث میں کافر کہا گیا ہے۔ امام ابن حزم کا قول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس آدمی نے عمداً نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ وقت ختم ہوگیا تو وہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا اور اسی طرح امام منذری نے "الترغیب والترہیب" میں ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ ہر اچھائی اور برائی اللہ تعالیٰ کے ہی حکم سے آتی ہے۔ قرآن وحدیث میں بیان شدہ نیک عمل کے ثواب اور برے اعمال کے گناہ اور اس کی سزا پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ جن لوگوں کے لیے جنت کی بشارت ہے اور اہل اسلام کے حق میں جنت کی امید اور اہل کفر کے لیے جہنم کی سزا کا خطرہ محسوس کرتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں:

﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل: ٦٥)

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ آسمانوں اور زمینوں میں کوئی غیب دان نہیں۔''

اہل حدیث صرف اللہ تعالیٰ کو ہی غیب دان جانتے ہیں۔ اسی طرح سب صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کے بعد اس امت میں افضل الخلق جانتے ہیں۔ ان میں سب سے افضل ابوبکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی اور اس کے بعد علی المرتضٰی (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو مانتے ہیں۔ سب صحابہ کو برحق کہتے ہیں اور سب کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ ان کے حق اور فضیلت کا احترام کرتے ہیں۔ ہمارا (اہل حدیثوں کا) یہ اعتقاد ہے کہ جس نے ان سے محبت کی ان کے حق میں دعا مانگی، ان کے حقوق کا خیال رکھا، ان کا شمار کامیاب لوگوں میں ہے اور جس نے ان سے بغض رکھا اور ان پر لعن طعن کیا اس کا شمار خاسرین میں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے، میری محبت کی وجہ سے ہی محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض کرتا ہے میرے بغض کی وجہ سے ہی ان سے بغض کرتا ہے۔ جس نے ان کو تکلیف دی اور برا بھلا کہا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔'' (ترمذی وغیرہ)

ہم ہر اس شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو جائز کہتے ہیں، جس کا عقیدہ صحیح اور قرآن وسنت کے موافق ہو، اور اس کی نماز رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو۔ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جنت اور جہنم میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ہر ایک کے موت کا وقت مقرر ہے۔ کوئی بھی کسی کی عمر کو بڑھا اور گھٹا نہیں سکتا۔ ہم شیطان کے وسوسہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ جادو، تعویذ، گنڈہ کو عمل کفار قرار دیتے ہیں اور ان کی وجہ سے نفع یا نقصان کے قائل نہیں۔ ہر نشے والی چیز کو حرام کہتے ہیں۔ نماز اول وقت پر پابندی سے جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ہر رکعت میں مقتدی کے لیے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی متواتر حدیث ہے کہ ﴿الحمد....﴾ کے بغیر کوئی نماز نہیں جیسا کہ امام بخاری نے ''جزء القراءۃ'' میں لکھا ہے۔ بلکہ ایک حدیث جو امام بیہقی ''جزء القراءۃ'' میں لائے ہیں، اس میں ہے کہ جس نے امام کے پیچھے ﴿الحمد....﴾ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ نیز نماز کے تمام ارکان، رکوع، سجود، قیام، جلسہ کو طمانیت کے ساتھ ادا کرنے کو ضروری جانتے ہیں۔ صلوٰۃ اللیل تہجد کا خاص خیال رکھتے ہیں کیونکہ فرض نماز کے بعد اس کا درجہ ہے۔ کھانے پینے اور لباس میں حرام سے پرہیز کرتے ہیں۔ امر بالمعروف ونھی عن المنکر ''یعنی اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا'' اور تبلیغ اسلام کو اصل فرض گردانتے ہیں۔ یعنی ہمارے جلسے، کانفرنسیں اور تصنیفات کی نشر واشاعت سب اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ سلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صالحین کی طرح کتاب وسنت پر عمل کرتے ہیں۔

اہلِ بدعت کی علامات

اہل حدیث، اہل بدعت سے دور رہتے ہیں۔ ان سے دوستی اور بیجا گفتگو سے گریز کرتے ہیں۔ سلف صالحین نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ:

''اہل بدعت کی واضح علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیثوں سے بغض اور عناد رکھتے ہیں۔''

اسی طرح امام احمد بن سنان القطان اور امام احمد بن حنبل بھی فرماتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں اسی طرح فرمایا ہے۔ امام صابونی فرماتے ہیں کہ:

''دیکھنے میں آتا ہے کہ اہل بدعت اہل حدیث سے ایسا ہی سلوک کرتے ہیں، جس طرح مشرکین، رسول اللہ ﷺ سے کیا کرتے تھے اور آپ کو ساحر، شاعر، مجنون، مفتری، مختلق اور کذاب جیسے خطرناک القاب سے پکارتے تھے۔ بالکل اسی طرح اہل بدعت اہل حدیث کو لامذہب، لا دین، گمراہ، منکر، اولیاء کرام کے دشمن، بے ادب اور گستاخ وغیرہ جیسے القاب سے پکارتے ہیں۔''

مسلک اہل حدیث کی قدامت اور اس کے اسماء

ناظرین! مسلک اہل حدیث بہت قدیم مسلک ہے۔ اس جماعت کو اہل حدیث، اصحاب الحدیث، اصحاب السنن، اہل سنت، اہل الاثر، الاثری اور سنی جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کو اصحاب السنن کہتے ہیں۔ (دارمی) تابعین میں امام شعبی اور امام زہری ان کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ) نیز صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار میں وہ لوگ ''محمدی'' کہلاتے تھے۔ (عبدالرزاق، الاسماء والصفات للبیهقی)

امام ابن شاہین دوسرے مذاہب کے مقابلے میں کہتے ہیں کہ: "انا محمدی المذهب" یعنی میں محمدی مذہب والا ہوں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

گویا کہ وہ لوگ اپنے آپ کو کسی اور کی طرف منسوب کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

کسی کا ہو رہے کوئی
نبی کے ہو رہیں گے ہم

ان کا لقب اہل حدیث اس لیے ہے کہ ان کا دستور قرآن وحدیث ہے۔ قرآن کو بھی حدیث کہا گیا ہے۔

﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾ (المرسلات: ٥٠)

''تو اب اس (قرآن) کے بعد (اس سے بڑھ کر) کونسا کلام ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ قرآن وحدیث دونوں کو وحی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ (النسآء: ۱۱۳)

''اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن اور حکمت (حدیث) نازل کیا۔''

اس لیے اہل حدیث کا مطلب ہے قرآن وحدیث والے، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو "اھل الانجیل" بھی کہا گیا ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ:

﴿وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ﴾ (المائدة: ٤٧)

''اور انجیل والے اس کے موافق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل کیا ہے۔''

گویا کہ یہ لقب اس امت کے مسلمانوں اور دوسری امتوں کے مسلمانوں کے درمیان امتیازی نشان کے طور پر دیا گیا ہے۔ ان کو اہل سنت یا سنی، نبی اکرم ﷺ کی طرف نسبت کی وجہ سے کہتے ہیں اور قرآن پر عمل بھی اسی کی روشنی میں کرتے ہیں۔ اقوال وآراء پر عمل کرنے اور ان پر چلنے والوں کو اہل رائے (یا اہل فقہ) کہا جاتا ہے۔ یہ اہل حدیث کے مقابلے میں ایک الگ فرقہ تھا، جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں مستقل عنوان بنام ''باب الفرق بین اہل الحدیث واہل الرأی'' سے کیا ہے۔ اہل حدیث کو ''اثری'' اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہ قیاس یا کسی کی رائے کی پیروی نہیں کرتے، بلکہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ذریعے ان کو پہنچا ہے اسی کو قبول کرتے ہیں۔ یعنی اس مسلک پر ہیں جس پر سلف صالحین تھے۔ مثلاً استواء علی العرش ''اللہ تعالیٰ کا عرش پر تمکن واستقرار'' کے مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین وغیرہم متفق تھے، جیسا کہ حافظ ذہبی نے کتاب "العلو للعلی الغفار" میں نقل کیا ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین جلد ۱ ص ۵۷ میں فرماتے ہیں کہ:

''یہ عقیدہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور نازل شدہ تمام کتب وصحائف میں مذکور ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ بعد میں ایجاد کیا گیا ہے۔'' (یعنی یہ عقیدہ رکھنا خلاف شریعت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ، اپنی ذات عالی کے ساتھ موجود ہے)

قراءۃ خلف الامام

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صحابہ کرام قراءت کرتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ ﴿الحمد....﴾ کے بغیر نماز ناقص ہے، مکمل نہیں ہوگی۔'' (جزء القراءۃ للبیهقی)

اسی طرح تابعین کا زمانہ گزرا اور تبع تابعین کے زمانے کے برگزیدہ عالم عبداللہ بن مبارک جوفن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث، تفسیر، فقہ، جہاد، زہد وتقویٰ میں مسلم امام تھے وہ فرماتے ہیں کہ:

((انا اقرء خلف الامام والناس یقرء ون الا قوم من الکوفیین)) (ترمذی)

یعنی میں امام کے پیچھے ﴿الحمد....﴾ پڑھتا ہوں اور کوفیوں کی ایک قوم (جماعت) کے علاوہ باقی سب لوگ (بھی امام کے پیچھے) ﴿الحمد....﴾ پڑھتے ہیں۔

(معلوم ہوا کہ) یہ تبع تابعین کا دور تھا، جس میں کوفہ کی ایک قوم نے یہ تبدیلی شروع کی، (جبکہ کوفیوں کے اپنے دور میں اوران سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نبی کریم ﷺ کے دور میں بھی باجماعت نماز میں بھی ﴿الحمد....﴾ لازماً پڑھنے کا طریقہ تھا اور اہل حدیثوں نے آج تک یہی طریقہ اپنایا ہوا ہے)

رفع الیدین

رفع الیدین کے متعلق امام ابن قیم ''اعلام الموقعین'' میں فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رفع الیدین پر عمل اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں رفع الیدین پر عمل اتنا مشہور اور قوی سند سے ثابت ہے، گویا کہ ان کو ہم اپنی آنکھوں سے رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح جمہور تابعین کا بھی یہی عمل رہا۔ اس کے بعد اس کے خلاف ترک رفع الیدین کا عمل شروع ہوا۔'' (یعنی امام کے پیچھے سورۃ ﴿الحمد....﴾ کی طرح رفع الیدین کا بھی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام وتابعین کے دورِ مبارک تک کسی نے انکار نہیں کیا، الحمدللہ، چونکہ اہل حدیثوں کا سلسلہ اسی مبارک دور سے ہے، اسی لیے ان کی نماز بھی ویسی ہی ہے جیسی اس دور میں تھی)

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ سے رفع الیدین کے متعلق اتنی کثیر اور قوی احادیث ثابت ہیں، گویا میں رسول اللہ ﷺ کو رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔''

امام محمد بن نصر المروزی المتوفی ۲۹۴ ہجری فرماتے ہیں کہ:

''کوفہ کے علاوہ باقی سب شہروں کے علماء رفع الیدین کے قائل ہیں۔'' (فتح الباری)

یعنی خیر القرون میں تو رفع الیدین پر عمل تھا، لیکن بعد میں اس میں تحریف اور تبدل واقع ہوا۔

آمین

برصغیر کے علمائے احناف کے سرتاج علامہ عبدالحی لکھنوی السعایہ شرح وقایہ میں آمین کے متعلق یہ شعر لکھتے ہیں کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لقد طفنا كما طفتم سنينا
بهذا البيت طرا اجمعينا

''یعنی میں بھی تمہاری طرح سالہا سال چکر کاٹتا رہا۔ لیکن مجھے رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام سے آہستہ آمین کہنے کا کوئی ثبوت نہیں ملا، بلکہ صحیح احادیث میں صرف جہراً آمین کہنے کا ثبوت ہے۔''

(احناف حضرات کو اپنے محقق عالم کی بات پر غور کرنا چاہیے)

تقلید

امام الہند شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں تقلید کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''چوتھی صدی ہجری تک لوگ کسی خاص مسلک کے مقلد نہیں تھے، لیکن یہ (تقلید کا) رواج بعد میں پڑا ہے۔''

الغرض! اہل حدیث کا مذہب اصلی ہے اور یہی صرف رسول اللہ ﷺ کی جماعت ہے اور انہی کی طرف منسوب ہے۔

ما بلبلیم نالاں گلزار ما محمد
ما نرگسیم حیران دیدار ما محمد

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب تک قرآن وحدیث کی بالادستی تھی تب تک دنیا میں امن وانصاف کا دور دورہ تھا۔ لیکن جب رائے، شخصی اقوال وقیاس کو دین میں داخل کیا گیا اور ملفوظات اور فقہی اقوال پر فتاویٰ دیئے جانے لگے تو اس وقت جہالت بڑھ گئی۔

چمن کے تخت پر جس دم شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی کیا شور تھا کیا غل تھا
خزاں کے وقت دیکھا کچھ نہ تھا، جز خار گلشن میں
بتاتا باغبان رو رو کے یہاں غنچہ، یہاں گل تھا

مشرق میں (متعصبین) حنفی، شافعی کے اختلاف نے تاتاریوں کے فتنے کو پروان چڑھایا ہے اور مغرب میں مالکیوں کے فتنے نے عیسائیوں کو انقلاب لانے کا موقع فراہم کیا۔ جس کے نتیجہ میں مسجدیں مقفل کی گئیں۔ اس لیے اہل حدیثوں کی ہر وقت یہی کوشش ہوتی ہے کہ مسلمان اپنی اصلیت کی طرف لوٹیں اور اس اصلی دین (قرآن وحدیث) کو اپنا دستور العمل بنائیں، جو دوسرے مذاہب اور طریقوں سے قبل مسلمانوں کا دستور تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ برجان مسلم داشتن

قرآن ہمارا دستور ہے۔ حدیث اس کی تعبیر وتفسیر ہے۔ ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ (القیامہ)

''یعنی قرآن کے اجمالی احکام کی (بذریعہ قول وعمل رسول ﷺ) توضیح کرانا ہمارے ذمہ ہے۔''

اور یہ سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہر ایک آیت پر عمل ہو چکا ہے۔ تفسیر ابن جریر کے مقدمہ میں ہے کہ:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جتنا قرآن مجید پڑھتے اور سیکھتے تھے اتنا ہی اس پر عمل بھی کرتے جاتے تھے حتیٰ کہ قرآن مجید کے نزول کی تکمیل کے ساتھ ہی اس پر عمل کی تکمیل بھی ہوگئی۔''

اسی لیے اہل حدیث اسی (نبوی ﷺ قولی وعملی) تفسیر کو کافی سمجھتے ہیں۔ اسی نظریہ کو عام کرنے کے لیے مختلف مقامات پر ان کے جلسے منعقد ہوتے رہتے ہیں اور تصانیف میدان میں آتی رہتی ہیں۔

آخر میں حاضرین واحباب سے مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ (ذاتی آراء پر مبنی) مذہبی کتابوں کے پیچھے اپنی عمریں نہ گنوائیں، جیسا کہ علامہ مفتی محمد شفیع دیوبندی اپنی تقریر جو ''وحدت امت'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئی، اس میں علامہ انور شاہ کشمیری کا قول نقل کرتے ہیں کہ: ''ہم نے صرف حنفی مسلک کی حمایت میں اپنی عمر ضائع کر دی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قرآن مجید اور احادیث کی کتب کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ ان کی طرف رجوع کریں، ان کا مطالعہ کریں اور حق کی تلاش جاری رکھیں۔ یقیناً رب العالمین، ہادی اکبر جل وعلیٰ شانہٗ آپ کی رہنمائی فرمائے گا، جیسا کہ اس کا وعدہ ہے کہ:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (العنکبوت: ۶۹)

''اور جن لوگوں نے ہمارے (دین کے) لیے کوشش کی ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھلائیں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ (اپنی مدد سے) نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔''

میں تمام حاضرین بھائیوں اور بہنوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنے وقت کی قربانی دے کر اس کانفرنس کو رونق بخشی ہے۔ میری دعا ہے کہ آپ کی یہ حاضری رائیگاں نہ جائے بلکہ سعادت والی ہو اور آپ علماء کرام کے خطابات سے قرآن وحدیث کے جواہرات اور موتیوں سے اپنی جھولیاں بھر کر جائیں۔ ان شاء اللہ ہمارے علماء آپ کو ''قال فلان قال فلان'' کے بجائے قرآن وحدیث سے محظوظ کریں گے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں کو توحید اور اپنے رسول مقبول ﷺ کی سنت سے منور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فرمائے اور شرک وبدعت کے اندھیرے سے دور رکھے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والسلام عليك ورحمة الله وبركاته

نیو سعید آباد ۱۹۸۶ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصیت اور اس کے اہم مسائل

الوصیة اس کی جمع الوصایا ہے جس کا معنی ہے ہر وہ چیز جس کا کرنے کا حکم کیا جائے اور وعدہ لیا جائے اس کی زندگی میں عرف عام میں خاص اس تاکید کے لیے استعمال ہوا ہے جس کی تعمیل و تکمیل وتنفیذ اس کی موت کے بعد کی جائے جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کو کسی چیز کے بارے میں وصیت کرنی ہو تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ دو راتیں گزر جائے اور اس کے پاس وصیت نامہ لکھا نہ ہو۔" (بخاری)

اس حدیث کے تحت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر "بدیع التفاسیر" میں وصیت کے متعلق ایک اہم اور جامع مقالہ لکھا ہے جس کو اردو زبان میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الوصیہ اس کی جمع الوصایا ہے جیسے القضایا کی جمع القضیہ۔
ہر وہ چیز جس کے کرنے کا حکم کیا جائے اور وعدہ لیا جائے اس کی زندگی میں خواہ موت کے بعد عرف عام میں خاص اس تاکید کے لیے استعمال ہوا ہے جس کی تعمیل و تکمیل و تنفیذ اس کی موت کے بعد کی جائے۔

وصیت کے بارے میں اہم مسائل:

مسئلہ نمبر ۱: کسی شخص کو کوئی وصیت کرنی ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے پاس تحریر کر کے رکھے کیونکہ موت کی پل بھر بھی خبر نہیں کہ کس وقت اس کا وقوع ہو اور کس حالت میں ہو لکھنے کا موقعہ ملے یا نہ ملے یا اچانک موت کی وجہ سے وصیت بھی نہ کر سکے۔

((عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ما حق امری مسلم له شئی یوصی فیه یبیت لیلتین الا و صیته مکتوبه عنده)) (متفق علیه مشکوۃ،ص: ٢٦٥)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کو کسی چیز کے بارے میں وصیت کرنی ہو تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ دو راتیں گزر جائے اور اس کے پاس وصیت نامہ لکھا نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۲: وصیت کا حکم استحبابی اور تاکید کے لیے ہے جیسے صحیح مسلم شریف میں ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

((ما ترك رسول الله ﷺ دینارا ولا درهما ولا شاة ولا بعیرا ولا اوصی بشئی)) (مشکوٰۃ: ٥٥٥)

رسول اللہ ﷺ کے نہ دینار اپنے پیچھے چھوڑ نہ درہم نہ بکری اور نہ ہی اونٹ اور نہ ہی کسی چیز کی وصیت فرمائی۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ امر وجوبی نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳: وصیت کل مال میں سے ثلث حصہ کرنی ہے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔

((عن سعد بن ابی وقاص قال مرضت عام الفتح مرضا اشمنت علی الموت فاتانی رسول الله ﷺ یعودنی فقلت یا رسول الله ان لی مالا کثیرا ولیس یرثنی الا ابنتی افاوصی بما لی کله قال لا قلت فثلثی ما لی قال لا قلت فالشطر قال لا قلت فا الثلث قال الثلث والثلث کثیر انك ان تذر ورثتك اغنیاء خیر من ان تذرهم عاله یتکففون الناس وانك لن تنفق نفقه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبغی بها وجه الله الا اجرت بها حتی اللقمه ترفعها الی فی امراتك)) (متفق علیه مشکوٰۃ، ص: ٢٦٥)

''سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ والے سال میں سخت بیمار ہوگیا گویا کہ موت سر پر کھڑی ہے رسول اللہ ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے میرے گھر آئے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میرا مال بہت ہے اور میرے بعد میرے پیچھے سوائے میری بیٹی کے کوئی وارث بھی نہیں ہے کیا میں اپنے کل مال کی وصیت کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا دو تہائی آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر عرض کیا بھلا آدھی ملکیت سے فرمایا نہیں۔ پھر عرض کیا کہ ثلث مال سے آپ ﷺ نے فرمایا تیسرا حصہ بھلے کر لیکن یہ بھی زیادہ ہے تو اپنے وارثوں خوشحال تو انگر اور آسودہ حال چھوڑ کر جا یہ اس سے اچھا ہے کہ تو ان کو مسکین، ناتواں اور عاجز چھوڑ کر جا اور وہ لوگوں سے سوال کرتے پھریں تو فی سبیل اللہ جو بھی خرچ کرے گا تجھے اس کا اجر ضرور ملے گا۔ یہاں تک ایک لقمہ جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے۔''

مسئلہ نمبر ٤: وصیت ان رشتہ داروں کے لیے کی جاسکتی ہے جن کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ وہ وراثت سے محروم ہوں۔

((عن ابی امامه سمعت رسول الله ﷺ فی خطبه عام حجة الوداع ان الله قد اعطی کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث)) (رواہ، ابوداود' مشکوٰۃ: ٢٦٥)

''ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کے حق سے نوازا ہے۔ یعنی مقرر فرمایا ہے اس لیے کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اور قاعدہ افادیت میں اپنی مثال آپ ہے کیونکہ میت کے کئی رشتہ دار قریب تر ہوتے ہیں مگر وہ وراثت سے محروم ہوتے ہیں، حالانکہ ان کو دینا بھی ضروری ہوتا ہے ان رشتہ داروں کو اس فقرہ سے فائدہ مل سکتا ہے، مثلاً

ایک شخص بیٹے اور پوتے چھوڑ کر جاتا ہے خاص طور پر اس بیٹے کی اولاد جو کہ اپنے والد کی حیاتی میں انتقال کر گیا ظاہر ہے کہ بیٹوں کی موجودگی میں پوتے محروم ہیں ایسی صورت میں دادا اس فقرہ سے فائدہ اٹھا کر ان کے نام وصیت کر سکتا ہے۔ جس سے وہ بالکل محروم نہ رہیں۔

مسئلہ نمبر ٥: مسئلہ نمبر ۴ سے معلوم ہوا تھا کہ اگر کوئی آدمی اپنے مال سے ایسے رشتہ دار کے لیے وصیت کرتا ہے جس کا شریعت نے حصہ مقرر کیا ہے تو اس وصیت کو مردود سمجھا جائے گا اور اس طرح کی وصیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا ناجائز ہے ہاں اگر اس طرح کی وصیت کرنے کی دوسرے ورثاء اجازت دیتے ہیں تو پھر وہ وصیت درست ہے اور وہ نافذ بھی ہوگی۔

چنانچہ سنن دارالقطنی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((قال رسول الله ﷺ لا یجوز لوارث وصیته الا ان یشاء الورثه)) (اسناده حسن، بلوغ المرام: ۲۳۹)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی بھی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے ہاں اس صورت میں جائز ہے دوسرے وارث اس کی اجازت دیں۔''

مسئلہ نمبر۶: اللہ تعالیٰ نے وصیت اس لیے مقرر فرمائی ہے کیونکہ اس میں بہت سی بھلائی بہتری اور خیر خواہی ہے مگر کوئی ایسی وصیت ہو جس سے کسی کو نقصان ضرور پہنچانا مقصود ہو تو وہ ناجائز اور سخت گناہ کا فعل ہے۔

((عن ابی هریرة رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ قال ان الرجل یعمل او المراة بطاعه الله ستین سنه ثم یحضرهما الموت فیضاران فی الوصیه فتجب لهما النار ثم قراء ابوهریرة رضی الله عنه من بعد وصیه یوصی بها او دین غیر مضار الی قوله تعالی وذالك الفوز العظیم)) (رواه احمد، والترمذی، وابوداود، ابن ماجه، مشکوة: ۶۶-۲۶۵)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مرد یا عورت اللہ کی ساٹھ سال تک عبادت کرتے ہیں مگر عندالموت ایسی وصیت کرتے ہیں جس سے کسی وارث کو ضرر یا نقصان ہوتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی آگ واجب ہو جاتی ہے پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تائید میں قرآن کی آیت تلاوت فرمائی من بعد وصیه یوصی بها او دین غیر مضار تا وذالك الفوز العظیم. اپنی روایت کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے، لیکن اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ہے جس میں کلام ہے۔''

نیز اس کی تائید میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((الا ضرار فی الوصیه من الکبائر ثم تلك حدود الله ومن یطع الله رسوله)) (تفسیر نسائی: ۷۳ المصور)

یعنی نقصان والی وصیت کرنی کبیرہ گناہ میں سے ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول مصنف عبدالرزاق مصنف ابن ابی شیبہ ابن جریر اور بیہقی میں مروی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ نمبر۷: غیر مسلم کی وصیت کی ہوئی اس کے مسلمان ورثاء پر پوری کرنا لازمی نہیں ہے۔ اخرجہ ابوداؤد فی السنن: ۲/ ۷۸ مع العون۔

((عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان العاص بن وائل اوصى ان يعتق عنه مائه رقبه فاعتق ابنه هشام خميسن رقبه فاراد ابنه عمرو ان يعتق عنه الخمسين الباقيه فقال حتى اسال رسول الله ان ابى اوصى بعتق مائه رقبه وان هشاما اعتق خمسين وبقيت عليه خمسون رقبه افاعتق عنه فقال رسول الله ﷺ انه لو كان مسلما فاعتقتم عنه او تصدقتم عنه او حججتم عنه يكفه ذالك))

''سیدنا عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عاص بن وائل (جو مسلمان نہیں ہوا تھا) وصیت کی کہ میرے بعد میر طرف سے ایک سو غلام آزاد کیے جائے تو ان کے چھوٹے فرزند ہشام نے پچاس غلام آزاد کیے اور ان کے بڑے بھائی عمرو نے ارادہ کیا کہ باقی وہ پچاس آزاد کردیں مگر پھر کہنے لگا کہ پہلے میں آپ ﷺ سے پوچھ لوں پھر اس نے آپ ﷺ کے پاس آکر ساری حقیقت واضح کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہارا والد مسلمان ہوتا تو پھر اگر اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے تو اس کو کوئی فائدہ ملتا۔''

حدیث کے مفہوم سے واضح ہوا کہ غیر مسلم کی وصیت مسلمان ورثاء پر لازم نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کو کوئی اس کا فائدہ پہنچے گا۔

مسئلہ نمبر۸: مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ مسلمان کوئی ایسی وصیت کر جائے تو وارثوں پر اس کی تکمیل کرنا لازمی حق ہے اور اس کا ثواب بھی پہنچے گا۔

مسئلہ نمبر۹: اگر کوئی ایسا آدمی جس کا وصیت کرنے کا ارادہ تھا اور پھر وہ اچانک فوت ہو جائے تو پھر اس کی طرف سے کوئی صدقہ کرے تو درست ہے۔

((عن عائشه ان رجلا اتى النبى ﷺ فقال يا رسول ان امى افتليتت نفسها ولم توص واظنها لو تكلمت تصدقت افلها اجر ان تصدقت قال نعم))

(متفق عليه بلوغ المرام: ۱۹۸)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا میری والدہ پر اچانک موت آ گئی ہے اور وصیت بھی نہیں کر سکی میں سمجھتا ہوں اگر وہ کچھ بولتی تو ضرور صدقہ کرتی یعنی اس کا حکم یا وصیت ضرور کرتی کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ثواب ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ملے گا۔"

اس سے عام مروجہ صدقات یا خیرات جو میت کی طرف سے ایصال ثواب کی خاطر کی جاتی ہے وہ مراد نہیں ہے بلکہ یہاں کاص صورت ہے جو آدمی اچانک فوت ہو گیا ہو۔ وصیت نہ کر سکا اور اس کے طریقہ اطوار سے معلوم ہوا کہ اگر وہ بول سکتا تو ضرور خیر کی وصیت کرتا۔

لہٰذا اس سے عام صدقات مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰: وصیت کرنے والا اپنی زندگی میں وصیت تبدیل کر سکتا ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (القرطبی: ۲/۲۷۲)

((تلك عشرة كاملة)) (ماخوذ بديع التفاسير: ۳/ ۵۱۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت اہل حدیث کا تعارف

یہ مقالہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے سالانہ سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس نیوسعید آباد میں بطور خطبہ صدارت پڑھا جو ۴۔۵۔۶۔مئی ۱۹۹۰ء کو منعقد ہوئی تھی۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا نِدَّلَهٗ وَلَا مُعَارِضَ لَهٗ وَلَا مُنَاقِضَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ بَيْنِ يَدَيِ السَّاعَةِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ سِرَاجًا مُّنِيْرًا......

اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنَّ خَيْرَ الْكَلَامِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

امابعد! اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے آج جمعیت اہل حدیث سندھ کے زیر اہتمام آٹھویں سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس اپنے روایتی آب وتاب سے شروع ہو رہی ہے۔ جمعیت اہل حدیث نیوسعید آباد پر اللہ تعالیٰ کی یہ خاص عنایت ہے کہ اس نے ان کو یہ توفیق بخشی ہے کہ ہمیشہ کی طرح اس سال بھی اس نے کانفرنس کے انتظامات کا بیڑا اٹھایا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ارکان کو ہمت اور جرأت عطا کرے اور ان کی محنت وکاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت اہل حدیث کا تعارف

پہلی پیشین گوئی:

ناظرین! جماعت اہل حدیث کے تعارف کے لیے یہ حدیث کافی ہے جس میں ہمارے امام اعظم رسول رب العالمین ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ:

((تفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول الله؟ قال ما انا علیه واصحابی)) (رواه الترمذی، بحواله مشکاة، ص: ۳۰)

''میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ ناجی (کامیاب) فرقہ کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔''

اس حدیث سے چند امور واضح ہوئے:

(الف) امت اصل میں ایک جماعت تھی، جس کے رہنما آپ ﷺ تھے اور آپ ﷺ کی جماعت آپ کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) تھے۔

(ب) ان کا ایک خاص طریقہ تھا جس پر وہ چلتے تھے۔

(ج) آپ ﷺ کے کچھ عرصے بعد امت فرقوں میں بٹ گئی، ظاہر ہے کہ فرقے کسی نہ کسی نام سے مدون اور مشہور ہوں گے گویا کہ آپ ﷺ نے مختلف فرقوں کے وجود میں آنے کی خبر (پیشین گوئی) دی۔

(د) ان سب فرقوں میں سے آپ ﷺ نے صرف ایک فرقے کے جنتی ہونے کی بشارت دی اور باقیوں کو جہنمی قرار دیا۔

(ھ) اس ناجی اور جنتی فرقہ کا نام لینے کے بجائے اس کی ایسی نشانیاں اور علامات بتائیں جن سے وہ پہچانے جا سکیں اور دوسروں سے ممتاز ہو سکیں۔

(و) اور ان کی ایک صفت یہ بتائی کہ وہ اس طریقے پر ہوں گے جو آپ ﷺ کے عہد مبارکہ میں رائج تھا۔

(ز) اس سے ظاہر ہوا کہ وہی آپ ﷺ کی جماعت ہے جس کے آپ ﷺ رہبر ہیں۔

مندرجہ بالا امور کی روشنی میں یہ دیکھنا ہے کہ مسلمانوں میں بہت سے فرقے اور ٹولے ہیں اور ہر ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فرقہ کسی نہ کسی خاص لقب یا نام سے مشہور ہے۔ ہر ایک کا طریقہ کار، عقیدہ اور عمل جداگانہ ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ کس کا طریقہ عہد نبوی ﷺ کے طریقے کے مشابہ ہے وہ طریقہ قرآن وسنت میں مذکور ہے یا نہیں؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کس کی جماعت کا عقیدہ اور طریقہ صرف قرآن وسنت سے مأخوذ ہے؟ اس کسوٹی پر صرف ''جماعت اہل حدیث'' ہی پوری اترتی ہے کیونکہ اس کا نصب العین اور مشعل راہ کسی کی رائے اور قیاس نہیں بلکہ صرف قرآن وحدیث ہی ہے، ہر مسئلہ، چھوٹا ہو یا بڑا، اصولی ہو یا فروعی اس کا حل قرآن وحدیث ہی میں تلاش کرتے ہیں۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق یہی جماعت چلی آرہی ہے کوئی بھی فرقہ کسی بھی نام اور لقب سے مشہور ہو لیکن اس کے لیے معیار یہ ہے کہ اس کا طریقہ عہد نبوی ﷺ کے طریقے کے موافق ہے یا مخالف؟ اگر وہ اپنے آپ کو قرآن کی اس آیت ﴿هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ کہ اللہ نے تمہارا نام مسلم رکھا (الحج) کے مصداق بنا کر خود کو مسلمان ہی کہلوائے لیکن اتنا کافی نہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ ان کا طریقہ اس طریقے (نبوی طریقے) کے مطابق ہے یا نہیں اگر اس طریقے کے موافق ہے تو وہ فرقہ صحیح اور حق پر ہے اور اس کا نام اور لقب بھی صحیح ہے۔ اس طرح نبوی پیشین گوئی پوری اور صادق آتی ہے جس کی تصدیق کرتے ہوئے ہمیں بمع القاب اور ناموں کے فرقوں کے وجود کو تسلیم کرنا پڑ گیا۔ لیکن بہرحال برحق صرف اسی ایک فرقے کو سمجھا جائے گا جو رسول اللہ ﷺ کے قائم کردہ معیار پر پورا اترے گا، یہی وجہ ہے کہ جو جماعت قول اور رائے وقیاس وغیرہ کو دین تسلیم نہیں کرتی اور صرف قرآن وحدیث کو ہی دین اور حجت جانتی ہے۔ اسے سلف سے خلف تک ''اہل حدیث'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جیسا کہ امام عامر بن شرحبیل شعبی (جن کو صحابہ اور کبار تابعین کی شاگردی کا شرف حاصل ہے) فرماتے ہیں کہ:

((لو استقبلت من امری استدبرت ما حدثت الا بما اجمع علیه اهل الحدیث))

''جو کچھ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے وہ اگر پہلے معلوم ہوتا تو میں صرف وہ احادیث بیان کرتا جن پر تمام اہل حدیث متفق ہیں۔''

یعنی اپنے اساتذہ، صحابہ کرام اور تابعین کو اہل حدیث کہہ رہے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ) کیونکہ وہ تمام قرآن وحدیث والے تھے۔ ''اہل حدیث'' کے معنی ہیں قرآن وحدیث والے، باقی تمام فرقوں کو اہل الرائے کہا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ وتابعین کے زمانے سے ان کو ''اہل حدیث'' کہا جاتا تھا یہی وجہ ہے امام احمد بن حنبل اہل حدیث جماعت کو اس پیشین گوئی کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔

دوسری پیشین گوئی:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لا تزال طائفة من امتی منصورين لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى تقوم الساعة وفی لفظ قائمة بامر الله لا يضرهم من خالفهم ولا من خادعهم حتى ياتی امر الله وهم على ذلك)) (مشكاة ص ۸۳، ۵۸۴)

”میری امت میں سے قیامت تک ایک جماعت حق پر قائم رہے گی مخالفین کی مخالفت ان کو کوئی نقصان اور ضرر نہ پہنچا سکے گی اور تائید الٰہی حاصل ہوگی۔“

ناظرین! یہ بھی آپ ﷺ کی واضح کی ہوئی نشانی ہے جو جماعت اہل حدیث کے علاوہ کسی اور جماعت میں نہیں پائی جاتی۔ ابتدائی دور سے لے کر اہل حدیث کے مخالفین موجود رہے ہیں اور سب مخالفین کو یہی ایک جماعت خارچشم نظر آتی ہے، چنانچہ امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابوداؤد کے استاد امام قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((اذا رأيت الرجل يحب اهل الحديث مثل يحيى بن سعيد القطان وعبدالرحمن بن مهدی واحمد بن حنبل واسحق بن راهويه ذكر قوما آخرين فانه على السنة ومن خالف هذا فاعلم انه مبتدع))

”آپ جس شخص کو دیکھیں کہ وہ اہل حدیثوں یعنی یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ اور انہوں نے بہت سے نام ذکر کیے (جو اُس وقت موجود تھے) سے محبت کرتا ہے تو وہ سنت پر ہے اور جو ان کی مخالفت کرے تو سمجھنا کہ وہ بدعتی ہے۔“

امام بخاری، امام مسلم، نسائی، ابوداود، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابو حاتم وغیرہم رحمہم اللہ کے استاد امام ابن سنان القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((ليس فی الدنيا مبتدع الا وهو يبغض اهل الحديث فاذا ابتدع الرجل نزعت حلاوة الحديث من قلبه))

”دنیا میں ہر بدعتی اہل حدیث سے بغض رکھتا ہے، یعنی جب بھی کوئی شخص بدعتی بنتا ہے تو اس کے دل سے حدیث کی حلاوت والفت ختم ہو جاتی ہے تو پھر ایسا شخص قرآن وحدیث والوں، یعنی اہل حدیثوں کو کیسے پسند کرے گا؟“

امام احمد بن حنبل کے سامنے بیان کیا گیا کہ ابن ابی اہل حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ تو بہت بری قوم ہے اس پر امام موصوف (امام احمد بن حنبل) نے چادر کو جھاڑتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا کہ وہ زندیق یعنی لادین ہے اور کہتے ہوئے گھر چلے گئے۔ (شرف اصحاب الحدیث: ۷۱۔۷۴) نیز شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ غنیۃ الطالبین جلد ا ص ۸۰، ۸۵ میں لکھتے ہیں کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بدعتی فرقوں کی یہ علامت ہے کہ وہ اہل حدیث کو برا بھلا کہتے ہیں اور ان کو طرح طرح کے القاب سے یاد کرتے ہیں لیکن ان کا لقب صرف اصحاب الحدیث، یعنی اہل حدیث ہی ہے اور وہ ہی اہل سنت ہیں۔''

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((علامة اهل البدعة الوقيعة فى اهل الاثر)) (عقيدة السلف اصحاب الحديث لابى اسماعيل ص: ١٥)

''بدعتیوں کی علامت یہ کہ وہ اہل حدیث کی شان میں بدشد بولتے رہتے ہیں۔''

اس کے بعد امام صابونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ تعصب کا نتیجہ ہے اور حقیقتاً اہل سنت کا نام اور لقب اہل حدیث ہے۔ ان حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس جماعت کی ہمیشہ اہل رائے کی طرف سے مخالفت ہوتی رہی ہے، آج بھی کوئی فرقہ پیدا ہوتا ہے تو اہل حدیث کی مخالفت کرتا ہے، کیونکہ اہل حدیث ہی عوام کے سامنے نئے فرقوں کی حقیقت کو آشکارا کرتے رہتے ہیں لیکن یہ جماعت اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے ہمیشہ اپنے (صحیح) موقف پر قائم رہتی ہے اور رہے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) یہی وجہ ہے کہ اس حدیث میں اس جماعت کے متعلق پیشین گوئی ہے۔ (اس حدیث میں ناجی جماعت کے متعلق جو پیشین گوئی مذکور ہے اس کا مصداق اسی جماعت کو ٹھہرایا گیا ہے) چنانچہ علم حدیث کے ائمہ وعلماء اجل مثلاً: یزید بن ہارون، عبداللہ بن مبارک، احمد بن حنبل، احمد بن سنان، علی بن مدینی، بخاری اور ترمذی وغیرہم جماعت اہل حدیث کو اس حدیث کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ (شرف اصحاب الحدیث ص ٢٦، ٢٧)

تیسری پیشین گوئی:

تیسری پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ:

((يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين)) (مشكوة، ص: ٣٤)

''اس علم (قرآن وحدیث) کو ہر زمانے کے عادل لوگ حاصل کرتے رہیں گے (پڑھیں گے اور پڑھائیں گے، سیکھیں گے اور سکھائیں گے، عمل کریں گے اور کراتے رہیں گے) اس میں زیادتی کرنے والوں کی تحریف وتبدیلی کو اور باطل پسندوں کی حیلہ جوئی کو اور جاہلوں کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے۔''

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے، مگر کئی اسناد سے موصول بھی آئی ہے۔ حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ شرف اصحاب الحدیث میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت صحیح ہے۔

ناظرین! اس پیشین گوئی کی مصداق بھی جماعت اہل حدیث ہے کیونکہ یہی وہ جماعت ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو جمع اور روایت کرتی آرہی ہے اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اہل حدیث نے ہر نئے پیدا ہونے والے شک وشبہ تاویل یا تحریف کا مقابلہ کر کے اسے روکیا اور غلط ثابت کیا۔ یہ منصب کسی اور جماعت کو نصیب نہیں ہوا۔ اسی لیے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((لیس قوم عندی خیر من اھل الحدیث لیس یعرفون الا الحدیث))

"میرے نزدیک اہل حدیث کے علاوہ کوئی اور قوم بہتر نہیں ہے کیونکہ وہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور سے تعلق نہیں رکھتے۔"

قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"روئے زمین پر ان سے بہتر کوئی بھی نہیں ہے، یہ لوگ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنتے رہتے ہیں۔ بزرگ فضل بن عیاض ان کو انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث کہتے ہیں۔" (شرف اصحاب الحدیث)

گویا کہ ان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدیل فرما دی ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ:

"امام اسماعیل بن اسحاق قاضی کے پاس مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں فیصلے کے لیے حاضر ہوئے۔ مدعیٰ علیہ مدعی کے حق کو تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ جس پر قاضی نے گواہ طلب کیے تو مدعی نے دو گواہوں کے نام پیش کیے۔ ایک کو تو قاضی جانتے تھے لیکن دوسرے کو نہیں جانتے تھے جس پر اس (مدعی) نے کہا اسے بھی آپ پہچان لیں گے اور معتبر جانیں گے۔ قاضی نے پوچھا کس طرح؟ تو اس نے جواب دیا وہ احادیث کا راوی اور ناقل ہے، یعنی اہل حدیث ہے۔ جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیل کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ: حدیث کو ایک دوسرے کے بعد معتبر لوگ اخذ (روایت) کریں گے جب قاضی کو معلوم ہوا کہ یہ آدمی ان (اہل حدیث) میں سے ہے تو اس کی گواہی قبول کر لی۔"

الحاصل: یہ جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا ثمرہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی نشانیاں اور علامت بتائیں ہیں کہ جن کی ہر وقت اور ہر ملک میں شناخت ہوتی رہتی ہے، امام ابوالمظفر السمعانی کتاب الانتصار لاہل الحدیث میں فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ اس بات کو قبول نہیں کرتا اور یہ بھی نہیں چاہتا کہ حق اور صحیح عقیدہ اہل حدیث کے علاوہ کسی اور جماعت کے پاس ہو کیونکہ انہوں نے اپنا دین اور عقیدہ سلف سے لیا اور سیکھا۔ وہ اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلاف سے ہر زمانے میں نسل در نسل دین سیکھتے رہے ہیں۔ یہاں تک یہ سلسلہ تابعین تک پہنچا اور انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اخذ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا (یعنی ہر بات کی سند کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے ہیں) اور جس دین کی دعوت رسول اللہ ﷺ نے دی، جو صراط مستقیم دکھائی، اس کے معلوم کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے، جس پر اہل حدیث عمل پیرا ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں۔" (تاریخ اہل حدیث)

مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل حدیث تھے۔ امام شعبی اسی وجہ سے ان کو اہلحدیث کے لقب سے یاد کرتے ہیں حالانکہ آپ کے زمانے میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"انہوں نے اڑتالیس (۴۸) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماع حدیث کیا ہے اور ان کو اہل حدیث کے نام سے پکارتے ہیں، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کئی ممالک فتح ہوئے۔ جو تمام صحابہ اہل حدیث تھے۔"

چنانچہ ابو منصور عبدالقاہر تمیم البغدادی رحمہ اللہ المتوفی ۴۲۹ ہجری کتاب اصول الدین ص ۳۱۷ میں فرماتے ہیں:

((بيان هذا واضح في ثغور الروم والجزيرة وثغور الشام وثغور آذربائيجان وباب الابواب كلهم على مذهب اهل الحديث من اهل السنة وكذالك ثغور افريقه واندلس وكل ثغور وراء بحر المغرب اهله من اصحاب الحديث وكذالك ثغور اليمين على ساحل الزنج))

"اس بارے میں صراحت سے معلوم ہوا کہ روم، جزیرہ، شام، آذربائیجان کے علاقوں کے تمام مسلمان اہل حدیث مسلک پر تھے، اسی طرح، افریقہ، اندلس، بحر المغرب کے علاقوں کے لوگ اور مغرب، یمن اور زنج کے ساحل کے تمام مسلمان اہل حدیث مسلک پر تھے۔"

چنانچہ جنگ یرموک ۲۱ ہجری میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے عمیر بن سعید انصاری رضی اللہ عنہ نے رومیوں پر چڑھائی کی اور فتح پائی۔ (فتوح البلدان ص: ۱۴۳) عیاض بن غنم الفہری رضی اللہ عنہ نے الجزیرہ کو فتح کیا۔ (فتوح البلدان ص: ۱۷۹، الاصابہ جلد ۲ ص: ۵۰) اور پہلی مرتبہ ۱۴ ہجری ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے شام کو صلح کے ذریعے فتح کیا اور دوسری مرتبہ خالد بن ولید نے جنگ کے ذریعے اسے فتح کیا۔ (فتوح البلدان ص: ۱۲۸، شذرات الذہب جلد ۱ ص: ۳۴) اور تمیم الداری رضی اللہ عنہ کے شاگرد موسیٰ بن نصیر تابعی نے ۹۲ ہجری میں اندلس کو فتح کیا۔ جس کی وجہ سے ان کو فاتح اندلس کہا جاتا ہے۔ (جزوة المقتبس ص: ۳۱۷) اور بھی بہت تابعی اس لڑائی میں شریک تھے: مثلاً: (۱) حنش بن عبداللہ الصنعانی جو امیر المومنین علی بن ابی طالب، ابن عباس، ابو درداء، فضیل بن عبید اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہم کے شاگرد تھے۔ (۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد، عبدالرحمن بن عبداللہ الغافقی المکی۔ (۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص کے شاگرد، زید بن قاصد السلسکی وغیرہ۔ مذکورہ جلیل القدر تابعین عظام بہ نفس نفیس اس لڑائی میں شریک ہوئے اور افریقا کی لڑائی میں رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ لڑے تھے۔ (تہذیب ۳،ص:۲۹۹)

ناظرین! یہ سب صحابی اور تابعی اہل حدیث تھے، جب انہوں نے ان ممالک کو فتح کیا تو وہاں مسلک اہل حدیث ہی قائم ونافذ رہا بلکہ یمن میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی اسلام پہنچ گیا تھا اور اس کی دعوت اور تبلیغ کے لیے مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گئے تھے۔ یعنی امیر المومنین علی بن ابی طالب، معاذ بن جبل، ابوموسیٰ اشعری اور جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہم۔ (طبقات فقہاء الیمن ص: ۱۵۔۱۹) اس وقت یمن والوں نے مسلک اہل حدیث اختیار کیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے صحابہ خود اہل حدیث مسلک پر فائز تھے اور انہوں (اہل یمن) نے یہ لقب صحابہ کرام سے اخذ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ لقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا۔

امام ابواسماعیل صابونی اپنی کتاب عقیدۃ السلف میں لکھتے ہیں کہ:

> ''اہل البدع نے اہل حدیثوں سے اس طرح سلوک کیا جس طرح مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا کہ بعض نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر، بعض نے نجومی، بعض نے شاعر، بعض نے مجنون، بعض نے مفتون اور بعض نے مفتری، مختلق اور کذاب کے القاب سے پکارا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان عیوب سے پاک اور مبرا تھے۔ آپ صرف اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اور نبی تھے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

> ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ (الاسراء: ٤٨)

> ''(اے نبی!) دیکھ لو یہ کس طرح تمہاری شان میں مثالیں دیتے ہیں۔ پس یہ ایسے گمراہ ہوگئے ہیں کہ راہ حق نہیں پا سکتے۔''

اسی طرح بدعتی اہل حدیث کو طرح طرح کے القاب دیتے رہے ہیں، حالانکہ وہ (اہل حدیث) ان سب عیوب والزامات سے مبرا ہیں۔ وہی ملت بیضاء، پسندیدہ طریقے اور صراط مستقیم پر ہیں اور ان کے دلائل بالکل وہی ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور پیروی کی توفیق بخشی ہے اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھنے پر نصرت فرمائی ہے۔

الغرض! یہ جماعت (اہل حدیث) براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متبع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دستور، یعنی قرآن وحدیث کی پابندی کرنے والی، اس پر عمل کرنے والی اور اس کے طرف دعوت دینے والی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسے گھر گھر پہنچانے والی جماعت اہل حدیث ہی ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ منہاج السنہ جلد ۲ ص ۱۷۹ میں فرماتے ہیں کہ:

((من المعلوم لکل من له خبرة ان اهل الحدیث من اعظم الناس بحثا عن اقوال النبی ﷺ وطلبا للعلم وارغب الناس فی اتباعها وابعد الناس عن اتباع هوی فانهم یتبعون قوله ﷺ ایمانا به ومحبة لمتابعته لالغرض لهم فی الشخص الممدوح فهم من اهل الاسلام کاهل الاسلام فی اهل الملل))

''جسے علم ہے وہ یہ بات جانتا ہے کہ احادیث کی تحقیق کرنا، دوسروں کو ان کی طرف راغب کرنا اور ذاتی رائے سے دور رہنے میں جماعت اہل حدیث کو بلند مرتبہ اور نمایاں حیثیت حاصل ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی کسی لالچ یا کسی خاص فرد کو راضی رکھنے کی غرض سے نہیں بلکہ یقین اور محبت کے ساتھ تابعداری کرتے ہیں، پس وہ مسلمان کہلانے والے فرقوں میں اس طرح ممتاز و فائق ہیں جس طرح اہل اسلام باقی ادیان کے ماننے والوں میں ممتاز و فائق ہیں۔''

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ المتوفی ۲۷۶ ہجری اپنی کتاب تاویل مختلف الحدیث ص ۸۸ میں فرماتے ہیں کہ:

''جماعت اہل حدیث نے حق کو وہاں تلاش کیا، جہاں محدثین نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو حاصل اور جمع کرنے کی خاطر بحر و بر، مشرق و مغرب کا سفر کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا اور اس سفر میں طرح طرح کی صعوبتیں اس لیے برداشت کیں تا کہ ان احادیث کو براہِ راست اصل ناقلین سے سن کر حاصل کر سکیں اور اس طرح صحیح، ضعیف حدیث اور ناسخ و منسوخ کی معرفت حاصل ہو۔ فقہاء الرائے جو روایت پیش کرتے تھے بیان کر کے لوگوں کو (ان ضعیف اور موضوع) روایت میں الجھنے سے خبردار کیا۔ ان کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ حق، جو رائے اور قیاس کے پردوں میں مدفون تھا، وہ ظاہر ہوا اور متفرق احادیث یکجا ہوئیں۔ اس طرح حدیث سے روگردانی کرنے والوں کو ان کے سامنے جھکنا پڑا۔ اب تک وہ فیصلے چاہے وہ احادیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں، اقوال و آراء پر ہوتے تھے مگر اہل حدیثوں کی کوششوں سے وہ فیصلے حدیث سے ہونے لگے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((علیکم باصحاب الحدیث فانهم اکثر صوابا من غیرهم)) (توالی التاسیس لابن حجر، ص: ٦٤)

''اہل حدیث کی صحبت اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ یہی جماعت تمام جماعتوں سے زیادہ برحق اور صحیح و مستند ہے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمائے جرح وتعدیل کے یہاں جرح کے الفاظ معروف ہیں۔ جن میں جرح کے دوران یہ الفاظ بھی ہیں کہ: ((لیس من اھل الحدیث))

یعنی فلاں راوی اہل حدیث نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی روایت معتبر نہیں ہے۔ ایسی مثالیں لسان المیزان اور اسماء الرجال کی اور کتب میں کثرت سے پائی جاتی ہیں، مثلاً: محمد بن اسد، ابوالمظفر العراقی اور محمد بن اسعد بن نبھان کا تب نے ابوالفضل الجامی کے حق میں امام ابن ناصر اور ابن ابی اصفہانی کے حق میں، امام ابوبکر خطیب بغدادی نے حکیم ترمذی کے حق میں، قاضی کمال الدین، ابن الندیم اور صدیق بن قحطبہ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس طرح کے الفاظ استعمال کیے ہیں گویا کہ اسلام کی خدمت کا ورثہ اہل حدیث کے حق میں رہا۔ اس لیے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((لو لا اصحاب الحدیث لکنا فیمن یبیع الفول))

''اگر اہل حدیث نہ ہوتے تو ہم چھولے بیچنے والوں میں سے ہوتے۔'' (یعنی علم دین سے ہم بے خبر ہوتے)

یعنی ان کی ہی نیک کاوش سے ہر طرف دین کا چرچا ہوا ہے۔ اس لیے جمعیت اہل حدیث سندھ کی یہ کوشش رہی ہے کہ ہر طرف قرآن وحدیث کی روشنی کو عام کیا جائے، تاکہ اللہ کے بندے تقلید کی اندھیر نگری سے نکل کر وحی الٰہی کے مطابق اصل حق کو معلوم کر کے، حاصل کریں اور اس پر عمل کریں اور پیری مریدی کے بندھنوں سے آزاد ہوتے ہوئے اپنے اصل مرشد ومربی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کر کے حق کی راہ پر گامزن ہو جائیں۔ اس سے پہلے جتنی بھی کانفرنسیں گزرین ہیں ان کے اثرات اور نتائج دنیا کے سامنے ہیں۔ ہر جگہ مسلک اہل حدیث کا حلقہ وسیع ہوتا جا رہا ہے اور جو لوگ مسلک اہل حدیث سے خائف تھے، اہل حدیث کو جدید فرقہ کہتے تھے، ان کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے، بعض ایسے بھی گاؤں ہیں جہاں نماز اور روزے کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ الحمد للہ! آج وہاں قرآن وسنت کا چرچا ہے اور ان پڑھ لوگوں میں بھی غیرت جاگ اٹھی ہے کہ وہ علماء کو برملا کہتے ہیں ہمیں کسی رائے وقیاس یا کسی مذہب کی فقہ یا کسی پیر کے ملفوظات واقوال کے بجائے صرف قرآن وحدیث کے حوالہ جات سے مسائل سمجھائیں۔ ہمارے امام ومرشد صرف اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ ہم کسی اور امام یا کسی بزرگ کی طرف اپنی نسبت کو پسند نہیں کرتے بلکہ ہم محمدی ہیں:

کسی کا ہو رہے کوئی
نبی کے ہو رہیں گے ہم

یہی طریقہ سلف صالحین کا تھا، چنانچہ حفص بن شاہین کے سامنے اگر کسی مذہب کا تذکرہ کیا جاتا تھا تو وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے تھے کہ:

((انا محمدی المذھب)) (تذکرۃ الحفاظ) ''میں محمدی (ﷺ) مذہب والا ہوں۔''

امام عمران بن موسیٰ جرجانی سوید بن سعید سے نقل کرتے ہیں اور وہ بیس سے زیادہ تبع تابعین سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے جن اساتذہ سے علم حاصل کیا ہے، ان تمام سے یہ سنا ہے کہ:

''ایمان قول اور عمل کا مجموعہ ہے اور اس میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور ذاتی صفت اور غیر مخلوق ہے، جو اسے مخلوق مانتا ہے وہ کافر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں چار خلفائے راشدین ہیں۔ اس کے بعد عمران بن موسیٰ نے کہا ہے کہ: میرا بھی یہی عقیدہ ہے ''ما رایت محمدیا قط الا وھو یقولہ'' میں نے جو بھی محمدی دیکھا، وہ یہی کہتا تھا۔'' (الاسماء والصفات للبیہقی)

ثابت ہوا کہ سلف میں بھی یہ نام (اہل حدیث) عمومیت اور اکثریت سے موجود تھا۔

مصنف عبدالرزاق جلد ۱۱ ص ۴۰۴ میں روایت ہے کہ:

''ابوبکر الاسلمی رضی اللہ عنہ کو محمدی کہا گیا، جس پر انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔''

اس سے ثابت ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی یہ لقب اور نسبت موجود تھی، نیز انہیں اھل السنت یعنی سنت والے بھی کہا گیا ہے جیسا کہ سنن دارمی جلد ۱ ص ۴۷ میں ہے کہ:

((انہ سیأتی ناس یجادلونکم بشبھات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ))

''بعض لوگ تمہارے پاس آئیں گے اور قرآن میں شبہات پیش کر کے تم سے جھگڑیں گے (قرآن میں بے بجا اعتراضات کر کے تمہیں الجھائیں گے) تم ان کو حدیث سے پکڑو۔ کیونکہ اصحاب السنن (حدیث والے) ہی اللہ تعالیٰ کی کتاب ''قرآن'' کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔''

آج کل ہر ایک اپنے آپ کو اہل سنت کہتا ہے مگر حقیقت میں اہل حدیث ہی اہل سنت ہیں کیونکہ سنت حدیث کو کہتے ہیں۔ اس لیے اہل سنت بمعنی اہل حدیث ہے۔ سنت طریقہ کو کہتے ہیں اور طریقہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے اور آپ ﷺ کی احادیث میں مذکور ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمان اہل حدیث (حدیث والا) بننے کے بعد اہل سنت (طریقہ والا) بن سکتا ہے، جماعت اہل حدیث کی طرف سے لوگوں کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ:

''قرآن وحدیث ہی اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دستور ہے۔ اس پر مجتمع ہو کر حق کا راستہ اختیار کریں۔ ان کی طرف سے مسائل پر کئی کتب ورسائل لکھے جا رہے ہیں، جن میں قرآن وحدیث سے مسائل بیان کیے جاتے ہیں مختلف شہروں اور قصبات میں ان کے جلسے اور کانفرنسیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی وجہ سے روز بروز عوام کا رجحان قرآن وحدیث کی طرف بڑھ رہا ہے۔ (کثر اللہ سوادھم واملح معادھم) اللہ تبارک وتعالیٰ اس جماعت میں دنیاوآخرت کی برکت دے۔"

یہاں مرکز میں ہر سال سہ روزہ کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں جس میں مختلف فاضل علماء کرام مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی طرف دعوت دیتے ہوئے مسلک اہل حدیث کو اجاگر کرتے ہیں۔ اپ لوگوں کو قرآن وحدیث سے روشناس کراتے رہتے ہیں۔ جمعیت اہل حدیث نیوسعید آباد، عموماً سب مسلمانوں اور خصوصاً اہل حدیث کی نیک دعاؤں کی مستحق ہے، جو سال بہ سال کانفرنس کا انتظام واہتمام کر کے آپ لوگوں کو حق سنانے کا موقعہ میسر کرنے کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ قربانی قبول فرمائے اور آپ لوگ اس عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لاتے رہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے سفر اور صعوبت کو بامقصد بنائے اور آپ لوگوں کی مغفرت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ توحید وسنت کی اشاعت وپرچار کرنے والی جماعت اہل حدیث کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بڑی قربانی اور انتھک محنت سے اس کانفرنس کو کامیاب بنایا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ ہر سال اس طرح کی قربانی کے لیے قدم بڑھاتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اپنے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے رسول مقبول ﷺ کے طریقے پر قائم رکھے۔

وھو تعالٰی ولی التوفیق وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین وعلی آله وصحبه واھل طاعته اجمعین.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلك اهل حديث

تاریخ اہل حدیث

یہ مقالہ شاہ صاحب رحمہ اللہ مورخہ ۲۷-۲۸-۲۹ اپریل ۱۹۸۷ء کو سالانہ سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس جو سعید آباد میں منعقد ہوئی اس میں بطور خطبہ صدارت پڑھا۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا نِدَّلَهٗ وَلَا مُعَارِضَ لَهٗ وَلَا مُنَاقِضَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ بَيْنِ يَدَيِ السَّاعَةِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ سِرَاجًا مُّنِيْرًا......

اَمَّابَعْدُ!

فَاِنَّ خَيْرَ الْكَلَامِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

امابعد!

جماعت اہل حدیث کی یہ پانچویں سیرت کانفرنس تنظیم نوجوانان اہل حدیث نیوسعید آباد کے زیر اہتمام منعقد ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دن بدن جماعت اہل حدیث کی ترقی ہو رہی ہے۔ مختلف دیہاتوں اور شہروں میں اجتماعات منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ الحمدللہ توحید وسنت کا دور دورہ ہو رہا ہے اور آہستہ آہستہ شرک و بدعت سے نفرت بڑھ رہی ہے۔ سندھ کے کونے کونے میں تحریر وتقریر کے ذریعے اہل حدیث کی آواز پہنچ رہی ہے۔

حاضرین کرام! اہل حدیث قدیم جماعت ہے جس کے امام، مرشد اور قائد صرف رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ یہ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور سے آج تک چلی آ رہی ہے۔ جس کا اعتراف علامہ محمد ادریس کاندھلوی نے اپنے رسالہ اجتہاد وتقلید میں ان الفاظوں میں کیا ہے کہ اہل حدیث تو تمام صحابہ تھے۔

پہلی اور دوسری صدی ہجری:

امام عامر بن شراحیل شعبی کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، آپ کی پانچ سو اصحاب رسول ﷺ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاقات (ثابت) ہے۔ (تہذیب) انہیں ۴۸ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ جن سے روایات بیان کرتے ہیں۔ (تاریخ بغداد، تہذیب) تقریباً ۳۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور تقریباً ۱۱۰ ہجری میں فوت ہوئے، آپ پہلی اور دوسری صدی کی ابتداء کے عالم ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

((لو استقبلت من امری ما استدبرت ما حدثت الا بما اجمع علیه اهل الحدیث)) (تذکرة الحفاظ ج ۱ ص: ۷۲)

''اس وقت جو کچھ میرے ذہن میں ہے اور میں نے سمجھا ہے اگر مجھے پہلے ہی اس کا علم ہوتا تو میں صرف وہ احادیث بیان کرتا جن پر اہل حدیث کا اجماع واتفاق ہے۔''

اس سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے زمانہ میں بھی جماعت اہل حدیث موجود تھی، امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ المتوفی ۱۲۴ ہجری ایک مرتبہ باہر نکلے تو پکار کر فرمایا: اے اہل حدیثو! تم کہاں ہو؟ پھر ان کو چار سو احادیث پڑھائیں۔ (تذکرہ) حنفی مذہب کے رکن ارکین امام محمد بن حسن شیبانی المتوفی ۱۸۹ ہجری اپنی مشہور کتاب المؤطا، ص ۳۶۳ باب الیمین مع الشاهد میں فرماتے ہیں کہ:

((وکان ابن شهاب اعلم عند اهل الحدیث بالمدینة من غیره فیها))

''امام ابن شہاب زہری مدینہ منورہ کے اہل حدیث کے ہاں سب سے بڑے عالم تھے۔''

گویا کہ اس وقت یعنی دوسری صدی میں مدینہ طیبہ اہل حدیث کا مرکز تھا کیوں نہ ہو ان کے امام اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کے آخری دس سال وہاں گزارے اور اسلامی سلطنت قائم کی جو اس امت کے لیے بہترین اہل حدیث سلطنت تھی حنفیت کے دوسرے رکن رکین قاضی ابو یوسف المتوفی ۱۸۲ ہجری ایک دن باہر نکلے اور اہل حدیث کو دیکھ کر فرمایا:

((ما علی الارض خیر منکم الیس قد جئتم او بکرتم تسمعون حدیث رسول اللہ ﷺ))

''روئے زمین پر تم لوگوں سے بہتر کوئی جماعت نہیں ہے کیونکہ تم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنتے اور سیکھتے رہتے ہو۔''

امام حفص بن غیاث المتوفی ۱۹۴ ہجری (تقریباً) فرماتے ہیں:

((هم خیر اهل الدنیا))

''اہل حدیث ہی پوری دنیا میں بہترین جماعت ہے۔''

ابوبکر بن عیاش المتوفی ۱۷۰ ہجری (تقریباً) فرماتے ہیں کہ:

((انهم خیر الناس)) (معرفة علوم الحدیث للحاکم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اہل حدیث سب سے اچھے لوگ ہیں۔''

امام اللغۃ والنحو خلیل بن احمد الفراہیدی المتوفی ۱۰۷ ہجری (تقریباً) فرماتے ہیں کہ اہل حدیث ہی اولیاء اللہ ہیں اگر وہ نہیں ہیں تو پھر کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں۔ (یعنی زمین اولیاء اللہ سے خالی سمجھو)

فقیہ الوقت امام سفیان ثوری المتوفی (تقریباً) ۱۶۴ ہجری فرماتے ہیں:

''فرشتے آسمان کے اور اہل حدیث زمین کے چوکیدار ہیں۔''

یعنی وہی دین کے داعی اور تحریر و تقریر کے ذریعے دین کے محافظ ہیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ: ''اہل حدیث کے لیے یہی بھلائی کافی ہے کہ وہ درود شریف لکھتے پڑھتے رہتے ہیں۔''

مشہور زاہد امام فضل بن عیاض المتوفی ۱۸۷ ہجری اہل حدیث کو دیکھ کر فرمانے لگے:

((یا ورثۃ الانبیاء))

''اے انبیاء کے وارثو!''

خلیفہ ہارون الرشید المتوفی ۱۹۳ ہجری فرماتے ہیں:

''چار صفات کو میں نے چار جماعتوں میں پایا کفر جہمیہ میں، علم الکلام اور جھگڑے کو معتزلہ میں، جھوٹ کو رافضیوں میں اور حق کو اہل حدیث میں۔''

امام محدث عبداللہ بن مبارک المتوفی ۱۸۰ ہجری فرماتے ہیں:

''قیامت میں پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم اہل حدیث ہوں گے۔''

جب ان کے چھوٹے بچوں کو احادیث لکھنے کے لیے ہاتھوں میں دوات دیکھتے تو فرماتے تھے:

''یہ دین کے درختوں کی چلکیاں اور پودے ہیں، اب تو چھوٹے ہیں آخر بڑے ہوں گے۔''

امام حماد بن زید المتوفی ۱۷۹ ہجری فرماتے ہیں کہ اہل حدیث کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے اور اس وقت آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبۃ: ۱۲۲)

''ہر گروہ میں سے ایک جماعت دین کا علم سیکھنے کے لیے کیوں نہیں نکلی تا کہ لوٹ کر وہ اپنی قوم کو ڈرائیں شاید کہ وہ ڈر جائیں۔''

مشہور زاہد ابراہیم بن ادھم المتوفی ۱۶۸ ہجری فرماتے ہیں:

''اہل حدیث کے ان سفروں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس امت سے بلاؤں کو دور کر دیتا ہے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان المتوفی ۱۹۸ ہجری تو ہمیشہ اہل حدیث کی مجالس (صحبت) سے نہایت مسرور اور لطف اندوز ہوتے تھے یہ اقوال شرف اصحاب الحدیث للخطیب سے نقل کیے گئے ہیں، مذکور اشخاص پہلی اور دوسری صدی کے علماء ہیں۔ ان میں صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور بعض تبع تابعین ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلی دوصدیوں، یعنی خیر القرون کے زمانہ میں بھی اہل حدیث جماعت کثرت سے موجود اور مشہور تھی۔

تیسری صدی ہجری:

تیسری صدی میں بھی اہل حدیث جماعت کثرت سے موجود تھی۔ امام شافعی المتوفی ۲۰۴ ہجری فرماتے ہیں:

''جب میں کسی اہل حدیث کو دیکھتا ہوں تو یہ محسوس کرتا ہوں کہ گویا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ حالت میں دیکھا۔'' (شرف اہل الحدیث)

امام عبدالرزاق صاحب المصنف المتوفی ۲۱۳ ہجری امام ابوداود الطیالسی المتوفی ۲۰۴ ہجری اور امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ ہجری فرقوں والی حدیث جس میں ہے کہ میری امت میں ۷۳ فرقے ہوں گے، جن میں سے ایک جنت میں جائے گا کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وہ جماعت اہل حدیث ہے۔''

نیز فرماتے ہیں:

((لیس قوم عندی خیر من اهل الحدیث لا یعرفون الا الحدیث))

''میرے نزدیک اہل حدیث سے بہتر کوئی جماعت نہیں ہے کیونکہ وہ حدیث کے علاوہ کوئی اور بات نہیں جانتے۔''

نیز جب کسی نے ان کو بتایا کہ فلاں آدمی کہتا ہے کہ اہل حدیث بری جماعت ہے تو اس کے جواب میں تین مرتبہ کہا کہ وہ (یہ کہنے والا) زندیق اور ملحد ہے۔

اسحٰق بن موسیٰ الخطمی المتوفی ۲۴۴ ہجری فرماتے ہیں کہ آیت:

﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾ (النور: ۵۵)

''اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پسندیدہ دین میں قوت بخشے گا۔''

اس کے مصداق بھی اہل حدیث ہیں۔ اس لیے کہ ان کی پیش کردہ ایک حدیث دنیا قبول کرتی ہے مگر اہل الرائے کی (پیش کردہ حدیث) قبولیت کا درجہ اختیار نہیں کرتی۔

عبداللہ بن داود الخریبی المتوفی ۲۱۳ ہجری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اساتذہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ:

''اہل حدیث اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دین پر امین مقرر ہیں، یعنی علم و عمل کے ذریعے رسول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کے سنتوں کے محافظ ہیں۔''

ولید الکرابیسی المتوفی ۲۱۴ ہجری نے وفات کے وقت اپنی اولاد سے سوال کیا کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، پھر ان سے کہا: تمہیں جو وصیت کروں اس پر عمل کرو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں! تو انہوں نے ان کو حکم دیا: ''جماعت اہل حدیث کی صحبت اختیار کرنا کیونکہ میں نے حق کو ان ہی میں پایا ہے۔''

امام ابورجاء قتیبہ بن سعید المتوفی ۲۴۰ ہجری فرماتے ہیں:

''جن کو آپ دیکھیں کہ اہل حدیث، یعنی یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ سے محبت کرتا ہے تو سمجھ لینا کہ اس کا تعلق اہل سنت والجماعت سے ہے اور جس کو ان کی مخالفت کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ بدعتی ہے۔''

امام یزید بن ہارون المتوفی ۲۰۶ ہجری حدیث ''ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وہ جماعت اہل حدیث کی ہی جماعت ہے۔''

امام ابوعبداللہ الحمیدی المتوفی ۳۱۳ ہجری، امام ابو عبیدالقاسم بن سلام البغدادی المتوفی ۲۲۴ ہجری امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین المتوفی ۲۳۳ ہجری محمد بن سعد کاتب الواقدی المتوفی ۲۳۰ ہجری، امام ابوبکر بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ ہجری، صحیح بخاری کے مصنف امام الدنیا فی الحدیث البخاری المتوفی ۲۵۶ ہجری، امام مسلم المتوفی ۲۶۱ ہجری جو اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: میں یہاں اہل حدیث کا مذہب بیان کر رہا ہوں۔ امام نسائی المتوفی ۲۳۰ ہجری، امام ابوداؤد المتوفی ۲۷۵ ہجری، امام ترمذی المتوفی ۲۸۰ ہجری، امام ابن ماجہ المتوفی ۲۷۳ ہجری، امام محمد بن نصر المروزی المتوفی ۲۹۴ ہجری، امام ابواسحٰق ابراہیم الحربی المتوفی ۲۸۵ ہجری، امام ابوبکر البزار المتوفی ۲۹۲ ہجری، امام عبداللہ بن احمد حنبل المتوفی ۲۹۰ ہجری امام بقی بن مخلد القرطبی الاندلسی المتوفی ۲۷۴ ہجری رحمہم اللہ۔

امام موصوف نے جب اندلس میں مذہب اہل حدیث کی نشر و اشاعت شروع کی تو بدعتیوں نے ان سے تعصب کیا، امیر اندلس عبدالرحمٰن نے امام موصوف کی حمایت کی اور ان کو علم کی نشر و اشاعت کی دعوت دی۔ امام موصوف کا کہنا ہے:

''میں نے یہاں مذہب اہل حدیث کا درخت لگایا ہے جس کو دجال کے علاوہ کوئی نہیں اکھاڑ سکتا۔'' (تذکرہ)

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے عیسائی حکومت کے باوجود وہاں اب بھی مذہب اہل حدیث رکھنے والی جماعت موجود ہے۔ امام قتیبہ المتوفی ۲۷۶ ہجری کی ''تاویل مختلف الحدیث فی الرد علی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعداء اھل حدیث" کے نام سے ایک مشہور تصنیف ہے، جس میں انہوں نے اہل حدیث کی شاندار الفاظ میں تعریف کی ہے اور اہل رائے کی کھلے الفاظ میں تردید کی ہے۔ امام ابوبکر بن ابی عاصم المتوفی ۲۸۰ ہجری، امام علی بن مدینی المتوفی ۲۳۴ ہجری، امام صاحب اس حدیث کہ: "ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وہ جماعت اہل حدیث ہی ہے۔" نیز ان کی تصانیف کی فہرست میں ایک کتاب بنام "مذاہب المحدثین" بھی موجود ہے۔ (علوم الحدیث)

عبداللہ بن عثمان ملقب بہ عبدان المتوفی ۲۲۱ ہجری جن کو اہل حدیث کا امام کہا جاتا تھا۔ (تہذیب) وہ حدیث "فطوبی للغرباء" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان سے مراد متقدمین اہل حدیث ہیں۔"

احمد بن سنان القطان المتوفی ۲۵۸ ہجری فرماتے ہیں:

"دنیا میں اہل حدیث سے صرف بدعتی ہی بغض رکھتے ہیں۔"

امام عثمان بن سعید الدارمی المتوفی ۲۸۰ ہجری وغیرہم مذکورہ سب حضرات مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنے اپنے علاقے کی خبر دیتے ہیں کہ اس (تیسری) صدی میں عالم اسلام میں جماعت اہل حدیث بکثرت موجود تھی۔

چوتھی صدی ہجری:

چوتھی صدی میں بھی جماعت اہل حدیث کی گہما گہمی کا دور تھا، چنانچہ امام ابواحمد الحاکم المتوفی ۳۸۱ ہجری جنہوں نے کتاب "شعار اصحاب الحدیث" تصنیف کی، جس میں جماعت اہل حدیث کا تعارف کروایا اور ان کے عقائد و مسائل کو دلائل سے ذکر کیا۔

امام ابوالقاسم الطبرانی المتوفی ۳۶۰ ہجری، امام ابن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ ہجری، امام ابوالحسن الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ ہجری، امام ابوسلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۸ ہجری، امام زکریا الساجی المتوفی ۳۰۷، جن سے امام ابوالحسن اشعری المتوفی ۳۲۰ ہجری نے مذہب اہل حدیث کی تعلیم حاصل کی ان کی کتاب "الابانۃ" مشہور ہے۔ ان کی دوسری کتاب "مقالات الاسلامیین" بھی ہے۔ امام موصوف نے ان دونوں کتابوں میں اہل حدیث کا تعارف کروایا ہے اور ان کے مسائل وعقائد کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

امام المفسرین ابوجعفر ابن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ ہجری امام ابواسحاق دعلج بن احمد السجزی اپنے زمانے میں اہل حدیث کے استاد تھے مکہ مکرمہ، عراق اور سجستان میں اہل حدیث طلباء پر اپنا مال خرچ کرتے تھے تاکہ وہ علم حدیث حاصل کریں۔ (تذکرہ) مشہور امام، محدث، فقیہ ابن المنذر المتوفی ۳۱۸ ہجری، امام ابوبکر بن شاہین المتوفی ۳۸۵ ہجری امام صاحب اپنے آپ کو "محمدی المذہب" کہلواتے تھے۔ (تذکرہ) امام ابوالولید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسان بن محمد التوفی ۳۴۰ ہجری پورے خراسان میں مذہب اہل حدیث کے امام جانے جاتے تھے۔ (مختصر تاریخ نیشاپوری) امام ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن الاخرم التوفی ۳۴۴ ہجری اپنے زمانے میں جماعت اہل حدیث کے صدر (امیر) تھے۔ ایضاً امام حافظ ابن عدی الجرجانی التوفی ۳۷۵ ہجری، امام ابوبکر الاسماعیلی اہل حدیث کے عقائد بیان کرتے تھے۔ (تذکرہ) امام ابوعوانہ اسفرائینی التوفی ۳۱۶ ہجری، احناف کے مسلم امام ابوجعفر الطحاوی التوفی ۳۲۱ ہجری سے کہا گیا کہ اس وقت آپ بھی اہل حدیث کے میدان میں نظر آرہے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا میرے اوپر فضل وانعام ہے۔ (تذکرہ) امام ابوجعفر عقیلی التوفی ۳۲۲ ہجری، امام ابن مندہ التوفی ۳۰۱ ہجری ابومزاحم الخاقانی التوفی ۳۲۵ ہجری، امام موصوف نے اہل حدیث کی شان میں قصیدہ کہا ہے جس میں شعر ہے کہ:

اهل الحديث هم الناجون ان عملوا به

اذا ما اتى عن كل موتمن

''اہل حدیث ہی کامیاب جماعت ہے اگر وہ حدیث پر عامل رہے، کیونکہ وہ حدیث امانتداروں کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔''

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے (ائمہ وعلماء) گزرے ہیں گویا کہ یہ صدی بھی جماعت اہل حدیث کی رونق، دعوت اور تحریک سے مشہور ومعمور تھی۔

پانچویں صدی ہجری:

پانچویں صدی میں بھی بے شمار اہل حدیث گزرے ہیں، مثلاً: امام ابوعبداللہ الحاکم التوفی ۴۰۵ ہجری موصوف خصوصی طور پر اپنی کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں جماعت اہل حدیث کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ امام ابوعثمان الصابونی التوفی ۴۴۹ ہجری جنہوں نے کتاب ''عقیدہ السلف اصحاب الحدیث'' تصنیف کی ہے انہوں نے جماعت اہل حدیث کے تعارف اور تحریک کو انتہائی شاندار اور زوردار الفاظ میں بیان کیا ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن علی الصوری التوفی ۴۴۱ ہجری نے تو اہل حدیث کی تعریف اور مدافعت میں ایک مشہور قصیدہ لکھا ہے۔ امام حافظ ابونعیم الاصفہانی التوفی ۴۳۰ ہجری، امام ابوبکر الحمیدی التوفی ۴۸۸ ہجری، امام ابوالقاسم اللالکائی التوفی ۴۱۸ ہجری۔ موصوف کی اہل حدیث کے عقائد پر کتاب السنۃ مشہور ہے۔ امام المغرب حافظ ابن عبدالبر التوفی ۴۶۳ ہجری امام محدث ابوبکر البیہقی التوفی ۴۵۸ ہجری، امام ابوبکر خطیب بغدادی التوفی ۴۶۳ ہجری امام موصوف نے اہل حدیث کی تعریف میں ایک مستقل کتاب بنام ''شرف اصحاب الحدیث'' لکھی ہے جو کئی مرتبہ شائع ہوچکی ہے۔ فخر اندلس سیف بے نیام، امام ابومحمد ابن حزم التوفی ۴۵۶ ہجری، امام ابوعبداللہ الحسین الحلیمی التوفی ۴۰۳ ہجری، موصوف ماوراء النہر کے علاقے میں جماعت اہل حدیث کے رئیس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھے جاتے تھے۔ امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی المتوفی ۴۷۸ ہجری فقیہ خراسان امام ابوالمظفر منصور بن محمد السمعانی المتوفی ۴۸۶ ہجری آپ کی تصنیف کردہ کتاب ''الانتصار لاہل الحدیث'' مشہور ہے جس میں انہوں نے اہل الرائے کی طرف سے اہل الحدیث پر کیے گئے اعتراضات کی انتہائی پرزور تردید کی ہے۔

موصوف فرماتے ہیں کہ:

''اہل حدیث ایک دوسرے سے عقائد اور دین سیکھتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچتا ہے، دین سیکھنے کا جو طریقہ اہل حدیث نے اختیار کیا ہے وہی ان کے دین سیکھنے اور سمجھنے کا طریقہ ہے۔''

چھٹی صدی ہجری:

چھٹی صدی میں بھی ہر جگہ جماعت اہل حدیث کا ثبوت ملتا ہے۔ امام امیر ابن ماکولا المتوفی ۵۱۶ ہجری، قاضی ابوبکر ابن العربی المتوفی ۵۴۳ ہجری، امام الحافظ ابوطاہر سلفی المتوفی ۵۷۶ ہجری، امام محدث قاضی عیاض الیحصبی المتوفی ۵۴۴ ہجری، امام حافظ ابن عساکر الدمشقی المتوفی ۵۷۱ ہجری، امام حافظ ابن بشکوال المتوفی ۵۸۸ ہجری، تاج الاسلام امام حافظ ابوسعد السمعانی المتوفی ۵۹۷ ہجری، امام ابوالقاسم السہیلی المتوفی ۵۸۱ ہجری، امام محی السنۃ بغوی المتوفی ۵۱۶ ہجری، سید شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۱ ہجری جنہوں نے اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں تصریح فرمائی ہے کہ تہتر فرقوں میں ناجی فرقہ صرف اہل حدیث ہی ہے۔ (رحمہ اللہ علیہم)

فقیہ امام ابوحامد الغزالی المتوفی ۵۰۵ ہجری، حافظ ابوالفضل بن القیسرانی المتوفی ۵۰۷ ہجری، قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلی المتوفی ۵۲۶ ہجری وغیرہم رحمہم اللہ علیہم۔

ساتویں صدی ہجری:

یہی حال ساتویں ہجری کا ہے۔ (یعنی ساتویں صدی میں بھی جماعت اہل حدیث کثرت سے موجود تھی) مثلاً: حافظ مجدالدین ابن تیمیہ المتوفی ۶۲۲ ہجری (شیخ الاسلام کے دادا) حافظ عبدالعظیم المنذری المتوفی ۶۵۶ ہجری، شیخ جمال الدین ابن الصابونی المتوفی ۶۶۱ ہجری، امام ابومحمد ابن قدامہ المقدسی المتوفی ۶۲۰ ہجری، امام محمد بن الصلاح المتوفی ۶۴۳ ہجری، امام شرف الدین النووی المتوفی ۶۷۶ ہجری، مؤرخ ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ ہجری، حافظ ابوبکر ابن نقطۃ المتوفی ۶۲۹ ہجری، حافظ ابوالحسین عزالدین ابن الاثیر المتوفی ۶۳۰ ہجری، مؤرخ شہاب الدین یاقوت الرومی الحموی المتوفی ۶۲۶ ہجری، امام ابوالسعادات مبارک بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ہجری وغیرہم رحمہم اللہ علیہم۔

آٹھویں صدی ہجری:

آٹھویں صدی میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ ہجری، حافظ ابوالحجاج مزی المتوفی ۷۴۲ ہجری،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن دقیق العید المتوفی ۷۰۲ ہجری، حافظ صلاح الدین العلائی المتوفی ۷۶۱ ہجری، حافظ صلاح الدین صفدی المتوفی ۷۶۴ ہجری، حافظ ابن القیم الجوزی المتوفی ۷۴۸ ہجری، حافظ ابن سید الناس الیعمری المتوفی ۷۳۴ ہجری، حافظ ابو المحاسن الحسینی الدمشقی المتوفی ۷۶۵ ہجری، شیخ تقی الدین السبکی المتوفی ۷۵۲ ہجری، حافظ جمال الدین الزیلعی المتوفی ۷۷۱ ہجری، علامہ فخر الدین شمس الدین ابن عبدالہادی المتوفی ۷۴۴ ہجری، علامہ تاج الدین سبکی المتوفی ۷۷۱ ہجری، علامہ فخر الدین الزراوی الہندی المتوفی ۷۴۸ ہجری (رحمہم اللہ) موصوف تو واشگاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ آیت ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل) یعنی ''اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو۔'' میں ہر اہل علم سے پوچھنے کا حکم ہے اس لیے کسی معین شخص کا مذہب اختیار کرنا بدعت ہے۔ اس طرح تقلید وغیرہ سے علم اور حدیث کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ (نزہۃ الخواطر وغیرہم)

نویں صدی ہجری:

نویں صدی میں امام ابوالفضل عراقی المتوفی ۸۰۶ ہجری، حافظ نور الدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ ہجری، علامہ مجد الدین الفیروز آبادی المتوفی ۸۲۷ ہجری، علامہ ابوالوفاء سبط بن العجمی المتوفی ۸۴۱ ہجری، حافظ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ ہجری حافظ ولی الدین ابن العراقی المتوفی ۸۲۶ ہجری، حافظ تقی الدین ابن الفہد المتوفی ۸۷۱ ہجری، حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی المتوفی ۸۴۲ ہجری، حافظ شہاب الدین البوصیری المتوفی ۸۴۰ ہجری، حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ ہجری، حافظ تقی الدین الفاسی المتوفی ۸۳۲ ہجری، حافظ بدر الدین العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ہجری، قاضی ابوبکر بن شہبہ الدمشقی المتوفی ۸۵۱ ہجری وغیرہم رحمہم اللہ جیسے عظیم محدث گزرے ہیں۔

دسویں صدی ہجری:

دسویں صدی ہجری میں سلطان محمود بن محمد گجراتی المتوفی ۹۴۵ ہجری جن کے پاس اہل حدیث کی عام آمدورفت ہوتی تھی، اس وجہ سے اس علاقے میں حدیث کا بہت زیادہ رواج ہوا۔ حتیٰ کہ اس علاقے کو یمن کے علاقے سے مشابہت دی جاتی تھی۔ (نزہۃ الخواطر) حافظ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ ہجری حافظ شمس الدین السخاوی المتوفی ۹۰۲ ہجری شیخ محمد بن محمد المالکی ''ملک المحدثین'' (محدثین کے بادشاہ) کے لقب سے مشہور تھے۔ (نزہۃ الخواطر) امام نجم الدین الغیطی المتوفی ۹۸۴ ہجری، ابوالبرکات ابن الکیال المتوفی ۹۳۹ ہجری، محمد بن داود النسیمی المنزلاوی المتوفی ۹۰۱ ہجری (رحمہم اللہ) موصوف فرماتے تھے:

((لیس لنا شیخ الا رسول اللہ ﷺ)) (شذرات الذہب)

''رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہمارا کوئی مرشد یا رہنما نہیں ہے۔''

اور شیخ علی المتقی المتوفی ۹۷۵ ہجری، علامہ محمد طاہر پٹنی المتوفی ۹۸۶ ہجری وغیرہم جیسے جید علمائے حدیث گزرے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارہویں صدی ہجری:

گیارہویں صدی ہجری میں نجم الدین ابن غزی المتوفی ۱۰۶۱ ہجری، تاج الدین بن اسماعیل گجراتی المتوفی ۱۰۰۷ ہجری، موصوف پوری صحاح ستہ کے حافظ تھے۔ (نزہۃ الخواطر) قاضی نصیر الدین البرھانپوری المتوفی ۱۰۳۱ ہجری، موصوف قیاس، اقوال و آراء پر حدیث کو ترجیح دیتے تھے۔ (نزہۃ الخواطر) مؤرخ ابن العمادی المتوفی ۱۰۳۳ ہجری علامہ علی القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ ہجری، علامہ محمد اکرم نصرپوری وغیرہم (رحمہم اللہ) کے نام قابل ذکر ہیں۔

بارہویں صدی ہجری:

بارہویں صدی ہجری میں محمد فاخر الہ آبادی المتوفی ۱۱۶۴ ہجری موصوف نے رفع الیدین اور اہل حدیث کی شان میں الگ الگ منظوم رسالے تحریر کیے۔ (نزہۃ الخواطر) مخدوم محمد معین ٹھٹھوی المتوفی ۱۱۶۱ ہجری، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی المتوفی ۱۱۷۴ ہجری، علامہ محمد السفارینی المتوفی ۱۱۸۸ ہجری، محدث امیر یمانی صنعانی المتوفی ۱۱۸۲ ہجری، امام الہند شاہ ولی اللہ المتوفی ۱۱۷۶ ہجری، علامہ ابوالحسن سندھی المتوفی ۱۱۳۶ ہجری جن کے صحاح ستہ اور مسند احمد پر حاشیے مشہور ہیں۔ علامہ محمد حیات سندھی المتوفی ۱۱۳۶ ہجری، جنہوں نے ایک رسالہ ”تحفہ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام“ تحریر کیا ہے جس میں انہوں نے تقلید کی تردید اور مسلک اہل حدیث کو ثابت کیا ہے۔ وغیرہم (رحمہم اللہ)

تیرہویں صدی ہجری:

تیرہویں صدی میں امام محدث بن علی الشوکانی الصنعانی المتوفی ۱۲۵۰ ہجری، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ ہجری، امام مجاہد شاہ اسماعیل شہید المتوفی ۱۲۴۶ ہجری علامہ خرم علی بھلواری ۱۲۷۱ ہجری، علامہ محمد عابد سندھی المتوفی ۱۲۵۷ ہجری، امام الدعوۃ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی المتوفی ۱۲۰۶ ہجری جن کے نام سے آج بھی انگریز فرنگی کانپتا ہے۔ ان کے پوتے علامہ عبدالرحمٰن بن حسن المتوفی ۱۲۸۵ ہجری، علامہ احمد طحاوی حنفی المتوفی ۱۲۳۱ ہجری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ ہجری، علامہ حیدر علی طوکی المتوفی ۱۲۷۳ ہجری، جنہوں نے رفع الدین کے ثبوت میں مستقل رسالہ تحریر کیا۔ (نزہۃ الخواطر) اسی صدی میں علامہ عبدالجبار کماسوی جن کا کہنا تھا کہ:

((واعتقد ان المحدثین واصحاب الظواهر كانوا ظلال اصحاب رسول الله ﷺ فمن تبعهم من عامة الناس او خاصتهم فهو ناج وهذه هي اهل السنة والجماعة))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اہل حدیث اور ظاہری مذہب والے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے امت پر سایہ کے مثل ہیں۔ یہ عام یا خاص لوگوں میں جو بھی ان کی اقتدا کرے گا، وہ کامیاب ہوگا اور وہی اہل سنت والجماعت ہے۔''

موصوف نے تقلید کی تردید میں ایک کتاب لکھی ہے۔ (نزہۃ الخواطر) علامہ عبدالعزیز پڑھیاروی ملتانی، جن کی کتاب ''کوثر النبی ﷺ'' بہت مشہور ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

''جو علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں وہ فقط اہل حدیث ہی ہیں اور امام احمد سے ثابت کرتے ہیں کہ جس جماعت کے ہمیشہ حق پر قائم رہنے کی رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے وہ اہل حدیث ہی ہیں۔'' وغیرہم

چودھویں صدی ہجری:

چودھویں صدی ہجری میں بہت سے اللہ تعالیٰ کے بندے گزرے ہیں۔ شیخ الکل میاں سید نذیر حسین دہلوی المتوفی ۱۳۲۰ ہجری، جنھوں نے پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک ایک جگہ بیٹھ کر درس حدیث دیا۔ دنیا میں اکثر علم حدیث والے ان کے شاگرد ہیں۔ یا ان کے شاگردوں کے شاگرد۔ راقم الحروف کو بھی ایک واسطے سے ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی کتاب ''معیار الحق'' مسلک اہل حدیث کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہے۔ نواب صدیق الحسن خان قنوجی المتوفی ۱۳۰۷ ہجری، جن کے رسائل اہل حدیث مذہب کے تعارف کے لیے مشہور ہیں۔ ہمارے والد ماجد سید احسان اللہ شاہ المتوفی ۱۳۵۷ جن کا رسالہ ''مسلک الانصاف'' جماعت اہل حدیث کے لیے مشعل راہ ہے۔ ہمارے چچا علامہ سید ضیاء الدین شاہ مرحوم جنھوں نے حدیث کی کتاب جامع ترمذی کا سندھی میں ترجمہ کر کے عام سندھی دان طبقے کے سامنے مذہب اہل حدیث کو آسان انداز میں پیش کیا۔ امام المفسرین الاستاذ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۳۶۷ ہجری، جن کی خدمات کو دنیا کے اہل حدیث ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ موصوف کا اخبار ''اہلحدیث'' سالہا سال شائع ہوتا رہا ہے۔ نواب وحید الزمان المتوفی ۱۳۲۸ ہجری، محدث وقت علامہ حافظ عبداللہ روپڑی المتوفی ۱۳۸۴ ہجری، آپ کا اخبار ''تنظیم اہل حدیث'' کافی عرصے تک دعوت دین میں مشغول رہا (جو بعد میں بند ہوگیا)۔ (لیکن دوبارہ پھر کافی عرصے سے یہ رسالہ جاری ہوگیا ہے، مترجم)

علامہ السیف القاطع محمد جوناگڑھی المتوفی ۱۳۶۰ ہجری، جن کے محمدی نام کے کئی رسائل مشہور ہیں اور ان کا اخبار ''محمدی'' بھی کافی عرصہ تک شائع ہوتا رہا، شیخ المشائخ محدث علامہ محمد بشیر سہسوانی المتوفی ۱۳۰۶ ہجری، علامہ الزمان مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی المتوفی ۱۳۶۱ ہجری، فخر المحدثین علامہ ابو العلی عبدالرحمٰن مبارکپوری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المتوفی ۱۳۵۳ ہجری، مناظر لاجواب شیخ عبدالعزیز رحیم آبادی المتوفی ۱۳۲۰ ہجری، علامہ اہل اللہ شیخ سراج الدین مادھوپوری المتوفی ۱۳۸۰ ہجری، استاذ العلماء عبدالجبار کھنڈیلوی المتوفی ۱۳۸۲ ہجری، علامہ شیخ ادیب سندھ دین محمد وفائی المتوفی ۱۳۶۹ ہجری، شیخ علامہ خلیل ہراس المتوفی ۱۳۹۲ ہجری، علامہ سید رشید رضا مصری المتوفی ۱۳۵۳ ہجری، شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی المتوفی ۱۳۷۶ ہجری، مناظر اسلام احمد الدین گھکڑوی، علامہ ابوالمعالی محمود شکری آلوسی، علامہ ابوسعید شرف الدین دہلوی المتوفی ۱۳۸۱ ہجری، علامہ شیخ عبدالستار دہلوی المتوفی ۱۳۸۶ ہجری، امام الہند ابوالکلام آزاد المتوفی ۱۳۷۷ ہجری، ان کے علاوہ حنفی علماء جن میں علامہ اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۲۶ ہجری، انہوں نے اپنی کتابوں میں اہل حدیث کا ذکر کیا ہے اور علامہ امیر علی لکھنوی حنفی المتوفی ۱۳۳۷ ہجری، وعلامہ حفیظ اللہ الندوی المتوفی ۱۳۵۲ ہجری، علامہ عبدالحی لکھنوی الحنفی المتوفی ۱۳۰۴ ہجری، جنہوں نے ''امام الکلام'' میں اہل حدیث کی بڑی تعریف بیان کی ہے۔ علامہ قاضی حسین ہزاروی المتوفی ۱۳۵۲ ہجری علامہ عبدالحی بن فخر الدین ان کے علاوہ بھی بیشمار علماء اس صدی میں گزرے ہیں۔

مثلاً: علامہ عبدالتواب ملتانی، علامہ عبدالحق ملتانی، علامہ عبدالحق بہاولپوری، علامہ محمد اسماعیل سلفی، علامہ محمد داؤد غزنوی، علامہ خان مہدی زمان، علامہ رشید احمد گنگوہی، محدث علامہ محمد حسین بٹالوی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی وغیرہم۔ ان کے علاوہ اور بھی کثیر تعداد میں علماء کرام ہیں جن کا احصار وشمار ممکن نہیں ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ آپ کے رب کی فوج کو وہی جانتا ہے۔ یہاں صرف ان کا ذکر کیا گیا ہے جن کی کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ جن میں انہوں نے اہل حدیث کا ذکر کیا ہے بعض وہ ہیں جن کا کتب کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے:

اولـئـك آبـائـی فـجـئـنـی بـمـثـلـهـم
اذا جـمـعـتك يـا جـريـر الـجـوامـع

گویا کہ صحابہ کرام کے زمانے سے اہل حدیث موجود ہیں۔

وہ لوگ جو ہر مسئلہ میں بار بار ''تواتر'' یعنی تسلسل روایت کو حجت مانتے ہیں وہ اس سلسلے (تسلسل اہل حدیث) پر بھی غور کریں۔

پندرہویں صدی ہجری:

اسی طرح پندرہویں صدی آپ کے سامنے ہے ان میں بعض فوت ہو چکے ہیں، مثلاً:

حافظ فتح محمد جہلمی مہاجر مکی، حافظ محمد گوندھلوی، مولانا محمد عمر ڈیپلائی شارح مشکاۃ سندھی، شیخ عبداللہ بن حمد نجدی، علامہ محمد صادق سیالکوٹی، علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، علامہ عبدالخالق قدوسی شہید، مولانا حبیب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرحمٰن یزدانی شہید وغیرہم رحمہم اللہ

اس کے علاوہ جو زندہ ہیں دعوت وتبلیغ کے کام میں مشغول ہیں وہ بے شمار ہیں دنیا کے ہر ملک میں جماعت اہل حدیث موجود ہ پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ سعودی عرب، مصر، شام، عراق، اردن، فلسطین سوڈان، عرب امارات، یمن، کویت، الجزائر، تیونس، مراکش، انڈونیشا وغیرہ۔ عرب ممالک کے بے شمار اہل حدیث ہم دیکھتے ہیں اور بہتوں سے ملاقات ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ گزشتہ سال دورۂ یورپ کے دوران برطانیہ، جرمنی بیلجیم، ہالینڈ، ڈنمارک میں ہمیں کافی اہل حدیث نظر آئے وہاں فرانس، امریکا کینیڈا اور ترکی کے کئی اہل حدیث باشندوں سے ہماری ملاقات ہوئی، یوں رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی ثابت ہو رہی ہے کہ "میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ قیامت تک حق پر قائم رہے گی، کسی کی مخالفت یا دشمنی ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ اس لیے یہ جماعت تا ابد الآباد زندہ اور متحرک رہے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

دل ساد بامراد رہیں مہربان میرے
آباد حشر تک رہیں سب قدردان میرے

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سندھ کے مختلف مقامات پر اجتماعات ہوتے رہتے ہیں، ہمارے مدرسہ محمدیہ کے علاوہ صوبہ سندھ میں جماعت اہل حدیث کے اور بھی مدارس قائم ہیں، مثلاً: کراچی میں دارالحدیث رحمانیہ، جامعہ شیخ الکل میاں صاحب جامعہ ابوبکر الاسلامیہ، جامعہ ستاریہ، بحر العلوم سعودیہ، جامع دراسات الاسلامیہ، اسی طرح سندھ کے باقی مقامات پر بھی جماعت کے مدارس مصروف عمل ہیں، جن میں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مثلاً: مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث حیدرآباد، مدرسہ دارالرشاد درگاہ شریف، مدرسہ رحمانیہ ٹنڈو الہیار، جامع محمدیہ ٹنڈو غلام علی ضلع بدین، مدرسہ نور الہدیٰ بدین، بحر العلوم سلفیہ میرپور خاص، مدرسہ محمدیہ دارالقرآن والحدیث ڈیپلو ضلع تر پارکر، مدرسہ نور الاسلام سینہری کھوہی تحصیل ڈیپلو، مدرسہ محمدیہ گوٹھ جلالانی ضلع سانگھڑ، مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث مارچ بازار سکھر، مدرسہ عربیہ دارالقرآن میھڑ ضلع دادو، مدرسہ تعلیم القرآن سیال آباد، ضلع نوشہرو فروز، مدرسہ دارالقرآن والحدیث بھریا روڈ وغیرہ۔

الغرض! اسی جذبہ کے تحت یہ سالانہ تین روزہ کانفرنس ہوتی رہتی ہے تاکہ علماء کرام آپ کے سامنے مسلک اہل حدیث کو واضح کریں اور آپ کو توحید وسنت کے مسائل سے آگاہ کریں۔ نیز آپ کو یہ بھی باور کرائیں کہ قرون اولیٰ سے لے کر اب تک اور اب سے لے کر آخرت تک (قیامت تک) تم صرف ایک اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام اور ایک رسول اللہ ﷺ کے تابعدار ہو۔ ایک اللہ کی بندگی اور غلامی اور ایک رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور تابعداری کا حق ادا کرو۔ جن مسائل میں اہل حدیث کی مخالفت کی جا رہی ہے، ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حقیقت آپ کے سامنے آشکار ہوگئی۔ ہمارا کوئی مسئلہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اصولی ہو خواہ فروعی کسی امتی کے چشمہ فیض کا محتاج نہیں ہے۔ وہ براہ راست امام اعظم، مرشد اعظم، قائد اعظم، سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کے چشمہ فیض سے لیا گیا ہے۔ اسی طریقے پر عمل سے ملک میں اتحاد اتفاق قائم ہوگا اور عدل وانصاف کا دور آئے گا۔

آپ لوگ صبر وسکون سے علمائے کرام کے خطابات سننے اور توحید وسنت کو صحیح طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔

آخر میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے توحید وسنت کے نصب کیے ہوئے جھنڈے تلے جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صداقتِ اہل حدیث

یہ مقالہ علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ نے مؤرخہ ۳، ۴ اور ۵ مئی ۱۹۹۱ء کو نیو سعید آباد میں جمعیت اہل حدیث سندھ کے زیر اہتمام نویں سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس کے موقع پر بطورِ خطبہ صدارت پیش کیا۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا مُعَارِضَ لَهٗ وَلَا مُنَاقِضَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ بَيْنِ يَدَيِ السَّاعَةِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ سِرَاجًا مُّنِيْرًا......

اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنَّ خَيْرَ الْكَلَامِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

امابعد!

آج جمعیت اہل حدیث سندھ کی چھٹی سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس شروع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تنظیم نوجوانانِ اہل حدیث نیو سعید آباد کو اس کے انتظام کرنے کی سعادت بخشی ہے اور ہر سال وہ خلوص نیت سے قربانی دیتے ہیں اور اس کا انتظام سنبھالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوش، محنت اور قربانی قبول فرمائے اور مزید قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اہل حدیث کا عقیدہ

ہم ایک اللہ احکم الحاکمین، مالک ارض وسماء کے بندے ہیں۔ ہمارا بنیادی عقیدہ ہے کہ ہر قسم کی جسمانی ہو یا مالی عبادت اسی کی رضا کی خاطر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیشوا نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کا قرآن مجید میں عقیدہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانعام: ١٦٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے پیغمبر! کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔''

یعنی اے نبی کریم ﷺ آپ اپنے عقیدے کا اعلان اس طرح کر دیں کہ میری ہر قسم کی عبادت اور بندگی جانی خواہ مالی، یعنی نماز، قربانی اسی طرح میرا جینا یعنی ساری زندگی اور میرا مرنا، صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے حصول کے لیے ہے۔ میری پوری زندگی اور عمل میں کسی کی کوئی شرکت نہیں ہے۔ اس عقیدے کا مجھے اپنے مالک کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جس کا ماننے والا سب سے پہلے میں ہی ہوں۔ بس یہی عقیدہ آپ (ﷺ) کی جماعت محمدی اہل حدیث کا ہے۔ اس طرح وہ فقط رسول اللہ ﷺ کے تابعدار ہیں اور صرف آپ ﷺ کی تابعداری کو اپنے اوپر لازم جانتے ہیں اور آپ کے ہی قول وفعل کو شریعت سمجھتے ہیں۔ صرف آپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہوئے اس اعتبار سے خود کو محمدی کہلواتے ہیں یا آپ کے لائے ہوئے پیغام، یعنی قرآن مجید اور اس کی تفسیر یعنی حدیث (قرآن وحدیث بیان کرنے والے) اہل سنت (رسول اللہ ﷺ کے طریقے والے) یا محدث (قرآن وحدیث بیان کرنے والے) یا اہل الاثر (رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والے) کہلواتے ہیں بلکہ اس میں تو وہ فخر محسوس کرتے ہیں۔ کیوں نہ کریں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے لے کر اب تک سب کے سب آپ ﷺ کی پیروی کرتے اور ان ﷺ کی طرف اپنی نسبت کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور کسی بھی غیر کی طرف اپنی نسبت کرنے کو ناپسند کرتے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی عالم باعمل مفسر قرآن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اعلی ملة ابن ابی طالب انت؟'' کیا آپ علی بن ابی طالب کے طریقے پر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ''لا ولا علی ملة ابن عفان'' میں نہ تو علی رضی اللہ عنہ کے طریقے پر ہوں نہ ہی عثمان رضی اللہ عنہ کے طریقے پر ہوں، تو اس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ''فعلی ملة من انت؟'' پھر آپ کس کے طریقے پر ہیں؟ اس پر انہوں نے (عبداللہ بن عباس) نے جواب دیا: ''علی ملة محمد ﷺ'' میں محمد ﷺ کے طریقے پر ہوں۔ (المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية لابن حجر ج٣، ص: ٧٣)

یعنی اس وقت دنیا میں جتنی بھی شخصی نسبتیں مروج ہیں، اہل حدیث ان میں سے کسی بھی امتی کی طرف اپنی نسبت کو صحیح نہیں سمجھتے اور یہ جماعت اپنے آپ کو صرف امام اعظم، مرشد اعظم محمد ﷺ کی طرف منسوب کرتی ہے۔ امام ابوبکر ابن شاہین المتوفی ۳۸۵ ہجری کے سامنے جب بھی (مصنوعی) مذاہب کا تذکرہ ہوتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ ''انا محمدي المذهب'' میں محمدی مذہب پر ہوں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۳۲، ص ۹۸۸)

امام محمد بن داؤد التیمی المنذلاوی رحمہ اللہ المتوفی ۹۰۱ ہجری فرماتے ہیں:

((ليس لنا شيخ الا رسول الله ﷺ)) (شذرات الذهب، ج٨، ص: ١٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہمارے استاد، مرشد اور قائد کوئی اور انسان نہیں بلکہ صرف محمد ﷺ ہی ہیں۔''

جس جماعت کے پیشوا خود رسول اللہ ﷺ ہیں، اس جماعت کا کتنا اعلیٰ درجہ اور فضیلت ہوگی، وہ جماعت دیگر جماعتوں سے کتنی ممتاز ہوگی اس کا اندازہ ہر صاحب فہم کرسکتا ہے۔

ناظرین! مثل مشہور ہے کہ الفضل ما شهد به الاعداء یعنی اصل تعریف وہی ہے جو مخالف کرے، اہل حدیث جماعت کو عوام الناس مخالفین مختلف القاب سے یاد کرتے ہوئے ان پر کئی قسم کے الزامات تراشتے رہتے ہیں لیکن ان کو سوچنا چاہیے کہ ان کے بزرگوں نے اس جماعت کے بارے میں کن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہاں پر میں صرف علمائے احناف کی شہادتیں پیش کرتا ہوں۔

اہل حدیث کے متعلق علمائے احناف کی آراء

۱۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور حنفی مذہب کے ستون اعظم قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الکوفی رحمہ اللہ جماعت اہل حدیث سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

((ما على الارض خير منكم اليس قد جئتم او بكرتم تسمعون حديث رسول الله ﷺ)) (شرف اصحاب الحديث ص ۴۹)

''روئے زمین پر تم سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے کیونکہ تم لوگ ہر وقت آتے جاتے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنتے رہتے ہو۔''

گویا کہ قاضی صاحب موصوف وضاحت کر رہے ہیں کہ سب سے بہتر علم حدیث ہے، کیونکہ یہی کلام الٰہی (قرآن شریف) کا بیان وتفسیر ہے۔ اب بتائیں جس جماعت کا نصب العین اور دستور یہ ہو، کیا اس سے بہتر اور بڑھ کر کوئی اور جماعت ہوسکتی ہے؟

۲۔ حنفی مذہب کے مجتہد فی المذہب علامہ کمال الدین بن الہمام اپنی مایہ ناز کتاب فتح القدیر شرح الہدایہ جلد ا ص ۱۵۹ میں جماعت اہل حدیث کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

((اهل الحديث غفر الله لهم))

''اللہ تعالیٰ اہل حدیث کی مغفرت اور ان پر رحم فرمائے۔''

۳۔ مشہور فقیہ سید احمد طحطاوی المتوفی ۱۲۳۱ ہجری حاشیہ الدر المختار جلد ۴ ص ۱۵۳ میں فرماتے ہیں:

((فان قلت ما وقوفك على انك على صراط مستقيم وكل واحد من هذه الفرق يدعى انه عليه قلت ليس ذلك بالادعاء والتثبت باستعمالهم الوهم القاصر القول الزاعم بل بالنقل عن جهابذة هذه الضعة علماء اهل الحديث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الذین جمعوا صحاح الاحادیث فی امور رسول اللهﷺ واحواله افعاله وحركاته وسكناته واحوال الصحابة المهاجرين والانصار الذين اتبعوهم باحسان مثل الامام البخاري ومسلم وغيرهما من الثقات المشهورين الذين اتفق اهل المشرق المغرب على صحة ما اوردوه فی كتبهم من امور النبیﷺ واصحاب رضی الله تعالٰی عنهم ثم بعد النقل ينظر الى الذی تمسك بهديهم واقتفى اثرهم واهتدٰى بسيرهم فی الاصول والفروع فيحكم بانه من الذين هم وهذا هو الفارق بين الحق والباطل والمميزبين من هو على صراط مستقيم وبين من هو على السبيل الذين على يمينيه وشماله))

''ہر فرقے والا دعویٰ کرتا ہے کہ میں حق اور صراط مستقیم پر ہوں مگر یہ دعویٰ بغیر ثبوت کے ثابت نہیں ہوگا۔ اس کے ثبوت کا طریقہ یہ ہے کہ جن ماہرین علمائے اہل حدیث نے صحیح احادیث کی بڑی بڑی کتب تصنیف کیں، جن میں رسول اللہ ﷺ کے احکام اقوال وافعال مذکور ہیں اور ان کی پاک زندگی کی سب حرکات وسکنات مروی ہیں، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین خواہ انصار، تابعین کے احوال جمع کیے گئے ہیں۔ مثلاً: امام بخاری، امام مسلم اور دیگر معتبر محدثین کی کتب جن کے معتبر ہونے پر مشرق ومغرب کے سب اہل علم متفق ہیں۔ ان کتب کے مطالعے کے بعد دیکھا جائے کہ کس جماعت والے حق کے طریقے پر ہیں اور اصول وفروغ میں آپ کے طریقے کے پابند ہیں۔ اس کے بعد ایسے لوگوں کے لیے فیصلہ دیا جائے گا کہ وہی صراط مستقیم پر ہیں حق اور باطل کے درمیان تفریق کرنے کا یہی طریقہ ہے اور صراط مستقیم اور ادھر ادھر کی دوسری راہوں کے درمیان یہی حد فاصل ہے۔''

ناظرین! طحطاوی کی عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ اہل حدیث اور صراط مستقیم پر چلنے والے تہتر فرقوں میں نجات یافتہ فرقے والے وہی ہیں جو اہل حدیث کے طریقے پر چلنے والے ہیں۔ یہی مسلک حق اور باطل کا معیار ہے۔

۴۔ احناف کے مشہور مفتی علامہ محمد بن عابدین بن شامی جن کی کتاب ردالمختار شرح الدر المختار مشہور ہے اپنی کتاب "عقود اللآلی فی الاسانید العوالی" المصور، ص ۱۱ میں لکھتے ہیں:

((فقد حكى فی الدر المنثور عن سفيان بن عيينة انه فسر الصالحين فی قوله تعالٰی: ﴿الشهداء والصالحين﴾ باهل الحديث كذا فی مسالك الابرار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الی احادیث النبی المختار للکورانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا ببرکاتهم وحشرنا فی زمرتهم واماتنا علی محبتهم))

امام سفیان بن عیینہ سے منقول ہے کہ آیت:

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (النساء: ٦٩)

''جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کریں گے، وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی جماعت کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام کیا ہوا ہے۔ یہ ان کے لیے اچھی رفاقت اور اچھی جماعت ہے، ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔''

امام ابن عیینہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ الصالحین سے ''اہل حدیث'' مراد ہیں۔ شامی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل حدیث پر راضی ہو اور ہمیں ان کی برکات سے نفع بخشے اور قیامت میں ہمارا ان کے ساتھ حشر کرے اور ان کی صحبت پر ہمارا خاتمہ کرے۔

ناظرین! غور کریں کہ علامہ شامی کس انداز میں اہل حدیث کے شان میں رطب اللسان ہیں اور قرآن کریم سے ان کی عظمت ثابت کر رہے ہیں کہ یہی صالحین کی جماعت ہے اور وہی منعم من اللہ ہیں۔

۵۔ علامہ محمد طاہر پٹنی ہندی مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار ص ۳۵۶ میں رقمطراز ہیں:

((فان قلت، ما وثوقك انك علی الصراط المستقیم فان کل فرقة تدعی انها علیه؟ قلت: بالنقل عن المحدثین الذین جمعوا صحاح الاحادیث فی امور ﷺ واحواله واقواله وفی احوال الصحابة مثل الصحاح الستة الذی اتفق الشرق والغرب علی صحتها وشراحها کالخطابی والنووی اتفقوا علیه فبعد ملاحظته ینظر من الذی تمسك بهدیهم واقتفی اثرهم))

''پھر اگر آپ کہیں کہ آپ کے پاس کیا سند ہے کہ آپ ہی صراط مستقیم پر ہیں کیونکہ ہر ایک فرقہ حق پر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، میں کہوں گا کہ محدثین کرام، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے معاملات احوال، اقوال اور ان کے اصحاب کے حالات کے بارے میں صحیح احادیث جمع کی ہیں، جس طرح صحاح ستہ، جس کی صحت پر مشرق اور مغرب کے علماء کا اتفاق ہے، ان کے نقل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے اور ان کتابوں کے شارحین جس طرح امام خطابی، امام نووی ہیں وہ بھی اس بات پر متفق ہیں، ان کو دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ کون آپ ﷺ کی سنت پر چلنے والا اور ان کے طریقہ کار پابند ہے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ علامہ احمد مصطفیٰ طاش کبری زادہ کتاب "مفتاح السعادة و مصباح السيادة" ج۲ص ۱۲۹۳۰ میں جماعت اہل حدیث کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

((ولنذكر هنا اصحاب الكتب الستة ومن يحذو حذوهم على وجه الاختصار لنتشرف بذكرهم ويفيض علينا من بركاتهم قدوة الدين شيوخ الاسلام وحفاظ السنة وخزينة الاحاديث يتبرك باسمائهم يظن استجاب الدعاء عند ذكر او صافهم))

"اب ہم صحاح ستہ کے مصنفین اور ان کے طریقے پر چلنے والوں کا ذکر کرتے ہیں تاکہ ہم ان کے ذکر سے مشرف ہوسکیں اور ان کے فیض کی برکات ہم پر نازل ہوسکیں کیونکہ وہ دین کے پیشوا اور اسلام کے اساتذہ، سنت کے محافظ اور احادیث کے خزانے ہیں، ان کے ناموں میں اتنی برکت ہے کہ ان کے اوصاف بیان کرنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔"

۷۔ حنفی مذہب کے مشہور امام ابوجعفر الطحاوی سے کسی عالم نے ایک بار کہا کہ آج تو آپ بھی اہل حدیث کے زمرہ میں نظر آ رہے ہیں انہوں نے جواب دیا:

((هذا من فضل الله وانعامه)) (لسان الميزان، ج۱ ص ۲۸۹)

"میرے اوپر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام وفضل ہے۔"

گویا کہ امام طحاوی شہادت دے رہے ہیں کہ اہل حدیث کے طریقے پر ہونا اللہ تعالیٰ کے انعام اور فضل کا نتیجہ ہے۔

۸۔ علامہ فخر الدین زرادی دہلوی رحمہ اللہ المتوفی ۷۴۸ ہجری رسالہ "اصول السماع" میں فرماتے ہیں:

((اعلم ان اهل السنة والجماعة ثلاث فرق الفقهاء والمحدثون والصوفيه فالفقهاء سموا المحدثين اصحاب الظاهر لانهم يعتمدون على مجرد الخبر ويطلبون الاسناد الصحيح وسموا انفسهم اهل الراى لانهم يعملون بالرأى ويتركون خبر الواحد فعندهم العمل بالدراية مع وجود مخالفة خبر الواحد عن الثقات جائز وعند المحدثين لايجوز)) (نزهة الخواطر ج۲ ص ۱۰۲)

"اہل سنت کے تین فرقے ہیں۔ فقہاء، اہل حدیث اور صوفیہ۔ اہل حدیث کو اہل ظاہر کہتے ہیں کیونکہ وہ ہر روایت پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ صحیح اسناد والی روایات کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں فقہاء خود کو اہل الرای کہلواتے ہیں کیونکہ وہ رائے پر عمل کرتے ہیں اور اگر کوئی خبر واحد ان کی درایت وفہم کے خلاف ہو تو اس کو ترک کر دیتے ہیں، چاہے وہ روایت معتبر راویوں سے ہی کیوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ مروی ہو۔ ایسی صورت (خبر واحد) میں اپنی رائے خلاف حدیث کو ترک کرنے کو جائز کہتے ہیں
جبکہ اہل حدیث اس (خبر واحد) کی مخالفت کو ناجائز کہتے ہیں۔"

یعنی اگر چہ حدیث خبر واحد ہی ہو لیکن اس کی سند صحیح اور سالم ہو تو اس کے خلاف رائے وقیاس اور درایت ذاتی فہم کو رد کرتے ہیں اور حدیث کو قبول کرتے ہیں۔

ناظرین! علامہ موصوف کے تجزیہ پر غور کریں کہ حدیث شریف کے حق میں اہل حدیث کا مسلک کس قدر صاف اور واضح ہے۔

۹۔ تیرھویں صدی کے عالم علامہ عبدالجبار الکماسوی کہتے تھے کہ میں حنفی ہوں لیکن متعصب نہیں ہوں۔

((واعتقدان المحدثين واصحاب الظواهر كانوا ظلال اصحاب رسول الله ﷺ فمن تبعهم من عامة الناس وخاصتهم فهو ناج وهذه اهل السنة والجماعة)) (نزهة الخواطر ج۱، ص: ۳۳۷)

"اہل حدیث اور ظاہری مذہب والے اصحاب رسول اللہ ﷺ کے سائے ہیں جو بھی عام یا خاص شخص ان کے طریقے کا تابع ہوگا وہی نجات یافتہ ہوگا اور وہی اہل سنت والجماعت ہے۔"

۱۰۔ مشہور حنفی عالم ملا علی قاری "الموضوعات الکبریٰ" ص۴۴ میں امام ابوالفضل عراقی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

((لا يحل لاحد ممن هو بهذا الوصف ان ينقل حديثا من الكتب بل ولو من الصحيحين مالم يقرأه على من يعلم ذلك من اهل الحديث))

"عام واعظین کے لیے کسی بھی کتاب سے حدیث نقل کرنا جائز نہیں اگر چہ وہ حدیث صحیحین (بخاری ومسلم) کی ہی کیوں نہ ہو، جب تک اہل حدیث سے اس کی تحصیل نہ کرلے۔"

یعنی علم حدیث جس پر دین کا دارومدار ہے جس کے ذریعے ہی قرآن مجید سمجھا جا سکتا ہے، اس کی صحت وسقم معلوم کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے علمائے اہل حدیث کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا ضروری ہے اور صفحہ ۳۵۶ پر فرماتے ہیں:

((ثم لا عبرة ببنقل النهاية ولا ببقية شراح الهداية فانهم ليسوا من المحدثين ولا اسندوا الحديث الى احد من المخرجين))

"نہایہ" ہو یا "ہدایہ" کی دوسری شروحات ان میں نقل شدہ احادیث (کی صحت) کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ نہ تو وہ خود اہل حدیث ہیں کہ وہ حدیث کو پہچان سکیں کہ صحیح اور قابل قبول ہے یا نہیں اور نہ ہی ان محدثین کی کتب کا حوالہ دیتے ہیں، جن میں وہ حدیث مروی ہے۔" (تاکہ اصل کی طرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع کر کے صحیح اور غیر صحیح کو معلوم کیا جا سکے)
یعنی حدیث شریف (کی صحت) کو پہچاننے کے لیے اہل حدیث کی روایت اور ان کے قواعد ہی کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۱۔ علماء احناف کے سرتاج علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۱۴ اص ۱۶۴ (منیریہ) میں صحیح بخاری کی حدیث ''میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔'' کی شرح میں امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جماعت اہل حدیث ہی ہے اور اگر وہ نہیں تو پھر معلوم نہیں وہ کونسی جماعت ہے، یعنی اس لیے کہ وہ اوصاف اس جماعت کے علاوہ کسی اور جماعت میں نہیں پائے جاتے۔

۱۲۔ برصغیر کے علمائے احناف کے قابل فخر عالم علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی امام الکلام ص ۲۱۶ میں فرماتے ہیں:

(ومن نظر بنظر الانصاف وغاص فی بحار الفقة والاصول مجتنبا عن الاعتساف یعلم یقینیا ان اکثر المسائل الفرعیة والاصیلة التی اختلف العلماء فیها فمذهب المحدثین فیها اقوی من مذاهب غیرهم وانی کلما اسیر فی شعب الاختلاف اجد قول المحدثین فیه قریبا من الانصاف فلله درهم وعلیه شکرهم کیف لاوهم ورثة النبی ﷺ حقا ونواب شرعه صدقا حشرنا الله فی زمرتهم واماتنا علی حبهم وسیرتهم)) آمین ثم آمین.

''جو آدمی انصاف سے دیکھے گا اور تعصب سے بالاتر ہو کر مسائل کے دریا میں غوطہ زن ہوگا اس کو یقین ہو جائے گا کہ اصولی ہوں یا فروعی مسائل سب میں اہل حدیث کا مذہب زیادہ قوی ہے اور میں خود بھی جب اختلافی مسائل میں تحقیق کرتا ہوں تو اکثر و بیشتر اہل حدیث مذہب اور قول کو انصاف کے قریب پاتا ہوں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کو اجر عطا کرے۔ ان کے لیے یہ مرتبہ و منزلت کیوں نہ ہو کہ وہی رسول اللہ ﷺ کے حقیقی نائب اور ان کی شریعت کے سچے وارث ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمیں ان کے ساتھ اٹھائے اور ہمارا خاتمہ ان کی محبت اور طریقے پر فرمائے۔''

۱۳۔ علامہ عبدالعزیز پڑھیاروی ملتانی ''کوثر النبی'' ص ۲ پر شیخ ابن عربی حاتمی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

((العلماء وارثون لانبیاء هم وهم اهل حدیث))

''علماء اپنے انبیاء کرام کے وارث ہیں، وہ صرف اہل حدیث ہی ہیں۔''

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ جس جماعت کا حدیث میں ذکر ہے ''کہ جو جماعت مخالفت کے باوجود ہمیشہ قیامت تک حق پر قائم وفائز رہے گی۔'' اس سے جماعت اہل حدیث مراد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بحوالہ ابن عساکر ابوالقاسم ثابت بن احمد بغدادی سے ایک خواب نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

''میں نے خواب میں زنجانی کو دیکھا کہ انہوں نے مجھے کہا: اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ اہل حدیث کی ہر مجلس کے بدلے بہشت میں گھر بناتا ہے۔''

۱۴۔ علامہ زکریا کاندھلوی ''اوجز المسالك الى مؤطا امام مالك'' ص ۷ پر ''قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ کے سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جو آپ ﷺ پر کثرت سے درود وصلوٰۃ پڑھتے ہوں گے۔'' والی حدیث نقل کرنے کے بعد امام ابن احبان کا قول نقل کرتے ہیں:

''اس حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سب سے زیادہ قریب جماعت اہل حدیث ہے کیونکہ ان سے بڑھ کر کوئی اور قوم رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود وصلوٰۃ پڑھنے والی نہیں ہے۔''

یعنی وہ ہر حدیث پڑھتے، سناتے اور سنتے درود پڑھتے رہتے ہیں اور امام ابن عساکر رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ:

((انهم اهل الحديث كثرهم الله تعالىٰ هذه البشرى فقد اتم الله عليهم هذه النعمة الكبرى))

''اس خوشخبری کے لائق اہل حدیث ہی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ترقی دے اور ان میں برکت ڈالے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہی یہ بڑی نعمت مکمل کر دی ہے۔''

۱۵۔ علامہ سید انور شاہ کشمیری اہل حدیث کی شان میں بعض سلف سی منقول یہ شعر نقل کرتے ہیں کہ:

اهل الحديث هم اهل النبي وان
لم يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا

یعنی اہل حدیث ہی دراصل نبی کریم ﷺ کے اہل ہیں اگرچہ وہ آپ ﷺ کی صحبت میں نہیں رہے لیکن آپ صحابہ کے بعد ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہے۔''

۱۶۔ علامہ محمد ادریس کاندھلوی ''التعليق الصبيح شرح مشكوٰة المصابيح'' کی ابتدا میں مندرجہ بالا شعر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

((حشرنا الله فى زمرتهم واماتنا على حبهم وسيرتهم))

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارا حشر اہل حدیث جماعت کے ساتھ کرے اور ان کی صحبت اور طریقے پر ہمارا خاتمہ کرے۔''

۱۷۔ علامہ اشرف علی تھانوی ''فتاویٰ اشرفیہ'' ج ۴ ص ۸۹ میں اہل حدیث کی سرانجام دی ہوئی خدمات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اہل حدیث نے احادیث صحیحہ، ضعیفہ، مرسلہ ومنقطعہ کو جدا جدا، ملخص اور فن اسماء الرجال توثیق تعدیل وجرح روایات کو مدون کیا اور اسی زمانے میں صحاح ستہ وغیرہ مدون ہوئیں۔''

یعنی جس حدیث پر دین کا دارومدار ہے اس کی معرفت اہل حدیث سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ باقی سب ان کے خوشہ چین ہیں۔

۱۸۔ علامہ عبدالقادر قرشی ''الجواهر المضية في طبقات الحنفية'' ج۲ص۴۳۲ میں اہل حدیث کے حق میں یہ دعائیہ کلمات کہتے ہیں کہ:

((رحم الله المسلمين من اهل الحديث واهل الاثر والنظر))

''اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں پر رحم فرمائے جو اہل حدیث اور اہل الاثر ونظر ہیں۔''

۱۹۔ علامہ لکھنوی صاحب ''الفوائد البهية في تراجم الحنفيته'' ص۱۲۳ میں علامہ علی بن عثمان المارديني ابن الترکمانی والتوفی ۸۱۹ ہجری کے لیے لکھتے ہیں:

((كان شديد المحبة للحديث واهله))

''وہ حدیث اور اہل حدیث سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔''

۲۰۔ اور ص ۹۶ میں رئیس الحنفیہ عبدالعزیز الحلوانی التوفی ۸۴۴ ہجری کے لیے لکھتے ہیں:

((معظم للحديث واهله))

''حدیث اور اہل حدیث کی تعظیم کرنے والے تھے۔''

امید ہے کہ موجودہ دور کے احناف اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اہل حدیث سے بغض کے بجائے ان سے محبت کریں گے۔

۲۱۔ ص۱۶۴ میں علامہ محمد بن حسین بکر خواہر زادہ بخاری التوفی ۶۳۳ ہجری کے لیے لکھتے ہیں:

((كان مائلا الى الحديث واهله))

''وہ حدیث اور اہل حدیث کی طرف مائل تھے۔''

۲۲۔ اور ص۱۷۰ پر شیخ محی الدین محمد سلیمانی الکافیجی التوفی ۸۳۲ ہجری کے لیے لکھتے ہیں:

((كان محبا لاهل الحديث))

''وہ اہل حدیث سے محبت رکھتے تھے۔''

۲۳۔ آخر میں دیوبند کے مشہور مرشد اور واجب الاحترام بزرگ علامہ رشید گنگوہی کا کلام پیش کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ:

''اکثر مقلد عوام بلکہ خواص بھی اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کان میں پڑتی ہے، ان کے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے، پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے، خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو، بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو، مگر نصرت مذہب (مسلک) کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں (ان کا) دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح پر عمل کریں۔ بعض سنن مختلف فیہا مثلاً: آمین بالجہر وغیرہ پر حرب وضرب کی نوبت آجاتی ہے اور قرون ثلاثہ میں اس کا شیوع بھی نہ ہوا تھا بلکہ کیفما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کرلیا اگرچہ اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خاص مستحدث کرنا جائز نہیں، یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہے اس پر عمل کرنا جائز نہیں کہ حق دائر ومنحصر ان چار مذہبوں میں ہے مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے ہیں اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوئی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے۔ دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جائے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع نہیں ہوا۔

ناظرین! حنفی مذہب کے مندرجہ بالا بزرگان کے حوالہ جات سننے (پڑھنے) کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ مخالفین کی طرف سے اہل حدیث کے خلاف اعتراض اور طعنہ یا ان کی طرف غلط باتیں منسوب کرنے پر آپ یقین نہیں کریں گے کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے پیغمبر ﷺ کی سنت پر اور قول پر عمل سے حفاظت کے لیے مقرر فرمایا ہے، ان سے عداوت خود سنت سے عداوت ہے۔ اس مقصد کے تحت جمعیت اہل حدیث سندھ کی طرف سے ہر سال کانفرنس منعقد کی جاتی ہے تاکہ آپ کو اپنے مسلک کی پوری پوری معرفت حاصل ہو سکے اور مخالفین کی طرف سے لگائے گئے غلط الزامات کی حقیقت آشکار ہو سکے اور جو لوگ مخالفین کی سنی سنائی باتوں پر اہل حدیث مذہب سے نفرت کرتے ہیں اور اس کو نیا مذہب سمجھتے ہیں ان کے سامنے بھی اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ ہر سال جماعت میں ترقی اور افرادی قوت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جب وہ لوگ اہل حدیث کی کارکردگی کا معائنہ کرتے ہیں اور ان کی دعوت کا طریقہ دیکھتے ہیں اور ان کے خطابات سنتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور دل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہی حق اور سچ ہے اور رفتہ رفتہ اس کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوتے رہتے ہیں۔

اس دعوت کو عام کرنے اور مسلک کو ہر عام وخاص کے لیے واضح کرنے یا اس کی اشاعت کے لیے ہماری سندھ کی جماعت کے متعدد مدارس قائم ہیں اور ہم اپنے مدرسہ کو از سرنو "جامعہ راشدیہ" کے نام سے تعمیر کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے پاس پلاٹ (جگہ) بھی موجود ہے، جس کا مجوزہ نقشہ بھی بنا ہوا ہے۔ سندھ کی پوری جماعت کا یہ فرض ہے کہ اس عظیم منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمان باری تعالیٰ ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (المائدة) یعنی ”نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔“ کی عملی تصویر بنتے ہوئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں کیونکہ تمام کاموں سے یہ کام زیادہ اہم ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ الجامعۃ الراشدیہ سے کئی توحید وسنت کے پروانے اور خادم پیدا ہوں گے اور سندھ کے کونے کونے میں اہل حدیث کی دعوت کو شائع اور عام کرتے رہیں گے اور قال اللہ وقال الرسول (ﷺ) کی صدا سے سندھ کی سرزمین کو سرسبز وشاداب کریں گے۔

میں آپ سب کا ممنون ہوں کہ آپ نے اس کانفرنس کی دعوت کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن وحدیث کے پیغام کے سننے اسے قبول کرنے اور تازندگی اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلك اهل حديث

حقانیت اہل حدیث

یہ مقالہ جمعیت اہل حدیث سندھ کے زیر اہتمام سالانہ سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس میں مورخہ ۲۴-۲۵-۲۶ اپریل ۱۹۹۲ء میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بطور خطبہ صدارت پڑھا تھا۔ (الازہری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا مُعَارِضَ لَهٗ وَلَا مُنَاقِضَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ بَيْنِ يَدَيِ السَّاعَةِ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ سِرَاجًا مُّنِيْرًا......

اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنَّ خَيْرَ الْكَلَامِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

امابعد!

میں حاضرین مجلس کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ قبل ازیں نو کانفرنس کامیابی سے ہمکنار ہو چکی ہیں۔ یہ دسویں کانفرنس آپ حضرات کی مساعی جمیلہ سے منعقد ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قربانیوں کو قبول اور بارآور فرمائے۔ آمین

بحمد للہ! ہر سال نئے لوگ مسلک اہل حدیث اختیار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو ہمیشہ قائم رکھے اور آپ لوگوں کے اجر کو دوبالا فرمائے۔

مسلک اہل حدیث کی حقانیت:

ناظرین! مسلک اہل حدیث اب کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا۔ پہلے مخالفین مختلف قسم کے الزامات لگا کر لوگوں کو اس سے متنفر کرتے رہتے تھے مثلاً: یہ ایک نیا فرقہ ہے، جو ماضی قریب میں وجود میں آیا ہے، پہلے موجود نہ تھا مگر مسلسل جدوجہد کی بدولت ہر شخص نے بچشم خود دیکھ لیا کہ یہ جماعتوں جہانوں کے امام اور سردار محمد ﷺ کی جماعت ہے، آپ نے کبھی کسی اہل حدیث سے یہ نہیں سنا ہوگا کہ یہ عمل ہمارے پیر کا ہے یا یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم ہمارے فلاں امام کا ہے، بلکہ ہر چھوٹے اور بڑے مسئلہ کے بارے میں وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان یا ان کا عمل ہے اور وہی ان کے امام ومرشد ہیں۔ اس لیے یہ قدیم جماعت ہے۔ اس قدیم جماعت کے پیشوا اور سنگ بنیاد رکھنے والے خود رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ان کی (محدثین) ہر روایت اور نقل اسناد کے ذریعہ آپ ﷺ تک پہنچتی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

((تسمعون مني ويسمع منكم ويسمع ممن يسمع منكم)) (احمد، الحاکم، الخطیب)

''تم مجھ سے سنو گے اور دوسرے تم سے سنیں گے، ان سے دوسرے سنیں گے۔''

(یہ سلسلہ تاہنوز رواں دواں ہے اور قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ ان شاء اللہ العزیز)

الغرض! ہمارا مسلک سماع شریعت (شریعت سننے) پر موقوف ومنحصر ہے یعنی جو بھی اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ سے سنتے ہیں، اس پر چلتے ہیں اور کاربند رہتے ہیں، کسی دوسرے کی رائے، عقل اور قیاس کو اس میں داخل کرنے کو روا نہیں جانتے۔

امام ابوحنیفہ اور امام جعفر صادق کے درمیان مکالمہ:

آپ کی عبرت کے لیے ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن قیم اعلام الموقعین ص ۲۲۵ جلد ا میں فقیہ عبداللہ بن شبرمہ سے روایت لاتے ہیں کہ میں اور امام ابوحنیفہ امام جعفر صادق کے پاس گئے۔ میں نے انہیں سلام کیا، میں ان کا دوست تھا، پھر میں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نفع عطا کرے۔ یہ شخص عراقیوں میں سے ہے۔ امام جعفر نے مجھے فرمایا کہ یہ نعمان (ابوحنیفہ) ہے؟ پھر ابوحنیفہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی رائے سے قیاس مت کیا کرو۔ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسے آدم علیہ السلام کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو وہ بولنے لگا کہ: ''میں اس سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔'' مجھے نہیں معلوم!'' فرمایا: ''وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اگر صرف پہلا حصہ لا الٰہ کہا اور خاموش ہو گیا تو شرک کیا۔'' اچھا! یہ بتاؤ کہ کون سا گناہ بڑا ہے؟ بے گناہ قتل کرنا یا زنا، انہوں نے کہا: ''قتل'' امام جعفر صادق نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قتل کے لیے دو گواہ قبول کیے ہیں اور زنا کے لیے چار گواہ کیا اس صورت میں تمہارا قیاس برقرار رہے گا؟ اچھا تو یہ بتاؤ کونسا فرض بڑا ہے؟ نماز یا روزہ؟ تو انہوں نے جواب دیا: ''نماز''۔ امام جعفر نے کہا کہ ایام حیض میں عورت نماز روزہ دونوں چھوڑتی ہے مگر قضا صرف چھوٹے فرض کا یعنی روزہ کا کرتی ہے، جبکہ بڑے فرض یعنی نماز کی قضا نہیں کرتی، اس لیے قیاس مت کیا کرو کل اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں گے، پھر ہم کہیں گے کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا فرمان سنا اور مانا اور تم اور تمہارے ساتھی کہیں گے کہ ہم نے قیاس سے یہی سمجھا، پھر اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے ساتھ جو سلوک چاہے کرے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل حدیث اور اولیاء اللہ:

نیز ہمارے مخالفین یہ الزام بھی عائد کرتے ہیں کہ اہل حدیثوں کے یہاں اولیاء اللہ کی عزت وتکریم نہیں ہوتی، یہ بھی محض بہتان ہے، اولیاء اللہ وہی ہیں جو پرہیزگار ومتقی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنْ أَوْلِيَآؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ﴾ (الانفال: ٣٤)

''اللہ کے اولیاء صرف پرہیزگار اور نیک لوگ ہی ہیں۔''

ہمارے یہاں ایسے لوگ انتہائی معزز ہیں مگر جو لوگ موالی اور بے دین ہیں اور راہوں میں پڑے رہتے ہیں، وہ نہ تو ولی ہیں اور نہ ہی صالح انسان، بلکہ وہ تو شیطان کے نمائندے ہوتے ہیں۔

الحاصل: ایسے الزامات کی حقیقت اب ظاہر ہو چکی ہے کوئی سمجھدار انسان موسوسین اور فتنہ پرور لوگوں کے دام فریب میں نہیں آئے گا، ہمارا لٹریچر اور تحریریں وتقریر عام ہو چکی ہیں اور ہمارے مسلک کی پوری طرح ترجمانی ہو رہی ہے، اسی وجہ سے لوگ اب مخالفین کی ان باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔

اہل حدیث دراصل اہل سنت ہی ہیں:

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اہل حدیث کو اہل سنت سے خارج قرار دیتے ہیں، شیخ الاسلام امام ابو العباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ منہاج السنہ ص ۲۰۴ میں فرماتے ہیں:

((وقد يراد به اهل الحديث والسنة المحضة فلا يدخل فيه الا من يثبت الصفات لله تعالٰى ويقول ان القرآن غير مخلوق وان الله يرى فى الآخرة ويثبت القدر وغير ذلك من الامور المعروفة عند اهل الحديث والسنة))

''اہل سنت سے مراد اہل حدیث ہی لیے جاتے ہیں، جو خالص سنت کے طریقہ پر ہیں، اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مبارکہ پر ایمان رکھتے ہیں اور قرآن کو غیر مخلوق مانتے ہیں اور قیامت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے قائل اور امیدوار ہیں اور تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں وغیرہ۔ اہل حدیث (اسلام کے) تمام عقائد پر ایمان رکھتے ہیں۔''

چنانچہ اہل حدیث کی کوششوں کی بدولت سنت رسول اللہ ﷺ عام ہو کر گھر گھر پہنچی۔ باوجود مخالفت ومزاحمت کے سنت دلوں میں جاگزیں ہوتی گئی، مخالفین آمین بالجہر (بلند آواز سے آمین کہنا) کو ''شور'' سے تعبیر کرتے اور رفع الیدین جیسی مشہور ومعروف سنت، جس کے لیے بے شمار احادیث وارد ہیں، اس پر طرح طرح کی مذاق اور تمسخر کرتے رہے بقول ابو الکلام آزاد اسے ''عمل کثیر'' کہنے سے نہیں شرمائے۔ (تذکرہ آزاد) مگر اللہ کے بندے (اہل حدیث) ثابت قدمی کے ساتھ سنت پر عمل کرتے رہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین کرام! محدثین کرام سنت کی حفاظت کے لیے بڑی کوششیں کرتے رہے۔ امام ابوبکر الجارودی کے ہاں ابوالعباس البعلبکی آئے، کہنے لگے کہ ادھر آ کر بیٹھیے، انہوں نے جواب دیا کہ میں عصر نماز پڑھ رہا ہوں، جب فارغ ہوگئے تب امام جارودی نے کہا: ''رفع الیدین کرنا ہمارا شعار یعنی اسلامی نشانی اور شناخت ہے، لہٰذا اگر آپ رفع الیدین نہیں کرتے تو پھر ہماری صحبت ومجلس میں مت بیٹھا کریں۔'' (الانساب للسمعانی ص۱۹، ۱۸اطبع لندن)

امام عبدالرحمٰن بن مہدی سے منقول ہے کہ کسی شخص نے ان کے ساتھ نماز پڑھی اور رفع الیدین نہیں کیا تو امام موصوف نے ان سے کہا کہ کیا تمہیں رفع الیدین والی حدیث نہیں ملی؟ اس نے کہا کہ ''ہاں (ملی ہے)'' امام موصوف نے کہا: ''پھر اللہ کو کیا جواب دو گے جبکہ تم سے پوچھا جائے گا کہ باوجود حدیث ملنے کے تو نے رفع الیدین کیوں نہیں کی؟'' (فتح المغیث للسخاوی)

جماعت اہل حدیث اور جہاد:

نیز جماعت اہل حدیث نے رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے لیے قلمی، لسانی جہاد اور بالآخر جہاد بالسیف کیا کیونکہ مسلمانوں کی صداقت جہاد سے ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۝﴾ (الحجرات: ۱۵)

''ایماندار تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے، پھر کسی شک وشبہ اور تردد کا شکار نہ ہوئے (جو حکم ملا اسے فی الفور قبول کرتے ہوئے عمل کرتے رہے) اور دین کی اشاعت و ترویج کے لیے جان ومال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔ یہ لوگ خود کو ایماندار کہلانے میں سچے ہیں۔''

جہاد کے بغیر ایمان نہیں رہتا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

((من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات على شعبة من نفاق))

(مسلم كتاب الامارة، باب من مات ولم يغز الخ)

''جو شخص اس حالت میں مرگیا کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ ہی دل میں ایسا ارادہ کیا تو منافقت کی حالت میں مرے گا۔''

جماعت اہل حدیث ہمیشہ جہاد میں حصہ لیتی رہی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہی وہ اولین اہل حدیث جماعت (قرآن وحدیث والی جماعت) تھی، جس کا جہاد اہل علم سے مخفی نہیں۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ مقداد بن الاسود نے جنگ بدر کے موقعہ پر عرض کی کہ:

((لا نقول كما قال قوم موسى اذهب انت وربك فقاتلا ولكنا نقاتل))

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”(اے اللہ کے رسول ﷺ) ہم قوم موسیٰ کی مانند یہ نہیں کہیں گے کہ ”تو اور تیرا رب جا کر لڑیں“ بلکہ ہم تو آپ کے دائیں، بائیں، آگے پیچھے (ہر طرف سے دشمنوں کے ساتھ) لڑیں گے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شعر منقول ہے کہ:

نحن الذین بایعوا محمدا
علی الجهاد ما بقینا ابدا

”ہم وہ لوگ ہیں، جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس بات پر بیعت کی کہ جب تک زندہ ہیں، جہاد کرتے رہیں گے۔“

نیز جہاد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانی وایثار اور باہمی ہمدردی وغمگساری مثالی اور لازوال ہے۔ چنانچہ ابوالجہم بن حذیفہ العدوی سے روایت ہے کہ جنگ یرموک کے دوران میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں نکلا۔ پانی کا مشکیزہ اور پینے کا برتن میرے ساتھ تھا۔ دل میں خیال تھا کہ اب تک وہ سانس لے رہے ہوں گے، لہٰذا ان کو پانی پلاؤں گا۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو وہ موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا سسکیاں لے رہے تھے، میں نے کہا: پانی پئیں گے؟ انہوں نے اشارہ کیا کہ ہاں! اسی اثناء میں دوسرے زخمی کی چیخ وپکار کی آواز سنائی دی تو مجھے اس کی طرف جانے کا اشارہ کیا کہ پہلے اسے پانی پلاؤ میں اس کے پاس گیا وہ ہشام بن عاص بن عمرو کا بھائی تھا۔ میں نے اسے بھی پانی پینے کے لیے کہا تو اس دوران ایک تیسرے شخص کے کراہنے کی آواز آئی انہوں نے بھی مجھے اشارہ کیا کہ پہلے ان کو جا کر پانی پلایئے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکے تھے۔ میں ہشام کی طرف واپس پلٹا لیکن وہ بھی دم توڑ چکے تھے۔ پھر اپنے چچا زاد بھائی کی طرف لپکا مگر وہ بھی اپنے خالق حقیقی سے جا مل چکے تھے۔ (کتاب الجہاد از ابن مبارک)

ایسی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ تابعین اور تبع تابعین میں بھی یہی جذبہ کارفرما تھا۔ چنانچہ فاتح اندلس موسیٰ بن نصیر کا قصہ مشہور ہے۔ (جذوۃ المقتبس) اس کے ساتھ اور بھی بہت سے تابعین تھے۔ مثلاً حنش بن عبداللہ الصنعانی اور عبدالرحمٰن بن عبدالغافقی وغیرہ۔ امام عبداللہ بن المبارک الحنظلی المروزی جو مسلک اہل حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں۔ طائفہ منصورہ، جس کے لیے نبی کریم ﷺ نے پیشینگوئی فرمائی ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر قائم رہے گی، کسی کی مخالفت اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اس کے متعلق امام موصوف فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جماعت اہل حدیث ہے۔ امام موصوف پہلے حنفی طبقہ درس میں بیٹھتے تھے، بعد میں اس سے توبہ تائب ہو گئے۔ (تاریخ بغداد) رفع الیدین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

”اس باب میں اتنی احادیث وآثار موجود ہیں کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رفع الیدین کرتے ہوئے خود دیکھ رہا ہوں۔“

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام صاحب میدانِ جہاد کے شہسوار تھے۔ان کی تصنیف کردہ کتاب ''کتاب الجہاد'' ان کے عظیم نظریہ کی ترجمانی کرتی ہے۔قولاً وعملاً جہاد کرتے رہے۔ان کے اشعار مشہور ہیں جو انہوں نے عابد فضیل بن عیاض کو لکھ کر بھیجے تھے۔

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا	لعلمت انك بالعبادة تلعب
من كان يخضب خده بدموعه	فنحورنا بدمائنا تتخضب
او كان يتعب خيله في باطل	فخيولنا يوم الصبيحة تتعب
ريح العبير لكم، ونحن عبيرنا	وهج السنابك والغبار الا طيب
ولقد اتانا من مقال نبينا	قول صحيح صادق لا يكذب
لا يستوى غبار خيل الله في	انف امرىء ودخان نار تلهب
هذا كتاب الله ينطق بيننا	ليس الشهيد بميت ولا يكذب

(كتاب الجهاد از ابن مبارك)

ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک فضیل بن عیاض عابد کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: تم حرمین میں عبادت کرتے رہتے ہو، اگر ہم (مجاہدین) کو دیکھ لو تو سمجھ لو گے کہ تم لہو ولعب میں مشغول ہو (گویا کہ جہاد کے بغیر عبادت کھیل تماشہ کی مانند ہے) تم تو اپنے گال آنسوؤں سے داغتے ہو، لیکن ہمارے سینے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔تمہاری خوشبو تو عنبر ومشک ہے، لیکن ہماری خوشبو وہ مٹی ہے جو مجاہدوں کے گھوڑوں کے نعلوں کے ٹاپوں سے اڑتی ہے۔ہمیں رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کے ناک میں جہاد کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔(جس نے جہاد کا غبار برداشت کیا وہ جہنم کی آگ سے بری ہوگا) بلکہ کتاب اللہ (قرآن مجید) گواہ ہے کہ شہید فی سبیل اللہ نہ مرتا ہے اور نہ اسے عذاب ہوگا۔

اسی طرح محمود بن سبکتگین غزنوی کا جہاد ہند مشہور ہے، جنہوں نے سومنات مندر کو چکنا چور کر کے وہاں پرچم توحید بلند کیا۔آپ چونکہ اہل حدیث تھے اسی وجہ سے علاقہ کے لوگوں کی اکثریت بھی اہلحدیث تھی۔

(جمل فتوح بعد الاسلام لابن الحزم)

آٹھویں صدی ہجری کے امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی مجاہدانہ زندگی کسی سے مخفی نہیں۔آپ زندگی بھر زبان، قلم اور تلوار سے جہاد کرتے رہے۔تاتاریوں کے فتنہ کا خاتمہ ان کے ہاتھوں ہوا۔

مجاہدین شہیر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے وقت میں حرمین شریفین جیسے مقدس شہروں میں بھی بدعت وشرک کا دور دورہ تھا۔قبروں اور درگاہوں کی پوجا پاٹ عام تھی۔جس کی وجہ سے بدامنی عروج پر تھی۔کسی کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزت وآبرو محفوظ نہ تھی۔ نہ کسی کی جان و مال کا تحفظ تھا مگر موصوف کی مساعی جمیلہ اور مجاہدانہ سرگرمیوں کی بدولت اس مبارک خطہ میں اہل توحید کی حکومت قائم ہوگئی اور آج تک اس کے اثرات برقرار ہیں۔

ہندوستان میں علامہ سید احمد شہید نے سکھوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا اور اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک انگریز اہل حدیث کے نام سے ڈرتے اور خوف زدہ رہتے ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ نماز، روزہ کی طرح جہاد بھی فرض ہے۔ وہ ہمیشہ اس کے لیے تیار رہتے ہیں۔ جب کبھی جہاد کا موقعہ ملتا ہے تو اس میں تاخیر ہرگز نہیں کرتے۔ افغانستان میں جہاد کی ابتدا اہل حدیثوں نے کی اور جہاد کشمیر میں بھی اہل حدیث کا عظیم حصہ ہے۔

جہاد غیرت دین کا آئینہ دار ہے:

ناظرین! جہاد توحید وسنت کا ثمرہ ہے کیونکہ جہاد اسلامی غیرت سے وجود میں آتا ہے اور اسلامی غیرت توحید وسنت کے بغیر ناممکن ہے۔ جو شخص ایک اللہ کے ماننے اور اس کی بندگی کرنے والا ہوگا، وہ اللہ کی زمین پر غیر کی بندگی کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس کے سوا کسی اور کی درگاہ کو برداشت کر سکتا ہے۔ مگر مشرک کے لیے غیرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بعینہٖ جو شخص اپنے لیے صرف رسول اللہ ﷺ کا اتباع ضروری جانتا ہے، مخلوق میں سے کسی اور کی پیروی کو لازمی نہیں جانتا، وہ محمدی مسلک کے علاوہ کسی اور مسلک کو کیسے برداشت کرے گا؟ بلکہ جو غیر نبی کی پیروی میں جکڑا ہوا ہوگا اس کو جہاد کی فرصت کہاں سے میسر آئے گی۔ ایسے لوگ ایک دوسرے پر قدح (تنقید و جرح) کرنے اور کیچڑ اچھالنے کو ہی بڑا جہاد گردانتے ہیں، بلکہ اغیار (تنقید و جرح) سے لڑنے کے بجائے آپس میں جھگڑتے رہتے ہیں۔ مگر اہل حدیث جن کا شعار توحید و سنت ہے۔ ایک اللہ کی بندگی کرنے والے اور ایک رسول (ﷺ) کے پیروی کرنے والے ہیں، جن کا کہنا ہے کہ:

﴿رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا۝﴾

(الکھف : ١٤)

”ہمارا رب اور مالک ایک اللہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اس کے سوا کسی کو بھی مشکل میں یا بوقت ضرورت نہیں پکارتے کیونکہ اوروں کو پکارنا بڑا ظلم اور ناانصافی ہے۔“

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

((ان معاویة قال لابن عباس اعلی ملة ابن ابی طالب انت؟ قال: لا ولا علی ملة ابن عفان، فقال معاویة: فعلی ملة من انت؟ قال علی ملة محمد ﷺ))

”معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ علی رضی اللہ عنہ کی ملت (طور طریقوں) پر ہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ اور نہ ہی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ملت پر ہوں معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

پھر آپ کس کی ملت پر ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر ہوں۔"

ایسی جماعت کے لیے نا قابل برداشت ہے کہ شرک کو دیکھ کر اسے گوارا کر لیں یا بدعت وضلالت کا سن کر مہر بہ لب ہو جائیں۔ بلکہ ان کے جسم کے اندر توحید وسنت کی غیرت موجزن ہے۔ اسی وجہ سے ہر آن زبان، قلم اور تلوار سے جہاد کرتے رہتے ہیں۔ شرک وبدعت کی علی الاعلان تردید کرتے رہتے ہیں اور قرآن وسنت پر چلنے اور ان کے تمسک کی دعوت دیتے رہتے ہیں اس کے ساتھ جب کبھی عملی جہاد کا وقت آتا ہے تو اس میں بھی پیش پیش رہتے ہیں۔ ان کی ایمانی غیرت ان کو مجبور کرتی ہے کہ شرک وبدعت کے سارے اڈے ختم کر دیے جائیں اور ﴿وَّ یَکُوۡنَ الدِّیۡنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ﴾ (الانفال: ۳۹) "ہر طرف اللہ کا دین نافذ ہو جائے۔" جب بھی وہ سنتے ہیں کہ فلاں علاقہ میں ان کے مسلمان بھائیوں پر افتاد پڑی ہوئی ہے اور ان کے ہم عقیدہ مسلمان بھائی مظلوم ہیں یا کفار کی طرف سے ان پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، تو وہ ان کے لیے جانی ومالی قربانی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ ایسی ایمانی غیرت اللہ کی عظیم نعمت ہے، جو کسی خوش نصیب انسان ہی کو میسر آتی ہے اور بد بخت اس سے محروم ہوتا ہے۔

الغرض! جہاد کے باب میں جماعت اہل حدیث اور اس کی قربانیاں نمایاں ہیں۔ یہ کانفرنسیں اور اجتماعات وغیرہ جہاد کا ہی حصہ ہیں، تاکہ مسلک اہل حدیث والے اپنے فریضہ کو پہچانیں اور غیر اہل حدیث حضرات کے اندر غیرت ایمانی پیدا ہو جائے، جسے پیری مریدی اور تقلید کے بادلوں نے دبا دیا ہے اور حق کو پہچانیں اور صراط مستقیم کی طرف لوٹ آئیں اور کتاب وسنت کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے کسی امتی کے اتباع کا حکم نہیں دیا بلکہ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا حکم دیا ہے اور ان کی امت بنایا ہے تاکہ اس کے ہو کر رہیں اور ان ہی کے طریقے کو اپنائیں۔

ناظرین کرام! صحیح عقیدہ اور صالح عمل جہاد کے لیے پیش خیمہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے عقیدہ وہی رکھنا واجب ہے جو قرآن وحدیث میں بیان ہو۔ مثلاً:

۱۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، سات آسمانوں کے اوپر عرش عظیم پر مستوی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنا وصف بیان فرماتا ہے:

﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی﴾ (طٰہٰ) ﴿ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ﴾ (الاعراف، یونس، الرعد، السجدۃ، الحدید) ﴿ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ الرَّحۡمٰنُ﴾ (الفرقان)

"رحمٰن عرش پر مستوی (متمکن، براجمان) ہوا۔"

جس کی طرف ہم دعا کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں اور دل میں بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اوپر ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عقیدے کا انکار سب سے پہلے فرعون نے کیا، جس طرح سورت مومن میں ہے کہ فرعون نے ہامان سے کہا کہ میرے لیے بڑا محل بناؤ، جس پر چڑھ کر دیکھ تو لوں کہ موسیٰ علیہ السلام کا الٰہ فی الواقع ہے بھی سہی یا نہیں، جبکہ میں تو اسے جھوٹا جانتا ہوں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور شان ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

۳۔ وہ سب کا خالق ہے، باقی سب اس کی مخلوق ہے۔

۴۔ عزت، ذلت، دولت، غربت، ہدایت، ضلالت، شفاء، مرضی اور ثواب عذاب سب اس کے اختیار میں ہے۔

۵۔ کوئی اور نہیں بلکہ وہی مشکل کشا، داتا، دستگیر، گنج بخش، فریادرس، بگڑی سنوارنے والا اور حاجت روا ہے۔

۶۔ وہ بے پرواہ اور بے نیاز ہے، باقی سب اس کے محتاج ہیں۔

۷۔ وہ بغیر کسی وسیلے کے ہر ایک کی ہر وقت دعا سنتا اور قبول کرتا ہے۔

۸۔ قانون اور حکم کا مالک، حلال وحرام، جائز و ناجائز قرار دینا اسی کے اختیار میں ہے، اس میں اس کا کوئی شریک وہمسر نہیں۔

۹۔ شریعت اسی کی ہے، دوسرا کوئی شارع نہیں مگر وہ جس کو مقرر کرے یا اجازت دے۔

۱۰۔ عبادت کی تمام اقسام، مالی ہوں یا جانی صرف اسی کیلئے جائز ہیں۔ اس میں کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔

۱۱۔ عبادت کی کوئی بھی قسم کسی غیر کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی مثلاً: دعا، مشکل میں پکارنا، سجدہ، رکوع، قیام، قعدہ، نذر ونیاز خیرات وصدقات سب ایک اللہ کے لیے صحیح ہوں گے، کسی اور کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ کی شان اقدس کے ساتھ گستاخی ہے کہ اسے پکارتے اور دعا مانگتے وقت درمیان میں کسی کو وسیلہ بنایا جائے۔ (نبیوں اور ولیوں کو وسیلہ بنانے کے بارے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ سب من گھڑت ہے)

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کے تمام کام اچھے، تمام احکام اور فیصلے انصاف پر مبنی ہوتے ہیں، وہ ظلم کرنے سے پاک و مبرا ہے۔

۱۴۔ اس کی تمام صفات جو قرآن وحدیث میں برحق ہیں۔ ان پر بغیر کسی تمثیل یا تشبیہ یا تکییف کے ایمان لانا فرض ہے۔

۱۵۔ اس کی ذات اور صفات ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔

۱۶۔ اس کے خزانے لافانی (غیر مختتم) ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۷۔ اس کے لیے ظاہری اور باطنی تمام اشیاء برابر ہیں۔

۱۸۔ اس کے علاوہ کوئی اور عالم الغیب نہیں۔ بلند آواز اور دل کے خیالات دونوں کو یکساں طور پر جانتا ہے۔

۱۹۔ اس کی نازل کردہ تمام کتب سماوی برحق ہیں اور قرآن کریم آخری کتاب ہے، جو قیامت تک مخلوق پر حاکم ہے۔ (جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تورات، انجیل، زبور اور دیگر صحیفے دراصل قرآن کے مختلف نام ہیں تو ایسے لوگ قرآن حدیث دونوں کے منکر ہیں)

۲۰۔ اس کے تمام انبیاء ورسول برحق ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا فرض ہے۔

۲۱۔ ان سب میں آخری نبی اور رسول، محمد کریم ورحمت للعالمین ﷺ ہیں آپ کے بعد کوئی اور نبی نہ تو آیا ہے اور نہ قیامت تک آئے گا۔ (جو کوئی اس حقیقت وعقیدے کے خلاف ہو تو وہ کافر ہے)

۲۲۔ رسول اللہ ﷺ سے جو صحیح حدیث وارد ہے اس پر ایمان لانا لازم اور عمل کرنا فرض ہے۔ (نبی کریم ﷺ کا ثابت شدہ اور دوٹوک فرمان معلوم ہونے کے باوجود جو اسے نہ مانے تو وہ نافرمان اور گستاخ رسول ہے)

۲۳۔ مسلمانوں کے عمل کرنے اور تمسک (پابندی کرنے) کے لیے صرف قرآن کریم اور حدیث شریف ہی ہیں۔

۲۴۔ کسی بھی غیر نبی کا قول یا رائے یا قیاس قرآن وحدیث کے مقابلے میں باطل ومردود ہے۔

۲۵۔ ہر اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھنا فرض ہے اور چھوٹا یا بڑا کام تقدیر کے مطابق ہونے پر یقین رکھنا ضروری ہے۔

۲۶۔ قرآن وحدیث میں ثواب وعذاب کا جو ذکر ہے وہ سب برحق اور اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف ہے۔

نیز قبر میں سوال وجواب اور عذاب وثواب، قیامت میں حساب وکتاب، حشر ونشر، میزان، پل صراط وغیرہ جن کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے، وہ سب برحق ہے۔

۲۷۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں: کلمہ شہادت، نماز، روزہ، حج وزکوۃ۔

ناظرین! بعض مخالفین کچھ علماء کے چند مسائل نقل کر کے مسلک اہل حدیث پر طعن وتشنیع کرتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کی یہ مسلک اہل حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ہمارے نزدیک کسی کا قول یا عمل، حجت یا واجب الاتباع نہیں، قطع نظر اس سے کہ وہ قائل یا عامل خود کو اہل حدیث کہلواتا ہو یا کچھ اور کیونکہ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی بھی امتی معصوم عن الخطاء نہیں ہے بلکہ ان کی غلطی کی نشاندہی قرآن وحدیث سے ہوتی ہے۔ یہ دونوں کتابیں تمام اقوال وافعال کے لیے معیار اور کسوٹی ہیں۔ ہمارا مذہب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف قرآن وحدیث سے ہے نہ کوئی اور کتاب۔ ہم ان دونوں کے اتباع اور ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہیں، یہ کانفرنس اسی مقصد کے لیے ہے اور ہر سال آپ ہمارے مسلک سے واقف ہوتے اور ہمارے عقائد اور عمل کے بارے میں سنتے رہتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو قرآن وحدیث کا پیروکار بنائے اور جمعیت اہل حدیث نیوسعید آباد کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ آمین

ویرحم اللہ عبدا قال آمینا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یادداشت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہترین اضافہ

حصہ اول اور حصہ دوم کے بعد مطبوعات نعمانی کی ایک اور شاندار پیشکش

انتہائی نادر و نایاب مقالات و رسائل کا علمی مجموعہ

مقالاتِ راشدیہؒ

حصہ سوم (۳)

عنقریب طلب فرمائیں

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

0334-4229127

- جنھوں نے ساری زندگی "قال اللہ وقال الرسول ﷺ" کی صداؤں میں بسر کی۔
- جن کی زندگی کا سب سے بڑا نمایاں پہلو عمل بالحدیث تھا۔
- جنھوں نے حدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے یا کسی امام کا قول پیش کرنے والوں کا بھرپور علمی محاسبہ کیا۔
- جن کی تحقیق اتنی جاندار اور استدلال اتنا شاندار ہوتا کہ مقلدین کے کئی اعتراضات اور دلائل خود انھی کے موقف کی روشنی میں حدیث نبوی ﷺ کے سراسر مخالف اور فرسودہ ثابت ہو جاتے۔
- یہ کتاب (۱۲) ایسے مقالات کا انتخاب ہے جن میں مخالفین کے اعتراضات کا مدلل و مبرہن طور پر رد کیا گیا ہے۔
- یہ کتاب کئی ایسے مقالات پر مشتمل ہے جو کہ پہلی مرتبہ طبع ہو رہے ہیں۔

- "اظہار السر الخفی فی جواز القراۃ خلف الامام للحنفی"

اس کتاب میں علمائے احناف کی زبانی یہ ثابت کیا گیا ہے کہ

"امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے"

- "قال اقول فی تسوید تحریر المجہول"

اس میں حرمت مصاہرت بالزنا یعنی ساس سے زنا کی صورت میں بیوی کی حرمت کے بارے میں احناف کے موقف کا رد کیا گیا ہے۔

- "التنقید المضبوط فی تسوید تحریر الملبوط"

اس مقالہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ہدایہ سے ایک سو ایسے مسائل ذکر کیے ہیں جو حدیث نبوی ﷺ کے سراسر مخالف ہیں۔

اس کتاب کے ہر مقالہ میں انداز بیان اتنا دلنشیں اور عمدہ ہے کہ اہل ذوق کا مطالعہ شروع کر کے آخر تک چھوڑنے کا دل نہیں چاہتا۔

ہر بات باحوالہ اور اہل علم اور عوام سب کے لیے یکساں مفید اور متلاشیان حق کے لیے نشان منزل ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مقالات راشدیہ" اور صاحب مقالات

فاتح سندھ محمد بن قاسم کے دور میں آنے والے قافلوں میں سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کا علمی خاندان بھی شامل تھا جو کہ کاظمین عراق سے تبلیغ دین کے لیے ہجرت سرزمین سندھ پہنچا تھا اور کئی پشتوں سے تبلیغ دین کی خدمات سرانجام دیتا رہا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ صاحب فضل و کمال گھرانے کے ایک تابندہ ستارے تھے۔ جنھوں نے تحصیل علوم دینیہ اور تکمیل فنون کے بعد دعوت کے میدان میں قدم رکھا۔ انھیں تبلیغ دین کے لیے نہایت سنگلاخ اور انتہائی بنجر زمین ملی۔ لیکن منہج نبوی ﷺ کے مطابق انھوں نے قریہ قریہ، بستی بستی، شہر شہر دعوت توحید اور شرک و بدعات کا علانیہ طور پر بڑی جرأت کے ساتھ رد کیا۔ اور عمل پیہم نے اس زمین کو کارآمد بنا دیا۔

سید زادے کی عبقری شخصیت ذہانت و فطانت کا پیکر تھی، آنکھوں میں بلا کی چمک، عقابی نگاہ، حافظہ بڑا تیز، وسیع مطالعہ، مسائل کے استنباط اور متون قرآن و حدیث کا استحضار مثالی اور دیدنی تھا اور شاہ صاحب رحمہ اللہ خطابت کے شہسوار تھے۔ آپ کی تقاریر اور خطبات قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ سے مزین و آراستہ ہوتے تھے، قرآن و حدیث سے دلائل کے انبار لگا دیتے، سمندر کی امواج کی پے در پے آیات کا تسلسل، متن قرآن و حدیث نوک زبان پر ہوتے تھے۔ آپ کے سحر انگیز خطابات سامعین کی بھرپور توجہ کا محور ہوتے تھے۔ پر جوش مناظرانہ اسلوب آپ رحمہ اللہ کی گفتگو میں غالب ہوتا تھا۔ دلائل کی بھرمار سے مخالفین کے باطل عقائد کی دھجیاں اڑا دیتے تھے، تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھا تو بیسیوں کتب نوک قلم سے وجود میں آئیں، ہمہ جہت مصروفیات کے باوجود گراں قدر کتب لکھیں جو کہ منہج سلف کا ترجمان ہیں۔

جہاد کے میدان میں اترے تو روس کے خلاف افغان جہاد میں برسرِ پیکار مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو کر ان کی پشت بانی کا حق ادا کر دیا۔ میدانِ جہاد اور معسکرات میں شرکت فرما کر سلف کی یاد تازہ کر دی۔

زیر نظر کتاب مقالات راشدیہ آپ کے پختہ علم ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے جس میں "ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ پر دیے گئے دلائل کا جائزہ، کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل حجت ہے یا نہیں، چہرے کا پردہ، چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم" جیسے اہم مضامین شامل ہیں

یہ کتاب دراصل محترم شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بولتی اور لوگوں سے ہم کلام ہوتی تحریروں کا مجموعہ ہے۔ جس میں دعوتِ حق کے ایک شعلہ فشاں واعظ کی جگر سوزی اور کہنہ مشق مصنف کی داستان ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان نفوس قدسیہ کے نقش قدم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے اور ہمارے گناہ معاف کر کے اپنے نیک بندوں میں شامل کرے۔ (آمین)

جاوید الحسن صدیقی حفظہ اللہ مدیر دار الاندلس

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

042 37321865

E-Mail: nomania2000@hotmail.com

M 36

Zia ur Rehman 0321-4167895

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ